

# **DAMAGE BOOK**

UNIVERSAL  
LIBRARY

**OU\_224674**

UNIVERSAL  
LIBRARY









بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَإِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ

بسم الله الرحمن الرحيم  
 بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم



بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
 اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَإِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ



# فہرست بجاۃ توفیق فارسی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۳۸	اسماء اعداد مرکبہ غیر امتزاجیہ	۲۹	اسماء کی تعریف اور اسکے اقسام	۱۲	مقدمہ معنی توفیق و وسعت مائیں
۴۰	نکتہ کے جملہ اے پر دو کتبے	~	نکو کی تعریف اور اسکے اقسام	~	معنی لغوی و اصطلاحی آن
۳۹	مضمون سابق اس طرز پر ادا ہونے پر	~	اسامی ہوات اعداد نظر تفتیق	~	فیصلہ اندوہ سے مستحکم و لازم مفرد و مرکبہ
~	خالی ہونی توجہ جملہ اولیٰ نکتہ کی اپنی	۳۰	ایہ رز مانی و مرکابی	۱۳	افعال کے استعمال کا بیان
~	میان نب سے	~	اسما سے کئیات	~	آرزدین بعض افعال کا لازم و
~	حقیقت مفرد	~	بابہان و ہیدان و باستر کا بیان	۱۴	مستحق معنوں میں اشتراک
~	اسامی اعداد کو مقبوس علیہ حروف	۳۱	بیان لفظ چہند	~	فائدہ ہمتان افعال ہندیہ کا کہنے
~	قرار دینے میں شہ قوی	۳۲	بیان چندین و چندان	۱۵	و صغہ اف کے طرز پر
۴۱	اسامی حروف و ذوات حروف پر	~	نکتہ و تحشین کا بیان	~	آں لسان کی زبان پڑھنے و ن کا
~	اس شہ قوی کا نہ پلنا	~	چند و چندین و چندان استخباری	۱۶	اغراض بیجا ہے
~	اسامی حروف میں حروف اول کے	~	و استنبہامی	~	علم ادب کی تعریف
~	عین مسے ہونے میں نکتہ	~	تہذیب اس کتاب کی معرفت نکر مفرد	۱۸	و تہذیب کتاب و ستور نامہ فارسی
~	و تہذیب اس حرف پر اقسام اسامی اعداد	~	جمع صحت مرم موز	~	زبان میں جن کی ضرورت کا بیان
~	نکتہ عبد الواسع کا دوسرا جملہ	۳۳	تہذیب کا حذف	۱۹	معنی دلالت
~	نکتہ کے جملہ تہذیب کی تہذیب پر شہ	~	تہذیب کا لفظ از کے ساتھ آنا	~	و دل اربع کا بیان
~	جملہ تہذیب اس طور پر ادا کیا جائے	~	چندین پر پہلے نامہ کا لانا	~	خطوط کا بیان
~	خالی ایمٹ ہو	~	بیان چنان و چہین	~	عقد و کا بیان
۴۲	تہذیب اعداد کا بیان	۳۴	چنان و چہین یعنی جیسے ویسے	~	فردوسی کے مشہور شعر کشف
~	تہذیب اعداد میں عمومیت و خصوصیت	~	چنان اور چہین پر سے کاف بیانیہ	۲۰	محمود الخ کا بیان
~	با اعتبار راہبام عدد ہونی چاہیے	~	کا حذف	~	بیان فرق عقد و اشارہ
۴۳	تہذیب اعداد کے افراد و جمع کا بیان	~	ان کتابت کا توام سے مجموعت	۲۱	حروف تہذیب کے ہندی کا بیان
~	تہذیب کا اپنے اسامی اعداد سے مقدم ہونا	~	کے ایسے استعمال	۲۵	مرکبات اور سکون اور تشدید کی حقیقت
~	مثنوی تہذیب کے مشہور لہجہ شہر	~	آن کتابت توام پر نداء کا لانا تہذیب	۲۶	بیان حقیقت تشدید
~	بجہ تہذیب یا رویدہ ام الزمین تاویل	~	و تہذیب کے معنی پیدا کرنا ہے	۲۷	فارسی زبان میں حروف تہذیب ہیں
۴۴	اسامی اعداد کے اقسام	~	چنان چون بننے چنانکہ	~	ہمزہ کا بیان
~	مرکب غیر امتزاجی کا بیان	~	بیان اسماء اعداد	~	تہذیب حروف ہشت ہمزہ سے
۴۵	ترکیب تعدادی و فعلی کا بیان اور	۳۵	تعریف العدلی راسی الحقیقین	۲۸	بیان حروف تہذیب
~	ان میں باہمی نسبت	~	بیان ہول اعداد	~	لفظ مثنوی کی تعلیم
~	ترکیب امتزاجی اسامی اعداد	~	فرسہ ہونے کے ہول اعداد کے ہر دو	~	لفظ موضوع کی تعلیم
۴۶	اس رسم کے حذف کا بیان	۳۶	نکتہ کا جملہ اعداد فارسی سے نہرنا	۲۹	لفظ مفرد کی تعریف
~	و انرا دو دو کے انبار لفظ کا بیان	~	اسما سے اعداد مفردہ	~	حرف کی تعریف
~	معرفہ کی تعریف اور اسکے اقسام علم کا بیان	۳۸	اسما سے اعداد مرکبہ امتزاجیہ	~	نکو کی تعریف اور اسکے اقسام
~	~	~	~	~	جمہت اسم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۶۰	تنت و ترش قوت اور تویش کا مخفف ہے۔	۵۵	ضمیر کی تیسری و تہمید اور فعل انہی کے	۴۶	اسامی کی تہمید میں ہیں یا اسم جنس
۶۱	تنتین ضمیر کی گزراؤ بھی لاتے ہیں	~	میرزا و اعقاب کی تہمید کا سارا ضمیر پر مقدم	~	اعلام کی تہمید
~	ضمائر جمع متکلم کی اپنے متکلم پر	~	جو انتہا تک ضمائر متکلم اور بہ نسبت با	۴۷	اسم اشارہ کی تعریف
~	ہوتی ہیں تو ایک علامت اضافت متکلم	۵۶	اسامی کا مقدم اور اولیٰ کے متعلق ہیں	~	محسوسیت کی تحقیق اور اسکے اقسام
~	ہوتی ہیں۔	~	ضمیر اپنے معنی پر مقدم ہوا جاتی ہے۔	~	محسوس بالذات بلا واسطہ
~	کسی علامت اضافت تفصیلات کی طرح	~	ضمیر مطلقا عموما واقع ہوا جاتی ہے	~	محسوس بالذات بالواسطہ
~	انکشاف پر عمل ہوا جاتی ہے۔	۵۷	واحد متکلم کی کچھ نہیں	~	محسوس بالعرض۔
۶۲	ضمیر اضافہ غائبہ کی تحقیق لفظی اور	~	ضمیر موصوف کو اپنی صفت کے تمام افراد	~	افوار و اسوا کی محسوسیت بالذات میں کلام
~	اسی کو ضمیر غائبہ ایشان کی تحقیق	~	و جمع میں مطابقت شرط نہیں۔	۴۸	زین و غیرہ کا دین زندہ اور شہیدین
~	لفظی کی تہمید سمجھنی چاہیے۔	~	ضمیر متصل کی تعریف۔	~	سفید نظر اور خصوصیت اجرام
~	ضمیر جمع غائبہ ایشان کا بیان	~	ضمیر متصل کی تعریف۔	~	ستارگان۔
~	اشترک السنہ اور اسی اور ہوا	~	ضمیر اضافہ غائبہ مرفوع متصل کا اشارہ	~	اشارہ کے حالات۔
۶۳	ای اور وہ اور یہ۔	۵۸	و بروز۔	~	اشارہ معین جس کو معنی پر لایا گیا ہو
~	من راکب سہ۔	~	ضمائر مرفوعہ متصل کا بغیر مقدم ہونا	۴۹	نظر کرنے کا بیان۔
~	ضمائر متصلہ غائبہ کا بغیر ذی العقول	~	بیان التفات۔	~	ایک ہی چیز نزدیک سے بڑی اور دور
~	کے لیے استعمال کر لینا۔	~	ضمیر و مرجع میں کمی مطابقت	~	چوٹی کیوں نظر آتی ہے۔
~	ضمائر متصلہ یا منفصلہ کا اسی جگہ	~	اسی کا لحاظ نہیں ہوتا۔	۵۰	اسم اشارہ قریب اور اسم اشارہ بعید کا بیان
~	استعمال جہاں اردو میں لفظ	~	ضمائر متصلہ کے حرف قابل پر حرکت	~	اسم اشارہ قریب موصوفہ۔
~	اپنا بولا جاتا ہے۔	~	فتح آئے ہے۔	~	اس قریب و بعید کے معنی۔
۶۴	ضمائر متصلہ پر متصلہ کا لانا ناقص	۵۹	جس اوکڑ اوکڑ اور کم کا بیان	۵۱	اسامی اشارہ اور اسم ضمیر کا ماہ الامتیاز
~	جائز ہے۔	~	مرعطفہ و زانیہ کا ماہ الامتیاز	~	اسامی اشارہ اور اشارہ پر ادراک
~	لفظ خود پر ضمائر متصلہ کا الحاق	~	تنتین ضمیر کی و صمدی کا ماہ الامتیاز	~	لائیکا طریقہ اور اسکی وجہ
~	بظنر تاکیدی۔	~	بعض وقت ہذہ قبل ضمیر متصل گرایا	~	اسامی اشارہ اور اشارہ الید کی ترکیب بھی
~	مطلقا ضمائر پلف رائد کا الحاق	~	نہیں جاتا یا تو تھانی سے بولا جاتا ہو	۵۲	لفظ ام کی تحقیق۔
~	کلی انھوں میں سے کسی کے ضمیر کا رائد ہونا	~	کبھی اس ہمزہ بدلہ کو ساکن کو دیتے ہیں	~	دی پار و پیر اور ام کا ماہ الامتیاز
~	بیان اسلمت موصولہ۔	~	کبھی اسکی حرکت بحال رکھتے ہیں۔	~	ایہ بجائے این متصل ہوتا ہے
۶۵	حروف وصل با عاطفہ یعنی داؤ اور	~	ضمائر متصلہ منصوبہ کی مثالیں۔	~	لفظ ام کی حقیقت کیا ہے۔
~	کا مجموعی کا باہمی فرق امتیازی۔	~	ترکیب نحوئی شعر مشہور بوستان	۵۳	مشبہ کا الحاق شہادت پر
~	ترکیب شعر ربطی و دیگر۔	~	در بفع آدم زمان ہمہ بوستان	~	شب بجای دی شب متصل ہوتا ہے
~	ترکیب شعرا ایک اور جگہ پر	۶۰	آدم کے فعل تھیں ہونے پر شاہد۔	~	امروز بچتے زمانہ حال
~	شعر اشارہ رسد نامہ جو جہاں	~	جو متصل ضمیر و ن کی مثالیں	~	روز یعنی مطلق وقت و زمانہ
~	پادشاہی ترست کی محبت ہو	~	ضمائر جمع متصلہ کا باہمی متصل استعمال	~	ضمیر کا بیان اول اسکی تعریف اور وجہ
~	موصولہ بلفظ ہونے سے ماضی اصل	~	ضمائر مرفوعہ متصلہ بجائے منفصلہ	۵۴	ضمائر زین نسبت استکمال و خفا و ابہم ہو
۶۲	کا ماضی و جہاں جائز ہے۔	~	کیون نہیں متصل ہوتا ہے	~	ضمیر کی دوسری وجہ تہمید۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۲	مثال دیکر کیلئے شائد کے ساتھ لفظ زہد لفظ کے معنی کی تحقیق	۱۰۲	وجہ راجح غیبت منادا	۱۱۰	مصادر جعلی میں شمار کیا ہے۔
۱۰۳	لفظ زہد کی تحقیق جو مصدر معروف ہے۔	۱۰۳	وجہ خاس غیبت منادا	۱۱۱	اس جعل نہ جس کے لیے جو حالیت سے
۱۰۴	ہمزہ نفی کے لیے لاسی زبان میں بھی آتا ہے۔	۱۰۴	وجہ ثانی خطاب منادا	۱۱۲	ماصل ہوتا ہے تعدیت صید بشرط ہے
۱۰۵	خدا اور یہ نہ کا اس قاعدے سے مشتق ہونا۔	۱۰۵	منادا پر کلمات نداء کا کر لانا	۱۱۳	مقتدر مہربانی سے خواہندہ
۱۰۶	تائید مدور حالت ذوق میں باطنی ہے بمسبب ہل کے اسکے صدیقی	۱۰۶	تعب حسرت آرزو استغاثہ کے لیے	۱۱۴	نون کو نازنین و گنگان کے نون
۱۰۷	خدا کی بادشاہی کی ہمزہ کی صد کیا لینا چاہیے۔	۱۰۷	مصدر کے تین وجہ۔	۱۱۵	کی طرح زائد محض مانا ہے یحییٰ
۱۰۸	حرف حرکت کیلئے علامت میں ہکتا اور	۱۰۸	فعل ماندوئے عمل مصدر کے لیے	۱۱۶	نہین۔
۱۰۹	الف اور با کی مجموعی حالت کا ہمزہ میں موجود ہونے کا ثبوت۔	۱۰۹	ماصل ہے اور مصدر ماندوئے	۱۱۷	مصدر پر بائے زائد حسن کلام کے
۱۱۰	لامع التسمین نہ کرنا منادا کو معروف نہیں بناتا۔	۱۱۰	فعل کے لیے اصل	۱۱۸	یہ بہت کم لائق ہوتی ہے۔
۱۱۱	کلمات نداء کی تریف۔	۱۱۱	مصادر ناقص التصریف	۱۱۹	بوسون میں باجرہ کہہ کر کہی ہے
۱۱۲	غائب حقیقی۔	۱۱۲	مصادر معدوم اشتقاق	۱۲۰	زائد نہین۔
۱۱۳	غائب مجازی۔	۱۱۳	فارسی میں علامت مصدر	۱۲۱	مصادر کے اخیر میں الف زائد
۱۱۴	نداء حقیقی۔	۱۱۴	مصادر کے تین حال لازم تھی	۱۲۲	بھی حسن کلام کے لیے لایا جاتا ہے
۱۱۵	نداء مجازی۔	۱۱۵	مشترک۔	۱۲۳	بیان عامل بالمصدر۔
۱۱۶	نداء حقیقی و تصدیق کا بیان	۱۱۶	مصادر معروف۔	۱۲۴	بیان مصدر معروف و مجهول۔
۱۱۷	مثالوں کے ذکر میں نکتہ۔	۱۱۷	مصادر مجهول۔	۱۲۵	عامل بالمصدر میں معروف و
۱۱۸	الف نداء کے مقدم کرنے میں نکتہ۔	۱۱۸	فارسی میں عربی کی طرح معروف و مجهول کا اعتبار۔	۱۲۶	عامل بالمصدر کی وجہ تسمیہ
۱۱۹	کسی نکتہ کی غرض سے منادا کا غور کر	۱۱۹	ندائے خواہم از خدا	۱۲۷	عامل بالمصدر کا مصدر حقیقی کی
۱۲۰	میں حالت نداء میں وہ ہم جو نہ کر کے	۱۲۰	تولیع اسلی و وضعی	۱۲۸	نہی میں آنا اور اسکا معنی مفعول
۱۲۱	ہن باقتیاضیت حضور و غیبت کے میں ہن رہتا ہے اور باقتیاضیت	۱۲۱	تولیع مصدر جعلی	۱۲۹	مستعمل ہونا۔
۱۲۲	عرب کے اکثر غائب غائب ہے اور	۱۲۲	مصدر جعلی کے اعلام سے ترکیب	۱۳۰	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
۱۲۳	فارسی میں صیغہ حاضر اکثر ہے۔	۱۲۳	مصادر عربی سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۱	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
۱۲۴	وجہ اول غیبت منادا	۱۲۴	مصادر فارسی سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۲	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
۱۲۵	وجہ ثانی غیبت منادا	۱۲۵	مصادر ہندی سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۳	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
۱۲۶	وجہ ثالث غیبت منادا	۱۲۶	بیان آن مصادر کا جو ہندی اور	۱۳۴	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
۱۲۷	وجہ استعمال حاضر منادا	۱۲۷	فارسی میں مشترک ہیں	۱۳۵	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
		۱۲۸	صیغہ عالیہ سے مصدر جعلی کی ترکیب	۱۳۶	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
		۱۲۹	تجدید شوق و کشیدہ شدن مصلحت	۱۳۷	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
		۱۳۰	نہین میں مگر صاحب قیامین ہیگی	۱۳۸	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے
		۱۳۱	اور صاحب غیب قلم نے ان کو	۱۳۹	عامل بالمصدر کا مطلق مانع کے

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۳	اسم پر پائے عثمانی زیادہ کر رہے۔	۱۲۹	بعض سائنہ تحقیق نے لوسونگی	۱۲۳	ماصل بالمصدر اور امر حاضر اور ماضی مطلق
~	اسم فاعل جیسے نسبت۔	~	و ضروری و فرزندگان و قریبکان	~	کی صورت میں۔
~	نسبت جیسے فاعل۔	~	کے کاٹ کو بغیر انقلاب از نا لاء	~	ماصل بالمصدر صورت ماضی کے اخیر
۱۳۵	گھار اور ناک کے استعمال میں فرق	~	محض مانا ہے۔	~	میں الف و را کے الحاق سے۔
~	پردہ و گار یعنی مطلق مرئی	~	ریچک و کوک و مین کا ف تصغیر	~	یہ الف و را آلا حاصل بالمصدر ماضی
~	ماحب تحقیق القرائین کے معاصر	~	کا نہیں۔	~	لفاعل و مفعول ہر دو مانا ہے۔
~	فارسی پر پائے علی کے ماننے پر	۱۳۱	فارسی میں بغیر ارادہ تسمیہ و تبا	۱۲۳	ماصل بالمصدر عینہ ماضی مطلق کے
۱۳۶	مفعول مطلق اپنے فعل کی کیت و	~	لئے معنی زائد بھی آتا ہے۔	~	اخیر میں پائے مودف کے الحاق سے۔
~	کیفیت کے اظہار کا ضرور رہتا ہو	۱۳۲	بیان مشتق۔	~	ماصل بالمصدر امر حاضر کے اخیر میں
~	مفعول مطلق بغیر نقطہ	~	بیان اسم فاعل۔	~	الف کے الحاق سے۔
~	مفعول مطلق پر پائے نائید مجہول	~	بیان اسم فاعل ترکیبی	~	امر حاضر کے اخیر میں شین ماقبل
~	ہے نہ معروف۔	~	اول اسم اور امر واحد حاضر کی	~	کسور کا الحاق۔
~	بخشود و بخشیدن ہر دو معنی یک	~	ترکیب سے۔	~	یقین قبل کسور والا حاصل مصدر
~	و اعطایں متعل ہوتے ہیں	~	اس اسم اور امر کے و میان	~	اسم مفعول کے معنوں میں بھی آتا ہے
~	رہتی میں باقی لیاقت جو نہ فاعلی	~	کے فاصلہ کا بیان۔	۱۲۵	تحقین ضعیفی کا شین مصدر کی ہے
۱۳۷	یا سے لیاقت میں لفظ لیاقت کا	~	اسم فاعل ترکیبی کے جز و اول	~	ساقہ قاضیہ واقع ہونا۔
~	معنی امکان ہے اور اس امکان کا	~	یعنی اسم پر پائے مجہول اور جز ثانی	~	استادان سخن و متحرک کو ساکن اور
~	اخم العوام مراد ہے۔	~	یعنی امر پر لفظ می کی زیادتی۔	~	ساکن کو متحرک کرنے کے مجاز میں
~	اخم العوام واجب و متغ و متغ کا	۱۳۳	اسم اور ماضی کی ترکیب سے بھی	۱۲۶	تغیر حرکت و تبدیل بھی تغیر نفس
~	و غیر وہب کو شامل ہے	~	معنی فاعلیت پیدا ہوتے ہیں۔	~	کے لیے کفایت کرتا ہے۔
~	اسم مفعول کا بیان۔	~	آن ترکیبی اسم فاعل کے جزو	~	حضرت صہبائی نے بعض موقع میں
~	اسم مفعول اسم و امر کی ترکیب سے	~	اول کی تحقیق۔	~	شین مصدر کی کسور و الماقبل
~	بنتا ہے۔	~	دوسرا اسم اور ماضی مطلق	~	کو زائد بھی مانا ہے۔
~	صرف صیغہ امر واحد حاضر میں	~	کی ترکیب سے۔	۱۲۷	ماصل بالمصدر اسم اور ماضی مطلق
~	اسم مفعول نہیں دیتا۔	~	تیسرا امر واحد حاضر کے اخیر میں	~	کی شکل میں۔
۱۳۸	اسم اور ماضی کی ترکیب سے معنی	~	الف زیادہ کرنے سے۔	~	ماصل بالمصدر اسم جادہ متضمن
~	اسم مفعول پیدا ہوتے ہیں۔	~	چوتھا ماضی مطلق کے اخیر میں	~	معنی معنی پر الف کا الحاق۔
~	اسم اور ماضی مطلق کی ترکیب سے	~	الف و را زیادہ کرنے سے۔	~	ماصل بالمصدر اسم جادہ و غیر جادہ
~	معنی اسم مفعول حاصل کرنے میں	۱۳۴	اس الف و را میں نسبت کا	~	پر پائے مودف کے الحاق سے
~	امر واحد حاضر کے اخیر میں الف	~	احتمال بھی ہے۔	~	اہل جمع مصدر عربی کو صفت کے
~	زیادہ کرنے سے معنی اسم مفعول	~	اسما فی غیر مشقہ کا معنی فاعلیت	~	معنوں میں لیتے ہیں۔
~	حاصل ہو جاتے ہیں۔	~	میں استعمال۔	۱۲۹	اعلام و غیر اعلام سے جب معنی
~	تبدیلی مطلق پر الف و را کے الحاق	~	ایک تو صرف اسم جادہ ہو	~	وصفی مراد لینے جاتے ہیں انہی
~	سے ہی اسم مفعول حاصل ہوتے ہیں	~	یا مصدر عربی۔	~	دلالت عام ہو جاتی ہے۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۸	صرف معد عربی بغير ترکیب مفید	۱۳۸	ہندی الاصل ہیں۔	۱۳۸	معنی اسم مفعول ہوتا ہے
۱۳۹	یائے تختانی کے الحاق سے منے	۱۳۹	تساں ظرف زمان کیلئے بھی آتا ہے	۱۳۹	اسم مفعول حاصل کرنا۔
۱۴۰	اسم مفعول حاصل کرنا۔	۱۴۰	الفاظ مذکورہ بالا ارادہ کثرت بھی	۱۴۰	آئے ہیں۔
۱۴۱	آئے تختانی سے نسبت مفعولی	۱۴۱	بیان اسم آلہ۔	۱۴۱	حاصل کرنا۔
۱۴۲	لفظ کار نسبت مفعول کے لئے۔	۱۴۲	اسم آلہ اسم اور امر کی ترکیب سے	۱۴۲	لفظ کار نسبت مفعول کے لئے۔
۱۴۳	بیان اسم ظرف ترکیبی۔	۱۴۳	حاصل ہوتا ہے۔	۱۴۳	بیان اسم ظرف ترکیبی۔
۱۴۴	اسم اور امر کی ترکیب سے	۱۴۴	اسم آلہ صیغہ امر پر اسے نسبت کے	۱۴۴	اسم اور امر کی ترکیب سے
۱۴۵	دو اسموں کی ترکیب سے	۱۴۵	الحاق سے۔	۱۴۵	دو اسموں کی ترکیب سے
۱۴۶	تساں کا بیان۔	۱۴۶	بیان اسم حالیہ۔	۱۴۶	تساں کا بیان۔
۱۴۷	حدہ حرف کی ترکیب سے	۱۴۷	امر حاضر پلٹ دونوں زیادہ کرنے	۱۴۷	حدہ حرف کی ترکیب سے
۱۴۸	ظرفی متضمن معنی مبالغیت	۱۴۸	سے حالیہ بنتا ہے۔	۱۴۸	ظرفی متضمن معنی مبالغیت
۱۴۹	و کثرت ہوتے ہیں۔	۱۴۹	حالیہ کے ایراد شکاک کو کیا منظور	۱۴۹	و کثرت ہوتے ہیں۔
۱۵۰	تساں کی سین کو حرکت	۱۵۰	حالیہ اسم فاعل اور اسم مفعول کی	۱۵۰	تساں کی سین کو حرکت
۱۵۱	تساں کا منف سان بھی شمل ہو	۱۵۱	ری میں بھی آتا ہے۔	۱۵۱	تساں کا منف سان بھی شمل ہو
۱۵۲	شارسان کی تحقیق۔	۱۵۲	حالیہ اسم فاعل ترکیبی اور اسم مفعول	۱۵۲	شارسان کی تحقیق۔
۱۵۳	زار کا بیان۔	۱۵۳	ترکیبی کی زسی میں۔	۱۵۳	زار کا بیان۔
۱۵۴	لفظ بانار کی تحقیق۔	۱۵۴	روی ہر خاک جزئی نام۔ میں ہم	۱۵۴	لفظ بانار کی تحقیق۔
۱۵۵	لفظ سار کا بیان۔	۱۵۵	رابطہ کا الزام بجا نہیں	۱۵۵	لفظ سار کا بیان۔
۱۵۶	ساران و سارہ مزید علیہ سار بھی	۱۵۶	جامہ غیر شستن کا حال واقع ہونا	۱۵۶	ساران و سارہ مزید علیہ سار بھی
۱۵۷	آتا ہے۔	۱۵۷	جمل عالی میں لابل و عائد کی ضرورت	۱۵۷	آتا ہے۔
۱۵۸	سار کا مخفف سربھی آتا ہے	۱۵۸	حال متداخلہ۔	۱۵۸	سار کا مخفف سربھی آتا ہے
۱۵۹	لفظ بار کا بیان۔	۱۵۹	امشمان۔	۱۵۹	لفظ بار کا بیان۔
۱۶۰	جو تکرار کو تخفیف یا جواب بھی	۱۶۰	حال مترادفہ۔	۱۶۰	جو تکرار کو تخفیف یا جواب بھی
۱۶۱	کہتے ہیں۔	۱۶۱	بظن ناکید صیغہ حالیہ کا تکرار	۱۶۱	کہتے ہیں۔
۱۶۲	بیان لائحہ کا۔	۱۶۲	اور اس میں تخفیف۔	۱۶۲	بیان لائحہ کا۔
۱۶۳	بیان لان کا۔	۱۶۳	اسم اور امر کی ترکیب سے قدر اور زائد	۱۶۳	بیان لان کا۔
۱۶۴	بیان کند کا۔	۱۶۴	تقریب صفت مشبہ۔	۱۶۴	بیان کند کا۔
۱۶۵	بیان دان کا۔	۱۶۵	صیغہ صفت مشبہ کا بوزن	۱۶۵	بیان دان کا۔
۱۶۶	لفظ اکثر اپنے منظور پر آتا ہے	۱۶۶	اسم مفعول۔	۱۶۶	لفظ اکثر اپنے منظور پر آتا ہے
۱۶۷	لفظ دان کبھی اپنے مادہ پر	۱۶۷	صیغہ صفت مشبہ کا اسم حالیہ	۱۶۷	لفظ دان کبھی اپنے مادہ پر
۱۶۸	لا یا جاتا ہے۔	۱۶۸	کے وزن پر۔	۱۶۸	لا یا جاتا ہے۔
۱۶۹	تساں اور کند در حقیقت	۱۶۹	لفظ جہان کی تحقیق۔	۱۶۹	تساں اور کند در حقیقت
۱۷۰		۱۷۰	صفت مشبہ ترکیبی کے دونوں	۱۷۰	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۶	بارشیتہ نامہ فعل کا لہجہ کریم	۱۳۹	میدہ مضارع شکر کے ہلکے معنی	۱۳۹	زبان فارسی میں -
~	بتائے کہ حرف نفی کیوں نہیں بتاتا	~	امر کے لیے بھی میدہ مضارع	~	زبان اردو میں -
~	فرد کو دل کی علامت وجہ شناس	~	مشترک ہے -	~	تعریف فعل متعدی -
~	سے دے نیاز ہونے پر اصول	۱۵۳	امر واحد حاضرین علامت حاضر	~	بیان فعل ماضی و طرفہ اشتقاق وغیرہ
~	جبر سے استنباط -	~	یا بے محتانی کے حذف کی وجہ -	~	ناقص ناقص اگر ادا و تناو شرط سے
~	واحد کے فرد کامل اور جمع کے فرد نام	~	اسی میدہ مرفوعہ محذوف الیہ لکھنی	~	خالی ہو دوام و استمرار کے معنی دیتا
~	ہونے پر اصول جبر سے استنباط	~	مضارع عربی استعمال -	~	یہ علامات بلا مصدر و مشا و استمرار
۱۵۷	واحد کے فرد کامل ہونے پر دوسری لہجہ	~	الف والے دعا یہ جیسے امر کے	~	محض جن کلام کے لیے بھی لائے
~	سیم ہی جو خود بے زائد کو متضمن ہے	~	جیسے ہیں -	~	جاتے ہیں -
~	تو پھر آپہرے نام لانا کس وجہ سے جائز ہوا -	~	بہی اور دعا یہ الف والے صیغوں	۱۵۰	یا بے محمول والی ماضی ناقص کے
~	اگر سیم ہی اس کے فعل میں فصل	۱۵۵	پر نفی کے لیے سیم لائی جاتی ہے -	~	تین جیسے واحد و جمع حاضر اور جمع مکمل
~	واقع ہو پھر بجائے سیم زن نامیہ	~	اگر سیم ہی میں تخریم اور دعا یہ صیغہ	~	تفصیل الاستعمال میں متروک الاستعمال
~	پائے تمل لایا جائیگا -	~	میں زیادتی نہ ہو تو نفی کے لیے زن	~	نہیں -
~	صاحب جامہ العرف و صورت فصل	~	ہی لایا جائیگا -	~	میدہ ماضی کو بجائے مضارع لائے
~	بھی سیم ہی کو مانتے ہیں	~	اگر در بیان نفی اور منفی کے قائلہ	~	میں نکستہ -
~	افعال پر بجائے زن نامیہ مرفوعہ	~	واقع ہو جب بھی بجائے سیم	~	آست و دو و بایہ و تشاید و توان
~	کے ساتھ نام رکھی آتا ہے -	~	زن ہی نفی کے لیے لایا جائیگا -	~	توان کی ترکیب کے دو مرکب کلام
~	مضارع غیر دعا یہ میں الف محض	~	ان صیغوں کی نفی کے لیے سیم کے	~	بجائے کلمہ نہیں رہتا -
~	نام لایا جاتا ہے -	~	خاص کر کے کی وجہ -	~	توان و قواعد کا ماہ الامتیار
~	دعا یہ میدہ نائب حاضر شکل ب	~	مشہر بر ترتیب ذکر می -	۱۵۲	لفظ توان کی تحقیق -
۱۵۸	مستعمل ہیں -	~	جواب شبہ -	~	میدہ بجائے جمع غائب کا بجائے
~	میدہ حاضر دعا یہ سے یا بے خطا -	~	وجہ اول -	~	محمول استعمال -
~	حذف بھی کیا جاتی ہے -	~	وجہ دوم -	~	زبان اردو میں بھی صیغہ صبح کا
~	کبھی اکت دعا یہ حذف کیا جاتا ہے -	~	وجہ سوم -	~	محمول مستعمل ہے -
~	کبھی والی غیر صیغہ دعا یہ کی	۱۵۹	تائید ان وجوہ کی اساتذہ کے کلام	~	میدہ جمع غائب کے محذوف الفاظ
~	حذف کیا جاتی ہے -	~	تائیدی کس ترتیب کے خالی ہیں	~	ہونے کی دوسری ماریل -
~	کبھی وقت قیام قرینہ میدہ دعا	~	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	~	میدہ معلوم مرفوعہ کا محذوف الفاعل
~	حذف بھی کیا جاتا ہے -	~	جمع پڑنے سے حرف اثبات پر	~	مستعمل جہاں بھی مباح متداول ہے
~	بلا حذف و او بھی مستعمل ہے -	~	نفی کیوں مقدم ہوتی ہے اسکی	۱۵۳	صاحب فہم سخن حضرت صہبائی
~	مضارع پر می یا بھی (جو سننے)	~	وجہ اول -	~	نے توان کو بجائے توان استعمال کرنا
~	حال کی قیمن کرنا ہے (کبھی نام)	~	حرف نفی و اثبات ایک فعل پر	~	جائز دیا ہے غلطی کاتب کی وجہ
~	مجو آ جاتا ہے -	~	کیوں بہت جمع ہوتے ہیں اسکا	~	سے دھوکہ لایا ہے -
~	مضارع تین الاستقبال لفظ	~	استعمال اکثر جن کیوں نہیں	~	مضارع کا بیان -
~	ی -	~	وجہ ثانی تقدیم حرف نفی بر حرف	~	حال اور استقبال کی معنوں کو

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۵۹	اس کلمات اول میں فصل جائز ہے۔	۱۵۹	ماہول میں مصدر کے ہر کاس کا	۱۵۹	اس کلمات اول میں فصل جائز ہے۔
۱۶۰	بقعات قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ کر میں فعل پر بھی حرف نفی	۱۶۰	مفعول بہ ہو جانا ہے کوئی اسکو مستقل فعل یعنی نوع کلمہ سے	۱۶۰	بقعات قاعدہ اکثر یہ علامت کو چھوڑ کر میں فعل پر بھی حرف نفی
۱۶۱	کبھی یہی یا بھی یا ضعی کی طرح مضارع میں وہام اور استمرار کو منیدہ ہوتے ہیں	۱۶۱	نہیں سمجھتا۔	۱۶۱	کبھی یہی یا بھی یا ضعی کی طرح مضارع میں وہام اور استمرار کو منیدہ ہوتے ہیں
۱۶۲	لفظ خواہر کو علامت استقبال کہنے میں مجھے سخت تامل ہے۔	۱۶۲	است و بود و باشد کی ترکیب سے بھی جل غلیبہ بنتے ہیں۔	۱۶۲	لفظ خواہر کو علامت استقبال کہنے میں مجھے سخت تامل ہے۔
۱۶۳	لفظ خواہر علامت مستقبل نہیں اور اسکا خصل استقبال نہیں تو اور کیا ہے۔	۱۶۳	نہی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔	۱۶۳	لفظ خواہر علامت مستقبل نہیں اور اسکا خصل استقبال نہیں تو اور کیا ہے۔
۱۶۴	بھی حال قرآن اور لغت کی ترکیب کا جو قواعد اور خواہر کا اور اس کے بعد جو مصدر صورت ماضی میں نکلوتا ہے	۱۶۴	خواہر والی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔	۱۶۴	بھی حال قرآن اور لغت کی ترکیب کا جو قواعد اور خواہر کا اور اس کے بعد جو مصدر صورت ماضی میں نکلوتا ہے
۱۶۵	سے فاعل علی السبیل التنازع ایک کو اسی وجہ سے چونکہ حق نہایت فرودہ متصلہ خاصہ فعل ہے اسی قواعد خواہر پر ہوتا ہے اس کے داخل مصدر	۱۶۵	اور یہ ترکیب سکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۶۵	سے فاعل علی السبیل التنازع ایک کو اسی وجہ سے چونکہ حق نہایت فرودہ متصلہ خاصہ فعل ہے اسی قواعد خواہر پر ہوتا ہے اس کے داخل مصدر
۱۶۶	ماضی صورت پر نہیں ہوتا۔	۱۶۶	خواست کی ترکیب بھی افادہ منی استقبالیت کا ہوتا ہے۔	۱۶۶	ماضی صورت پر نہیں ہوتا۔
۱۶۷	اسی طرح بود و است و باید و شاید وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ مفعول فعل یعنی وہ نوع کلمہ سے نہیں۔	۱۶۷	صیغہ مضارع کا بجائے ماضی ہوتا ہے۔	۱۶۷	اسی طرح بود و است و باید و شاید وغیرہ کو سمجھنا چاہیے کہ مفعول فعل یعنی وہ نوع کلمہ سے نہیں۔
۱۶۸	اس مرکب بلفظ خواہر کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔	۱۶۸	کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔	۱۶۸	اس مرکب بلفظ خواہر کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ۔
۱۶۹	یہاں شبہ یہ کہ خواہر خود مضارع مبہم الاستقبال تو دوسرے میں قیومین تھا بہایت نہیں کر سکتا۔	۱۶۹	مضارع میں بے محمول درآمد اور استمرار تو نا اور شرط کیلئے لائقانی ہو ماضی کی طرح مضارع میں بھی	۱۶۹	یہاں شبہ یہ کہ خواہر خود مضارع مبہم الاستقبال تو دوسرے میں قیومین تھا بہایت نہیں کر سکتا۔
۱۷۰	اسکا جواب۔	۱۷۰	الف نازلہ لایا جاتا ہے۔	۱۷۰	اسکا جواب۔
۱۷۱	دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرورت نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔	۱۷۱	صیغہ امر حاضر ماضی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔	۱۷۱	دوسرا شبہ یہ کہ استقبال زمانی کی ایک قسم ہے تقدم کے لئے ضرورت نہیں زمانی ہو ذاتی ہو سکتا ہے۔
۱۷۲	اسکا جواب۔	۱۷۲	وغیرہ کے اشتقاق کے لئے قرار دیتے ہیں۔	۱۷۲	اسکا جواب۔
۱۷۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۷۳	نہی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔	۱۷۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۷۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۷۴	خواہر والی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔	۱۷۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۷۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۷۵	اور یہ ترکیب سکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۷۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۷۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۷۶	خواست کی ترکیب بھی افادہ منی استقبالیت کا ہوتا ہے۔	۱۷۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۷۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۷۷	صیغہ مضارع کا بجائے ماضی ہوتا ہے۔	۱۷۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۷۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۷۸	کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔	۱۷۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۷۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۷۹	مضارع میں بے محمول درآمد اور استمرار تو نا اور شرط کیلئے لائقانی ہو ماضی کی طرح مضارع میں بھی	۱۷۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۸۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۸۰	الف نازلہ لایا جاتا ہے۔	۱۸۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۸۱	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۸۱	صیغہ امر حاضر ماضی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔	۱۸۱	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۸۲	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۸۲	وغیرہ کے اشتقاق کے لئے قرار دیتے ہیں۔	۱۸۲	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۸۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۸۳	نہی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔	۱۸۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۸۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۸۴	خواہر والی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔	۱۸۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۸۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۸۵	اور یہ ترکیب سکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۸۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۸۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۸۶	خواست کی ترکیب بھی افادہ منی استقبالیت کا ہوتا ہے۔	۱۸۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۸۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۸۷	صیغہ مضارع کا بجائے ماضی ہوتا ہے۔	۱۸۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۸۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۸۸	کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔	۱۸۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۸۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۸۹	مضارع میں بے محمول درآمد اور استمرار تو نا اور شرط کیلئے لائقانی ہو ماضی کی طرح مضارع میں بھی	۱۸۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۹۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۹۰	الف نازلہ لایا جاتا ہے۔	۱۹۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۹۱	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۹۱	صیغہ امر حاضر ماضی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔	۱۹۱	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۹۲	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۹۲	وغیرہ کے اشتقاق کے لئے قرار دیتے ہیں۔	۱۹۲	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۹۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۹۳	نہی اور بھی علامت کیسے بن سکتے ہیں۔	۱۹۳	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۹۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۹۴	خواہر والی ترکیب میں فصل بھی واقع ہوتا ہے۔	۱۹۴	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۹۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۹۵	اور یہ ترکیب سکون بھی ہو جاتی ہے۔	۱۹۵	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۹۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۹۶	خواست کی ترکیب بھی افادہ منی استقبالیت کا ہوتا ہے۔	۱۹۶	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۹۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۹۷	صیغہ مضارع کا بجائے ماضی ہوتا ہے۔	۱۹۷	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۱۹۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۱۹۸	کسی نکتہ کی غرض سے ہوتا ہے۔	۱۹۸	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع
۱۹۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔	۱۹۹	مضارع میں بے محمول درآمد اور استمرار تو نا اور شرط کیلئے لائقانی ہو ماضی کی طرح مضارع میں بھی	۱۹۹	است و بود و باشد و شاید و باید و توان و خواہر کو ان کے مفعول سے کیا تعلق ہے۔
۲۰۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع	۲۰۰	الف نازلہ لایا جاتا ہے۔	۲۰۰	بھی خواہر مضارع پر آتا ہے اور مضارع

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	منفعت ہے۔		مرد کا بروکے ساتھ قافیہ۔	۱۶۹	فرستادن کی بحث مضامین حذف
	شدن کی بحث امر میں شین کے		گروہ کا کس کا گروہ کا ہضم کے ساتھ قافیہ		تا ورنہ تاؤ یا کے ساتھ ورنہ متل
	فتح کی وجہ۔		قاعدہ زیادت یاوتحتی قبل را و ہلہ		ہے مگر فصیح نہیں۔
	قاعدہ حذف صرف شین ہجریہ۔		مردن میں قاعدہ بلا زیادت اثبات		<b>باب الحذف</b>
	قاعدہ تبدیل شین ہجریہ بار ہلہ		کا بھی جاری ہوتا ہے۔		آہستہ کو جو جتنے کی گناہے لازم
	مع زیادت وال۔		استقاط مع لاز یاوۃ۔		قرار دینا نا صواب ہے۔
	تبدیل شین ہجریہ باسین ہلہ مع	۱۶۳	کرون کے امر کن میں ضم کی وجہ	۱۶۰	مثال کروں لبیٹا۔
	زیادت والے تھانی۔		<b>باب الزاء</b>		مثال کروں ٹولفت۔
۱۶۸	فحش میں داو بار ہجریہ سے بلکہ		زون بمعنی ضرب و محنت آزون		جواب آزون کے آفحش کو لازم
	نہشتن بھی ہو جاتا ہے۔		میں مسدوق۔		کہنے پر مٹل کی رے۔
	<b>باب الفاء</b>		زون اکثر زیادت میں متصل ہو۔		سعد الدین راقم کے شعر میں تاویل
	قاعدہ اثبات فا۔		مہنگان ہنگان کا مزید علیہ ہے		دوسرے شعر میں بولے باو تہیہ
	تلفیق بھی قاعدہ اثبات میں داخل ہو	۱۶۵	<b>باب السین</b>		زادو یا نیکی تفسیر پر ترکیب شعر۔
	تلفیق کشتن کا مصدر بھی ہو		سین اور لام میں مساوات۔	۱۶۱	باو تہیہ سے فادان لازم کا استقرا
	تلفیق تندی بھی آئی ہے۔		حذف صرف۔		غیبنا۔
	دوسرا قاعدہ زیادت۔	۱۶۶	حذف مع زیادت فون		دوسری تبدیل میں ہلہ کے سہ
	حذف تختیدن کا امر نہیں بلکہ		حذف مع زیادت داو۔		تیسری تبدیل شین ہجریہ کے ساتھ
	خفتیدن خود اسکا مصدر بھی ہو		حذف مع زیادت فون و دال۔		فروغن ہننے اضرارت دیکھتے ہیں
	خواب خفتن کا امر نہیں مصدر بھی		حذف میں مع زیادت یا و فون۔		کا ماہ الا بیانا۔
	خوابیدن کا امر ہے۔		نقصتن کا تہیہ و نشاقتن		دو فحش معنی سینا اور معنی دوہنا
	خسب ایک جہا کا نام ہے اسکی		و نشاندن و نشانشن آئی ہے		دونوں میں جدا شناس۔
	بحث مصدر متل نہیں اور خسبیدن		نقصتن کی بحث مصدر و بحث امر		کھینچنے کی بحث امر موع نہیں۔
	اسکا مصدر جملی ہے۔		محذوف الصد یعنی نقصتن و شین	۱۶۲	آہستہ اور آہستہ مقتضی نہیں
	خفتن بالغتہ تعضیب ہے۔		بلانوں میں متصل ہے۔		انکے مضامین آزد اور آہستہ کلام
۱۶۹	تیسرا قاعدہ تبدیل فقط۔		اس محذوف الصد کا تصدیق		اساتذہ میں آئے ہیں۔
	یا فحش شین کی بحث امر میں شین		شانڈن آئی ہے۔		آہستہ اور آہستہ انجین کے
	اور داو ہر دو کے ساتھ جائز ہے۔	۱۶۷	نقصتن کے معمول پر بجائے فردور		محذوف ہیں۔
	تبدیل صرف داو کے ساتھ۔		صلدا بھی آئی ہے۔		<b>باب الزاء</b>
	شدن اور شین کی تحقیق۔		<b>باب الشین</b>		باب الزاء میں قاعدہ اثبات
	نوشیدن اور نوشیدن بمعنی سہ		قائدہ اثبات شین مجملہ۔		خوردن شینے لازم۔
	شونیدن کا قلب اور زیر علیہ ہے		شدن یا بعد بمعنی نقل شین قبل	۱۶۳	خوردن ایسے لکھ کر قافیہ بھی واقع
	تھمن ہے نیوشیدن اصل داو		کسو کا قافیہ واقع ہر جاتا ہے۔		ہو جاتا ہے جیسے قبل مضمر ہو
	مستقل مصدر ہوا و نوشیدن		قاعدہ زیادت والی و بعد شین۔		ہنس کا خوش کے ساتھ قافیہ
	اس کا محذوف۔		شدن در اصل شونوں بالواو کا		کردہ کا بروکے کے ساتھ قافیہ۔



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	کاف علیہ۔	۱۹۸	حذف در۔	۱۹۲	ازیر اور زیر کی تحقیق۔
~	کاف غائیہ۔	~	لفظ بر کا بیان۔	~	از۔ بر اور برے یا بر وغیرہ
~	حذف کاف علیہ۔	~	بربر کے استعلائے حقیقی۔	~	ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔
۲۰۴	کاف تمثیلیہ۔	~	براسمی یعنی اسپر ہارسمیہ لگا کر	~	از اول اور از پیش وغیرہ میں
~	کاف تفریبیہ۔	~	برہ کہتے ہیں۔	~	از کیسا ہے۔
~	کاف شرطیہ۔	~	براسمی یعنی نزدیکی۔	۱۹۳	از برے اور از اول کے دونوں
~	کاف جزائیہ۔	~	براسمی و حرفی میں ماہ الامتیاز	~	زائدہ از میں فرق۔
~	صاحب جواہر الحروف اس کا	~	بر لزومیہ۔	~	ناگاہہ چا کہ کے معنی کیوں دیتا ہو
~	کوز نہا رہ کہتے ہیں اور چند شرط	~	بر حسبیہ۔	~	از اگر اپنے ماقبل کلمہ کے ساتھ مل جائے
~	کے ساتھ شرط دہا کرتے ہیں۔	۱۹۹	بر اعلیہ۔	~	ہے الکی حرکت ماقبل کو مے کر
۲۰۵	کاف لزومیہ۔	~	بر اتصالیہ۔	~	الف کو گرا دیتے ہیں۔
~	کاف غائیہ الفاقیہ۔	~	بر یعنی مقابل و پیش و نزو۔	~	تا۔ انتہائیہ سادہ۔
~	کاف عاطفہ اضرایہ۔	~	بر یعنی الی۔	~	حذف تا۔ انتہائیہ کی۔
~	کاف اضرایہ جبین ترقی	~	بر یعنی در۔	۱۹۴	حذف تا۔ انتہائیہ۔
~	معطوف مقصود نہیں۔	~	بر مقولی۔	~	تا۔ ابتدائیہ تضمینیہ۔
~	کاف اضرایہ جبین ترقی	~	بر یعنی با وجود۔	~	تا۔ انتہائیہ تضمینیہ۔
~	معطوف مقصود ہے۔	~	بر زائدہ تاکیدیہ۔	~	تا۔ یعنی حے۔
~	کاف عاطفہ سادہ یعنی واؤ۔	۲۰۰	بر زائدہ تزئینیہ۔	~	تا۔ علیٰ وسببیہ۔
~	وقت قیام قرینہ حذف کاف ہمزہ	~	بیان را۔	۱۹۵	تا۔ لزومیہ۔
۲۰۶	کاف تفضیلیہ۔	~	را یعنی برائے تخصیصیہ۔	~	تا۔ ہیائیہ۔
~	کاف مقولہ کی تحقیق۔	~	مرحضات را میں مرزائد نہیں ہو	~	تا۔ نہا رہ تاکیدیہ۔
۲۰۷	اس کا مقولہ کا مصدر نام	~	تاکید اختصاص کرتا ہے۔	۱۹۶	تا۔ اسی یعنی جہہ و طرف
~	رکھنا انسب ہے۔	۲۰۱	را تو سلمیہ۔	~	بیان لفظ در۔
۲۰۸	اس کا کو در صورت خصوصیت	~	را علیہ۔	~	ظرف زمان و مکان میں در کا استعمال
~	معنی تول کا تفسیر کہنا چاہئے۔	~	را سببیہ۔	~	حقیقی ہے اور غیر ہا میں مجاز۔
~	کاف دعائیہ۔	~	راے علیہ کا حذف۔	~	در یعنی بر۔
~	حذف کاف دعائیہ۔	~	را، استعلا۔	~	در یعنی قرب۔
~	کاف قسم۔	~	را ظرفیہ۔	~	در یعنی پیش۔
~	حذف کاف قسم۔	۲۰۲	را یعنی از۔	۱۹۷	در یکاے را و مفعول۔
~	کاف تشبیہ۔	~	را یعنی با۔	~	در تمیزیہ۔
۲۰۹	کاف بیانیہ۔	~	را محملہ اضافت۔	~	در اتصالیہ۔
~	کاف تردیدیہ۔	~	را زائدہ محض۔	~	در ضربیہ۔
~	کاف زائدہ۔	۲۰۳	حذف راے علامت مفعول	~	در زائدہ تاکیدیہ۔
۲۱۰	کہہ ای محمول۔	~	بیان کاف۔	۱۹۸	در زائدہ تزئینیہ۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۱۰	کہ استنباری۔	۲۱۵	بائے تقدیر۔	۲۱۰	کہ استنباری۔
۲۱۱	کہ تقریری۔	۲۱۵	اور حروف کو حروف تقدیر کیوں کہتے ہیں	۲۱۱	کہ تقریری۔
۲۱۲	کہ انکاری۔	۲۱۵	بائے صلہ۔	۲۱۲	کہ انکاری۔
۲۱۳	استفہام لنگاری میں دوسری تاویل	۲۱۵	بائے زائدہ۔	۲۱۳	استفہام لنگاری میں دوسری تاویل
۲۱۴	کہ اورچہ استفہام کا موضوع احتمال	۲۱۵	بائے مینے باے مرکب۔	۲۱۴	کہ اورچہ استفہام کا موضوع احتمال
۲۱۵	کہ اورچہ ایک مجاز جمع ہو کر خفی	۲۱۵	بائے مینے باوجود۔	۲۱۵	کہ اورچہ ایک مجاز جمع ہو کر خفی
۲۱۶	چرا کا دیتے ہیں۔	۲۱۶	بیان باے مرکب۔	۲۱۶	چرا کا دیتے ہیں۔
۲۱۷	دو موضوع کے دو کائنات ایک جگہ جماع	۲۱۶	بائے مرکب معیت۔	۲۱۷	دو موضوع کے دو کائنات ایک جگہ جماع
۲۱۸	بائے الصافیہ۔	۲۱۶	بائے مرکب عاطفہ۔	۲۱۸	بائے الصافیہ۔
۲۱۹	بائے الصافیہ۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے الے۔	۲۱۹	بائے الصافیہ۔
۲۲۰	بائے مصاحبت۔	۲۱۶	بائے مرکب ظرفیہ۔	۲۲۰	بائے مصاحبت۔
۲۲۱	بائے الصافیہ اور باجر معیت کا بالابتداء	۲۱۶	بائے مرکب استعلا۔	۲۲۱	بائے الصافیہ اور باجر معیت کا بالابتداء
۲۲۲	بائے استعانت۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے از۔	۲۲۲	بائے استعانت۔
۲۲۳	بائے توسل۔	۲۱۶	بائے مرکب بیجاے راے محللہ	۲۲۳	بائے توسل۔
۲۲۴	بائے غایت مینے براے۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے تصرف۔	۲۲۴	بائے غایت مینے براے۔
۲۲۵	بائے علت و سبب۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے اختصاص۔	۲۲۵	بائے علت و سبب۔
۲۲۶	بائے سواد و مضامین مقابلہ۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے باوجود۔	۲۲۶	بائے سواد و مضامین مقابلہ۔
۲۲۷	بائے موافقت۔	۲۱۶	بائے مرکب یعنی پیش و مقابلہ	۲۲۷	بائے موافقت۔
۲۲۸	بائے لیاقت۔	۲۱۶	بائے مرکب مینے معاوضہ۔	۲۲۸	بائے لیاقت۔
۲۲۹	بائے تصرف۔	۲۱۶	بائے مرکب براے استعانت	۲۲۹	بائے تصرف۔
۲۳۰	بائے مقدار۔	۲۱۶	بائے مرکب عاطفہ۔	۲۳۰	بائے مقدار۔
۲۳۱	بائے تمیز۔	۲۱۶	بائے مرکب صلہ۔	۲۳۱	بائے تمیز۔
۲۳۲	بائے قسمہ۔	۲۱۸	دو حرف خواہ ایک نوع کے ہوں	۲۳۲	بائے قسمہ۔
۲۳۳	بائے ابتداء۔	۲۱۸	خواہ نہ ہوں کسی کلمہ پر جمع ہوں ان	۲۳۳	بائے ابتداء۔
۲۳۴	بائے مینے تا انتہائیہ	۲۱۸	میں ایک صنف کر دیا جاتا ہے۔	۲۳۴	بائے مینے تا انتہائیہ
۲۳۵	بائے مینے آئی۔	۲۱۸	دو کائنات کا ایک جگہ جمع ہو جا یا شادی	۲۳۵	بائے مینے آئی۔
۲۳۶	بائے مینے پیش۔	۲۱۸	فرا کا بیان۔	۲۳۶	بائے مینے پیش۔
۲۳۷	بائے مینے نزو۔	۲۱۸	فرا کا باے باے صلہ۔	۲۳۷	بائے مینے نزو۔
۲۳۸	بائے مینے زیر۔	۲۱۸	فرا ظرفیہ۔	۲۳۸	بائے مینے زیر۔
۲۳۹	بائے تشبیہ۔	۲۱۸	فرا مینے پر استعلا۔	۲۳۹	بائے تشبیہ۔
۲۴۰	بائے ظرفیہ مینے در۔	۲۱۸	فرا مینے پیش۔	۲۴۰	بائے ظرفیہ مینے در۔
۲۴۱	درمقدار کی باے ظرفیہ سے تعظیم	۲۱۸	فرا زائدہ۔	۲۴۱	درمقدار کی باے ظرفیہ سے تعظیم
۲۴۲	حذف باے ظرفیہ	۲۱۸	بیان بسا اور اس کا ضعف پس	۲۴۲	حذف باے ظرفیہ
۲۴۳	بائے استعلا مینے بر۔	۲۱۸	چونکہ بسا انشائیہ کی محققہ کیلئے	۲۴۳	بائے استعلا مینے بر۔





صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
~	ایک ہی اسم پر نامی دہل ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہے۔	~	ان چاروں حال میں متصل ہے۔	۲۳۷	بیان اداۃ تشبیہ۔
~	تعداد اور نہ مراد میں فرق معنوی	~	حرف تشا پر حرف ذی لانیکی غرض۔	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو اسم ہیں۔
۲۳۹	الفاظ کا ہندی نامی میں شکیں ہوں	~	آپا واپا۔	~	مثال عینہ جوادۃ تشبیہ میں اسم ہے
~	کہ اندک پہنچ یہ الفاظ ہی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں۔	~	آپا کے لیے صدیوں واقع ہونا ضروری	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو فعل ہیں۔
~	کہ اندک پہنچ یہ الفاظ ہی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں۔	~	آپا استعجاب کے متہم کیلئے۔	~	بیان ان اداۃ تشبیہ کا جو حرف ہیں
~	کہ اندک پہنچ یہ الفاظ ہی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں۔	~	بیان نہ دینے مشبہ پر نیست۔	~	مثال اسما المقصر۔
~	کہ اندک پہنچ یہ الفاظ ہی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں۔	~	بہسی یہ کلمات نفی محذوف الایم سے ہیں	~	مثال آسا بالمد و ساروسان۔
~	کہ اندک پہنچ یہ الفاظ ہی نفی مطلق کے لیے آتے ہیں۔	~	بیان نہ نفی جنس۔	~	مثال ویش۔
۲۵۱	حروف نو صواب اسم۔	۲۳۳	اسم نہ نفی جنس کا جب علم ہوتا ہے	~	مثال دش۔
~	داد معیت محصورہ کے لیے۔	~	نوستار ہوتا ہے۔	~	مثال نش۔
~	داد و محطوف و معطوف علیہ میں علامت عینت مبداء کے۔	~	فرق نفی جنس و مشبہ پر نیست کا	~	مثال وار۔
~	داد و محطوف و معطوف علیہ میں علامت عینت مبداء کے۔	~	ذی کی اصل باختلاف ہے کبھی ہائے	~	لقدسان کی تحقیق کہ وہ برستلا
~	داد و محطوف و معطوف علیہ میں علامت عینت مبداء کے۔	~	ظاہر کے ساتھ متصل ہوتی ہے۔	~	حرف تشبیہ چون اور اس کے مختلف جزو بیان
~	حرف استعجاب کا بیان۔	۲۳۴	بیان نا و بے تافیر کا۔	~	لقد چون یغیث یا سبب شے کی طلب
~	بیان مستعمل۔	~	مستعمل کلمات تشبیہ پر نا کا دخل ہوتا	~	وامبار کے لیے بھی آتا ہے۔
~	مستعمل فرغ۔	~	اسما فیہ تشبیہ پر کسی اور ترکیب سے	~	چون ہاوی پر مستعمل ہوتا ہے۔
~	مستعمل کلام مزجین شاذ واد ہے	~	معنی وشی حاصل کر کے داخل کرنا۔	~	چون متضمن معنی شرط۔
۲۵۱	بیان مستعمل۔	۲۳۵	اسم فیہ تشبیہ متضمن معنی صفت پر نا کا	~	~
~	دخول وعدم دخول مستعمل تصحکلم پر موقوف ہے۔	~	داخل ہوتا۔	~	حروف مشبہ بالفعل۔
~	استعجاب و تشبیہ میں متشابهین	~	مقبول اسما فیہ حرف و غیر متضمن معنی صفت کو	~	ہما نا کا بیان۔
~	ہے امین بجائے (کہہ استدراک)	~	بجائے کسی ترکیب کے متضمن معنی لگنا داخل کرنا	~	لفظ خود کی تحقیق۔
~	لیکن کے مستعمل۔	~	تاوان ناخوان ناما زانوان سے الفاظی	~	لقد متضمن معنی غیر متضمن لفظ الحاق نا کا
~	حرف استعجاب و تشبیہ میں متشابهین	~	مذہب کیا گیا جو یمنی پر غم نہیں ہیں۔	~	لفظ خود پر متضمن متضمن ہوا لفظ پر کسی ہیں
~	ہے امین بجائے (کہہ استدراک)	~	ہا کا استعمال غلات اقتضائے قیاس	~	ہما نا کی غمتی۔
~	لیکن کے مستعمل۔	~	نامت جانانہ سے غیرت اور ننگے کو بھی	~	نا نا مختلف ہما نا۔
۲۵۲	بیان حرف استعجاب۔	~	کے ہیں۔	~	نا نا اداۃ تشبیہ و نا یمنی باقی اس مش
~	لفظ عربی کلمہ جملہ کلمہ جملہ جملہ جملہ	~	نا نا زنا قبول جن ساز قبول معنی سا کا	~	سے خارج ہے۔
~	اور کیراے لکھ بھی لکھا جاتا ہے۔	~	وہیں متصل ہونا کا استعمال حقیقت ہوگا	~	دوسرا حرف مشبہ میں سے گویا۔
~	کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ	~	بقدرت الف کا حاکم بھی کیا جاتا ہو۔	~	تیسرا رنگ۔
~	کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ	~	موصح استعمال ہے۔	~	کلمہ جو غلبہ میں استعمال ہے۔
~	بجائے کہا جاتا ہے۔	~	بجائے معنی بیل و ظلم کی تحقیق۔	~	قیس۔
~	لفظ گشت بھی کلمات مستعمل ہے کہ	~	بے داؤد کلمہ و معنی نام پر ہو کی تحقیق۔	~	فرق ہے اور ایک میں۔
~	کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ	~	دخول پر کلمات نسبت فعلی کے الحاق سے	~	کاش۔
~	کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ کلمہ جملہ	~	مبداء کو دینے وادند کہنا جائز ہے	~	کاش کلمات و متعلق و معاد
~	کلمات مستعمل اس کے اضافی سے ہوں	~	بجائے معنی میں لے تافیر مطلق و متعلق	~	~
۲۵۳	بجائے مستعمل سکرم نہ حرف۔	~	قیاس بجائے مستعمل ہے۔	~	~

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۲۶۳	حروف عطف کا بیان -	۲۵۳	حرف نمسب امین و کلمات مذہبی ہیں	۲۵۳	حرف نمسب امین و کلمات مذہبی ہیں
~	آء معروف مطلق جمع کے لیے -	~	اس کے عملی عند اور حکایت ہیں	~	بسیار حروف شرط -
~	جمع کے لئے -	~	مطابقت شرط ہے یہاں یہ امر	~	حروف شرطین سے اگر اور ایسی
~	بیان و عطف مطلق جمع کیلئے -	~	شعور ہے -	~	تخصیص تو -
~	موضوع سے بلا لحاظ ترتیب -	۲۵۸	ایک ہی شے کی آواز کو بعض قوم	~	اگر وصلیہ جیسے عربی میں ان وصلیہ
~	داوایہ موضع میں بھی مستعمل ہوتا ہے	~	ایک طور سے اور بعض قوم ایک	~	ہر نام ہے -
~	جہاں ترتیب محال ہو -	~	سے کس وجہ سے ادا کرتے ہیں -	۲۵۸	وصلیہ بنانے کے لیے لفظ اگر پرچہ چاہے
~	داوایہ موضع میں بھی مستعمل ہوتا ہے	~	کلمات تہنید بھی اہمات خبریہ ہیں -	~	یا داوایہ لایحی کرتے ہیں -
~	جہاں ترتیب دیکر کا عکس دہن ہوتا ہے	~	کلمات تعجب کلمات مع ذمہ کے ساتھ	~	حروف شرط تہنید مضارع کے ساتھ
۲۶۵	جلال اور بردار کسوف اور خسوف	~	لفظاً وضعی مناسبت تار کھٹے ہیں	~	کس وقت استعمال کیے جاتے ہیں -
~	کی حقیقت -	~	کلمات مع ذمہ -	~	حرف شرط حید ماضی کے ساتھ
~	کسوف و خسوف کی حقیقت تھی	~	مخصوص بال مع حذف بھی ہوتا ہے	~	کس مستعمل ہوتا ہے -
~	جو بیان ہوئی پھر ذمہ کے	~	فارسی میں کلمات مع ذمہ کو	~	چون شرط طیہ -
~	نکھانے کے ساتھ کین بکر تو بکر	~	اس سے افعال کہنا مناسب ہو	~	ناشہ طیہ -
۲۶۵	کسوف و خسوف ایک ضروری اجتماع	۲۶۲	حسد -	۲۵۵	حروف شرط کبھی حذف بھی کیے جاتے ہیں
~	وفاقی شمس و قمر سے ہوتا ہے پھر	~	کلمات التنبیہ -	~	کبھی جزا بھی حذف کی جاتی ہے -
~	شائع علی السلام و الصلوۃ اس سے	~	کلمات تعجب و مع ذمہ و تنہید	~	بعض موصولات بھی تضمن معنی شرط
~	کین خوف دلاتے ہیں ان اوقات	~	باوجودیکہ اس سے افعال ہیں پھر بھی	~	ہو کر گتے ہیں -
~	میں کا بغیر عبادات کی کس لیے	~	بحث اہم میں مرجع کر دینا عذر -	~	حروف تعجب کا بیان -
~	ہدایت فرماتے ہیں -	۲۶۳	حروف الایجاب -	~	شعور ہر فلک گفت اہم ملگت
۲۶۱	کبھی داوے چند اسم ایک فعل ہیں	~	جی بھی نعم کی طرح عربی الالہ ہوتے	~	زعمین اہم اور زعم کی تحقیق
~	کبھی ایک ہوتے ہیں	~	تعریف حروف الایجاب -	~	شیخ مسند کا حذف -
~	کبھی چند فعل ایک ہی ہوتے ہیں	~	حروف ایجاب بلا تعریف تصدیق	۲۵۶	مثال زب و شے -
~	کبھی داوے عطف زائدہ -	~	قول ماسبق کرتے ہیں -	~	مثال اینت و انت -
۲۶۲	داوے عطف حذف بھی کیا جاتا ہے	~	قول ماسبق جسکی یہ حروف تصدیق	~	کلمات تعجب اس سے افعال ہیں
~	یہاں حرف کے معنی لفظاً حذف ملتا ہے	~	و تعریف کرتے ہیں مثبت بھی ہوتا ہے	~	کلمات تعجب کے معنی -
~	داوے عطف کہان مقدّر مانا جاتا ہے	~	جملہ ماسبق مصدقہ حروف الایجاب	~	ترکیب نحوئی اشعار مثالیہ کی
~	اور کس جگہ نہیں مانا جاتا -	~	منفی بھی ہوتا ہے -	~	وہ وہ وہ وہ یہ یہ یلی اسکا
۲۶۳	فصل دوم مطلق علم معانی میں	~	اثبات ماسبق بازاؤ نفی -	~	اصوات ہیں -
~	کس کو کہتے ہیں -	~	لئے استعمال تصدیق ایجاب میں شاذ	۲۵۷	وہ وہ کی مثال -
~	داوے عطف مشیخ کا بیان -	۲۶۴	فارسی میں تم اور بے کے اندر کوئی	~	یہ یہ کی مثال -
~	داوے عطف غیر مشیخ کا بیان -	~	ما بال اختیار نہیں ایک دوسرے کی جگہ	~	یلی کی مثال -
~	داوے عطف مقرر حرکت فتح بھی	~	برابر استعالی ہوتا ہے ہیں -	~	آسان سے اہمات میں غیر فنی روح
~	ہوتا ہے -	~	حرف ایجاب وسط کلام میں داخل	~	کی آواز میں -
۲۶۴	بہتار کے اگر کوئی کلام مصدر بالغ	~	ہوتے ہیں -	~	تا فوراً اور غیر قادر علی الکلام
~	ہو سکی حریت نقل کر کے داوے کو	~	بقصد ایک صورت ایجاب کی تکرار	~	بجھن کی آوازیں -

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
-	میں جائز ہے۔	-	مرتب نگاہ یعنی بعد ازاں ہے۔	-	دیتے ہیں اور اس الف کو کتا یہ کہی
-	یا کا استعمال اختلاف کیفیت میں۔	-	پس میں تہیہ یا ہلکت مقصود جرتی	-	باقی رکھتے ہیں کہی گراہتے ہیں۔
-	کہیں نہ یہ لفظ صفت کر دیتے ہیں۔	-	ہے اگر یہ اکال امر مشب ترخی	-	و اور عطف اور معطوف کے درمیان
۲۶۹	یا تردید صرف معطوف علیہ پر	-	کے ساتھ ہو۔	-	فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔
-	لانا جائز ہے۔	۲۷۰	پس تفریحیہ۔	-	بیان با عطف۔
-	بیان اگر تردید اور اسکا اہل خاص	-	تفریح اور تہیہ میں فرق۔	۲۷۵	بیان تا عطف۔
-	کے ساتھ اختصاص۔	-	بیان باز عطف۔	-	ہم عطف کا بیان۔
-	اگر کا اسے تردید کی عطف	-	یا زمین ترتیب ہلکت اور تراخی کے	-	ہم عطف معطوف و معطوف علیہ
-	و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جانا	-	ساتھ مقصود ہو گا کہی ہے۔	-	و دونوں پر دخل ہوتا ہے۔
-	اور اتفاق و اختلاف کیفیت میں	-	باز عطف کا معطوف کے اول و آخر	-	ہم عطف کے ساتھ نیز تاکید و اول
-	اسکا استعمال۔	-	و دونوں ملکہ لانا جائز ہے۔	-	عطف بھی لایا جاتا ہے۔
-	یا تردید اور اگر تردید میں فرق	-	باز عطف کے ساتھ نیز تاکید و اول عطف	-	ہم عطف مفرد اور جملہ دونوں پر دخل
۲۸۰	لفظ اگر کی تحقیق۔	-	کا لانا بھی جائز ہے۔	-	ہوتا ہے خصوصیت ہلکہ کی کچھ نہیں۔
-	خواہ تردید کا بیان۔	-	کاف عطف کا بیان۔	-	ہم عطف معطوف کے اول و آخر ہر دو
۲۸۱	خواہی سے خواہ بنائے ہیں	-	باز متصلہ حقیقی عطف کا بیان۔	-	لانا جائز ہے۔
-	نکتہ کیا ہے۔	-	نہ عطف کا بیان۔	۲۸۹	ہم عطف کا نیز عطف کیساتھ جمع ہوتا
-	خواہ اتفاق و اختلاف کیفیت	۲۹۰	بیان کلمات عطف تردید پر	-	ہم عطف کا نیز علیہ بیان بھی متصل ہو
-	اور اتفاق و خبر میں یا کی طرح	-	یا اور اگر اور خواہ ان تینوں کلموں	-	جان عطف کے ساتھ نیز عطف بنظر
-	برابر متصل ہے۔	-	کو معطوف و معطوف علیہ دونوں	-	تاکید لے آتے ہیں۔
۳۸۱	کاف تردید پر	-	پر لانا جائز ہے۔	-	نیز عطف کا بیان۔
-	و او تردید کا بیان۔	-	یا اور خواہ کے استعمال میں	-	نیز عطف بھی کر اور مقدم اور خبر
۳۸۲	تفاریض و تواریخ۔	-	فرق ہے یا نہیں۔	-	ہم عطف کی طرح متصل ہے۔
-	لفظ	-	یا کا استعمال تنفیذ الکینیت میں	-	بیان پس عطف۔
-		-	یا کا استعمال خبر اور انشاء دونوں	-	پس آنگاہ میں پس یعنی بعد نہیں ہی

# صحت نامہ اغلاط دستور نامہ فارسی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵	۲	جو	چو	۶۲	۱۱	تعدا	تعداوین	۱۱۴	۱۴	خواہید	خواہید
۴	۱۳	جو	چو	۵۵	۶	ارسانی	ارسانی	۱۱۹	۱۲	گویندی	گویندی
۴	۱۲	گوئی	گویی	۵۳		نجائیہ	یعنی ایم	۱۲۰	۱۲	مین سے	مین سے
۱۰	۵	فارہ	فارہ	۵۳	۱	اختصار	اختصار کے	~	۱۳	اور سبب	اور سبب
۱۳	۲	میران	حیران	~	۱۳	پسند	پسند خاطر	۱۲۲	۱۳	مرانیت	مرانیت
۱۵	۱۰	ہنسی	ہنسنے	۵۶	۱۶	خود پست	خود پست	۱۲۳	۲۲	یہ	یہ
۲۰	۲۲	غزا	غزا	۵۷	۲۱	اسکو	اسکو ماضی میں	~	۲۳	اور	اور
۲۳	۲۱	صور و صرف	صور و صرف	۶۱	۱۱	پیا	پیا	۱۲۳	۹	جنگ	جنگ
۲۳	۶	وجہیت	وجہیت	۶۲	۹	ساعائی	ساعائی	۱۲۵	۱۲	آباد	آباد
۲۵	۱	ہدایت	ہدایت	۶۳	۱۱	ور	ور	~	~	نشین قافلہ	نشین قافلہ
~	۲۲	وہ	وہ	~	۱۲	اوت	اوت	۱۲۹	۲۲	بائی صدی	بائی صدی
۲۶	۱۹	لھا	لھا	~	۲۲	نہ خبر	نہ خبر	۱۳۰	۱۵	آپ	آپ
~	۲۳	لھا	لھا	۶۶	۱۳	مرگیا	مرگیا	۳۳	۱۲	زود خیر	زود خیر
۲۷	۱	لھا	لھا	~	۲۳	کا	کے	۱۳۸	۱۵	بہ عمری	بہ عمری
~	۱۲	ہے	ہے	۶۹	۱۲	بخشش	بخشش	~	۲۳	تشنانہ	تشنانہ
۳۸	۱۵	درہ اہل عرب	درہ اہل عرب	۷۲	۱۲	شپر	شپر	۱۳۱	۱۰	گنج خانہ	گنج خانہ
		بغیر ہمزہ اخیر	بغیر ہمزہ اخیر	۷۳	۱۱	اسم	کسی	۱۳۱	۲	بوران وہ	بوران وہ
		اشمال میں کہے	اشمال میں کہے	۷۴	۲۷	مجلس	مجلس	~	۱۳	افسانہ	افسانہ
		کے ہیں اور عرب	کے ہیں اور عرب	۷۵	~	کہہ گو	کہہ گو	~	۱۵	یا پیل	یا پیل
		بغیر ہمزہ اخیر	بغیر ہمزہ اخیر	۸۰	۵	رکھتا ہو	رکھتا ہو	~	~	پارسا	پارسا
		لازم اور ضروری	لازم اور ضروری	۸۶	۹	خلافت	خلافت	~	~	انکار	انکار
		کچھ ہیں	کچھ ہیں	~	۲۱	ہو	ہو	~	~	خرفش	خرفش
۲۹	۹	قسم	قسم	۹۰	۱	جزو ہر	جزو ہر	~	~	سر پاناز	سر پاناز
۳۱	۲۱	بضع	بضع	۹۳	۲۳	کمان	کمان	~	~	گہنوں مٹوں	گہنوں مٹوں
۳۶	۱۰	سار	سار	۹۸	۶	یہ	یہ	~	~	دخیر وین سے	دخیر وین سے
۳۸	۱۳	منطقہ البروج	منطقہ البروج	~	۱۳	گیسوئے	گیسوئے	~	~	پرس پینے دن	پرس پینے دن
		کے ہیں	کے ہیں	۹۹	۱۶	فرنگناہی	فرنگناہی	~	~	گہنوں مٹوں	گہنوں مٹوں
۳۹	۹	حرف	حرف	۱۰۰	~	کے لئے	کے لئے	~	~	دب سے ہیں	دب سے ہیں
~	~	حرف	حرف	۱۰۳	۳	وقت	وقت	~	~	مصر عادل	مصر عادل
۴۰	۳	شب	شب	~	~	لایا	لایا	~	~	چو	چو
~	~	حرف	حرف	۱۰۹	۱۳	خواہ	خواہ	~	~	آغاز	آغاز
۴۱	۵	فی	فی	۱۱۷	۱۲			~	~	آباد	آباد

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۲	۲۰	پچن	پچن	۱۵۲	۲۰	پچن	پچن
۱۵۳	۲۲	بیکے ب	بیکے ب	۱۵۳	۲۲	بیکے ب	بیکے ب
۱۵۴	۴	مشیت	مشیت	۱۵۴	۴	مشیت	مشیت
۱۵۵	۱۴	دینے من	دینے من	۱۵۵	۱۴	دینے من	دینے من
۱۵۶	۱۵	سین	سین	۱۵۶	۱۵	سین	سین
۱۵۷	۲۰	اور فروت	اور فروت	۱۵۷	۲۰	اور فروت	اور فروت
۱۵۸	۲	دیار ہا	دیار ہا	۱۵۸	۲	دیار ہا	دیار ہا
۱۵۹	۱۶۰	قصوری	قصوری	۱۵۹	۱۶۰	قصوری	قصوری
۱۶۰	۱۶۲	۲۶۲	۱۶۲	۱۶۰	۱۶۲	۲۶۲	۱۶۲
۱۶۱	۱۶۳	۲۶۲	۱۶۳	۱۶۱	۱۶۳	۲۶۲	۱۶۳
۱۶۲	۱۵	بود کہ	بود کہ	۱۶۲	۱۵	بود کہ	بود کہ
۱۶۳	۴	پنا	پنا	۱۶۳	۴	پنا	پنا
۱۶۴	۸	استن	استن	۱۶۴	۸	استن	استن
۱۶۵	۵	گم	گم	۱۶۵	۵	گم	گم
۱۶۶	۲۰	ثانیہ	ثانیہ	۱۶۶	۲۰	ثانیہ	ثانیہ
۱۶۷	۱۳	زائش	زائش	۱۶۷	۱۳	زائش	زائش
۱۶۸	۲	نیارید	نیارید	۱۶۸	۲	نیارید	نیارید
۱۶۹	۴	یافتی	یافتی	۱۶۹	۴	یافتی	یافتی
۱۷۰	۱۴	آہینغن	آہینغن	۱۷۰	۱۴	آہینغن	آہینغن
۱۷۱	۱۲	زیر	زیر	۱۷۱	۱۲	زیر	زیر
۱۷۲	۱۹	ولہ	ولہ	۱۷۲	۱۹	ولہ	ولہ
۱۷۳	۱۵	آلو	آلو	۱۷۳	۱۵	آلو	آلو
۱۷۴	۲۰	دینن و نشن	دینن و نشن	۱۷۴	۲۰	دینن و نشن	دینن و نشن
۱۷۵	۱۲	شد	شد	۱۷۵	۱۲	شد	شد
۱۷۶	۴	بضمائے	بضمائے	۱۷۶	۴	بضمائے	بضمائے
۱۷۷	۱۲	نشتن	نشتن	۱۷۷	۱۲	نشتن	نشتن
۱۷۸	۱۶	قاعده	قاعده	۱۷۸	۱۶	قاعده	قاعده
۱۷۹	۹	نیرم	نیرم	۱۷۹	۹	نیرم	نیرم
۱۸۰	۱۱	شگفت	شگفت	۱۸۰	۱۱	شگفت	شگفت
۱۸۱	۱۲	مادرش	مادرش	۱۸۱	۱۲	مادرش	مادرش
۱۸۲	۲	صباء	صباء	۱۸۲	۲	صباء	صباء

صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح	صفحہ	سطر	خط	صحیح
۲۳۴	۱۳	کمال ہفتادہ	کمال ہفتادہ	۲۳۸	۵	بھی	بے	۲۶۸	۲	خط	صحیح
۲۳۵	۸	خواب	خواب	۲۴۰	۸	بیدارگر	بیدارگر	۲۶۹	۴	خط	صحیح
۲۳۶	۱۱	مشہدی	مشہدی کا	۲۴۱	۹	خرین	خرین	۲۷۰	۹	خط	صحیح
۲۳۷	۲۱	غرض	غرض	۲۴۲	۱۲	مستعد	مستعد	۲۷۱	۲۱	خط	صحیح
۲۳۸	۱۶	دیس	دیس	۲۴۳	۳	الہی کے	الہی کے	۲۷۲	۶	خط	صحیح
۲۳۹	۲	بتلاوت	بتلاوت	۲۴۴	۴	گر	گر	۲۷۳	۸	خط	صحیح
۲۴۰	۲۳	اور	اور	۲۴۵	۲۵	برجائش	برجائش	۲۷۴	۱۳	خط	صحیح
۲۴۱	۱۵	ناوران	ناوران	۲۴۶	۱۵	از	از	۲۷۵	۵	خط	صحیح
۲۴۲	۲۰	نسب وار	نسب وار	۲۴۷	۱	واہ اور واہ	واہ اور واہ	۲۷۶	۱۲	خط	صحیح
۲۴۳	۲۳	تابسان	تابسان	۲۴۸	۱۵	شاد	شاد	۲۷۷	۹	خط	صحیح
۲۴۴	۶	بے نور وغیرہ	بے نور وغیرہ	۲۴۹	۱۲	حرف	حرف	۲۷۸	۱۹	خط	صحیح
۲۴۵	۱۱	از	از	۲۵۰	۴	ناہین اور ناہین	ناہین اور ناہین	۲۷۹	۱۹	خط	صحیح
۲۴۶	۱۲	وٹان	وٹان	۲۵۱	۴	بالکلیہ	بالکلیہ	۲۸۰	۱۹	خط	صحیح

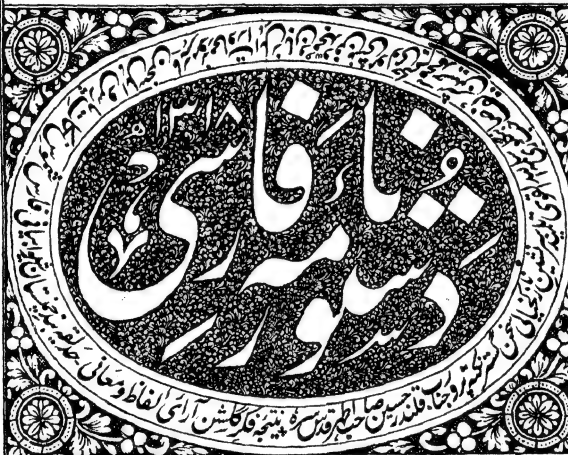
## ضمیمہ بقید جاہلیہ دستور نامہ فارسی بقید صفحہ و سطر

صفحہ	سطر	عبارت
۱۰	۱۶	(نوران) نظامی بیرونی سے نہ در طبع بیرونہ و تو تن لوان بہ حمیدہ مستراز باد سر و جوان +
۲۸	۳	(واقع ہو جایا کرتا ہے) مگر عربی میں سواست غصرت شعری کے دوسری جگہ استعمال نہیں جیسے متنی نے اس شعر میں بکا و بالمد کو بکا باقتصر پڑھا ہے و ماذا بمصر من المضحکات و ولکنه ضحک کا لیکھا +
۲۸	۱۵	(ورنہ اہل عرب الخ) اور کلام حمیدہ قرآن حمید کے اوائل سورہ میں حروف مقطعات جو باہر پڑتے جاتے ہیں جیسے طلم اور ہادیہ کھلیے اور حاتم عشق اور سما الزا میں امر نوری سے قیاس وقاعدہ کو اس میں داخل جیسے ذکر یا و المد کو ذکر یا قصر کے ساتھ پڑھتے ہیں تاہی کے وقت قصر کرنا بوجہ کثرت استعمال ہے علامہ و غرضی نے پڑھا ہے و السبب ان قصہ متہجۃ و مدت حدیث مسما الاعراب ان حال التبعی خلیقہ بالاختلاف الا حسیب و استعالمہا فیہ اکثر و اسد تاملہ اعلم بالصواب +
۵۱	۱۹	(حافظ شرب لعل کش الخ) دلہ گر پنج پشت گیر و گر راحت اسے حکیم + نسبت مکن بغیر کہ اینہا خدا کند +
۵۷	۲	(نظامی) دلہ زچگان و گواند آمد غشت + کہ تو طفل بازی بدین کن دست +
۷۹	۱	(اسی طرح امیر جانین) مولوی معنی در مدحی آن دلے آورکہ قطب عالمست + جان جان جان جان آدمست +
۸۵	۲۲	(رگ کدہ) مولوی معنی در مدحی رفت ذوالقرنین سے کہ وہ قات + دید کہ راکر زمر بود صاف + گرد عالم لکھ کدہ محیط + ماندہ حزن اندر ان علی بیضا + گفت تو کو ہے دگر باہر مستند + کہ ہمیشہ عظم تو باہر مستند + گفت رگہاے مستان کو بہا + مثل من بنونہ و در فرو بہا + من بہر شہرے رگی دام نہان + بر عرو قلم بہہ اطراف چہاں + حق چرخ و ابراز نہ شہرے مرا +

صفحہ	سطر	عبارت
۹۳	۲۳	امروز مایکہ جنیان عرق را پس بجنایم من آن رگ را بقرہ کہ بہان رگ متصل بودست شہرہ
۹۴	۳	فردوسی در شعرش کس از نامداران پیشین زمان نہ کو زند آیدنگ نری آسان
۹۸	۶	(تو بہما) نظامی در شعرش پیش چنین کس مہی پیش کش نہ در نہ تلم بر سہر خوش کش
۱۲۴	۱۰	سندی در سہ ہون ہیم اوصاف شاہ صاحب دہن دین تنگ میدان کتاب : اسی میدان کا با ہمال بدل ہم دارد
۱۳۸	۲۲	(افیر میں محمد) نظامی در سہ سہ سہ چو نکہ خواہ نکست نہ دین جہش امروز دین خاک ہست
۱۳۹	۱۶	(نشانت روزگار) ولہ سہ گوہر گوہر بود آموزگار نہ حق یہ کہ بیان ہی لفظ کا نسبت فاعلی کے لیے ہے۔ چو نکہ آموزگار کہنے اور سکھانے کے دونوں معنوں میں استعمال ہے بہان بجاظ معنی اول نسبت فاعلی ملحق کی گئی ہے یعنی سیکھنے والا۔ جہاں یعنی استاد آتا ہے وہ بجاظ معنی ثانی ہے یعنی سکھانے والا۔
۱۴۰	۱۶	(میں کی بازار ہے) یعنی ابا یہ لفظ زار جو مفید معنی کثرت ہے لایا گیا ہے۔ مولوی معنوی کا شعر ہے شعر
۱۴۵	۱۳	علم دیک و آتش از ہود ترا نہ از شرر نے دیک ماند نے ابا
۱۵۴	۹	(اور لاخ) نظامی در شعرش در لقت این باد یہ دیو لاخ نہ خاندل تنگ و غم دل فراخ نہ
۱۵۷	۲۳	(دوسرا علیہ) مولوی معنوی در سہ در درون شیران بدنان لاغران نہ در نہ گوان را ہوندی خوران
۱۵۸	۲۳	(اسی میں ہم کا) حافظ در شعرش کہ گوہر کہ چکن باکہ نشین و چہ نبوش نہ کہ تو خود دانی از بزرگ و عاقل باشی
۱۶۰	۱۶	(لفظ باد) حافظ مایہ سے تابا دلدای بلو بارت نہ جز عیش ساد و بیخ کارت نہ ولہ کارت بہر حفظ ملک دین
۱۶۳	۱	تا باد ہمیشہ این چنین باد اے تابا بندہ از بندہ
۱۶۶	۱۲	(معنی ہستہال کو) مولوی معنوی سہ کہ بہ خواہم نور و مستقبل حب نہ لوت فردا از کجا سازم طلب
۱۷۷	۱۲	(مضموم الماقبل) حافظ در شعرش چنان زندگانی کن اندر جہان نہ کہ چون مردہ باشی مگویند مردہ
۲۵۲	۱۲	شود مست و مدت ز جام است نہ ہر آنکو چہ حافظ صاف خود نہ
۲۵۳	۱۶	(بہن ہندو) یہ مصدر لازم ہی متعل ہوا ہے جیسے صاحب شعرش زانم کہ میں ادب تک خندہ باز شد نہ
۲۵۷	۱۲	دینیکر ز غشہ خیر شکریست نہ ولہ شود رزق ہمارا سخوان من زینابی نہ محب دام و گرد و سخوان مغر ہما بندہ
۲۵۸	۱۲	(با بچوان از اعراضیہ) نظامی در شعرش بے طعم از ہمد سازندہ نہ جز تو ندایم نوازندہ
۲۵۹	۱۲	(اسی طرح لفظ گوشت) لفظ ہر درن بھی کلمات استنا سے ہے مگر اسکے دخول یعنی مستثنیہ پر اس کے صلہ میں
۲۶۳	۱۶	کلمہ از نور ہوتا ہے۔ حافظ دگر س خود فرمایہ من از تو بجز وفا بخیم نہ ہیر درن رنگ دفا ہویم
۲۶۴	۱۶	(حرف شرط میں سے ایک اگر ہے) یہ حرف یعنی کاش کاش تنہا بھی آیا ہے۔ حین فراتے ہیں شعرش گران جان تر
۲۶۵	۱۶	نہ شہریت ہم تلوان من نہ گرمی ہو باس روس گرمی آفتابش را لے کاش می بود جیسے کلام عرب میں
۲۶۶	۱۶	کلمہ لو جوہر افراہ یعنی لیت متعل ہے بتانہ تفسیر کہ کہیر یوہ احدہم و احدہم الف سکتہ میں قاضی
۲۶۷	۱۶	بیضادی مر فراتے ہیں وکو معنی لیت اور علامہ زعفرانی اپنی تفسیر میں فراتے ہیں حکایۃ کو داد نہم
۲۶۸	۱۶	ولو فی معنی مہنے وکان القیاس لواعظم و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سند
۲۶۹	۵	(جلی کا مالہ معلوم ہوتا ہے) جلی کے الف کو اے غننی سے بدل کر بلکہ کہنا لوطیوں اور مقام دون کی اصطلاح ہے
۲۷۰	۵	میر نجات صاحب کل کشتی کا شعر ہے گند از بندہ و تخشیدن عصیان از ست نہ بدستار کستاری
۲۷۱	۵	رندان از ست نہ پہلے تھے اسی ستار پر وہ پوشی ما گنہ گاران از تو آید سند (فقط)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اللَّهُ أَكْبَرُ شَهِادَةُ الْإِسْلَامِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



حَسْبُكَ اللَّهُ  
حَسْبُكَ اللَّهُ

دستور فارسی  
دستور فارسی





بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
ستون را چو شلطف او پشبان  
کے را بجفتش نماز دست جاے ق  
که باوصف قدرت نیا رد دگر  
سخنهای من کا ندین داو ریت  
بمزم نکو خواه دل کرده سخت  
بأنصاف بین هر چن گفت م  
بیا و دم از کاوشش مغکاه  
همه سر بر سر گوهرنا بسود  
ببستم درین نامبر آئین نگر  
چو کردم همه راز از سینه باز  
به آسنا معنی زوم سازا  
بود راز سر بسته را باز جاے  
چه مایه قلم نکتہ نغز زاده  
نساید که دوزی بشهرت نگاه  
زبانست ز زمیناره کو تا و کن  
هر آن دعا کو غریب اوقاد  
بهر دعوے اش حجت میجستم  
به تفصیل مجمل شدم مشتعل

شود لشکر سے سیر ازشت آب  
جبهه ش بنالید چون وی هشان  
که قریش بحدیث نزد خدای  
توانا حسد او ند چون او بشه  
ز اعجاز آن فیض نا تهی ست  
بصحرانها دم گرانایه زشت  
همه دژ ناسفته راست م  
گهر های روشن تر از مهر ماه  
که از مهر و مهر گوے بهقت رلود  
که ماند صمخ خانه چین بگر  
بجا هست اگر نامش گنج راز  
چه آسان کشاد دم در راز را  
به تحقیق گردد ترا رهنای  
ز هر گونه تدقیق دروے نهاده  
به تحقیق حق جوئی همواره راه  
به اثبات حق رفت چنین سخن  
بذکر دلش قریب اوقاد  
ز طول میل رشته بگجستم  
که نامد پسند اختصار غل

بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
ستون را چو شلطف او پشبان  
کے را بجفتش نماز دست جاے ق  
که باوصف قدرت نیا رد دگر  
سخنهای من کا ندین داو ریت  
بمزم نکو خواه دل کرده سخت  
بأنصاف بین هر چن گفت م  
بیا و دم از کاوشش مغکاه  
همه سر بر سر گوهرنا بسود  
ببستم درین نامبر آئین نگر  
چو کردم همه راز از سینه باز  
به آسنا معنی زوم سازا  
بود راز سر بسته را باز جاے  
چه مایه قلم نکتہ نغز زاده  
نساید که دوزی بشهرت نگاه  
زبانست ز زمیناره کو تا و کن  
هر آن دعا کو غریب اوقاد  
بهر دعوے اش حجت میجستم  
به تفصیل مجمل شدم مشتعل

بجوشد چو فیضان او چون سحاب  
ستون را چو شلطف او پشبان  
کے را بجفتش نماز دست جاے ق  
که باوصف قدرت نیا رد دگر  
سخنهای من کا ندین داو ریت  
بمزم نکو خواه دل کرده سخت  
بأنصاف بین هر چن گفت م  
بیا و دم از کاوشش مغکاه  
همه سر بر سر گوهرنا بسود  
ببستم درین نامبر آئین نگر  
چو کردم همه راز از سینه باز  
به آسنا معنی زوم سازا  
بود راز سر بسته را باز جاے  
چه مایه قلم نکتہ نغز زاده  
نساید که دوزی بشهرت نگاه  
زبانست ز زمیناره کو تا و کن  
هر آن دعا کو غریب اوقاد  
بهر دعوے اش حجت میجستم  
به تفصیل مجمل شدم مشتعل



در لعل آن بر تو برزوان سنت و دل  
نشاط جوانی چو یاد آیدم  
سرور از دباغم کناره کشید  
در این همان سرور آزاد من  
نم اندر حرم او همچو چنبر شده  
ز بر نایم شیبم انگیخت گرد  
جوشکین سر و نگاه کاغوز زاد  
چو حبان از نیب اصل ننگ بخت  
بخصن توے لشکر ضعف تاخت  
چو بنیم که چشم سپیدی گرفت  
چو آبی شود کار چشمان من  
کجا رفت آن روزگار نشاط  
چه باید مرا آرزو خواستن  
بود آینه کاستن نیستی  
حقیقت تو دانی که این جانیست  
چو باید که خود گرم بر رخ زخم  
نشاندم پس این بارخ خورم بهار  
چو از کار این نامه پرده غم  
بناگه حسد و سوسه پاد یافت راه  
دگر سال اد کلک گوهر سرشت

نشاط جوانی خوشاینی سال  
یکه از جگر شد باد آیدم  
چو از برفت پیریش سردی رسید  
چمان فاسی همچو شاد من  
بباب عدم حلقه در شده  
گل و مردم از دزد شد لاجورد  
کفن آمد و آب چسبم بیاد  
بسازم محمدرانه بامهد ساخت  
بباید کنون مرگ را برگ ساخت  
شماهی زدن از من آید نگفت  
بالتش رخان چون نظر احسن  
کجا آن چو گل بود غم ز انبساط  
چو هر دم منزاید بن کاستن  
بیک حال در ساخته نایستی  
چو هر دم صد آید اینجا هست  
عنیم جان خورم منکر آخر کنم  
نمانم اگر ماند م یادگار  
بستار پنج آن منکر با منم  
که دستور نامه افادت پناه  
گفتان نازک خیالی نوشت

در این همان سرور آزاد من  
نم اندر حرم او همچو چنبر شده  
ز بر نایم شیبم انگیخت گرد  
جوشکین سر و نگاه کاغوز زاد  
چو حبان از نیب اصل ننگ بخت  
بخصن توے لشکر ضعف تاخت  
چو بنیم که چشم سپیدی گرفت  
چو آبی شود کار چشمان من  
کجا رفت آن روزگار نشاط  
چه باید مرا آرزو خواستن  
بود آینه کاستن نیستی  
حقیقت تو دانی که این جانیست  
چو باید که خود گرم بر رخ زخم  
نشاندم پس این بارخ خورم بهار  
چو از کار این نامه پرده غم  
بناگه حسد و سوسه پاد یافت راه  
دگر سال اد کلک گوهر سرشت

در این همان سرور آزاد من  
نم اندر حرم او همچو چنبر شده  
ز بر نایم شیبم انگیخت گرد  
جوشکین سر و نگاه کاغوز زاد  
چو حبان از نیب اصل ننگ بخت  
بخصن توے لشکر ضعف تاخت  
چو بنیم که چشم سپیدی گرفت  
چو آبی شود کار چشمان من  
کجا رفت آن روزگار نشاط  
چه باید مرا آرزو خواستن  
بود آینه کاستن نیستی  
حقیقت تو دانی که این جانیست  
چو باید که خود گرم بر رخ زخم  
نشاندم پس این بارخ خورم بهار  
چو از کار این نامه پرده غم  
بناگه حسد و سوسه پاد یافت راه  
دگر سال اد کلک گوهر سرشت

در این همان سرور آزاد من  
نم اندر حرم او همچو چنبر شده  
ز بر نایم شیبم انگیخت گرد  
جوشکین سر و نگاه کاغوز زاد  
چو حبان از نیب اصل ننگ بخت  
بخصن توے لشکر ضعف تاخت  
چو بنیم که چشم سپیدی گرفت  
چو آبی شود کار چشمان من  
کجا رفت آن روزگار نشاط  
چه باید مرا آرزو خواستن  
بود آینه کاستن نیستی  
حقیقت تو دانی که این جانیست  
چو باید که خود گرم بر رخ زخم  
نشاندم پس این بارخ خورم بهار  
چو از کار این نامه پرده غم  
بناگه حسد و سوسه پاد یافت راه  
دگر سال اد کلک گوهر سرشت

بساںش دگر گو مہ نغز سفت  
 چہ خوش گفتم ام چشم بد دور ازان  
 و شدم دگر بارہ اندر نہفت  
 قلم بین دگر گو مہ نغز سفت  
 چو در بنیائے و زبر رفت قال  
 بطرز نوی تا پہ پر دہنم  
 بت را درو ساختم ساز و برگ  
 حیات ابد یافت از روزگار  
 گھر بے روشن کہ من سفت ام  
 بس اعجاز آن رحمت کائنات  
 روانم از و قطرہ نوش کرد  
 عجب اگر نم نام بد و جادون  
 غرض آمد آن ابر رحمت بچون  
 مرا نیز یک قطرہ از وہ رسید  
 درود خداے زمان و زمین  
 بویژہ بران نیک بے ہر مان  
 سزا آشتدین از جہان آفرین

خند و تاملہ ہوش افزا ہے گفت  
دگر سال او ”بے بہا ارمینان“  
سنس چشمہ فیض پائندہ گفت  
کہ شد بر فلک تیر با وجہ جنت  
”بچہ نامہ گنج نو گفت سال  
یکے خاؤ جادوے ساختم  
شود مامنم چون بہن تاخت مرگ  
کز و ماندہ اندر جہان یادگار  
اے ہرگز  
ہمش مایہ زندگی گفت ام  
کہ چون ابر سے بارد آسجیات  
کہ صد چشمہ نوش از وجوش کرد  
ایجات بران  
اگر گرد دم خاک سود استخوان  
اے ہرگز  
بعالم روان کرد صد چشمہ نوش  
کہ در شتہ چہندین گہر در کشید  
بر او باد و بر سپہ روان گزین  
اے ہرگز  
خرام و سلام از خداے جہان  
بران کو بخیر العتد و شد قرین

اذہذا عذبتہا  
 یخلفنہم الا فکانت  
 دہکم جو سے پیچھا  
 دین شہر سہری  
 شہر کیم کے پچھ  
 اذہذا عذبتہا  
 یخلفنہم الا فکانت  
 دہکم جو سے پیچھا  
 دین شہر سہری  
 شہر کیم کے پچھ  
 اذہذا عذبتہا  
 یخلفنہم الا فکانت  
 دہکم جو سے پیچھا  
 دین شہر سہری  
 شہر کیم کے پچھ

[illegible]

الخروج من ان الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وآله وصحبه اجمعين

در حقیقت فانی را در این کتاب  
 و نشان داده و در حقیقت  
 این کتاب را در حقیقت  
 و در حقیقت فانی را در این کتاب  
 و نشان داده و در حقیقت  
 این کتاب را در حقیقت  
 و در حقیقت فانی را در این کتاب  
 و نشان داده و در حقیقت  
 این کتاب را در حقیقت

ردیف	نمایشات	اعداد	مجموعه
۱	۱	۱	۱
۲	۲	۲	۲
۳	۳	۳	۳
۴	۴	۴	۴
۵	۵	۵	۵
۶	۶	۶	۶
۷	۷	۷	۷
۸	۸	۸	۸
۹	۹	۹	۹
۱۰	۱۰	۱۰	۱۰
۱۱	۱۱	۱۱	۱۱
۱۲	۱۲	۱۲	۱۲
۱۳	۱۳	۱۳	۱۳
۱۴	۱۴	۱۴	۱۴
۱۵	۱۵	۱۵	۱۵
۱۶	۱۶	۱۶	۱۶
۱۷	۱۷	۱۷	۱۷
۱۸	۱۸	۱۸	۱۸
۱۹	۱۹	۱۹	۱۹
۲۰	۲۰	۲۰	۲۰
۲۱	۲۱	۲۱	۲۱
۲۲	۲۲	۲۲	۲۲
۲۳	۲۳	۲۳	۲۳
۲۴	۲۴	۲۴	۲۴
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵
۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
۲۷	۲۷	۲۷	۲۷
۲۸	۲۸	۲۸	۲۸
۲۹	۲۹	۲۹	۲۹
۳۰	۳۰	۳۰	۳۰
۳۱	۳۱	۳۱	۳۱
۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳۳	۳۳	۳۳	۳۳
۳۴	۳۴	۳۴	۳۴
۳۵	۳۵	۳۵	۳۵
۳۶	۳۶	۳۶	۳۶
۳۷	۳۷	۳۷	۳۷
۳۸	۳۸	۳۸	۳۸
۳۹	۳۹	۳۹	۳۹
۴۰	۴۰	۴۰	۴۰
۴۱	۴۱	۴۱	۴۱
۴۲	۴۲	۴۲	۴۲
۴۳	۴۳	۴۳	۴۳
۴۴	۴۴	۴۴	۴۴
۴۵	۴۵	۴۵	۴۵
۴۶	۴۶	۴۶	۴۶
۴۷	۴۷	۴۷	۴۷
۴۸	۴۸	۴۸	۴۸
۴۹	۴۹	۴۹	۴۹
۵۰	۵۰	۵۰	۵۰
۵۱	۵۱	۵۱	۵۱
۵۲	۵۲	۵۲	۵۲
۵۳	۵۳	۵۳	۵۳
۵۴	۵۴	۵۴	۵۴
۵۵	۵۵	۵۵	۵۵
۵۶	۵۶	۵۶	۵۶
۵۷	۵۷	۵۷	۵۷
۵۸	۵۸	۵۸	۵۸
۵۹	۵۹	۵۹	۵۹
۶۰	۶۰	۶۰	۶۰
۶۱	۶۱	۶۱	۶۱
۶۲	۶۲	۶۲	۶۲
۶۳	۶۳	۶۳	۶۳
۶۴	۶۴	۶۴	۶۴
۶۵	۶۵	۶۵	۶۵
۶۶	۶۶	۶۶	۶۶
۶۷	۶۷	۶۷	۶۷
۶۸	۶۸	۶۸	۶۸
۶۹	۶۹	۶۹	۶۹
۷۰	۷۰	۷۰	۷۰
۷۱	۷۱	۷۱	۷۱
۷۲	۷۲	۷۲	۷۲
۷۳	۷۳	۷۳	۷۳
۷۴	۷۴	۷۴	۷۴
۷۵	۷۵	۷۵	۷۵
۷۶	۷۶	۷۶	۷۶
۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۷۸	۷۸	۷۸	۷۸
۷۹	۷۹	۷۹	۷۹
۸۰	۸۰	۸۰	۸۰
۸۱	۸۱	۸۱	۸۱
۸۲	۸۲	۸۲	۸۲
۸۳	۸۳	۸۳	۸۳
۸۴	۸۴	۸۴	۸۴
۸۵	۸۵	۸۵	۸۵
۸۶	۸۶	۸۶	۸۶
۸۷	۸۷	۸۷	۸۷
۸۸	۸۸		





سرش از تواضع برافتہ  
خوش و ہشیوار و پالودہ مغز  
بہر علم و دانش درادبستگاہ  
سخنہاش یکسر فروزان گہر  
من اے دوست از ہجرت ویر یاز  
نو شتم یکے نامہ چون روئے آب  
برنگ و بہو بہچو روئے نگار  
نگہ بر رو پا سخت دو ختم  
نیاد روہ یادوم از دیر یاز  
نجسید مہرت از من سوز شتم  
در یغ است بر من ترا یک نظر  
و ما ختم بضبط غمت سوختہ  
دخانے ازان آتش این موی سر  
باہ فلک و وز آفتادگان  
بکو تاہ دستی طول امل  
بلب بستگان شکایت فروش  
کہ بگزشت آن بود نیہا کہ بود  
پس اکنون مرا دست این نیاز  
شب ہجر را روز آرم شباب

ز نرمی بہر سختی ساخت  
بہر باب دارد و و صد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و ثرم با غمان دراز  
ہم از آب روے و ہم از تیغ ذاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ و لم سو ختم  
بدارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شتم  
حذر کن نباشی تو بیدار  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
بدانغے کہ صد دوزخ در نعل  
گیوٹ نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کا ستم مہر و نہ کین فرود  
کہ کو نہ کنم رنجہاے دراز  
بیدار روے تو چون آفتاب

و انعم بر خستگیاہے روزگار کہ بد بہرہ دہر انجیدگان و بنوائب زمان رنجیدگان را در مقابل چندین  
نے التفات بہا داشت و در پس کہ زمانہ غیبت عالم خوف و ہیبت ست پاسے تغافل بر سر خیال گذاشت  
نے نے اگر پاسے گزشتہ پاسے اور با سر راستی مے بود کہ بان نسبت اثر اہل جلاوے نمود آدخ بر گران جانی  
خود کہ باین گرمی سر مہر بہاے یاران نمیریم۔ در یغ بر سخت روی خویش کہ بدین دست غلط انداز بیباک

بہر باب دارد و و صد نکتہ نغز  
سخن را بگیتی بود او پناہ  
بہا کیزگی در زبان پاک تر  
بروے و ثرم با غمان دراز  
ہم از آب روے و ہم از تیغ ذاب  
چنان چون بود تازہ خرم بہار  
ندیدش پاسخ و لم سو ختم  
بدارم ز تو شکوہاے دراز  
نیائی بخون گرمی پوز شتم  
حذر کن نباشی تو بیدار  
سرم جاے مغز آتش انداختہ  
سر شک جگر گوئے من شر  
بشور بر سوائی آما دگان  
بدانغے کہ صد دوزخ در نعل  
گیوٹ نشینان خانہ بدوش  
نہ زان کا ستم مہر و نہ کین فرود  
کہ کو نہ کنم رنجہاے دراز  
بیدار روے تو چون آفتاب







کلمہ نمک تھیلہ خط کشیدست  
 ہر حرف چہ نغز و ناز زاید  
 صد نکت بنقطہ ام نہفتہ  
 پیش سخنم چہ سحر بابل  
 معنیم ہنکر سرور بست  
 این نقش بدیع و این نوآیین  
 این جہاد و یم کہ لاجوابست  
 این سر خوشیم کہ در داغست  
 شورست بخامہ ام ازان کل  
 از دے بدلم ہزار رازست  
 کلمہ چو بوصف حرف کوشد  
 طبعم چو بشرح معنی آید  
 رخسندی معانیم بین  
 طبعم بر دیدہ منت افزود  
 اے ہرزہ در ادب فراموش  
 حسی زین حرف شد پس کن  
 این نامہ مروج جہان باد

کلمہ نمک تھیلہ خط کشیدست  
 ہر حرف چہ نغز و ناز زاید  
 صد نکت بنقطہ ام نہفتہ  
 پیش سخنم چہ سحر بابل  
 معنیم ہنکر سرور بست  
 این نقش بدیع و این نوآیین  
 این جہاد و یم کہ لاجوابست  
 این سر خوشیم کہ در داغست  
 شورست بخامہ ام ازان کل  
 از دے بدلم ہزار رازست  
 کلمہ چو بوصف حرف کوشد  
 طبعم چو بشرح معنی آید  
 رخسندی معانیم بین  
 طبعم بر دیدہ منت افزود  
 اے ہرزہ در ادب فراموش  
 حسی زین حرف شد پس کن  
 این نامہ مروج جہان باد

درویدہ ناز سر مہ مست  
 زمرہ بسلام حرم آید  
 صد سحر بکتہ ام بختہ  
 زہرہ زدہ زانوم مقابل  
 سحر بکتہ من زود و دست  
 از ضیض جناب اطہرت این  
 زاعب زکمال آجنابست  
 تجنید شراب آن یاغست  
 گشت چراغ ست بلیل  
 بر من در ہر خزمینہ بازست  
 از قطرہ ہزار بحر جوشد  
 از نقطہ ہزار نکت زاید  
 شایاش کند سپہر پروین  
 تختی چنین چو کار فرمود  
 بیہودہ برین زیادہ مخروش  
 دقت ست دعاے گرم رس کن  
 انشاء اللہ ہچمان باد

مقدمہ

جاننا چاہیے کہ آدمی جب کسی زبان کو یکساں چاہے پہلے اس زبان کے قوانین کلیہ کا معلوم کرنا ضرور ہے اس واسطے کہ **قانون** یونانی زبان میں معنی مطر کے ہے جیسے کہ آدمی سیدھی سطر لکھنا جانتا ہو بوسیلہ سطر یہ حال کہ سکتا ہے اسطرچ جو کوئی کسی زبان کو درستی سے بول نہ سکتا ہو

کلمہ نمک تھیلہ خط کشیدست  
 ہر حرف چہ نغز و ناز زاید  
 صد نکت بنقطہ ام نہفتہ  
 پیش سخنم چہ سحر بابل  
 معنیم ہنکر سرور بست  
 این نقش بدیع و این نوآیین  
 این جہاد و یم کہ لاجوابست  
 این سر خوشیم کہ در داغست  
 شورست بخامہ ام ازان کل  
 از دے بدلم ہزار رازست  
 کلمہ چو بوصف حرف کوشد  
 طبعم چو بشرح معنی آید  
 رخسندی معانیم بین  
 طبعم بر دیدہ منت افزود  
 اے ہرزہ در ادب فراموش  
 حسی زین حرف شد پس کن  
 این نامہ مروج جہان باد

تھیلا بدستوری و نامہ ہندی و دستور نامہ ہندی کے استعمال کا بیان

۱۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۲۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۳۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۴۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۵۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۶۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۷۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۸۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۹۔ ہندی کے استعمال کا بیان  
۱۰۔ ہندی کے استعمال کا بیان

بوسیلہ اس قانون کے اپنے مضمون کو اس زبان میں مدستی سے ہو کر سکتا ہے مثلاً اہل دکن لغت اردو بولتے ہیں لیکن علامت فاعل کے استعمال اور فعل کے تابع کرنے میں حیران رہ جاتے ہیں کہیں فاعل لازم پر علامت فاعلی نے کو دہرتے ہیں کہیں فعل لازم کو مفعول کے تابع کرتے ہیں وہ اگر اس قاعدہ کو جان لیں کہ فعل متعدی صیغہ ماضی معلوم کے فاعل پر علامت فاعل یعنی نے کو لایا کرتے ہیں اور یہ لفظ نے فاعل اور فعل کے درمیان کا نہ یعنی فاعل کو عمل سے روکنے والا ہوتا ہے اس واسطے اس فعل کو تاہم و تذکرہ میں تابع مفعول کے کر دیتے ہیں جیسی زید نے کتاب لکھی ہندہ نے خط لکھا۔ اگر مفعول پر بھی علامت مفعول یعنی لفظ کو داخل کر دیا اسکو بھی عمل سے روک دیا گوسواطلے کہ یہ بھی حروف کا نہ سے ہے پس اس وقت فعل کسی کے تابع نہ رہیگا یعنی وہ فعل نہ مکر رہیگا نہ مؤنث بلکہ اپنی حیثیت اطلاق پر رہیگا جیسے زید نے کتاب کو لکھا ہندہ نے کتاب کو لکھا زید نے خط کو لکھا ہندہ نے خط کو لکھا لیکن اس فعل کا ذکر کا جیسے پانا دراصل مطلق کا اپنے فو کا مل کی زشی میں آنا ہے یعنی جس علاقہ کی وجہ سے مطلق کہہ کر فو کا مل مراد لیتے ہیں اسی علاقہ کو ملحوظ نظر رکھ کر فو کا مل سے مطلق مراد لیا گیا اور یہ قاعدہ ہیوت تک کہ اس فعل کا دوسرا مفعول نہ ہو ورنہ وہ فعل اس سے مفعول کے تابع ہو جاتا ہے جیسے زید نے عمر کو کتاب دی ہندہ نے خود کو خط لکھا۔ لیکن چند متعدی فعل اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے بولنا پکارنا یعنی فغان کرنا لانا دھلانا لگنا چٹنا ملنا بھولنا جھٹلنا جیتنا مارنا سوچنا وغیرہ یعنی میں نے لایا اس نے چٹا نہیں کہتے اور سوا سے مطلق ماضی کے حال اور استقبال کے فاعل کو نہ کا نہ نہیں لاتے اور ان میں بھی چند ماضی معلوم پر مطلق قریب بعید شکی کی قیود سے باوجود ان میں مختص ہیں جیسے زید نے لکھا یا لکھا ہے یا لکھا تھا یا لکھا ہوگا نیم لکھنوی کا شعر ہے شعر بولا لکھ کا ایک سپاہی، جانتا ہے ارم کو فوج شاہی، ولہ بولی وہ حسین کہ میں پرہی ہوں، اس دیو کے پس میں آگئی ہوں، میر حسن دہلوی شعر پکارا وہ جس تس کو فریاد کر، نہ پہنچا کوئی کاروان بھی اوسر، نیم لکھنوی شعر آیا کوئی لے کے نسخہ زور، لایا کوئی جا کے سر نہ طور، ولہ خرشید سا آفتاب لائے، منہ ہاتھ ہر ایک کے دھلائے، بعضوں کے نزدیک لانا مرکب فرہی لے آیکا ہے، نیم لکھنوی شعر دوسرا ضرب لے نوش آہنگ، دوران از ادب کھلے بعد رنگ، اسیر شعر وادی عشق ہے یہ عرصہ، شطرنج نہیں، نقد جان دار گیا چال جو انسان بھولا، نیم شعر اک بلی جو جھپٹی چوہے کو بھانپ، نیوے نے بھگا دیا دکھا سانپ، ولہ بولی بہزار عجز و ناری، تم جیتے میان میں سے ہاری، ولہ دن کا

وہ سوچی اسکو بے لاگ : لے چلیے تو راجہ لائے گا راگ : غرض یہ تمام حال افعال مفردہ کا تھا۔  
 اور فعل مرکب میں خواہی ترکیب اسکی ثنائی ہو یا ثلاثی اخیر فعل کا اعتبار کیا جاتا ہے یعنی وہ فعل اخیر اگر  
 اس قسم کے افعال متعدیہ سے ہے کہ جنکی ماضی پر علامت فاعل نے لایا کرتے ہیں تو ان مرکبات کی ماضیوں  
 پر بھی علامت فاعل لائی جائیگی ورنہ نہیں اور قبل کے افعال کا کچھ اعتبار نہیں کیا جائیگا خواہ متعدی ہوں  
 خواہ لازم مثلاً ترکیب ثنائی میں جسکے دونوں فعل لازم ہوں جیسے زید آچکا کو اراگیا عمر و رو بیٹھا۔ یا دونوں  
 متعدی جیسے زید نے تہار اکہنا مال لیا مومن خان کا شعر ہے شعر چین نے مضطرب کیا جھکو تیرے  
 ملنے نے کھود یا جھکو : یا اول لازم دوسرا متعدی جیسے بی نے کبوتر آدیا یا زید نے رو دیا مومن بات  
 کہنے میں رو دیا میں نے : جو جواب آیا سو دیا میں نے : یا اسکا عکس جیسے زید نے آرا اور حکم را مومن  
 مقننین لانا بھی اسی اصل میں درج ہے اور یہی حکم ترکیب ثلاثی کا ہے جیسے زید اٹھا لیگیا عمر و لیجا  
 چکا لیکن بعض مرکبات اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کسواسطے کہ انکی ترکیب سے یا تو جز و اول کے معنی لزوم  
 میں فرق نہیں آتا جیسے ہنس دیا اور رو لیا میں یا انکی باہمی ترکیب سے معنی لازمی از سر نو پیدا ہو جا دین  
 جیسے دکھائی دیا اور کہنے پایا یا انکی ترکیب مفید معنی استمرار ہو جیسے رو یا کیا میں میر سن دہلوی کا شعر ہے  
 شعر بجاتی رہی بن وہ صبح تک : یہ رو یا کیا سامنے بید مرگ و لہ بیل کھول کر دونوں آپس مل  
 وہ رو یا کیے دیر تک متصل : نیم شعر کیا کہتی وہ دم بخود سنائی : سوچی بھی رضا خدا کی : اگر افعال  
 لازمہ و متعدیہ خواہی اخیر علامت فاعل آسکتی ہو یا نہ آسکتی ہو متعدی کر لیے جائیں کا فاعل علی کا الحاق  
 اخیر واجب ہوگا جیسے زید نے رو لایا ہنسایا عمر نے اٹھایا بیٹھایا : زید نے بلایا چٹایا عمر نے بلوایا  
 لگایا لگوا یا وغیرہ مگر سوجانا جو تعدیہ سوچنے کا ہے شاذ ہے نیم کا شعر ہے شعر اک دن پنجر اڑا کے لائی :  
 حسن آرا کو دکل نبھائی : اسکے مقابلہ میں بعض افعال لازمہ پر کا فاعل علی لایا جاتا ہے جیسے موتنا اور  
 کوسنا۔ جان صاحب کا شعر ہے شعر دو گاز جائے بچے نے موتا جھرمازی پر : سمانی تر ہوئی ساری پٹا  
 آدھا بدن دمونا : بعض افعال لازمہ و متعدیہ دو نطر متعل بہن پس کا فاعل علی بحسب موقع لایا جاتا ہے  
 جیسے سبھنا۔ پٹنا۔ بدلنا۔ پکڑنا وغیرہ۔ نیم شعر وہ چوٹ پہیمی پہیل سمجھی : باہمی چوسکی کھیل سمجھی :  
 آتش شعر بکھتی تھی اس سے عیان سینہ عارف کی صفا : چہرہ یار کو میں نے دل روشن بنھیا : ظفر علیہ الصلوۃ  
 شعر خط میں جب آپ نے تحریر سراسر لٹھی : میں نے جانامری تقدیر سراسر لٹھی : اسپطرح میر اول دلا

از سر نو افعال لازمہ و متعدیہ ثنائی و ثلاثی

مین نے پوشاک پہلی۔ میرا گلا پکڑا۔ میرے آواز میں گئی۔ مین نے ہاتھ پکڑا۔ واللہ تعالیٰ سَنَاءُ اَعْلٰی اَعْلَمُ اَعْلَمُ  
اب میری تسلی ہے کہ اس استقرار کو بیان موقوف رکھوں اور اُس قاعدہ یا مادہ کو صحت کر کے جو اسی بارہ میں اصل  
ترتیب رسالہ ایک عزیز کی اسد حائے قلبین کیا گیا ہے اپنے دستور نامہ کو درج جو اہر فیض بناؤں اور اس اجمال  
بہل اجمال و ایجاز بہہ ناز و اعجاز کو بلفظ ملک تحریر میں منسلک کروں اور محکو چونکہ طابع وقت پسند و سہل جو ہے  
سہر و کی لطف اندوزی بالطبع منظور ہے اسکی کچھ تشریح کرنی بھی بعد میں ضرور ہے۔

### و ہو ہذا

”یہ قاعدہ مطلق فعل مرکب میں نہیں ہے بلکہ مادہ فعل کہیے یا اصل فعل کے ساتھ وہ فعل ترکیب پاوے  
بشرطیکہ مقصود اُس سے عطف تعقیبی ہو جیسے آدیا۔ آ یہاں اصل فعل ہے زام اور آنا بعد و بانا مقصود  
ہے پس ہنسہ یا رو کیا مین کو فی فعل ماضی اصل فعل سے مرکب نہیں تعقیب کا کیا ذکر محض  
ہنسی اور رونے میں لفظ دیا اور لیا بڑا کر معانی مختلفہ حاصل کیے مین جیسے عربی میں ایک ہی مادہ  
کو مختلف ابواب میں لیا کر مختلف معانی حاصل کرتے ہیں۔“ انتہی جانتا چاہیے کہ یہ قاعدہ یعنی  
استعمال علامت فاعل برتقہ پر تعدیہ فعل اخیر مرکب مطلق فعل مرکب میں نہیں بلکہ مادہ فعل  
کہیے یا اصل فعل جسکو ہم دوسرے عنوان میں حاصل مصدبیط کے ساتھ بھی تعبیر کر سکتے ہیں  
اور وہ کبھی مطلق امر اور کبھی مطلق ماضی کے جیسے مین ہوگا تو اُس مادہ فعل کے ساتھ وہ فعل  
اخیر متعدی ترکیب پاوے بشرطیکہ مقصود اُس ترکیب سے عطف بواسطہ عطف  
(جیسے بعض موضوع میں ہوتا ہے مثلاً پکڑا کر مارا کہ بواسطہ لفظ کر عطف ہوا ہے) نہ ہو بلکہ عطف تعقیبی ہو  
کیا معنی کہ مقصود و مراد افعال مرکبہ میں ترتیب ذکر کی ہو یعنی جزو ثانی جزو اول سے ثالث ثانی سے  
تصدین مؤخر ہو جیسے آدیا یا مثال فعل مرکب مقصود العطف المذكور کی ہے اس واسطے کہ لفظ  
آیہاں یعنی اس ترکیب میں اصل فعل ہے جو زمری امر میں صورت پذیر ہوا ہے نہ میں میں  
امر اور مقصود اول آنا جو مفاد جزو اول ترکیب مذکور تیشلی آدیا ہے اور بعد مفاد جزو ثانی یعنی  
و بانا مقصود و تکلم ہے کس واسطے کہ آنے کو دبانے پر کم از کم تقدم ذاتی ہوگا پس اور باقی  
افعال مرکبہ جیسے ہنسہ یا رو کیا مین کو فی فعل ماضی اصل یا مادہ فعل سے  
مرکب نہیں ہے چونکہ تعقیب ضابط قانون کے نزدیک اُس ترکیب مذکور کی فرع ہے تو تحقق

قاعدہ استعمال افعال ہندو کا ایک نسخہ درج ہے

فروع کا بدولت مشغولیت کے صورت پذیر ہو نہیں سکتا کس واسطے کہ یہاں ہنسنے اور دیتے رونے اور لینے رونے اور کرنے میں تعدد مقصود ہی نہیں اور ترکیب بغیر تحقق تعدد مقصود نہیں پس ان مواد خاص میں تعقیب کا کیا ذکر کس واسطے کہ محض ہنسنے اور رونے میں جو مفاد جزئیں اولین افعال مرکبہ مثالیہ ہے لفظ دیا ہند باین اور لیا رولیا میں وغیرہ یعنی کیا رو یا کس میں پڑھا کر معانی بہر فعل مرکب کے باعتبار اس کے مجرد اور مزید ہونے کے مختلفہ حاصل کیے ہیں جیسے عملی کے علم صرت میں سمین ہو گیا ہے کہ ایک ہی مادہ مثلا کرم کو مختلف ابواب افعال تفصیل و تفعل وغیرہ میں لیا جا کر مختلف معانی جنکو خواص ابواب بھی نام دیتے ہیں مثلا لزوم و تعدیہ و تکلف وغیرہ حاصل کرتے ہیں ان ترکیب قسم نانی کا بھی دو باب تفسیر لفظ و معنی وہی حال ہو جس طرح مواد عربیہ میں فہرات خواص ابواب سے ہوتا ہے وہیں ناظرین بانگین کی خدمت میں عند خواہ ہونا کہ میں نے کام میں نقصاں آدو کے پڑا شخص کیا اور نہایت ہی فکر و قیاس کو کام میں لایا اس عرق ریزی میں محض خیر خواہی و لگا ہی اہل وطن پیش نہاد خاطر رہی علی الخصوص باعث قومی اس امر کا اپنے مرنے کا ہر ادر منظم مغفوم کی فرمان واجب الاذعان کا امتثال ہے۔

[illegible]

زگر دیتی رخصت پاک کرد  
 زہر آرزو ساختم بے نیاز  
 چنان کہ کسے درجہاں کس ندید  
 دل چاکم از رشتہ مهر و خست  
 روانم زہر درد و غم کرد پاک  
 سرے پرزدانش دے پرزدین  
 سپاس فراوان نہانم کیست  
 وراز ہر دمان چہ زبان اورم  
 ندانم حد شکر او چنان  
 کہ یاد بہشت برین باز جاے  
 کہ باشد خنک در تب و تاب حشر

گرا می برادر که آن را در مرد  
راند او مرا از غسان دراز  
ز بے چارگیها مرا و اخید  
بچید انک از چشم من دل بسوخت  
برافشا نگر دوزرخ کند خاک  
بدادش خداے جهان آشتن  
بشکرش زبان مرا وٹے نیست  
بہر سوے گرد میان آورم  
گرا ز ہر زبان آورم صد بیان  
ہمان کہ خواہم بصدق از خدا  
دلا و آبرویش خداوند نشر

چونکہ یہ میری زبان نہیں اور نیز اپنی ناستعدی کی وجہ سے خطائے قیاسی و غلطی استقرار کا قوی احتمال ہے میری خطائیں دامن غفونین چھپائیں **نظم**

چون منم اندر قلب کان خویش	معترف عجز بنقصان خویش
ہست امیدم کہ سخن پروران	چون نگرند از رہِ بینش دران
عیب یکے نیست کہ جویند باز	چون ہمہ عیب ست چه گویند باز
خندہ نگیند بزرگی کنند	دنبہ چنان نیست کہ گرگی کنند

غرض کہ ان قوانین کے جاننے سے اُنکے کلام میں غلطی بہت کم واقع ہوگی اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جب کوئی نئے وساطت مسطر کشیدہ کاغذ کے سیدھی سطر لکھ سکتا ہو اسکو مسطر کی کچھ ضرورت نہیں پڑتی بلکہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ مسطر سے کس قدر بلندی اور کس قدر پستی سے کون کون حروف لکھے جائیں اسطرح اہل زبان کو ان قوانین سے کوئی ضرورت متعلق نہیں بلکہ وہ ان باتوں کو جانتے بھی نہیں ان جب وہ بولتے ہیں اپنی زبان کو نیز ان قانون پر تو لے جاتے ہیں بلکہ ہمارے قوانین کے شواہد انہیں کے کلام میں یعنی قبل از انضباط قوانین اہل زبان کا وجود چاہیے تا اُس سے قوانین کا استنباط درست ہو پس ہر کوئی اس بات کو سمجھ لے گا کہ بعض مہندیوں نے گو علوم عربیہ اور جمیع علوم و فنون کے عالم و ماہر ہی کیوں نہ ہوں اہل فارس جیسے شیوہ اسے طوس فردوسی اور ارفعیہ الفصحی سعدی علیہ الرحمۃ اور سند اللہ خازن علی خازن کے کلام پر جو اعتراض کئے ہیں اور انہیں اصلاح بھی دی ہے برسی و اسیات ہے ان مضامین اور مطالب پر اعتراض اور اصلاح کی گنجائش جو تاہم ایسوں سے چھوٹا ماندہ برسی بات ہے مضمون آفرینی کسی کے گھر کی ملک نہیں ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم اختصار کلام یہ ہے کہ جب کسی زبان کے سیکھنے کی آسانی اُسکے قواعد اور قوانین کی سمجھداشت پر موقوف ہوئی اور اَوَّلُ بِنَفْتِنِ لَفْتِ مِینِ نگاہداشت حد ہر چیز کو کہتے ہیں تو اسی مناسبت سے خاص کسی زبان کے قواعد اور قوانین کی مراعات کے جاننے کا (جسکی وجہ سے اپنے کلام کی نگاہداشت لینے اپنے کلام کو غلط اور خلاف محاورت سے بچایا جاتا ہے) علم ادب نامہ پس چاہیے کہ پہلے اسکو برسی تحقیق اور صحت کے ساتھ حفظ کر لیا جائے تاکلام کے صواب و خطا پر اگلی پائے پھر اپنی مطلب ادائی میں بہت کم خطا کھلے تو بنام خدا چند فارسی قواعد اردو عبارت میں بحسب فرمان

آسان کی بنیاد پر غرض کا اعتراض بجا ہے

علم ادب کی قرین



واجب الاذعان معرض عرض میں لانا ہوں گو یہ میری زبان نہیں اگر کوئی بات خلاف محاورہ اردو ترجمہ پا  
معدوم ہوں بان طریق اداسے اہل مطلب میں ٹھوکرین کھانا البتہ قابلِ عذر نہیں پھر کیا کیجئے اس ناستوری  
اور جہالت کا برا ہو نہیں معلوم کہاں کہاں ٹھوکرین کھلائیگی اور کس کس جگہ دھوکے دلائیگی اللہم استغفرنا  
یٰ خیر الخلیل خدا کرے یہ میری سعی مشکور ہو حصولِ دولت قبول اسکے ہمراہ ضرور ہو۔ چونکہ اس خط  
میں زبان فارسی کا قانون مذکور ہوگا دستور نامہ فارسی اسکا نام رکھنا البتہ ارتجال سے دور ہوگا  
اور سخن شگوف اسکا سال ہے۔ رب جلیل سے التماس خیر مال ہے۔ وہیں نظم

دفعہ شمیم لکباب دستور نامہ فارسی

بارحہد یا من فاضل براز	ایں ورق سادہ کہ بہم طراز
گرچہ کہ امروز جمال من ست	عاقبتہ الامر و بال من ست
چون ز تو شد این ہمہ ناچیز چیز	ہم تو کنی در دل غلطے عزیز
عیب شناسان بکین من اند	بے ہتران جملہ بکین من اند
تو بکہم عیب من عیب کوش	و نظیر عیب شناسان پویش
سرمہ انصاف بہ ہر چشم ساسے	بکیر من آنگاہ برایشان ناسے
داغ قبولی بکش اندر سرش	تا نکند باد خزان ابترش

### تمہید

یہ بات ظاہر ہے کہ عبدالجلال و عم نوالہ نے آدمی کی شرافت کا زینہ تمامی مخلوقات کے درجہ سے  
اوپر اٹھایا ہے باوجود اسکے اسکودنی الطبع بنایا ہے۔ بہ نسبت اور جائدار و سکے اس میں تکلفات  
بھی زیادہ آگئے مثلاً غریب و پوش میں دیکھئے کس بلا کے تکلفات نکلتے جاتے ہیں کیسی کیسی ناوار چیزیں  
اختراع ہوتی ہیں جان بچانے کے لیے کسی ایک خاص غلہ کا اسطرح پیمانک لینا یا بال رکھ لینا کافی  
تھا جو اسطر کے بلاؤں سے قور سے کی ضرورت پڑی اور پوشش ستر اور دفعِ خرد برد کے لیے کسی ایک خاص  
کپڑا کا اٹھ لینا اور باندھ لینا پس تھا جو اسطر کے مٹرز بلوسات کی حاجت ہوئی غرض انسان کو بسبب ان  
تکلفات کے چند و چند حاجتیں پگھل گئیں بہ نسبت اور جائدار و سکے غرضیں پگھل گئیں تو باقتضائے تمدن اپنے  
نوع کے ساتھ بغیر ملے جلے حینا و بال ٹھہرا اور اپنے جی کی آرزو اور دل کے مقصد کو بدون بتلائے ایکہ و سکر  
کے تعیش محال ٹھہرا تو زیادہ احتیاج سمجھے سبھانے کی پڑی یعنی ایک کو اظہار مافی الضمیر کی دوسرے کو اس کے

زبان یعنی سخن کی ضرورت کا بیان

افذ کی ضرورت سر ہوا کھڑی ہوئی ناچا رکھنی ایسی چیز ڈھونڈنی چاہیے کہ جسکے وسیلہ سے ایک کے جی کی بات دوسرے کے جی پہنچا سکتے ہیں۔ پس اصطلاح میں کسی کے اسطرچہ ہونے کو کہ جسکے جاننے سے ایک نامعلوم شے کا علم ہو جاوے دلائل کہتے ہیں اور اُس شے کو جس سے علم ہوا ہے وال اور جس کا علم ہوا ہے اسکو مدلول کہتے ہیں اور اس رہنمائی کا وسیلہ یا تو لفظ ہو گئے یا سواے لفظ کے کوئی اور شے۔ ہر ایک ان میں سے کئی طرح ہے ایک تو یہ کہ وال اور مدلول میں کوئی ایک علاقہ ذاتیہ ہوگا جسکی وجہ سے وال مدلول تک رہنمائی کرے مثال اول کی جیسے کوئی شخص ہماری انگلیوں سے غائب ہو کر کچھ بول رہا ہو مجھ و سماع ہماری عقل اس بات پر رہنما بن جائیگی کہ یہاں وجوہ کسی بولنے والے کا خیر و ہے ثانی یعنی غیر لفظی جیسے دھوئین اور آگ کے دیکھنے سے آگ اور حرارت کی طرف رہنما نہ بنا عقل سے دوسرے اسطرچہ کی دلائل کا عقلمیہ نام ہے۔

دوسرے یہ کہ واضع کی جانب سے وال اور مدلول میں کوئی علاقہ وضع کار کھد یا جائے اول یعنی لفظیہ مثلاً واضع نے زندہ گویا کو مقابل میں مردہ کے اور لفظ زندہ کا بمقابلہ ایک شخص خاص کے وضع کر دیا ہے اور ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے دوال اربع کی دلائل اپنے موضوعات پر مثلاً خطوط و عقود و نصب و اشارات اور خطوط جیسے یہ پڑی ہوئی لکیر — نفی پر دلائل کرتی ہے اسی طرح دو لکیر دن کا موازی ہونا = مساوات پلاگرا ایسا نہ ہو بلکہ دونوں کے سرے کسی ایک جانب مل پڑیں < > کی اور زیادتی پر اور ایک کا دوسری سے تقاطع کرنا اگر سیدھے پڑے ہوئے خط کا سیدھے کھڑے ہوئے خط سے ہے کہ جس سے چار قائل پیدا ہو جائیں جیسی یہ شکل + جمع پر اگر اسطرچہ کا تقاطع نہ ہو گونا نہ پیدا کریں جیسے یہ X ضرب پر اور ایک پڑے ہوئے خط کے نیچے اوپر ایک ایک نقطہ کا لگا دینا جیسے یہ جب تقسیم پر اور ان دونوں میں سے خط کو اٹھا دینا جیسے یہ : نسبت پر دلائل کرتا ہے اسی طرح نقوش اعداد مثلاً یہ نقش ۴ چار پر اور یہ ۵ پانچ پر دلائل کرتا ہے اسی طرح نقوش حروف کے جو ایک صوت مخمخ خاص پر دلائل کرتے ہیں۔ اور عقود مثلاً تباہ کے سر کو ابھام کی جڑ میں پہونچا دین تو یہ عقد نو پر دلائل کرتا ہے اور سر حنجر کو ہتھیلی کے سر پر رکھنا ایک کے لیے اور اُس کے ساتھ ہنجر بھی رکھ لیا جائے دو کے لیے اور وسطی بھی اُنکے ساتھ دیا لیا جائے تین کے لیے موضوع ہے اب اگر اُس عقد نو کو تین والے عقود کے ساتھ جمع کریں بالکل بندی ہوئی منٹھی نظر آئیگی اسی سبب سے اس سے بخل اور نلے بغی کی جانب

فردوسی کے شہر بنو شہر کعب شاہ محمود کا گلیان

بنان زرق و خمد اور اشارہ

کنا یہ کرتے ہیں جیسے اسکے مقابل میں کشادہ دست کو فیض و سخاوت چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ نے سلطان محمود غازی کی ہجو میں کہا ہے شہر کعب شاہ محمود عالی تبار ۴ ۵ اندر ۶ ۷ کدیر ۸ ۹ اندر ۱۰ چہار ۱۱ اور نصب جیسے دو سناروں کا عمارت پر عینا و یسار اکثر اگر دنیا مسجد کو اور پتھر دن کا ڈھیر لگاتے چلے جانا رکھ کر بتلار باہر ہے پر رسم زمانہ قدیم کی تھی اور راہوں میں میلون کا گار دنیا ایک خاص مسافت مکان کی کو بتلار باہر ہے اس طرح گھڑیوں میں سوئی ایک خاص مسافت زانیکو بتلاتی ہے اور اشارات جیسے کیسکو بلانے کے لیے پھیلے ہوئے ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی جانب موڑیں انکار کے لیے دائیں بائیں بلادین اور ایک کے لیے ایک انگلی دو کے لیے دو انگلیاں چار کے لیے انگوٹھے کو دبا کر چاروں انگلیاں کھڑا کر دین یہ سب اشارات ہیں لیکن عقد اور اشارہ میں اتنا فرق ہے کہ اشارات میں اشار الیہ کے ہیات کو کچھ دخل ہوتا ہے اور عقد میں اس طرح نہیں ہوتا۔ اسی قبیل سے جو ملک کے دخول و خروج پر توپوں کا چلنا نقاروں کی چوٹ سے پہر کا ڈبلنا ان تمام کا دلالت وضعیہ نام ہے۔

تیسری وہ دلالت ہے کہ جب لرول عارض ہوتا ہے تو خواہ خواہ طبیعت سے اسکے دال کا احداث ہوتا ہے اول یعنی لفظیہ جیسے لوح کرنا سینہ کے درد اور کھانسی پر دلالت کرتا ہے اور کسیکا اونہ اونہ کرنا جسکو کولنا کہتے ہیں اسکے درد جسم پر دلالت کرتا ہے۔ ثانی یعنی غیر لفظیہ جیسے سرخ ہونا چہرہ اور دید و نکا غضب پر اور آنکھوں کا بچا کر لینا شرم و حیا پر دلالت کرتا ہے اس قسم کی دلالت کا طبعیہ نام ہے۔ جب تین دلالتوں کا حال جان لیا اور آدمی کی کثرت احتیاج کو مان لیا تو ضرور عقلیہ اور طبعیہ کا رادہ ہونا معلوم کر لیا ہوگا کس واسطے کہ اندمان فی الضمیر و فہم مطلوب کے لیے انضباط ضرور ہے اور یہاں عقول اور طبیان کے اختلاف کی جہت سے انضباط کو سونے دوسرے تو ضرور وضعی اس میں بھی لفظی کو اختیار کرنا غماز ہوگا کس واسطے کہ غیر لفظیہ مثل دوال اربع میں ہزاروں تکلفات کا سامنا ہوگا بعض وقت کوئی بات بن نہائیگی جیسی صاف ظاہر ہے یہاں تک کہ اشارات ہی کیوں نہوں کم از کم ان میں اتنی ضرورت تو ہوگی کہ جسکو اشارہ کر رہے ہیں وہ اس اشارہ کے سامنے ہو بھروسہ بنانی کے ساتھ روشنی بھی ہونا اُسکو دیکھے قطع نظر اسکے خداوند تعالیٰ شایہ کا آدمی کو باز دنیا میں نقد عمر اسکے گروہ وجود میں باندھ کر بھیجنا اپنی رضا کی خریداری کے لیے ہے یہ امر عقائد متفقہ کے استحکام اور شریعت غزا کے احکام کی تسلیم پر منحصر ہے تو ان میں ایسی ایسی باتوں کے سمجھنے سمجھانے کی ضرورت پڑے گی کہ وہ معقولات صرف ہونگی تو ان میں غیر لفظیہ دلالتوں سے

کام چلتا نظر نہیں آتا غرض لفظی و معنی سے ایسا مطلب بخوبی ہو سکتا ہے اور وہ من ایسا ہو نہیں سکتا اور خلاق عالم نے جیسا اس انسان کو طرح طرح کی حاجتوں میں پابند کر رکھا ہے بغیر دوسرے کو مطلع کر کے حاجتوں کا پورا ہونا معلوم نہ کیا ہمارے پاس روپیہ رکھا ہوا ہے اور کھانسی سخت ضرورت ہے تو روپیہ کو کھاپی نہیں سکتے غلہ کی جستجو ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس غلہ اسکی حاجت سے افزون ہے لیکن اسکو پوشاک کی ضرورت ہے تو اسکو کپڑوں کی تلاش ہوگی اسی طرح اور کسی کے پاس کپڑا اسکی حاجت سے سوا ہے لیکن اسکو کسی اور شے کی ضرورت ہے تو ہم اس غلہ والے سے یا وہ غلہ والا ہم سے اپنے مانے الفصیح کو ظاہر کرے گا آپس میں روپیہ اور جنس کی مبادلت ہو جاوے گی اور وہ پھر کپڑے والے سے یا کپڑے والا اس سے اپنی حاجتیں ظاہر کر کے کام پورا کر لین گے شعر

زائکہ جملہ کسب ناید از یکے	ہم درو گیم سقا ہم حایکے
چون با نیاز می ست عالم برقرار	ہر کے کاسے گزیند زانفتار

الحاصل جیسا یہ انسان اپنی حاجتوں کی کڑی زنجیر میں پابجولان ہے حکیم علی الاطلاق کی قدرت کاملہ سے اسکے اظہار کی راہ ویسے ہی آسان ہے یعنی حکیم سخن بر زبان آفرین جلّت حکمتہ نے اپنی حکمت کاملہ سے اس ہوا کو جو وسیلہ باذن شش کے دار السلطنت قلب کی گرمی نکال لاتی تھی ضائع جانے نہ دیا۔ اس ادنیٰ سی چیز سے بہت بڑا کام لیا اس طور پر کہ جب مقابلہ میں ہر ایک معنی اور مقصد کے لفظ دفع کر لے گئے اگر کوئی پر تو اعلم خداوندی سے نفس ناطقہ پر پڑے گا پامردی دل اسکا قدم جانب برزخستان خیال جو بین بن مجرور اور مادی کے ہے بڑے سیکانا اپنے تجدد کے پاؤں میں تقیید کی خفاں ڈالے اور پھر وسیلہ رکاباے لب و زبان ادہم صادم ہوا پر سوار ہو کر مشکم سے جس جس منزل پر مقام کرتا زبان تک پہنچا تھا دروازہ گوش سے گزرتا سمع کے انہیں منازل میں ارتباط و تعلق در زنجیر تقیید سے پکڑا ہو کر پھر شہرستان دل میں جاگزین ہو جاتا ہے مصرعہ سخن کو دل آید بود و لپیزیر + اور انہیں ہونٹوں کا آپس میں اور زبان کا کسی موضع خاص کے ساتھ جبکا خارج نام ہے بلکہ کھانا جسکو قورع کہتے ہیں یا انکا اکھڑنا جسکو قطع کہتے ہیں ہوا میں موج پیدا کرتا ہے جس سے اس میں ایک کیفیت خاص آجاتی ہے جسکو عرف میں آواز کہتے ہیں زیری مٹی بیجاک غنگلی اسی آواز مطلق کے عوارض ہے مین اور اسی موج ہوا کی خارج پر ٹکر کھانے سے اجڑائی ہوائی کی قطع ہوتی



ہم تیری رعایت کر بیٹھے اور ایسی گفتگو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنی بدلیل **لَا يَجْعَلُونَ كَلِمَةً إِلَّا لَيْسَ** کہ عباد بعضہ بعضاً بجا ٹھہری اسی واسطے **لَا تَنْظُرْنَ** جو بال مادہ شفقت کا کلمہ ہے تعلیم ہوا اور اس بات پر بھی غور کرنی چاہیے کہ جب حروف کی مناسبت طبعی کو جو کہ ایک امر منوی تھا ملحوظ رکھا جائے تو ان مناسبات صوتی کو جو کئی شکل کے ساتھ تعلق کسی بہن کیونکر لکھا نظر کریں بوجہ اسی شرافت کے اس زبان نے کلام خداوندی سے عزا سے تشریف قبولیت حاصل کی چنانچہ **أَعَاذَکَ اللَّهُ** کا کلام مجید **الْکِتَابِ** لایمرب فیہ کو دیکھئے خصوصاً ان حروف مقطعات کو بغیر ملاحظہ کیجئے اگرچہ مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے انہ کی کئی معنی بیان کیے ہیں لیکن ان حروف کی شکل اور صورت کو نظر کرنے سے میری فہم ناقص میں یہ معنی آئے ہیں کہ آلف سے ذات بحت جل علی شانہ اور لام سے نسکی صفات اور میم سے ذات معجزات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور وجہ مناسبت ان معنی کی بجلا بیان کچھ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں اگر پسند خاطر شریف ہو رہے نصیب درجہ جہل و نادانی تو اپنی کل کائنات ہے تعب کی کیا بات ہے۔

اوسنے فکر سے یہ بات نکال جاتی ہے کہ ہر حرف کے فی حد ذاتہ خاص الگ بہن مثلاً الف بطرح یہ سنار دسا کھڑا ہوا ہے ویسے ہی وہ دوز برون کی قوت میں سمجھا گیا ہے اسی وجہ سے فتح کو اخت الف کہتے ہیں اور اخت ایک حصہ میراث سے پاتی ہے اور اخ دو حصے تو زبر کا نصف الف اور الف کا دوزبر وکی قوت میں ہونا بھی طرح واضح ہے پس معلوم ہوا کہ اس حرف کو اپنی شکل کی طرح او پچائی میں سوائے اسکے اور بہت سے خواص میں دخل ہے مثلاً اول الاول حرف ہے اُس سے کوئی اول نہیں اپنے تقدم ذاتی کے ساتھ وہ صد نشین اولیت ہے اب عند الت ترکیب اس حرف کا اپنے ماقبل سے استمراری ترکیب پانے اور اپنے باعد سے پانے کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ کسی سے تعلق خلطی اور استمرار نہیں رکھتا دوسرا یہ حرف فقط کے واغ سے منتر ہے تیسرا یہ کہ یہ حرف ہمیشہ ساکن مانا جاتا ہے اور حالت سکون میں حالت مطلقہ کی صورت ہے جس کو ہم باین عبارت ادا کر سکتے ہیں کہ یہ حرف حدوث تبادل و تداول حرکات سے منتر ہے اسی طرح ہر حرف میں خواص الگ الگ موجود ہیں لیکن انہر ہماری واقفیت کوئی ضروری نہیں اور واضح صورتوں میں مطلق حل و علا شانہ ہے تو انکی خاصیتوں کو جانتے ہو جیسے کیونکر اہمال متناسب کرتا تو ضرور واضح جلد حکمتہ نے مع رعایت خواص متناسب مناسب ہر ایک کی صورت وضع کر دی پس ہمارا مدعا البتہ بین البتہ ہو گا کہ الف کی اولیت اور علو اور نے کنگلی اور عدم عروض حرکات مع ہذا نسکی یہ ا۔

صفا اور علاقہ وار شکل جس میں غم و ہنج کا نام نہیں اس سے ذات بحت خداوند پاک مراد ہونے میں کھلی کھلی  
مناسبت رکھتی ہے کہ واسطے کہ درجہ ذات میں وہ دراء الورا، صفا در صفا مقام ہے کوئی مقرب دہان نہیں  
پہنچتا کسی تنفیض کا دست تعلق اس پر نہیں ٹھہرتا شہر شہر بارے جلالت نیافت بہ بصرتہا ہے  
جلالت نیافت بہ جب اشرف المخلوقات بشر انکی تجلیات سے پر ہے جو درجہ ذات کا ہے پہنچنے  
نپایا اور اسرع وافقد الاشیا بصیر کو انکی سرحد جلال پر پہنچنا میسر نہ آیا اور دن کی کیا ہستی بس اب  
استفاضہ اس وجود باجود سے بوجہ اس غنی مطلق کی وجہیت ذاتی اور اس ہمہ تن محتاجی اسکان کے  
محال تھا اس واسطے صفات جو ذات سے درجہ تنزل کا رکھتے ہیں بوجہ اپنی قدامت واسکان و دنون  
جانب کی رعایت سے واسطہ انفیض ہو ہیں اور ہر طرح کا تعلق اور انہما و عالم کان صفات کے ساتھ  
ہے جس سے رب رائق خالق غفور کریم وغیرہ اسکو کہتے ہیں تو دیکھیے کس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ  
شکل لام۔ ل۔ مناسبات صفاتیہ کو کھلی کھلی بتلا رہی ہے کہ واسطے کہ لام الف کے تنزل سے  
جامل ہوتا ہے اور متناہی تنزل ایک علاقہ اور انکڑے کی شکل پر ہوتا ہے اس سے یہ بات بھی  
ظاہر ہو گئی کہ لام نہ تو بالکل عین الف ہے نہ تو بالکل غیر الف اور پھر ان کے اسمون کی بحت قلبی  
جو لام میں الف اور الف میں لام پڑا ہوا ہے سوال و دنون باتون سے وہ مسئلہ سلمہ اہل سنت  
کہ صفات زمین میں نہ غیر کیسا منصہ کمال پر جلوہ پارا ہے اوجہ اس ذات پاک جل شانہ سے  
بغیر واسطہ صفات کے کیسا فیضیاب ہونا نامکن تھا اسطرح بغیر وسیلہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم  
صفات سے تعلق پیکر کہنے آپ تنفیض ہو جانا باقتضاے کو لا ۛ ملک خلقت الافلاک محال تھا  
خصوصاً اس فیض سرمدی تک جو تنزل قرآن مجید سے منظور تھا بغیر ذات باریکات آپ کے کون  
پہنچتا کہ واسطے کہ آپ کی ذات صفات خداوندی کے ساتھ تعلق اتم رکھتی ہے اس واسطے آپ کے  
اخلاق کو قرآن فرمایا گیا اور آپ کی ذات مجمع البرکات چشمہ فیوض ہے تو دیکھیے شکل میم۔ ہر۔  
میں ان امور کا لحاظ اور مناسبت کس درجہ ملحوظ ہے اور یہ بات بھی ہے کہ سیم متناہی لام ہو  
اور یہ شیر اس امر کا ہے کہ بعد ذات جل علا شانہ کے درجہ صفات کا ہے بعد صفات کے بحر  
ذات منبع الکمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کا مقام نہیں سب اس سے نیچے ہیں یہ معنی  
خاتمیت کے ہیں بعد از خدا بزرگ توئی تست مختصر اور اسکے سہمی یعنی ہر کا شکل دارہ

ہو جائیگی نہایت عین ہدایت ہے اور اس کے اسم یعنی مسیم کے اول و آخر مسیم ہونے میں یہ نکتہ ہے کہ جب سے آپ کے چشمہ فیض سے عالم پر دنا نہ فیضان کا اول سے ہوتا ہے آخر تک ہیگا ہی ایسا عدم نسخ شریعت عزائے محمدی سے صلے اللہ علیہ وسلم یہ تینوں حرف جیسے نے لفظ ہین نے نکتہ ہین اور پھر لام کے ساتھ علاقہ پانے کے لئے یہ قطعہ ہر کیسا کچھ مناسب ہے اور اس چشمہ سے جو بوسیہ لام الف کے فیض سے پڑے اپنے تحت یعنی جانب عالم منہرب کی طرح کیسا دنا نہ فیضان کا روان ہے غرض یہ ارشاد ہے کہ وہ فیض ذات عزائے جل شانہ جو مبیا لگی صفات تقدس آیات بان پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم سے جاری کیا گیا ہے وہ کتاب ہے جس میں شک نہیں مسلمات سے ہے کہ یہ کتاب مجید و فزقان حمید سے بڑا فیض ہے اب اختیار اشارہ بعید ذلک کی مناسبت بھی خوب سمجھ میں آتی ہے وَاللّٰهُ مَعَاذَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ يَجْتَفِئُونَ الْاَشْيَاءَ -

اور یہاں یہ بات بھی قابل معلوم کرنے کے ہے کہ زمانہ تسلیم میں ان حرکات کی کوئی صورت نہیں نہ تھی چونکہ نفس کو اداسے سخن میں حرکات متنوعہ پیش آتے ہیں کبھی جانب بالا کبھی جانب زیر کبھی آگے کی جانب کو میلان ہوتا ہے اسی مناسبت سے اداسے حرکات ثلثہ کے لئے حرف کے اوپر نیچے آگے فقط و دھروئے زبر زیر ہمیش نام کر دئے لیکن فقط اصلی سے التباس کو رفع کر نیکیے لئے رنگ اس نقطہ حرکہ کا رنگ مکتوب سے متاثر ہوا کرتا تھا پھر بعد ایک زمانہ دراز کے خلیل بن احمد عروضی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ اہتمام رنگ متاثر مکتوب ایک عبث وقت مہل گفت ہے معہذا جیسی یہ حرکات میلان نفس و جہات ثلثہ کے مشعر ہیں اپنے مابعد سے توسل بھی پیدا کرتے ہیں تو اس مناسبت سے اسی نقطہ کو جانب توسل حرکت خطی ویدی اور چونکہ ہمیش میں التباس حرکت مابعد سے ہوتا تھا بلحاظ بیات خارج جو اسکے ادا کے وقت لب آگے کی جانب سمٹتے ہیں جس وجہ سے ضمہ نام ہے اس خط نقطہ زاد کے سرے کو آگے کی جانب سمیٹ کر بالائی حرف رکھ دیا اور سکون کے لئے چونکہ یہاں نہ مابعد سے توسل ہے نہ نفس کو حرکت تو فقط نقطہ پر کنایت کیا لیکن پھر بوجہ اسی التباس نقطہ اصلی دو وقت اہتمام رنگ صورت صفر ویدی کس واسطے کہ یہ امتداد خطی کا طرف اول ہے اور وہ امتداد سلسلہ اعداد کا طرف اول یعنی نقطہ و صفر یہ دونوں طرف کم طلق کے ہیں لیکن روانی کتابت میں نصف صفر پر کنایت کر جاتے ہیں چنانچہ اس طرح سے آج کل مروج ہے غرض اس سے معلوم



ہو گیا کہ یہ کل حرکات و سکونات قسم امواض سے ہیں جنکا وجود مستقل بغیر کسی حرف پر قائم ہونے کے امکان نہیں رکھتا یعنی ہم کسی کو حرکت و سکون میں سے بغیر مد کو کسی حرف معروض کے ادا نہیں کر سکتے اس طرح یہ امر بھی منکشف ہو گیا ہو گا کہ یہ حرکات باہم علاقہ تضایت رکھتے ہیں جنکا اجتماع ایک حرف پر ایک حیثیت سے منع ہے رہے حرکات مع سکون یہ بھی بوجہ تقابل عدی ایک حرف پر ایک حیثیت سے جمع نہیں ہو سکتے اور تشدید ایک ہیأت مرکبہ از حرکات و سکون کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جب دو شے وحدت صوری و ترکیب معنوی پاوین ضرورتاً میں شدت و نقل حاصل ہو گا اس سبب سے معروض التشدید کا مستند نام ہے الحاصل چونکہ مشدود در اصل ایک نوع کے دو حرفوں کے ادغام و ادخال صوری کا نام ہے و دونوں حرفوں کا ایک نوع ہونا وقت ادغام شرط ہے خواہی قبل ادغام یک نوع ہوں جیسے درو بزرگ شہر بدو یقین پر دماغ خیال نہ مانده سر پرده الاجلال خواہی قبل ادغام یک نوع کے نہوں جیسے بزرگ اور چونکہ ادخال اکثر ایک شے داخل فیہ ساکن میں شمر داخل کو حرکت دینے سے حاصل ہوتا ہے حرف مدغم فیہ کو ساکن اور مدغم کو متحرک رکھتے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ تشدید میں اجتماع حرکت و سکون حرف واحد پر نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قابل مدغم ساکن کے حرف متحرک کا ہونا واجب ہے ورنہ بعض موانع میں ابتداء ساکن لازم آئیگا جس کا استعمال علم صیغہ میں ثابت ہے اسی واسطے اسکو شکل سکون مابین الحركاتین کی دی گئی۔ یعنی صفر بین الخطین اور صفر کا خطوط حرکت سے باہم پیوند برائے اشتراک وحدت ادغام ہے چونکہ یہ دونوں طرفی حرکتیں حیثیت اطلاق میں متین کیا معنی کہ ان حرکتوں کی نہ یقین فحقی ہو سکتی ہے نہ کسری یعنی کسو اسطے کہ بیان مطلق تشدید ہے قطع نظر اسکے کہ طرفوں میں فلاں حرکت ہو اور نیز اس مطلق کا بغیر متضمن فرد میں الافراہ متحقق ہونا ممکن نہ تھا بخوف ترجیح بلامرجع اسکو فرد کامل اسنے فتح کے پیرایہ میں جلوہ نمودر دیا اور کمال جنبش فحقی خدا اسکے عنوان عالی سے مترشح ہے لہذا لیکن روانی تحریر میں حلقہ صفر کے دونوں کنارہ میں ویسا رکھ ملا دیتے ہیں اور حرکت ثانیہ کو برقیال حروف ایک دامنہ پر ختم کرتے ہیں جیسے لہذا مثلاً لام اس ل صورت کا نام تھا لیکن روانی تحریر میں ل دامنہ اور علاقہ دار صورت کردی اور ممکن ہے کہ حقیقت ضرورت تشدید کی ایک خط اور نصف زیرین صفر کی ترکیب سے جو شعر حرکت حروف اول و سکون ثانی ہے جیسے لہ یا اسکا عکس یعنی

ایک نصف زیرین صفر جزی اور ایک خط حرکتی سے مرکب ہو جیسے لہر لیکن اتصال خط حرکتی و سکون کا دونوں صورتوں میں برائے اشعار و اقلام معروض و وحدت ترکیبی عارض ہے خاص صورت ثانیہ میں وامنہ بوجہ روانی قلم و اختتام نقش ہے۔

خیر حروف موضوع ہوں یا مہمل زبان فارسی میں تئیس ہیں اور ذال معجمہ کو حروف فارسیہ میں شمار کرنا خلاف تحقیق ہے چنانچہ محقق فرزاندہ اسد اللہ خان غالب نے اپنے استاد ہر فزوسے درفش کاویانی میں نقل کیا ہے کہ سوا سٹھ اہل فارس کی طبیعت نازک اور انکا فزاج غایت درجہ کا نراکت پسند تھا تو اپنے پرانی دشواری کو کہ دو حرف متحد الخرج زبان سے نکالیں گوارا نہیں فرماتے بلکہ قریب الخرج کو بھی زبان پر نہیں لاتے اس سوا سٹھ سین سبب کوجب لیا ہے ثلثہ و صا مہمل کو چوڑا دیا ثلثہ و شت کو لیا طاسے ہلکے کو چوڑا دیا لث کو لیا تو لیں کو چھوڑ دیا یعنی مچھ کو لیا تو قاف کو چھوڑ دیا لکھنا چھوڑ دیا تو قاف کو چھوڑ دیا طاسے ہوز کو لیا تو حاسے حلی کو چھوڑ دیا اسی طرح جب زائے معجمہ کو لینے کی وجہ سے ضاد و ظائے معجمین کو چھوڑ دیا پھر اس ذال معجمہ کو باوجود زائے ہوز کس طرح لیتے اداسے فارح کی دقت پسندیاں اہل عرب ہی کا حصہ تھیں۔ رہا ہمزہ یہ سوا سٹھ الف کے اور کوئی شے نہیں اور یہ بھی واضح رہے کہ خداوند کریم کے نام سے بغضو اسے علمہ اذہ الاسماء کھلا ہر ایک شے موجود کے لیے ایک ایک اسم غایت ہوا ہے تو ان حروف کے لیے بھی ایک ایک نام اس قسم کا موضوع ہے کہ خواہی حروف ملفوظ ہوں یا منقوشہ انکا سرنام عین مسلمی ہوگا لینے اگر حروف ملفوظی ہے اُسکے اسم ملفوظی کا سر حرف عین مسلمی ملفوظی ہوگا۔ اگر حروف منقوشی یعنی کتبوی ہے اُسکے اسم منقوشی کا سر حرف عین مسلمی منقوشی ہوگا۔ اور یہ بھی خیال رکھیں کہ سر درسی ملفوظی مطلوبی انہیں اساس حروف کی قدر ہے نہ حروف من حیث ہی کی اور کتب قواعد میں جو حروف کو خود قسم بنایا ہے تسلسلے ہے وہ ان بھی حیثیت اسی ملحوظ ہے یعنی حروف من حیث الاسم۔ اور وجہ تسمیہ ملفوظ و مقلوب کی ظاہر ہے لیکن ان دو حرفی ہارا اسموں کو سر درسی کہنے کے تین وجوہ سمجھ میں آتے ہیں کیا معنی کہ یا تو وہ منسوب ہے بجانب سر و بمعنی ناف بریدہ جو ماخوذ سے کشش الفتح سے بمعنی ناف بریدہ لے و کشش الصبی ناف بریدہ کو رک رکا کما فی المنتہی الارب چونکہ ناف بحب ولادت جزو اخیر مولود بھی ہے چنانچہ اُسکا قلعن جسم دلہ کے ساتھ شعر ہے اور ایک شے زائد بھی چنانچہ جسم دلہ سے قطع کیا جاتا

فارسی زبان میں  
دو تئیس ہیں

چھوڑ دیا

فارسی حروف میں  
اسم منقوشہ

دفعہ  
سر درسی

پس حروف مسروری کا اخیر ہمزہ باعتبار اصل وضع ان کا جزو اخیر بھی ہے اور اہل فارسی ایک شے زائد کی طرح گرا بھی دیتے ہیں ان کے نزدیک یہ امر کچھ انہیں اسمائے حروف کی خصوصیات میں سے نہیں ہے بلکہ ان کے ہر الف ممدودہ الف مقصورہ کا قافیہ واقع ہو جایا کرتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر بلما زمان سلطان کہ رساند این دعا را کہ بشکر بادشاہی ز نظر مران گذارا و عربی کہتے ہیں شعر اسے بزدہ دامن بلارا و سر در پے خویش داد مارا و شعر اہل میں دعا اور شعر ثانی میں بلا جکی صل دعاء و بلا الف ممدودہ کے ساتھ ہے حرف اخیر ہمزہ کو حذف کر کے گذار و مارا کا قافیہ کر دئے گئے یا وہ ماخوذ ہے مثلاً الف بالفتح والتشدید والمد سے جو کھو کر سی شے کو عموماً کہتے ہیں اور کھو کرے ہاں کو خصوصاً کما فی المنتہی الارب۔ پس اس تقدیر پر الف وسط کلمہ سے مخدوف اور ہمزہ اخیر بحال بجا جائیگا لیکن فارسی میں چونکہ اس قسم کے ہمزہ اور الف کے لکھنے اور پڑھنے میں کچھ فرق نہیں کرتے دونوں تقدیر پر یہ اسماء حروف ایک ہی طرح لکھے پڑے جائینگے۔ یا وہ منسوب ہی جانب مسرور جو معقول مثلاً کیشتر مسروراً کا ہے کیا معنی کہ ان اسموں کو جیسے الف کے ساتھ باتا تا نا حا کہتے ہیں اسی طرح امالہ کے ساتھ بے تے ٹے کہنا بھی جائز ہے چونکہ دونوں طرح کی اجازت سے ایک نوع کی تنگی تنگائی طبیعت کو حصول وسعت سے سرور ہوا مسروری نام رکھنا ارتجال سے دور ہوا لیکن بہر لغت یہ نام ان اسماء حروف کا مسروری رکھنا اگرچہ بحسب لغت عرب ہے مگر توجیہ و علت تسمیہ باعتبار استعمال عجم ہے ورنہ اہل عرب بغیر ہمزہ اخیر استعمال نہیں کرتے واعدت الے شانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ حال کلام یہ ہے کہ انہیں چند حروف کی باہمی ترکیب سے لفظ اصطلاحی بنتا ہے جسکے بیان کے ہم در پے ہیں ورنہ از روے لغت سنہ کی ہونک کو بھی لفظ کہہ سکتے ہیں۔ پس اب جاننا چاہیے کہ جو لفظ زبان سے آدمی کی نکلے اگر معنی رکھتا ہو موضوع ہے ورنہ بھل۔ موضوع کی دو قسم ہیں مفرد اور مرکب۔

مفرد وہ لفظ ہے کہ دلالت جزو لفظ کی اسکے جزو معنی پر باعتبار وضع اصلی کے ہو جیسے زید عمرو وکر پس وضع اصلی کے اعتبار سے ناظم شران شیواے طوس امہیسی ہی القابی امہ علمی ترکیبیں نکل گئیں اس واسطے کہ ابھی اصلی وضع ناظم اور شران شیواے طوس کی اپنے حصے جدے معنوں پر دال ہے ہاں یہ وضع القابی ثانوی وضع ہے رہا منطقیوں کا ایسی ترکیبوں کو مفرد کی

لفظ کلیدی  
لفظ معنی

لفظ ترکیب

قسم میں درج کرنا محض رعایت معنوی ہے کیونکہ انکی غرض اصلی معنوں کے ساتھ متعلق ہے۔ اور  
نخویں کا انہیں القاب مرکبہ کو مرکبات میں داخل کرنا فقط لفظی رعایت ہے کسواسطے کہ غرض اصلی نخویں  
کی لفظ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور مرکب وہ ہے جو اس طرح نہ ہو جیسے ناظم شروان وغیرہ۔ اور اس لفظ  
مفرد با معنی کو کلمہ کہتے ہیں اسکی تین قسم ہیں۔ اسم۔ فعل۔ حرف۔

### بحث الاسم

جو کلمہ کہ اپنے معنی بتلانے میں مستقل ہونے کی قید سے باہل تو شرف استقلال کی بہت سے  
اعلیٰ مقام پایا سمو الکافی سے اسم نام پایا اولایہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔  
جامد ایک جا ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔  
نکرہ ایک غیر مبین شے کا نام ہو جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہیں ایک تو اسمائے اصوات جن سے  
جانوروں کو بلا دین یا نکیں اٹھا دین بٹھا دین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسمائے افعال کے معلوم  
ہوتے ہیں انکو نکرہ اور معرفہ کیا کیجئے گا یا جن سے جانوروں کی آوازوں کی حکایت کریں یہ البتہ نکرہ  
ہیں جیسے کوئے کی آواز کو قاقا کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس۔ مرہ العنیز کے سماع سے نقل کیا جاتا ہے  
شعر یک بانگ کلاغ و نیم کجہدہ نام بت من دران بگنجہدہ اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی عمر خیام  
علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو بہ برگنبد اوش بہان نہادندی رود  
دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختہ پنہشتہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کریں جیسے ترنگا ترنگ  
و چھاتی کمان اور تیر اور شیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر زبیر چہا حق کہ آمد ز تیر  
کہن گشت در زیر جوشن حیرہ ترنگا ترنگ درخشنده تیغ ز ما و در قہار آوردہ میخ و ترنگ کمانہا  
بانگشکن۔ بے خلق را بردہ از خویشتن و اور یہ ابیات زبیر النسا کی اس قسم کی صداؤں سے گو بخشی  
ہیں قطعہ از صدا ئے جہانم جا چیر آید پسند و قلقل بانگ صراحی چرچریخ کتاب و مچ مچ بوس و  
کنار و سر سر شلوار بند و اسیطرح مصیبت میں انسان کا ہاے و اے کرنا خوشی اور تعجب میں  
واہ واہ کرنا۔

دوسرے اسمائے ظروف خواہی وہ زانی ہوں خواہی مکانی۔ اول یعنی زمانی جیسے چوں و چو دگاہ شعر  
گفتہ بودم چو بیانی غم دل باتو بگویم و چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیانی و خافتانی شعر

اور اسکی تین قسم ہیں  
اسم۔ فعل۔ حرف۔

اسم نام پایا اولایہ جامد۔ مصدر۔ مشتق پر منقسم ہے۔  
جامد ایک جا ہوا کلمہ ہے نہ وہ کسی سے مشتق ہے نہ اس سے کوئی اور وہ نکرہ اور معرفہ پر منقسم ہے۔  
نکرہ ایک غیر مبین شے کا نام ہو جیسے کاغذ قلم دوات اسکی کئی قسم ہیں ایک تو اسمائے اصوات جن سے  
جانوروں کو بلا دین یا نکیں اٹھا دین بٹھا دین۔ اگر غور کیجئے تو یہ بمنزلہ اسمائے افعال کے معلوم  
ہوتے ہیں انکو نکرہ اور معرفہ کیا کیجئے گا یا جن سے جانوروں کی آوازوں کی حکایت کریں یہ البتہ نکرہ  
ہیں جیسے کوئے کی آواز کو قاقا کے ساتھ۔ مولانا جامی قدس۔ مرہ العنیز کے سماع سے نقل کیا جاتا ہے  
شعر یک بانگ کلاغ و نیم کجہدہ نام بت من دران بگنجہدہ اور قمری کی آواز کی نقل کو کو کی عمر خیام  
علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر آن قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو بہ برگنبد اوش بہان نہادندی رود  
دیدیم کہ برکنگرہ اش فاختہ پنہشتہ ہمی گفت کہ کو کو کو کو۔ یا اور کسی چیز کی نقل کریں جیسے ترنگا ترنگ  
و چھاتی کمان اور تیر اور شیر کی آواز۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شعر زبیر چہا حق کہ آمد ز تیر  
کہن گشت در زیر جوشن حیرہ ترنگا ترنگ درخشنده تیغ ز ما و در قہار آوردہ میخ و ترنگ کمانہا  
بانگشکن۔ بے خلق را بردہ از خویشتن و اور یہ ابیات زبیر النسا کی اس قسم کی صداؤں سے گو بخشی  
ہیں قطعہ از صدا ئے جہانم جا چیر آید پسند و قلقل بانگ صراحی چرچریخ کتاب و مچ مچ بوس و  
کنار و سر سر شلوار بند و اسیطرح مصیبت میں انسان کا ہاے و اے کرنا خوشی اور تعجب میں  
واہ واہ کرنا۔

از دور و رفتہا نمائی + گاہے گمئی گرہ کشائی + ثانی یعنی مکانی جیسے پست و بلند و شیبہ فراز و پیش و پس و زیر و زبر۔ فردوسی علیہ الرحمۃ زلیخا میں فرماتے ہیں شعر چہ و راست ہمیش و پس زید و بر زلیخا سے بت دے بدسر بسر + اور اسی صورت کا ایک حرف رابطہ ہوتا ہے جسکو عربی والے حبار کہتے ہیں بمعنی علی لیکن فرق اتنا ہے کہ استعمال معنی اول میں خواص اسم آسپہ کرتے ہیں جیسے مضامین واقع ہونا اگرچہ علامت اضافت تحقیقاً ہو یا حکماً اور معنی ثانی میں یہ بات نہیں ہوتی نظامی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر کہ بسیار ناید براند کے + یکے برصد آید نہ صد بریکے + اور خاصۃً ظرف زمانی میں اکنون اور اسکا مخفف کنون اور نون فردوسی رح شعر ولے اسے پسر گاہ آنت نون + کہ سازی یکے چارہ پرفسون + اور زمان اور مکان میں مشترک ایدر و ایدون معرفہ ہیں اور ایدر اوسے ادھر پہنچی کے معنوں میں ہے مثال ایدر زمانیکی شیواے طوس فردوسی رح کا مشہور شعر ہے شعر بدو گشت ایدر ابی کام تو + ہجویم ہجویم ہجو نام تو + یعنی این زمان ایدر مکان کی فردوسی رح جنگ سہراب وستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بدو گشت ہومان کہ فرمان شاہ + چنین بد کز ایدر خنجر بساہ + یعنی ادھر سے۔ نظامی رحمۃ اللہ علیہ شعر گرایدون در آید فریدون بہن + گرفتار گردو ہمیدون بہن +

ایدر زانی و مکانی

تیسرے اسما سے

ہمان و بہمان و باستان و ہما

تیسرے اسما سے کنایات وہ چند اسم ہیں کہ جب کہنے والا اپنے مخاطب کو حاضرین سے چمپا کر بیان کرنا چاہے یا اس سے پوچھے انکو استعمال کرتا ہے اور یہ کبھی کنایہ معدود سے ہوتے ہیں کبھی عدد سے کبھی سخن سے۔ اول جیسے بہمان جسکا امالہ بیہمان محاورہ خراسانیوں کا ہے اور اسکا مخفف بہمان بالکسر اور بہمان بجائے بہمان کا شیون کا روزمرہ ہے کہ اسکو باستان اور امالہ کے ساتھ بیتار بھی کہتے ہیں جیسے عربی میں لفظ فلان استعمال ہے استاد رودکی کا شعر ہے شعرے خواجه این ہمہ کہ تو برسد ہی شمار + بادام ترونگی دہمان و باستان + شمس فخر می کہتے ہیں شعر باوجودت انشہان باستان + چرخ نارو بر زبان جز بیتار + غرض یہ الفاظ اپنی وضع و ذات میں نکرہ ہیں لیکن وقت استعمال لمحاظ خصوصیت و اعتبار عہدیت معرفہ ہو جاتے ہیں اور یہ ذوالعقول و غیر ذوالعقول ہر دوسے کنایہ ہوتے ہیں حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے شعر تو برآمدہ دست بر بہمان + کہ چاروستے برآرد آن + مگر غالباً ان کا استعمال لفظ فلان کے ہمراہ ہوتا ہے بہن بمعنی

استاد المصنفین حضرت قلندر حسین اطہر قدس سرہ العزیز الاکبر نے ان کو تابع لفظ فلان فرمایا نہ بحسب اصطلاح کیا معنی کہ تقدم توابع کا مقبوعات پر خلاف موضوع ہے اور یہ الفاظ لفظ فلان پر بلا مضائقہ مقدم ہو جاتے ہیں چنانچہ اسلئے سے نہوید اسے حرفی شعر حرفی چہ احتیاج کہ گوید بدستان کہین از فلان بچوے دز بہان فلان نخواہد سائی رحمتہ علیہ شعر آواز بر آوردہ کہ اسے قوم تن خویش و دوزخ مبریدہ از پے بہان و فلان راہ انوری شعر و نسبت شاہی تو بچو شہ شطرنج و نامست دگر بھیج چہ بہان چہ فلان راہ علی بن حسن باخرزی کا شعر ہے شعر نہ چشم چرگ کہ کند روے ساقی و نہ گو شم بزد و حدیث نہانی و نہ مطرب سرود آرزو ہم نخواہم و نگویم فلانی تو بیا بہانی و درویش والاہرودی شعر تا بہ براہین ذوالعقول و محبت و جاسے فرو دیقین دہند گمان راہ زیر نگین تو باد ملک سر اسرہ زان کہ ہم عرض بہان و فلان راہ باو بفعل آمدہ زقوہ بحدت و ہر چہ توان نام سعد و قران راہ اور ان پر یا کی زیادتی سے فلانی و بہانی بھی کہہ دیتے ہیں خصوصاً فلان کو طے مخفی کی زیادتی سے فلانہ بھی کہہ دیتے ہیں مگر بہدان میں یہ دونوں زیادتیان مسموع نہیں سنجہ کاشی شعر یہ تخلص نتوان ہمسری من کردن و چہ اگر نام فلانی شدہ یا بہانی و غنیمت شعر ملے باید ز فیض ناتوانی و جواہر چشم بیمار فلانی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ شعر صنایا کہ خسرو ز برے تست ہر شب و در دیدہ باز کردہ کہ فلانہ در آید و شیخ علی نقی شعر شرب کہ یک شہم چہ من داشت خرابات خراب و بہدان بود و فلان بود نے دانستم و ثانی کہنا یہ از عدد یعنی وہ لفظ کہ کیت منفصلہ عددی کی طلب کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے چند یہ لفظ اصل میں چہ اور اندسے مرکب ہے اسبولطے یہ لفظ چند استفہام کے لئے حقیقت اور استخار کے لئے معاذ سمجھا گیا ہے چنانچہ زبان پہلوی میں اند بھی متصل ہے مولانا سے روم کا شعر ہے شعر گنت اور کہین ہمہ حلو اچسند و گنت کو دک نیم دینارست و اندہ نظیری کا شعر ہے شعر آنکس کہ دین ندارد و گوید کہ عارفم و تکفیر و مملکت ہفتاد و اندکن و اور اندک اسی اندک صغر ہے اور یہ کثیر الاستعمال ہے غرض لفظ چند عدد وغیر میں کا کہنا یہ ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ یہ لفظ دو سے زیادہ اور دس سے کم پر بولا جاتا ہے بعض نے اسکو بضع کا ترجمہ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ ایک سے نو تک ہر بولا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے ایک سے پانچ تک پر استعمال پاتا ہے غرض پانچ ہوں یا تو یا دس ان قلیل مقداروں پر اکثر لفظ چند بولا جاتا ہے۔ اور اگر اس عدد

غیر معین کی قلت و کثرت میں مبالغہ منظور ہو تو بڑی ذاتی حروف مبالغہ یا دونوں چندین کہا کرتے ہیں مثال ہر دو کی بلف و نشر معکوس سعدی علیہ الرحمۃ کی اس نشر سے واضح ہے نشر گفت این گداے شوخ چشم مہذر را کہ چندین نعمت بچندین مدت بر انداخت برآیند۔ اور مبالغہ کثرت کی مثالیں بہت ہیں سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شہر فرو نامدم از شکر چندین کرم ہماں بہ کہ دست دعا گشتم و لہ عجب نیست بر خاک اگر گل شگفت کہ چندین گل اندام در خاک خفت پڑ اور اسبطر ح ہجرت اور خستین یہاں اس مبالغہ سے ابتدائے تحقیق کے معنی پیدا ہو گئے گو کہ بعض وقت مجازاً معنی تبدیلے غیر حقیقی میں متعل ہو جاتا ہے اور یہی معنی کثرت جو بذریعہ حروف مبالغہ حاصل کیے گئے ہیں الحاق اوقات جمع سے بھی حاصل کرتے ہیں سعدی فرماتے ہیں شہر تو دروے ہماں غیب دیدی کہ بہت زچندان ہنر شہر خم غفلت بہت پڑ چونکہ یہ دونوں لفظ لفظ چند سے ترکیب پاتے ہیں تو اسی کی طرح استفہام و استخبار دونوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ یعنی جب سوال کے موقع میں واقع ہوں استفہامی اگر جواب یا خبر کے تو کہ خبر یہ کی طرح استخباری میں مثال استفہامی کی ظاہر ہو استخباری جیسے اوپر کے اشعار میں از شکر چندین کرم زچندان ہنر وغیرہ اور فردوسی ہر کا یہ شعر بھی اسی معنی میں ہے شہر بیاورد چندان زر و خواستہ ابی انکہ زوشاہ بد خواستہ یعنی بہت کچھ زر و مال بغیر طلب بادشہ کے لایا۔ ممکن ہے کہ چندان اور چندین لفظ چند اور اسماء اشارہ آن و این سے مرکب ہو اور ان میں کثرت و قلت کا مبالغہ تقیسی و تحقیری قرب و بُعد سے لیا گیا ہو اس وقت لفظ چند کو بمعنی قدر و مقدار سمجھنا چاہیے اور یہ مقدار زانی ہو یا غیر زانی یعنی چندان و چندین بمعنی اسقدر اور اسقدر خصوصاً اگر انکے بعد جملہ بیانیہ مصدر بکاف ہو یہ معنی بلا تکلف واضح تر مفہوم ہوتے ہیں۔ نظامی ہر شہر بھی چہرہ باغ چندان بود کہ شمشاد بالالہ خندان بود یعنی خوبی چہرہ باغ کی اسقدر یعنی اس زمانہ تک ہوتی ہے کہ اگر انکے بعد اس قسم کا جملہ ہو با اعتبار انکی تفہیم و تحقیر کے مبالغہ نے التکثیر و التقلیل سے کنایہ کر لیتے ہیں وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْعَوَابِ۔

تیسرے کنایہ کی معرفہ نکرہ مقدم موخر مفرد جمع سب درست ہے لیکن متاخرین کے ہاں جمع کم استعمال ہو موخر التمییز جیسے کہا جاتا ہے آغا چند مرد بودند۔ مقدم التمییز سعدی ہر شہر باغیزے نشست روزے چند ہا لاجرم ہجو اگر امی شد ہ معرفہ نکرہ مفرد موخر کی مثال ما نسبتی شعر چند عزم با سر نفس

چندین چندین

نکست و خستین کا بیان

چندین و چندان استخباری استفہامی

تیسرے کنایہ کی معرفہ نکرہ مقدم موخر

بسر رفت و ہنوز چہ شکل چہ شہرت و چند شکل ماندہ است و مثال جمع کی انوری شعر خیز و از سحر  
 و خان بین و ز تاثیر بخار و باد توں ہر دو کونوں چند رسوم عجبست و نظامی شعر از پس چند چیز ہا لطیف و  
 وادعالمہاے بالتشریف و کبھی تیز کو بقرینہ مقام جنت بھی کہوتے ہیں نظامی رح شعر بہان خوردگان  
 نازش و گر و چنین چند را خاک خاییدہ اسے چند کس را اور یہ بھی احتمال ہے کہ چنین اسکی تیز مقدم ہو  
 اور سنو کہ اسکی تیز لفظ از کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے شعر چند چند از حکمت یونانیان و حکمت ایمانیان  
 راہم بخوان و بعض معنیوں نے رحمہ الدتعالی لگستان کے اس شعر کو از تیز یہ کاشا ہد بنایا ہے شعر  
 مؤذن بانگ نے ہنگام برداشت و نئے دانست چند از شب گشت است و میرے نزدیک یہ خط  
 فاحش ہے حقیقت یہ ہے کہ اس شعر میں لفظ چند محذوف التیز اور لفظ از تیز مضیہ واقع ہے یعنی چند  
 پاس از پاسہاے شب گشت است چنانچہ حضرت نظامی رح فرماتے ہیں شعر منعتی توئی مرغ ساعتس  
 بگو تا شب چند رفتست پاس و در نہ شب سے لفظ از کو چو اظہار التیز آیاتے حذف کیجئے تو مطلب خط  
 ہو جائیگا اور اس لفظ چند پر باے زائدہ کا لانا بھی مطلقا جائز ہے محمد قلی سیلی کا شعر ہے شعر  
 فزون تر ز بخل و فزون تر ز ہمت و نشیب و فرازش بچندین مراتب و اور بمعنی مقدار کے جسکو اردو  
 میں گوندہ کہتے ہیں خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر نورادر سپہر صد چندت و مہنگان و سپہر چو بیت  
 اور اسپر جیسے یاے تنکیر و وحدت کی زیادت سے چندے کہتے ہیں کچھند و کچھندے بھی کہا کرتے  
 ہیں فردوسی علیہ الرحمۃ شہر بیدار پر رستم کی چڑائی کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر  
 بہ نچر گروہی دست برد و ازین گونیک چند خورد و شمر و مولوی معنوی قدس سرہ شعرت آمد الباش  
 کہ یک چندے بدند کہ درین غم بر تو منکر میشدند و اور بمعنی تاک کے یعنی تعیین زمان کی طلب کے  
 لیے بھی یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے عربی کا شعر ہے شعر چندین آتش خبوش بر انگیزی و دو  
 اسے بخوش جوہری آئینہ جن تو مثل و اور یہ لفظ جب اگر شرطیہ پر لاحق ہوتا ہے تو چکی طرح اسکو  
 وصلیہ بنا دیتا ہے نظامی رح کا شعر ہے شعر ازان مے کرو شادمانی کم و اگر چند ستم جوانی کم و  
 ثالث چنان و چنین یہ الفاظ جیسے حدیث یعنی سخن سے کنایہ ہوتے ہیں اسی طرح خیر حدیث سے بھی  
 کنایہ کیئے جاتے ہیں اصل اسکی حرف تشبیہ چون اور اسماے اشارہ آن و این سے مرکب ہے  
 جیسے عرب کذا کہتے ہیں مثال کنایہ از حدیث کی نظامی رح شعر چنین گفت باہن سفید

۱۸ صنف

۱۹ صنف

۲۰ صنف

۲۱ صنف







اور ان کے عزم کے موافق مہ آبادیوں کی سلطنت صد زار سال قائم رہی اور وہ بھی اس طرح کہ سال  
انکا مطابق سال متعارف کے نہیں بلکہ سال بارہ ماہ کا اور مہینا تیس روز کا اور روز ایک دورہ کامل  
ستارہ بلند کو کب زحل کے زمانہ کا نام ہے اور وہ ایک دورہ تیس سال متعارف میں پورا ہوتا ہے  
غرض سیارہ بلند ابوان کیوان کے دورہ سی سالہ کا ایک روز ہوا اور اس قسم کے تیس روز کا ایک ماہ  
اور اس نوع کے دوازدہ ماہ کا ایک سال اور اس قسم کے صد زار سال زمانہ قیام سلطنت مہ آبادیان  
بتلاتے ہیں اس طرح لفظ بیور پہلوی زبان کے اصول اعداد میں سے ہے جسکو درمی زبان میں  
دہ ہزار سے تعبیر کرتے ہیں یعنی اسکی اظہار نسبت دہ ہزار سے کیجاتی ہے سمدی رح فرماتے ہیں شعر  
ہنوزت سپاس اند کے گفندہ اند بہ زیور ہزاران یکے گفندہ اند بہ اور چونکہ ضحاک کے اصل میں  
دس ہزار گھوڑا خاص بزین و لجام تیار و دام رہتا تھا اسکا بیور سپ لقب کرتے تھے۔ فردوسی رح  
آغاز داستان ضحاک میں لکھتے ہیں شعر جہان جوے رانام ضحاک پودہ دلیر و سب ساز و ناپاک بودہ  
ہمان بیور پیش ہی خواندہ چنن نام بر پہلوی راندہ لیکن ان اصول اعداد نے شہرت  
رواجی نہیں پائی جس سے زبان استعمال پر نہیں چڑھے چنانچہ خود فردوسی کو اس زمانہ میں فارسی  
زبانوں کے لئے شرح کرنی پڑی چنانچہ بعد اس شعر کے خود کہتے ہیں شعر کجا بیور از پہلوانی شمارہ  
بود و زبان درسی دہ ہزارہ زہسان تازی بزین ستامہ و را بود بیور چو ہر دند نامہ اصول اعداد  
کی تقریب پر بعض شاعرین کا مین نکتہ رسالہ عبدالواسع کی تحقیق یاد آگئی کہ انہوں نے لکھ کر در کو اصول  
اعداد فارسی میں شمار کیا ہے سالانہ ہندیان فارسی نگار نے اپنی معاملات روزمرہ میں حساب کتاب  
کے وقت سہولت فہم کے لئے اپنی ہی زبان کے الفاظ استعمال کر لئے اور محمد قاسم فرشتہ نے  
جو اپنی تاریخ میں اسی قسم کے الفاظ برتے ہیں اور طغرائی مشہدی نے آشوبنامہ میں روکو کی شاعر  
کی مدح میں یہ جو لکھا ہے نشر آثار حرکات رقص قلم صوت چندین لک شعر برب خواندہ گارشت  
یہ سب اسی پر محمول ہیں گو کہ وہ اہل زبان تھے لیکن ہند کی بود و باش اور یہاں کے رواج نے  
ان پر اس امر کا اقتضا کیا یہ جیسے اختلاط ترک و عرب سے الفاظ عربی و ترکی شامل ہو گئے ہندیوں  
کے اختلاط الفاظ ہندیہ داخل ہو گئے۔ سنائی رحمہ اللہ تعالیٰ شعر نہ دران دیدہ طہرہ پانی  
عدنی کا شعر ہے شعر آن باد کہ در ہند گراید بگا آید سالک کا شعر ہے شعر بگشتم

لکھ کر در کو اصول اعداد فارسی میں شمار کیا ہے

دستورِ علم فارسی

زکچہری ایام + ہوس خوان سیم و زمکنم + ملاصن تاثیر گو کہ وار و ہند و ستان نہیں ہوئے مگر باران  
ہم پیشہ کے اتباع سے اپنے اشعار میں الفاظ ہند یہ کارنگ جہلتے ہیں شعر دراز شیوے راک  
رنگش + برقص ارد فلک + راساز چنگش + طغرا شعر ز پوشیدن آن بکار ختن + شدہ پر بنان بیت چلی  
پتن + اے چینٹ پچھل پتن۔ غرض میں نے اس تذکرہ کو بیان شرح نکتہ کے لیے صحت تقرب پایا  
اپنے اجہ کی فرمانبری میں جو بار بار خواہش کر چکے تھے قلم اٹھایا نہ التوفیق و سیدہ ازمۃ التھتین +  
نکتہ اختیار بست و بہشت حرف در کلام عرب کہ استیفاے اقسام اعداد  
از مفردات و مرکبات امتزاجیہ و غیر امتزاجیہ باشد اقتضائے آن میلند  
کہ ہنگی سی حرف باشند لیکن عوض دو عقد حاصل ضروری کہ بست و سی باشد  
دور اکم کردند

جاننا چاہیے کہ نکتہ بالضم نکت بالفتح سے ماخوذ ہے اور وہ لکڑی یا انگلی سے زمین کریدنے کو کہتے  
ہیں چونکہ یہ فعل اکثر فکر و سوج میں آدمی سے وقوع پاتا ہے کنا یہ فکر سے ہو جاتا ہے جیسے کہتے ہیں  
يَنْكُتُ فِي الْأَرْضِ ائِ مُتَفَكِّرًا اُفِ اَھَرُ نکتہ بالضم اسکا اثر و نشان ہے منتخب میں ہے نکتہ بالضم  
نشانی سر انگشت یا سرچوب کہ بر زمین زند چونکہ سخن باریک و کلام دقیق بھی اکثر فکر ہی کا اثر و نتیجہ ہوتا ہو  
اسکو نکتہ کہنے لگے اور یہاں انہیں معنی مصطلک میں متصل ہے اور یہ لفظ نکتہ کا اولیٰ ہی ہے کہ ماہر سے  
مضاف بنایا جاوے ورنہ در صورت عدم اضافت مثل باب و فصل منطوعات کلام سے سمجھا جائیگا تو پھر  
اور اسکے سر سے پر لفظ مقدمہ کا قطع کلام کے لیے موجود ہے اور مخزون کی راہ سے یہ خرابی جدی ہوگی  
کہ جب اختیار غور و مبتدہ اور اقتضائے اسکی خبر ہوئی تو اٹھائیس کا اختیار کرنا تیس بننے کو مقتضی ہے  
حاصل اس کلام کا ہو اسو یہ ظاہر البطلان ہے و در صورت اضافت یہ خرابی نہوگی کسواسطے کا اضافت  
میں تقید داخل اور قید خارج مانی گئی ہے غرض نکتہ اختیار بست و بہشت حرف موصوف اور جملعلیہ  
کہ استیفاے اقسام اعداد از مفردات و مرکبات امتزاجی و غیر امتزاجی باشد اسکی صفت چونکہ صفت  
جملہ علیہ واقع ہے صفت کو اسکی اصل پر لانے کے لیے جو افراد بے مصدر بکاف کیا پس موصوف صفت  
مکرر مبتدا ہوا اقتضائے آن میکند کہ ہنگی سی حرف باشند اسکی خبر الحاصل مطلب یہ ہے کہ کلام عرب میں  
اٹھائیس حرف اختیار کر نیک نکتہ جو اسمائے اعداد کی تمامی قسموں کو ملحوظ رکھکر ہوا ہے کل تیس حرف



مناسبت اور اشتراک لفظی و مشارکت اسمی کافی ہو جاتی ہے دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب عشرون تالیفین کو عشود میں شمار کیا عشرہ کو جوہ بھی مقام مناسب عقود میں واقع ہے اور اسکی حقیقت بھی عقد بننے کو پکار رہی ہے چنانچہ ابھی اسکا بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور حیلوت بھی اس میں متحقق ہے عشود میں شمار کیا یہاں اس طرح عذر کر سکتے ہیں کہ عشرہ خود مفرد ہونے اور سلسلہ مفردات پر دافع ہونے سے اسکی عقدیت کے لحاظ کو مغلوب کر دیا لیکن باوجود ان تمام معذرتوں کے کلام ضعف سے خالی نہیں کاش مصنف محقق علیہ الرحمۃ اس طرح توجیہ فرماتے کہ کل بیس مفردات جو مجموعہ اصول اعداد ہیں اور نو مرکبات امتزاجیہ اور چونکہ غیر امتزاجی مرکبات سے نہایت تھے اور احصائے لاتنا ہی محال تھا تو ان میں سے ایک کو جو ادنے درجہ سے لے لیا جنکا مجموعہ (بحساب ۲۰ + ۹ + ۱) = تیس ہوا سو کہا جاتا ہے کہ اعداد کی کل قسموں کو نظر کریں جو مقیس علیہ حرف ہیں تو حرف بھی تیس ہونے چاہئیں لیکن دودھ و دس اور بیس جو مفرد اور مرکب امتزاجی و غیر امتزاجی کے درمیان حامل ہیں بمشابهت دو عقد حامل راس و ذنب جو باعتقاد نے بنیاد بنجین منحوس میں الگ کر دیا تو کل اٹھائیس رو گئے اور عشرہ کا اپنی ذات میں نہر یک مفردات رہنا اور ایک ضرورت کی وجہ سے بلا انقطاع سلسلہ تعداد مفردات میں واقع ہونا اسکی عقد بننے کے لیے مانع نہیں کہ سوا سطر کے حقیقت عقود کی اتنی ہے کہ جب آدمی نے ایک کے لیے ایک انگلی کا اشارہ کیا اور دوسرے کے لیے دو انگلیوں کا جب دسوں انگلیاں پوری ہو گئیں نگ گیا اب گیارہ کے لیے ایک مرتبہ دسوں انگلیاں کھول کر دونوں کھلے ہوئے پنجوں سے اشارہ ایک بار کر کے پھر مٹھیاں بند کر کے ایک انگلی کھولے گا اسبطر بیس کے لیے کھلے ہوئے دونوں پنجوں سے دوسرے اشارہ کرے گا اب ظاہر ہے کہ دس ایک بار کل انگلیوں کے اشارے کو ختم کرنے کا نام ہے اور بیس دوبار تیس تین بار تو بیس اور تیس کے عقد کہیں دس کو نہ کہیں اسکی کوئی وجہ تشفی بخش نظر نہیں آتی لیکن ان ہر دو صورتوں میں اتنا شبہ ہی رہیگا کہ اسمی اعداد از قبیل لفظ ہیں جو مرکب حروف سے ہے معہذا ان اسموں کو مقیس علیہ حروف قرار دیا عقل چکر میں مہرہ تاویل ششدر میں ہے کہ اسمی اعداد جو مقیس علیہ ہونے کے حروف مقیسہ سے مقدم بالذات ہونے چاہئیں اور اسمی اعداد لفظ ہونے اور لفظ کے مرکب از حروف ہونیکل وجہ سے تقدم ذاتی و طبعی حروف کو متعفی ہے و حقیقت یوں ہی ہے کہ سوا سطر کے مرکب کا اپنے اجزائے حیثیت ترکیب میں موخر ہونا ضروری ہے پس اس میں دور اور تقدم الشئ علی نفسہ لازم آیا اسلئے کہ حرف موقوف

عقد بننے  
جوہ بننے  
خالص بننے  
توہ بننے  
مستحق بننے

تالیف بننے

اسی اعداد کو  
مقیس علیہ ہونے  
دار مقیسہ  
میں موقوف

ہوئے اسمائی اعداد پر اسمائی اعداد بحیثیت لفظ موقوف ہوئے حروف پر تو حروف کا توقف حروف پر  
 ہوا اور موقوف علیہ موقوف سے مقدم ہوتا ہے تو حروف اپنے نفس پر مقدم ہوئے اس تقریر سے  
 خود حروف کے اسم و اسمیات پر وہی سبب کہ حروف اول مثلاً الف کے لئے جب اسم وضع ہوا اور وہ  
 اسم بحیثیت لفظ اور حرف سے ترکیب پایا جاوے بھی معرض وضع میں نہیں آئے معہذا خود اس حرف سے  
 مرکب ہے جسکے نام رکھنے کی ضرورت درمیش ہے تو بہان بھی دور اور تقدم الشئ علی نفسه لازم آیا  
 پیش نہیں چلتا اس واسطے کہ ہم نے پہلے ہی دستور نامہ کے حروف کی تحقیق میں عرض کر دیا ہے کہ جب  
 آواز کیف بکیفیات اربع زیری بھی بیجا کھنگی ہوئی تو اس عارض مع معروض کا نام حرف ہوا مثلاً احد  
 کا الف قطع نظر جنبش فتحی وغیرہ سے اور کل کے کل حروف کی وضع اس درجہ میں بسیط ہے اور بعد وضع  
 جمیع حروف مبسوط فہم تفہیم کے تیسرے لئے انکے نام رکھے۔ چونکہ یہ پہلا مرحلہ اور اول الاول سبق تھا  
 خیال اور یادداشت کے علاقہ پر اعتماد نہ کیا۔ ہر ایک اسم کا جز اول عین سہمی کو رکھ دیا تا منزل اول میں  
 کوئی وقت پیش نہ آئے اور یہ علاقہ محسوسہ سبب سہولت بنائے و امد قائل اعلم بالصواب۔

اور وجہ قیاس ہر اقسام اعداد یا تو یہ ہے کہ سلسلہ حروف ہجا بھی مثل سلسلہ اعداد کے زبان پر روان  
 ہوتے ہیں جیسے احد و اثنان و ثلاث و اربع و خمس و ست و سبع وغیرہ اور الف باتانا جیم حا خا دال ذال  
 وغیرہ یا یہ بات ہے کہ جیسے اسمائی اعداد منقسم بہ قسم ہیں دیے ہی اسمائی حروف منقسم بہ قسم ہیں یعنی  
 سرسری و ملفوظی و مقنونی اس سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ حروف کو جو ان میں قسموں پر منقسم  
 کرتے ہیں من حیث الاسم کرتے ہیں ورنہ اپنی ذات میں یعنی من حیث ہوا ان سب توئیعات سے  
 مبرا ہیں یا یہ بات ہے کہ حروف باعتبار اپنے اسمیات اور اس کے منقسم بہ قسم ہیں قابل انشاء و  
 قائل اسکا بیان غفریب آدے گا۔

و تنبیہ بر استیفاۃ اقسام اعداد بجهت اشعارت برین کہ اسمیات این اسما از قسم  
 اول ست و اسمائی از قبیل ثانی و ثالث

تنبیہ بر استیفاۃ اقسام اعداد مبتدا بجهت اشعارت برین الخ خبر یعنی استیفاۃ اقسام اسمائی اعداد  
 پر تنبیہ کرنا اس بات کی خبر دینے کے لئے ہے کہ اسمیات جو ذات مبسوطہ مفردہ ان اسموں کے ہیں اسکا  
 اعداد کی پہلی قسم کی طرح یعنی مفردات ہیں اور ان کے اسموں کا حال اسمائی اعداد مرکبات کا سا ہے

اسما از قبیل ثانی  
 اسما از قبیل ثانی

اسما از قبیل ثانی  
 اسما از قبیل ثانی

اسما از قبیل ثانی  
 اسما از قبیل ثانی

اسما از قبیل ثانی  
 اسما از قبیل ثانی

کہ جسکی ترکیب از قبیل المتزاج و غیر المتزاج واقع ہے جیسے سروری بوجہ بریدگی و حذف حرف ثالث یعنی ہمزہ یا حرف وسطی یعنی الف و عامہ شاہیت احد عشر سے رکھتے ہیں کسواسطے کہ یہاں بھی عاطفہ محذوف ہے اور باقی دونوں قسم یعنی ملفوظی و مقولوبی غیر المتزاجی کے مشابہ ہیں یا یہ کہ مقولوبی جیسے سیم و لون و واو بوجہ وحدت اول و اخیر کے ستر یا ایک ہو کر مرکب المتزاجی بن گیا باقی اسامی حروف کی ترکیب غیر المتزاجی رہیگی یا یہ کہ وال ذال رازا و واسنہ باہمی انفصال تام کی وجہ سے المتزاج سے دور غیر المتزاجی کے نام سے مشہور ہوئے باقی اسموں نے المتزاجی ترکیب پائی اگرچہ بعض اسموں کا جزواول یا اخیر مفصل ہو گیا ہے لیکن باعتبار اکثر اجزاء کے مرکب المتزاجی کہا جاتا ہے اور جزو وسطی کا کبھی اول کے ساتھ وصل پانا جیسے صاد کبھی اخیر سے جیسے الف اور کبھی ہر دو سے جیسے جیم سین عین اس اختلاف تعلق عاطفہ پر شرع ہے یا یہ کہ کل سمیات از قسم مفردات ہیں اور اسامی حروف باعتبار اپنی حقیقت کے مرکب ہیں یعنی ہر ایک لیم و جزو زبر و بینا سے مرکب ہے لیکن بعض اسموں میں زبر و بینا ہاتھ مل شل شے واس کے ہیں جیسے بانا نا جیم صاد اور بعض اسموں میں مفصل جیسے الف وال ذال تو اول کو مرکب المتزاجی ثانی کو غیر المتزاجی کہنا مناسب تمام رکھتا ہے۔ لیکن یہ تنبیہ قابل تنبیہ ہے کہ اقسام اعداد کا استیفا حروف کے اسما و سمیات پر شرع ہو نہیں سکتا کسواسطے کہ اقسام اعداد اگر قبل اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ باعتبار ضرورت مثبتہ کل میں ہیں یا باعتبار حقیقت نے انتہا ہیں اور اگر بعد اسقاط عقدین مراد ہیں تو وہ امثائیس ہیں اور کل حروف امثائیس اور اتنے ہی انکے اسم جنکا مجموعہ جمعین ہو واپس با جزو اسقدر بھاری اختلاف کے یہ تنبیہ کیسی درست ہوگی فقط از قسم و از قبیل کے تقریبی و تخمینی الفاظ اس رخنہ کو بند نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر مصنف تحقق رحمہ اللہ تعالیٰ فقط ذوات حروف کو لیتے جو مقیس اقسام اعداد ہیں اور وجہ قیاس بھی اول الذکر پھر نہیں ذوات حروف میں باعتبار انکی حقیقت کے بحث کرتے اسواسطے کہ بعض ان میں مفرد محض ہیں جیسے ۴ جو فقط سینے سے ہوا کے گھڑنے کی کیفیت کو بتلارہا ہے اور بعض مرکب لیکن اس ترکیب میں بعض ایسی ہیں جو فقط مخارج کے درجو کے قرع و قلع سے پیدا ہو جاتے ہیں جیسے ب ت مثلا اور بعض ایسے ہیں جن میں مع قرع و قلع کے شے ثالث کو بھی گوند و غل ہے جیسے ہر یہاں وہی تصادم شفیتین ہے جو ب میں تھا اگر مع ایک ہوا ہی نہ شوم کو حقیقت کے لیے اس میں ایک جدا و غل ہے ایسواسطے سیم کو لون اور بے کی

الذکر متزاجی ہر دو سے مرکب

تو تنبیہ اس طرح بردار کیا جائے غالباً از مشہور



وقت میں سمجھتے ہیں چنانچہ نم اور مذنب دونوں متصل ہیں شعر پودست خوسے کہ دم نمودن ہر نفس  
 غم نے دی فروزش ہر صدی ہر مصرعہ میان میند و مردان بگیر مذنب خیش ہر پس اول کو مشاہیر مرکب  
 استخراجی اور ثانی کو از قبیل مرکب غیر استخراجی سمجھیں یا فقط اسمی حروف میں باعتبار جزو ثانی اسمی کی تہیہ کا  
 اجر کرتے کیا معنی لکھ لکھو وغیرہ مرکب استخراجی کیونکہ مرکب غیر استخراجی قرار دیتے مثلاً باتا تا جیم حاتتا سین تین  
 طاتتا عین قاتیم تا یا کو جو ایک ذات اور ایک جز ہے مفردات عدویہ احد اثنان ثلاث  
 اربع کامقیس بناتے اور جنکے دو جز ہیں خواہ اتصال اول سے ہو خواہ اخیر سے خواہ کسی سے  
 اتصال ہو جیسے الف رازا صا د ضا د قاف کاف لام نون کو مرکبات استخراجیہ احد عشر اثنا عشر  
 ثلاثہ عشر کا اور جنکے تین جزو الگ الگ ہیں مثلاً دال ذال واو کو مرکبات غیر استخراجیہ احد و عشر و  
 اثنان و عشر و نون کامقیس بناتے یا باعتبار حساب جمل کیونکہ مفرد کیونکہ مرکب استخراجی کیونکہ مرکب غیر استخراجی  
 محسوب کرتے مثلاً با ما طامیم تا باعتبار حساب جمل مفرد ہیں اور واو یا مرکب فرجی اور جیم دال صا و  
 لام وغیرہ مرکبات غیر استخراجیہ اور مطابقت مقیس و مقیس علیہ کی ہر سہ قسم کی تعداد الگ الگ کوئی ضروری  
 نہیں اسبقدر مطابقت تعدادی کافی ہے کہ مجموعہ مقیس کا شمار مجموعہ مقیس علیہ کے شمار کی برابر  
 ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ علم الکتاب ہ

آدم ہر مطلب ان کمیتوں کے متصل جو متکلم ہے یعنی عدد و حقیقتہ یا کلنا مذکور ہووے انکی تمیز کہلاتی  
 ہے حقیقتہ جیسے پنج مرد پانزدہ زن کیا معنی کہ عدد مبہم خاص معلوم نہیں کہ پانچ اور پندرہ مرد ہیں  
 یا عورتیں آدمی ہیں یا جانور و درخت ہیں یا پتھر وغیرہ تو بیان تمیز سے وہ ابہام رفع ہو جاتا ہے اور  
 جیسے اگر کوئی پوچھے دران جا چند مرد بودند جواب میں فقط پنج کہہ یا جاے بقدرینہ سوالیہ حکم میں  
 ذکر کے ہوگا۔ اور یہاں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ مخاطب کو جس درجہ کا ابہام ہو جواب میں  
 اسی درجہ کی تمیز بھی لانی چاہیئے یا اس سے اخص اس سے اعم کو تمیز دلانا بالکل باطل ہے کہ  
 تحصیل حاصل لا طائل ہے جیسے کسی نے کسی جگہ پانچ آدمیوں کو دیکھا لیکن نہیں معلوم کہ وہ مرد ہیں  
 یا عورتیں تو ایسے شخص کے جواب میں تمیز بھی اسی درجہ کی بیان کرنی چاہیئے جیسے پنج مرد یہاں  
 پنج کس کہنا جائز نہ ہوگا اسبطر سے اگر اسکو اتنا علم ہے کہ کوئی جاندار ہے ہیں لیکن آدمی ہیں یا جانور  
 تمیز نہیں کر سکتا اسکے جواب میں پنج کس کہہ سکتے ہیں اور خاص چونکہ عام سے خالی نہیں ہوتا اس سے

تمیز احد  
 و بیان

تمیز اثنین  
 و بیان  
 و بیان  
 و بیان

اخص کو بھی جواب یلن بیان کر سکتے ہیں جیسے اسی کے جواب میں بجائے پنج کس پنج مرو کہد یا جاے  
 تو خاص میں جس درجہ کی زیادتی اختصاص عام پر ہے مخاطب کو اسی درجہ کی غیر مترقبہ تیز حاصل ہوگی  
 اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ فارسی میں تمیز ان اعداد کی مفرد اور جمع ہر دو جائز ہے مفرد جیسی دو جہان  
 چہار یا پنج گنج شش بہت ہفت پیکر ہشت بہشت نہ کرسی دو ازوہ امام نظامی در شعر رفتی ز سر اسے  
 عرش والا ہفتاد ہزار پرودہ بالا ہ ولہ اسے شش بہت از تو خیر و ماندہ ہ بر بہت فلک براق راندہ ہ  
 ولہ در خانہ دین بہ پنج بنیاد ہ بستی در صد ہزار میداد ہ ولہ یک عہد کن این دو یونار اہ یک دست کن  
 چہار بارہ ہ ولہ بنو شتر بنخط غوب خولیشم ہ وہ پانزدہ سطر نفخ پیشم ہ گلستان میں ہے چنانکہ میدانم درین شہر  
 دو صد زاہدست اور سند مجموع کی مسان بحم خاقانی شروانی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر این بام نگہ چشم بلبل  
 باز چہ صد ہزار المغان ہ ولہ اندر برش از سر فضائل ہ ہر چار کتب شدہ عامل ہ ولہ در دعوت انس بہت  
 مردان ہ بر زاد پتہاے کوہ بُنان ہ ولہ اوشس و حظیرہ مغرب پاک ہ نہ مجرہ خاک اونہ افلاک ہ۔ اور  
 اسکی تینہ اور عدد ہر دو کو بصیغہ جمع لانا بھی جائز ہے مولوی مغوی کا شعر ہے شعر سالہا پرم ز پرودہ بالہا  
 سالہا پرم بود ہزاران سالہا ہ اور تمیز کا اپنے اسامی اعداد سے مقدم ہونا بھی جائز ہے گلستان کے  
 باب اول کی چوتھی حکایت میں ہے نشر سال دو برین برآمد طائفہ ادب اش غلت در پوسند ہ فردوسی  
 علیہ الرحمہ کا ہجو میں مشہور شعر ہے شعر بے رنج بروم درین سال سی ہ عجم زندہ کروم بدین پاکی  
 اسے سی سال چنانچہ اسی کے بعد پھر فرملتے ہیں شعر چوسی سال بروم ہشتاد و پنج ہ کہ شام ہشتاد  
 بہاداش گنج ہ اور جس طرح یک یادو یا چار یا اسی طرح کے قلیل مقدار عددوں سے فلت کے معنی حاصل  
 کرتے ہیں اُن سے کوئی تحدید و تعین عدد مذکور مطلوب نہیں ہوتی جیسے نظامی در شعر چہ بندی ل  
 خود بران ملک دال ہ کہ ہشت یکنی رنج ویشی دال ہ اسے کمی اُن رنج و زیادتی اُن و بال ست  
 اسبطر ح صد و ہفتاد و ہفتصد و ہفتاد و غیرہ مطلق کثرت کے لیے استعمال ہوتے ہیں بلا قصد تعین عدد  
 نظامی در شعر کند رہد گفت یک تیغ تیرہ کند چرم صد گاراریز ریز ہ اسے چرم ہ یا رگادوان ولہ  
 شعر جواش چنان واد خاقان جین ہ کہ اسے درخور صد ہزار آفرین ہ اسے بسیار آفرین ہ

بجائے  
 پنج کس  
 پنج مرو

بجائے  
 سالہا پرم  
 بود ہزاران

بجائے  
 صد و ہفتاد  
 و ہفتصد

میں جو قرآن مجید و سنت نبی حمید ہے صلے اللہ علیہ وسلم اسکا ابطال صاف ہے اب اگر کسی بزرگ کا کلام بظاہر مخالف نظر آئے بتادیل ثابۃ اصول دین پر منطبق کرنا انصاف ہے نہ اسکا عکس ابن ابیہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ عَرَّضَ عَلَى مَقْعَدِهِ بِالْعَدَاةِ وَالْأَعْتَابِ إِنَّ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ لَأَهْلُ الْجَنَّةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَمِنْ أَهْلِ النَّارِ بِقَالَ هَذَا مَقْعَدُهُ حَتَّى تَبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ خُصُوصًا حَتَّى تَبْعَثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اس اعتقاد کا بطل ہے تو ضرر قائل کو اس قول کے ان الفاظ سننا رہے ایسے معانی ما دلہ مقصود ہونگے جو ذرا بھی اپنے اصول دین سے مخوف نہ ہونگے کیا معنی کہ ہنصد و ہفتاد سے محض کثرت مراد ہے اور کثرت قالب دیدن سے ایما ہے جانب تجد و ائصال جسکے صوفیائے کرام قائل ہیں یا اشارہ اس امر کا ہے کہ علم جمادات و عالم نباتات کے سیکڑوں مرحلے طے کرتے نطفہ بکر پشت آبا میں آئے پھر شکم امہاتین اور بیان بھی حکم ثُمَّ حَلَفْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مَضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمَضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا اتنے رنگ دیکھے یا اس جوگی کے قصہ کی جانب مرمز ہے کہ کسی پر عاشق ہو کر رضائے معشوق کی خاطر کتنے جھیس میں اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اگر یہ تاویل نہ کی جائے بلکہ قالب سے یہی کالبہ بدن لیا جائے پھر بھی تنازع اس شعر میں نہیں ثابت ہوتا کیا معنی کہ جب نفیہ قاربین تاویل جائز نہیں رکھی گئی تو ہنصد و ہفتاد میں بھی تاویل کرنی نہیں چاہیے بلکہ وہی عدد معین و محدود مقصود ہوگا اور یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ بحسب اصول تاملین تنازع ہر ایک روح انا دسی ہے بوجہ اپنی ازلیت و قدات ذاتیہ کے خدا سے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اُسکو آزادی ہے تو یہ بات کسی ظاہر السطلا ہے کہ وہ اس ہنصد و ہفتاد کی تنگ قید میں باجولان ہے کہ واسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہنصد و ہفتاد میں سطح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر عدد و خاص کے دائرہ تحدید و حصر سے غیر منہائی مقدار دور ہوگی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد و دو قسم پر ہیں ایک سے تا وہ اور دیکر خود حد تک اور صد اور ہزار یا فیچہ یک یا ہفت ہزار ہر دو سلسلہ مذکورہ فرسدا جیان جھیس یا آنتیس اسم فرم دین باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہیں یا زودہ سے بست تک مرکب امتزاجی کہلانے ہیں کہ واسطے کہ انکے اجزا میں ایسا اختلاط پیدا ہو گیا ہے کہ ظاہر بنوں کو تیز بین ہو نہیں سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تو وہ کہ بواسطہ حرف عطف ترکیب پاسے جیسے بست و یک سنی تو وہ وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جسی

ازلی و قدات ذاتیہ کے خدا سے عزوجل کی مخلوق ہونے سے اُسکو آزادی ہے تو یہ بات کسی ظاہر السطلا ہے کہ وہ اس ہنصد و ہفتاد کی تنگ قید میں باجولان ہے کہ واسطے کہ جو شے ازلی و قدیم ہوگی ہنصد و ہفتاد میں سطح محدود و محصور ہوگی بلکہ ہر عدد و خاص کے دائرہ تحدید و حصر سے غیر منہائی مقدار دور ہوگی۔ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ واضح رہے کہ اسمای اعداد و دو قسم پر ہیں ایک سے تا وہ اور دیکر خود حد تک اور ہزار یا فیچہ یک یا ہفت ہزار ہر دو سلسلہ مذکورہ فرسدا جیان جھیس یا آنتیس اسم فرم دین باقی مرکب۔ اور مرکب کی دو قسم ہیں یا زودہ سے بست تک مرکب امتزاجی کہلانے ہیں کہ واسطے کہ انکے اجزا میں ایسا اختلاط پیدا ہو گیا ہے کہ ظاہر بنوں کو تیز بین ہو نہیں سکتی۔ اور باقی مرکب غیر امتزاجی ایک تو وہ کہ بواسطہ حرف عطف ترکیب پاسے جیسے بست و یک سنی تو وہ وغیرہ اسکا ترکیب عطفی یا جسی

نام ہے۔ دوسرے لکھ دیکھ بدون واسطہ عاطفہ مرکب ہو جیسے صد و صد ہزار و ستم صد ہزار  
اس قسم کا ترکیب تعدادی یا ضربی نام ہے۔ لیکن ترکیب تعدادی ضربی سے عام مطلق ہے کسواسطہ  
کہ ترکیب ضربی فقط اعداد کی باہم تیز نمیز واقع ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جیسے مسئلہ مذکورہ سے  
ہویدا ہے اور ترکیب تعدادی انکے ماوراء بھی صورت پذیر ہے جیسے پنج مد ہزار ہپ یہاں ترکیب تعدادی  
ہے ضربی نہیں سہ صد میں ضربی و تعدادی ہر دو متحقق ہیں اور واضح رہے کہ عربی میں فقط ایک حرف عطف  
کے فاصلے ہونے سے اسمائی اعداد کی استزاجیہ ترکیب بنجاتی ہے لیکن عجمیوں نے استزاج میں اس کا  
کفایت نہیں کی کہیں در میان دونوں جزوں کے فقط ایک دعامہ جسکو ہر کن کہنا چاہیے الف و ز  
کو بڑا دیا جیسے دوازدہ کہیں حرف اصلی کو اُس میں سے گرا دیا جیسے ہفدہ کہیں ان دونوں تصرفوں کو  
جمع کر دیا جیسے یازدہ کہیں ان دونوں قاعدوں میں سے کسی ایک کے ساتھ حرف اصلی کی تبدل  
نہی اول یعنی تبدل مع زیادتی دعامہ جیسے نوازدہ ثانی یعنی تبدل مع حذف جیسے ہزردہ کہ ہشندہ  
انکی اصل ہے بعد حذف تائین کو تراے فارسی سے بدل دیا اور ابدال ژا کا شین مجمل سے راجع  
ہے جیسے دس و ذرا بضم بمعنی نشت کہیں صرف حروف دعامہ میں تحلیل کرتے ہیں جیسے ہزردہ  
کے الف کو بھٹ کسرہ قبل یا سے بدل دیتے ہیں اور ہائے مخفی فقط انظار حرکت اور اتام کلمہ کے  
لیے ہوتی ہے اسکا لحاظ نہیں کرتے مثلاً کہ وچ پرہست لگائیے تو الف کو بوجہ کسرہ ما قبل یا سے بدل کر  
کیست و چیت کیئے گا کہیں تصرف دعامہ کے ساتھ قاعدہ حذف کو بھی شامل کر لیتے ہیں جیسے  
پانزدہ شانزدہ اول سے زون اور جیم کو اور ثانی سے فقط شین کو حذف کر کے دعامہ کے بیچ میں ایک  
زون زیادہ کر دیا اور یہ زون اکثر زیادتیوں میں متعل ہے جیسے زند میں جو مضارع ہے زون کا جن  
محققین کی رائے میں خوابندہ کا زون بھی اسی قسم کا ہے نظامی رح شہر دین رہ چون خوبندہ  
بے ست و نیار کے یاد کا بنجا کے ست و اسکی تحقیق بطل کے ساتھ بیان مصدر میں کیا جائیگی  
انشاء اللہ تعالیٰ کہیں عربوں کے قدم بقدم چلتے ہیں جیسے چہار وہ اور یہ اسمائی اعداد خواہی مفرد ہوں  
خواہی مرکب ان پر ہم قبل مضموم کا زیادہ کرنا تعین محل پیدا کرنا ہے اور اُس میں معنی فاعلیت پیدا  
ہو جاتے ہیں جیسے یکم دوم سوم چہارم وچہار دہم و بست و چہارم یعنی چیزیکہ قائمست باوحدت  
و انشیت و ثلاثت غیر لیکن بوجہ ثنالت تو انی ضمت و دوم کی رسم فتح ما قبل کے ساتھ اکثر متعل ہے جیسے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

اول سے  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

یہ ترکیب  
تعدادی  
و ضربی  
نام ہے

غالب و ہلوی کا شعر ہے شعر بالجلد و گر باخودم از خویش حدیث است کہ ز صدق و صفایا بہ دہد صبح  
دوم را کہ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں ۲۸۱ شعر او گمان بردہ کہ این دم ختمہ ام کہ نے خبر  
زان کوست در خواب دوم کہ کبھی قابل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری سمرانی شعر اے خط  
اول شب رازدہ بر صبح دوم کہ ابروت چشم سید کردہ بخون مردم کہ مولوی معنوی ۲۸۲ شعر زیر آں بلن  
یکے بلن سوم کہ کہ در گرد و خرد ہا جملہ گم کہ کبھی اس ہم کو حذف بھی کر دیتے ہیں ملا سیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شیش محرم زاد آن شہ مکرم کہ تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم کہ اے در ششم محرم۔

جانتا چاہیے کہ دو اور سہ تین داو اور با فقط اتمام حرکت و استقلالیہ کلمہ کے لئے لائی گئی ہے اہل ان  
دونوں حرفوں کی ان لفظوں میں عدول و اختلاف ہے مثل داو و ہاے چو و چ کے جیسے ظاہر ہے یہاں سہ  
وقت لمحوں کلمہ آخر دو گو نہ و سگانہ جلونہ کی طرح کہتے ہیں مگر بعض وقت ہر دو حرفوں کو  
ظاہر و ثابت بھی کر دیتے ہیں نظامی رح کا شعر ہے شعر دو پیلان خرطوم در ہم کشان کہ زہر دیکے  
بر خواہد نشان کہ فووسی رح شعر نگوید کہ جز بہ بدنام من کہ نباشد بہر دوسرا کام من کہ ولہ نشینیم  
ہر دو پیادہ بہم کہ تازہ داریم روئے دہم کہ داستان تحت نشینی بہرام میں کہتے ہیں شعر  
سے عمل پیش آور اے روز بہ کہ چو شد سال گویندہ بر شصت و سہ کہ لکھنؤ اللہ رب العالمین نہ کہہ کا بیان  
یہاں ختم ہو گیا سر دست جو تحقیق اس بحث کے متعلق سمجھ میں آئی لکھ دی اب معرفہ کا بیان شروع ہوتا ہے

هوالملمہ دیا لصوا

المعنی

تقریباً ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ فقیر اسمائے موصولہ اور جانچی جانب مضاف ہو  
اور ستا واپر۔

اول علم یہ کسی شخص یا جگہ یا چیز کی پہچان کے لئے علامت ہے جیسے زید دہلی رخس اور  
اسامی کتب کو بعض نے اعلام اجناس مانا ہے۔ بعض دورانہ لیشوں کے نزدیک اسامی اجناس  
ہیں یہی قول محقق ہے خصوصاً زبان فارسی میں کہ یہاں کوئی ضرورت لفظیہ داعی اس امر کی نہیں  
کیا معنی کہ اعراب و بنا منتص بزبان عربی ہیں تو ثبوت عدم انصراف اسامہ کے لئے خواہ مخواہ کی  
علمیت کی جانب یہ ضرورت لفظیہ داعی ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب واضح رہے کہ اعلام کی

دوم را کہ مولوی معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں ۲۸۱ شعر او گمان بردہ کہ این دم ختمہ ام کہ نے خبر  
زان کوست در خواب دوم کہ کبھی قابل مضموم بھی آتا ہے۔ شیخ آذری سمرانی شعر اے خط  
اول شب رازدہ بر صبح دوم کہ ابروت چشم سید کردہ بخون مردم کہ مولوی معنوی ۲۸۲ شعر زیر آں بلن  
یکے بلن سوم کہ کہ در گرد و خرد ہا جملہ گم کہ کبھی اس ہم کو حذف بھی کر دیتے ہیں ملا سیر بخاری کا شعر ہے  
شعر چون در شیش محرم زاد آن شہ مکرم کہ تاریخ مولدش ہم آمد شش محرم کہ اے در ششم محرم۔

معنی  
دو

تقریباً ایک معین چیز کا نام ہے یہ منقسم ہے علم اشارہ فقیر اسمائے موصولہ اور جانچی جانب مضاف ہو  
اور ستا واپر۔

تکثیر سے انکے اوصاف مشہورہ کا افادہ ہوتا ہے جیسے شعر قرنبا بایکہ تا از فضل حق پید آید  
بایزید یہ درخسان یا دینے در قرن +

دوسرا انہم اشارہ یہ حقیقت میں انگنوں کے سامنے نظر آتی ہوئی شے کو دور یا نزدیک سے دکھلا دینے کا نام ہے اور یہ محسوسیت اعم ہے اس سے کہ بالذات ہو یا بالعرض پھر یہ ہر دو اعم ہیں اس سے کہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ محسوس بالذات بلا واسطہ سے ہماری یہ مراد ہے کہ جب شے سامنے بصر کے ہو پھر انکی محسوسیت میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہ رہی جیسے آنتاب کی دھوپ چراغ کی لو اور محسوس بالذات بالواسطہ کو فقط سامنے بصر کے ہونا کفایت نہ کرے کسی اور واسطہ کی بھی ضرورت ہو جیسے الوان کہ مع سامنے بصر کے ہونے کے وسیلہ روشنی دیکھے جاتے ہیں۔ پس اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسی شے جبکی محسوسیت میں اصلا واسطہ نہ ہو نظر نہیں آتی کیا معنی کہ محسوسیت ایک امر ممکن ہے اور ممکن کے لئے کوئی علت چاہیے قال بحرقام العلوم العقلیۃ والنقلیۃ لفلک الکمال الشمس المنجلی مولانا عبد العلی قدس سرہ فی بعض حواشیہ فی اعتبارہ القسم الاول من المحسوس بالذات (اے مالا یكون فیہ الواسطۃ اصلا) نظر فلان المحسوسۃ امر ممکن فلا بد لثبوتہ لشیء من عللہ وہی الواسطۃ فی الثبوت فلا معنی لنفی الواسطۃ فی الثبوت کہ واسطہ کہ ضروب مثلاً جسکو سب محسوس بالذات بمعنی لا واسطہ فی محسوسیتہ اصلاً مانتے ہیں سو وہ بھی جب تک مشیر کی انگنوں کے سامنے نہ ہو معہذا ص بصر مشیر یعنی بینائی اسکی بھی جب تک صحیح نہ ہو وہ ضو جسکو محسوس بالذات جانتے ہیں ہرگز محسوس نہ ہوگی پس اس سے معلوم ہو گیا کہ کسی شے کا محسوس بلا واسطہ ہونا ناممکن ہے۔ اور محسوس بالعرض وہ ہے کہ ان پر ص بصر بالکل واقع نہیں ہوتی چونکہ وہ خارج میں بالاستقلال بنیہ کیے ضمن میں ہونے کے موجود ہے اور اسکو محسوس بالذات کے ساتھ طلاق تو یہ اور تلبس خاص ہے اسبوجہ سے اہل عرف اسکو محسوس بالذات جانتے ہیں جیسے اجسام کہ بواسطہ الوان مبصر ہوتے ہیں اشارہ ایسی شے کی جانب بھی حقیقی ہوتا ہے۔ اگر غور کیجیے تو انوار و اضواء کا بھی مطلقاً محسوس بالذات ہونا سمجھ میں نہیں آتا بلکہ اضواء وغیرہ اضواء میں بدولت اضواء کے الوان ہی مبصر ہوتے ہیں جیسے دھوپ کے وقت محض چوٹیں بغیر نظر ڈالنے درو دیوار آسمان وزمین کے ہکو کوئی شے نہیں

آسمان کی طرف  
محسوسیت  
کی حقیقت  
اور اسکا تمام  
مستحق  
بالذات کہ  
محسوس  
بالذات  
بالواسطہ

لے اس واسطہ  
سے ثابت  
سے علم  
محسوس  
بالعرض

انوار و اضواء  
کی محسوسیت  
بالذات میں  
کلام

دکھائی دیتی ایک خلا ہی خلا معلوم ہوتا ہے اور جو نظر آتا ہے وہ یہی درو دیوار عالم بخار کی رنگت ہے۔ مثلاً اسی زمین کا دن کی دھوپ میں زرد زرد اور شب کی چاندنی میں سفید سفید دکھائی دیتا ہے۔ خصوصیت ان ستاروں کے انواں کی ہے۔ قمر کی زردی آفتاب کی زردی مریخ کی سرخی عطارد کی کبودی زحل کی سیاہی بھی اسی خصوصیت اجرام پر دال ہے جیسے کسی نے کہا ہے قطعہ زحل سیاہ بود صندلی بود برجیس و برنگ لعل بود سرخ گوشت بہرام و چو آفتاب بود زرد و زہرہ ہست سپید و کبود رنگ عطارد قمر زرد و نام و پس معلوم ہوا کہ یہ انوار خارجی انوار داخلی یعنی ابصار کی طرح ابصار میں سفیر محض ہیں۔ جانتا چاہیے کہ اشارہ حسیہ امتداد مطلق مہوم کا نام ہے جو مشیر سے ٹکڑا اشاریہ تک پہنچنے مخصوص اس امتداد کی خطی و سطحی و جسمی کے ساتھ باعتبار حالات مشیر و اشاریہ ہے جیسے اگر جانب مشیر نقطہ مانا جائے اور اشاریہ بھی نقطہ ہی ہو تو نقطہ مشیر حرکت اشاریہ سے امتداد خطی حاصل کرتا ہوا نقطہ اشاریہ پر منطبق ہو جائیگا اور اگر اشاریہ خط ہے اور خط بھی جانب غیر متدرجہ نقطہ مشیر لوجہ تقابل خطی کشایش تدریجی طولی سے خط بند اپنی حرکت سے امتداد سطحی حاصل کرتا ہوا اشاریہ کی جانب غیر متدرجہ منطبق ہو کر شکل مثلث کی پیدا کرے گا جس کا اس نقطہ مشیر اور قاعدہ خط اشاریہ جانب غیر متدرجہ ہوگا اگر غیر متدرجہ جانب نہ لجاوے بلکہ خط کی جانب متدرجہ اشاریہ ہو تو وہی صورت ہوگی جو نقطہ سے نقطہ کی جانب اشارہ کرنے سے ہوئی تھی لیکن فرق اتنا ہوگا کہ امتداد خطی اس اشار کی طرقت خط اشاریہ میں نفوذ کرتی ہوئی دوسری طرف اسی خط اشاریہ کے پہنچنے کی چونکہ نقطہ بعد امتداد کسی جہت میں نہیں رکھتا فقط انطباق پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اشاریہ سطح جانب غیر متدرجہ ہے تو نقطہ مشیر دونوں عرضی و طولی کشایش تدریجی سے سطح اور حرکت اشاریہ سے جسم بنتا جانب غیر متدرجہ سطح اشاریہ پر منطبق ہو کر شکل مخروطی حاصل کرے گا جس کا اس نقطہ مشیر قاعدہ جانب غیر متدرجہ سطح اشاریہ اور اگر سطح کی جانب متدرجہ اشاریہ بنائی جائے تو بعینہ جانب متدرجہ خط اشاریہ کی شکل پیدا ہوگی کہ سوا سطح کے سطح اپنی جانب متدرجہ میں سوا سے ایک بعد کے نہیں رکھتا البتہ فرق اس قدر ہوگا کہ خط میں بعد ثانی یعنی امتداد عرضی نہیں ہے تو فقط انطباق پر اشارہ ختم ہو جائیگا یہاں سطح میں بوجہ موجودگی امتداد عرضی سطح کی دوسری جانب تک نفوذ کرے گا اور اگر اشاریہ جسم ہے تو بھی ظاہر شکل اس امتداد کی ایسی ہی ہوگی جیسی جانب غیر متدرجہ سطح کو اشاریہ بنانے سے ہوتی ہے

نہیں دیکھ سکتا  
میں زرد اور شب  
میں سفید نظر آتا  
دوہ خصوصیت  
اجرام مذکور  
نہیں کے حالات

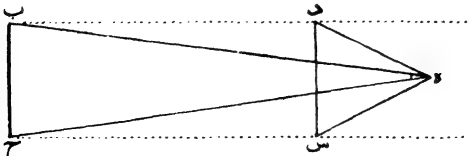
لیکن فرق ہی ہوگا کہ سطح چونکہ بدشاہت یعنی استراحتی نہیں رکھتا ہے فقط انطباق جانب خمیر حتمہ سطح سے اشارہ ختم ہو جائیگا اور جسم چونکہ عبادلہ کو محتوی ہے اشارہ اس جسم مشار الیہ کے جزو جزو میں نفوذ کر جائیگا غرض فقط مشار الیہ کے اختلاف حالات پر نظر کرنے سے یہ چھ احتمال پیدا ہوتے ہیں اگر یہی اختلافات سستہ جانب شیر بھی لیا جائے جائیں تو چھ چھکے (۶×۶=۳۶) چھتیس صورتیں پیدا ہوں گی۔

یہ بھی واضح رہے کہ یہاں جس سے مخصوص جس بصیر مراد ہے یعنی جس شے کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اسکو چشم بینا کا دیکھنا ممکن ہو پس اب اگر اندھا کسی کی جانب فقط اسکی آواز کے پتہ پر اشارہ کرے اشارہ حسی ہی کہلائیگا اور یہ بھی جانتا چاہیے کہ جس طرح حرکت اشاری سے امتداد پیدا ہو کر مشار الیہ محسوس ہر منطبق ہوتا ہے یہی حال بعینہ امتداد نظری کا ہے کہ ساتھ ہی ساتھ بلکہ ایک قدم آگے آگے اشارے سے بلکہ منظور و مبصر پر منطبق ہو جاتا ہے لیکن نظر بجز شفاف جسموں کے نفوذ نہیں کرتی اشارہ سب جسموں میں نفوذ کرتا ہے اور مارج محسوسیت کے مارج انطباق کے موافق ہونگے یعنی منظور کے جتنے حصہ پر اشارہ نظر کا انطباق ہوگا اسی قدر محسوس ہوگا اسی وجہ سے اجسام کثیفہ کا سطح ظاہر اُٹھیں بھی جیسے سانسے نگاہ کے ہو محسوس ہوتا ہے اندرونی اجزا اور پیچھے کی جانب محسوس نہیں ہوتی کس واسطے کہ انطباق حقیقی بالذات بلا واسطہ نور نظر کو ان اجزا کے ساتھ نہیں ہے۔

اور یہی بات کہ ایک ہی مقدار اور ایک ہی طرح کی انطباق والی دوشے کا نزدیک سے بڑی اور دور سے چھوٹی نظر آنا زاویہ نظر کے بڑے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہے چنانچہ مشاہدے مثلاً ایک مقدار کے دو خط ب ح اور د س کو ایک نقطہ لا سے نزدیک و دور مختلف مسافت پر محاذ آتے ہیں متوازی کھڑا کر کے ہر ایک خط کے ساتھ دو خط لا ب اور لا ح اور لا د اور لا س ایسے ملا دیں کہ جس سے دو مثلث متساوی الساقین پیدا ہو جائیں اور دونوں خط متوازی متساوی المقدار کے قاعدہ بن جائیں تو مثلث لا ب ج ج کا قاعدہ خط بعید واقع ہے مثلث لا د س کے ج کا قاعدہ خط قریب ہی اندر آ جائیگا تو زاویہ راس مثلث لا ب ج نسبت زاویہ راس مثلث لا د س چھوٹا

ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

سکذا



نظر سے  
سکذا

نظر سے

ایک ہی مقدار  
بڑی اور دور سے  
چھوٹی نظر  
آتی ہے۔



اور موجود فی الدن پر اشارہ کرنا جسکو اشارہ عقلیہ کہتے ہیں جیسے موجودات کی جانب اشارہ کرنا مجازاً ہوا کرتا ہے  
 غرض اگر اشارہ الہیہ قریب ہو بوسیلہ لفظ این اگر بعید ہے بذریعہ لفظ آن کے اشارہ کیا جاتا ہے۔ فردوسی کہ  
 شعر ہے ۱۲۰ شعر کے رابر آری و شاہی وہی + یکے رابر دیا بہا بہی وہی + نہ بآنت مہر و نہ باہنہ کین  
 کہ بہ وان توئی اے جہان آفرین + بعض اسانذہ سے سموع ہے کہ این وان میں کوئی فرق نہیں ایک کے  
 دوسرے کی جگہ جہان چاہیں استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر آن نہ من باشم کہ روز جنگ مینی پشت من +  
 دین ہم کا ندر میان خاک و خون مینی سرے + یعنی اگر این نہ من باشم الخ وان ہم کا ندر میان الخ کہہ دیا  
 جائے باعتبار معنی کوئی خرابی نہیں انتہی حتی یہ ہے کہ نکات معنوی اس واسطے بوجہ مل جاتے  
 ہیں کہ واسطے کہ یہاں اسامی اشارہ میں بعد و قرب کا لحاظ نگلیا جائے تو اس طیل گلستان فصاحت  
 کا چہیمہ بلاغت سے خالی رہ جاتا ہے کیونکہ یہاں آن نے بتلادیا کہ روز جنگ پشت و کھلائی جو ایک  
 صفت مذمومہ ہے مجھ سے بہت بعید ہے اور این نے بتلادیا کہ خاک و خون میں ملنا میدان سے  
 نہ ملنا مجھ سے قریب ہے کہ یہ نعمت حمید ہے ثانی تفرقہ کے لئے یوں کہہ دینا مفید نہو گا کہ شعر شہد  
 بین آن کو بجائے این اور این کو بجائے آن رکھ دین اور ان سے بعد تقیسی و قرب تخفیری جی جی  
 اہل معانی کے مخصوص وال ہیں مراد کہی جائے وہی خوبی و صفت ثانی و اسارت اول حاصل ہوگی کیا معنی  
 کہ یہ بھی بر تقدیر لحاظ قرب و بعد اسامی اشارہ ہے ثانی اسکا منکر ہے پھر یہ قول ثانی کے منسب ہونا  
 محض وہم ہی جانتا جاتے ہیں کہ یہاں قرب و بعد امتداد و فاصل بین اللشیر و المثار الیہ کی کمی زیادتی کا نام ہی  
 اور یہ کمی و زیادتی امور اضافیہ میں سے ہے انشاء اللہ تعالیٰ اسکا حال ضمن میں بیان ارقم کے بیان  
 ہوگا اور اسکی کوئی حتمین نہیں جس سے ہم حکم لگا دین کہ یہاں تک اشارہ قریب ہے یہاں سے  
 بعید بعض وقت باوجود کمی امتداد و قرب فاصل عدم ظہور کی وجہ سے اشارہ بعید کہا جاتا ہے بعض  
 وقت باوجود غایت بعد کمال ظہور کی وجہ سے اُلہ اشارہ قریب پر حرف تصغیر بڑا کر جو بڑے اشارہ  
 صغر فاصل ہے ایک کہہ دینے میں سعدی ہر شعر اگر شہ روز را گوید شب ست این + بیاد گفت  
 ایک ماہ و ہر دین + یعنی کہہنا چاہتے ہیں کہ یہ لو چاند اور تارے کیا معنی کہ چاند اور تارے ایسے کھل رہے  
 ہیں کہ کوئی شے انکے دیکھنے میں حائل نہیں ایسے قریب ہیں کہ ہتیلی پر دھرے ہیں۔ اور نیز یہ قرب  
 و بعد امتداد و مکانی و امتداد زمانی و فون میں ہوتا ہے مثلاً ہمارے سامنے کچھ نزدیک و دور فاصلے

اسم اشارہ قریب  
 اور اسم اشارہ بعید  
 کا بیان +

و شعر قریب

و شعر بعید

سے دو کتا بین الیک الیک رکھی ہوئی ہوں ہکو نزدیک کی کتاب منگوانی منظور ہے لانے والے نے  
 بعد کی کتاب آٹھائی نو کتاب کی جانب اشارہ کر کے کہیں گے آرا بگزار این را بیا ریہ مثال قرب وجہ امتداد  
 مکانی کی ہے اس طرح ہم واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام و حادثہ جناب سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کی نسبت باہمی بیان کرین تو این حادثہ ازان واقعہ ازلہ علیہم است کہین گے یہ امتداد زمانی کی مثال  
 ہے اس عومیت میں اینک مصغرو بھی شریک ہے لیکن حرف تصغیر کے الحاق نے اسکو ذکر اشاریہ سے  
 نے نیاز کر دیا گو یا بجائے اشاریہ ہی کا حرف تصغیر ہے پس اتنی بات میں یہ مصغرو اپنی اصل سے ممتاز  
 ہے مثال قرب مکانی کی جیسے وہی اینک ماہ و پر دین مثال قرب زمانی کی عرفی کہتے ہیں شعر  
 اینک بزبان رساندم از دل و تا داغ کنم دل سمارا و اسکا مخفف یک بھی متعل ہے مولانا سے روم  
 ہدہ کی سلیمان علیہ السلام کو جواب دینے کے داستان میں فرماتے ہیں شعر گرب بطلانت و جو  
 کر دغم و نک نہاد دم سر بر مجر از گردنم و یا دہے کہ اسما سے اشارہ اپنے اشاریہ کے ساتھ جمع ہو جایا  
 کرتے ہیں بخلاف ضائر کہ وہ اپنے مرجحوں کے ساتھ نہیں جمع ہوتے جیسے آن مرد و این زن کہتے  
 ہیں اور مرد و نہیں کہتے ہاں تقدم ضائر اپنے مرجحوں پر خصوصاً فارسی میں مطلقاً جائز ہے سعدی ج  
 کا شعر ہے شعر نہ عجب گزرو و نفوس و عند لیب غراب فم فم ش و اور عکاس مصرعین مردی نیز  
 عرفی کا شعر ہے شعر شامل تو نوید نور سان چین و زبان کلکش ازان گشت گلشنان زرگس و  
 اسما سے اشارہ جب اپنے اشاریہ کے ساتھ ہوتے ہیں تو علامت جمع ان اسما پر نہیں آتی اشاریہ  
 پر لاقی ہوتی ہے جیسے آن کسان و این کتا بہا اسواسطے کہ جب اشارہ اور اشاریہ ایک جگہ جمع  
 پڑتے ہیں سبب اتحاد کے ہنزلہ شے واحد کے بجاتے ہیں اگر یہ اسما سے اشارہ بغیر اشاریہ کے  
 تنہا ہوں علامت جمع انہیں پر لائی جائیگی جیسے آمان و اینان اکثر ذوی العقول کے لیے لہنا و اینا  
 اکثر غیر ذوی العقول کے لیے شعر شراب لعل کش دروے نہ جینان بین و خلاف مذہب آنان  
 جلال اینان بین و - اشارہ اور اشاریہ کی ترکیب کو تصانیف کہنا عموماً میری پسند نہیں کسواسطے کہ  
 صفت ذات کی عوارضات سے ہوتی ہے جیسے اسکی کوئی کیفیت یا خاصیت وغیرہ اور ترکیب  
 فارسیہ میں خصوصاً کیونکہ اس میں ایک فک علامت قصاف کی قباح اور بڑھکر ہے پس یہی بہتر  
 ہے کہ اس ترکیب کو بدل مبدل منہ کہا جاوے یا تمیز مبرز کسواسطے کہ اسما سے اشارہ مبہمات

اسما سے اشارہ اور  
 اشاریہ پر لاقی ہوتی ہے

اسما سے اشارہ اور  
 اشاریہ پر لاقی ہوتی ہے

اسما سے اشارہ اور  
 اشاریہ پر لاقی ہوتی ہے

نظام کی یقین  
دی و پار و پار  
اور ام کا باب الاضیاء

سے بین والدہ تعالیٰ اعلم۔ نکات فارسی کے وانا بہار فزانہ فرماتے ہیں کہ اہم ہا کلسہ اشارہ قریب کے لیے موضوع ہے اسکا استعمال ماسوا ازمۃ ثلثہ مذکورہ و سال کے غیر سموع سمیری سمجھ میں یہ بات بین آئی کسی طرح دل کو نہیں بجائی ہاں یہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ مستقل ظرف ہی دہی و پار و پیر کی طرح جیسے اردو میں آج اور کل اور اب اور پر سون۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ دہی پار پر پیر جائز الا اتصال میں اللفظ اہم ازمۃ ثلثہ سے متنع الا اتصال ایسوجہ سے ضما متصلہ کی طرح تحقق میں غیر منتقل سمجھا جاتا ہے مولوی معنوی قدس سرہ شہر اے زنان با طفل کان میدان رویدہ تاربخ شہاے شہ شادان شہیدہ + آنچنانکہ پار مردان رارسیدہ غلت و ہر کس ازیشان زکشیہ + ولہ شہر بروشاو شہر سوس شہر لڑ برامید شش و احسان پارہ + ولہ شہر بنگ میگردند حاملان پریرہ + تو کمش نامن کشم حلس چو شیرہ شاید کسی کو اپنے اردو ترجمہ سے پرشہ پڑے کہ امروذر و امسال و امشب کو اس روز اس سال اس رات بھی کہتے ہیں حالانکہ اردو میں جیسے اس سال کہتے ہیں ویسے ہی اس سال بھی کہتے ہیں ورنہ ترجمہ اُنکا آج کا دن آج کی رات اب کا برس ہے۔ پس آج اور اب مستقلہ ظرف ہیں نہ اسم اشارہ دوسری خرائی یہ ہے کہ اشارات میں قرب و بعد اضافی ہوتا ہے نہ کہ این ابھی کے زمانہ کو ان کے انیر کے زمانہ کو کہیں بلکہ ہم حضرت آدم علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو ان کے ساتھ اشارہ کو ان پھر حضرت نوح علی نبینا و علیہ السلام کے زمانہ کو نسبت اُس زمانہ کے قریب جاکر این کے ساتھ اشارہ کر سکتے ہیں یہ بات اہم میں تصور نہیں خاص ایک معین وقت پر بولا جاتا ہے جیسے ظاہر ہے غرض میں۔ نے بہ نیت تشبیہ اذ بان بندیان مقتضای قیاس کو ذکر دیا کہ اہم کا ان وجوہات سے اسم اشارہ قریب ہونا سمجھ میں نہیں آتا لیکن چونکہ قائل اس قول کا ایک بڑا وسیع المنظر فاضل ہے اسکی تصحیح قول میں ایک تاویل کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ لہض اساتذہ قدیم کے کلام میں لفظ ائمہ بجائے این یعنی اسم اشارہ قریب کی جگہ بولا گیا ہے۔ خاقانی شروانی فرماتے ہیں شہر پس گو کاہم ہمہ آدمی اندہ آدمی نیست شیطان شیم ست + یعنی پس گو این ہمہ آدمی ہستند لہ ولہ شہر ائمہ گو کہ آسمان اہل برون نمی دہد + اہل چو نامد از عدم چیست گناہ آسمان + یعنی این گو کہ آسمان لابق و کسان کسان بیرون نمی آدو اے پیدائی کند انہ پس اس لفظ میں جہاں تک خیال کیا جاتا ہے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ لفظ مبدل و مخریہ علیہ لفظ این کا ہے یعنی بقاعدہ تبدیل یم + ہون این سی اہم ہنا اندہ اہم

ایہ بجائے این  
میں جو

نظر اس کے  
عنیت کی ہے

ہائے تحقیق کی زیادتی سے اُپر کہنے لگے جیسے کام سے کامہ وغیرہ لیکن متاخرین نے دیکھا کہ یہ مبدل  
یعنی ایک خلاف اصل ہے جہاں تک ہو سکے اس میں تخفیف کرنی چاہیے تو جسے متقدمین نے اس مبدل کے  
مزید علیہ کو اپنے کلام میں استعمال کیا انہوں نے اُسی مبدل کے مخفف کو یعنی تخفیف حرف علت کے تخم  
جو بجائے و عامہ زائدہ واقع ہے حذف کر کے اُم کو اپنے کلام میں برتاؤ غرض اس مبدل کی دونوں طرفین  
رواج پائیں مگر حالتِ متوسطی یعنی نیم تخفیف کے ساتھ متروک فریقین رہی اور نہ لفظ میں چونکہ تخفیف لگتی  
تھی مثنوی میں یہ تخفیف کی کہ استعمال لفظ اُم کو ازمنہ ثلثہ روز و شب و سال کے ساتھ مقصر رکھا اور حضرت  
بیدل رحمہ اللہ نے شام صبح پر بھی استعمال فرمایا ہے بعض وقت اشب کا اطلاق شب کو شتہ پر بھی  
آتا ہے کس لئے کہ شب گزشتہ آج کے دن کی (جس میں اسکی حکایت کرتا ہے) تابع ہوتی ہے نظیری  
کا شعر ہے شعر تاروز کیدم سرگشت حلاوت و زلال قند کہ اشب ز لشکر خند شکستہ امیر خسرو در شعر  
تو شبانہ می نیائی پر برکہ بودی اشب و کہ ہنوز پشم مست اثر غار وارد و جس طرح شب بقرینہ مقالہ  
یعنی دی شب آتا ہے۔ نظیری کا شعر ہے شعر آنکہ شب داد تو بہ ام ز شراب و اشبم باز دیدت و خواب  
اے آنکہ دی الخ بعض وقت مجازاً امروز کو بمعنی زمانہ حال مستعمل کرتے ہیں شاپور کا شعر ہے شعر  
ہوا خوش است چو طائوس گلستان مست و جہان از دست کہ امروز در جہان مست و عرفی شعر  
دیوانگی محبت تو و کہ امروز مسلمت مارا و چنانچہ فقط امروز بمعنی مطلق زمانہ و وقت بولا جاتا ہے صائب  
شعر ہے کہ جلوہ کندے بجام و صائب و سیاہ روز نگردد چراغ ہستی ما و سیاہ روز میں اگر روز  
معنی مطلق وقت نہ لیا جائے بلکہ روز کو اپنے ضیقی معنوں میں رکھیں پھر چراغ کے ساتھ اور وہ بھی  
شب میں کیا نسبت ہوگی۔ ایسی طرح آبرو سے متاخرین شیخ علی خرمین کا شعر ہے شعر روزیکہ  
حجت از خلق خواہند در قیامت و روستے تو حجت ماست اے قبلہ گاہ حاجت و ورنہ قیامت کا آئینہ  
ہی دن ہے پھر فیکہ کیا فیکہ درست ہونا۔ اسی طرح نظامی نے فرماتے ہیں شعر بروز جوانی و نوزادگی  
و زوم لاف پیری و افتادگی و فردوسی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں فرماتے ہیں شعر  
ہمہ مردم مصر پر جووان و ہمہ شان بدل در ہمیز و گمان و کہ اے کاش این بندہ بخیریدے و شب و  
روز ہر روز سے دیدے و اے ہر وقت دیدے۔ واللہ تعالیٰ شائد اعلم بالصواب و۔

اشب کا اطلاق  
شب کو شتہ پر بھی

طیور کا شعر ہے  
"دی شب آتا ہے"

روز بمعنی مطلق  
وقت و زمانہ

مستمعین کا بیان  
تیسرا اور وہ ایک

تیسرا ضمیر اور وہ ایک اسم ہے جو محجب وضع مشکلم یا غائب یا غائب پر دلالت کرتا ہے اور نیز ایک شخصاً

کے ساتھ بطور راز اور مجید کے اپنے مرجع کو بتلانا ہے بسبب اسی اختصار بکرا بیان کے وقت بجای  
 اس مرجع کا مقدمہ کے سیکھ لاتے ہیں جیسے نظامی رحمہ اللہ شہر شدہ از کار دار او پیکار او و سخن را ندو چہ  
 در کار او و بعض وقت یہاں تک اختصار مد نظر ہوتا ہے کہ اس ضمیر کو عبارت سے حذف بھی کر دیتے ہیں  
 فقط اسکے معنی مراد ہونے پر کفایت کرتے ہیں اور یہ عمل ضماں مرفوع و منصوب و مجرور سب میں جاری  
 ہے اول جیسے سعدی رح فرماتے ہیں شہر گفتم کہ گلے چہ نیم از باغ و گل دیدم دست خند بوی و  
 اس سے شدم ثانی یعنی حذف ضمیر منصوب مولوی معنوی رحمہ اللہ شہر وان یکے اشنا نگرد از رخ او و  
 وان یکے بوسید پشش را ورو و اسے رویش را مثال چہ رو کی جیسے سعدی رح کا شعر ہے شہر دیدم سعدی و  
 دل ہمراہ دست و تانہ پنداری کہ نہاے روی و یعنی دیدم سعدی دل او۔ ہمیں بطریق راز اور مجید  
 اسلئے کہا کہ تانے بجلہ اس اسم کی وجہ تسمیہ معلوم ہو دراصل یہ امر درست ہے کہ سوا سطلے کہ من و تو گو کہ  
 اخ لاخو اس میں لیکن بہ نسبت زید عمرو کے ان میں ایک گونہ خفا ہے کیا معنی کہ ہر شخص من و تو بننے  
 کی صلاحیت رکھتا ہے چنانچہ کوئی شخص آپ کو خط لکھے اور بجائے نام یہ لکھ دیوے کہ اس خط کا لکھنے والا  
 میں ہوں آپ اس کی طرز تحریر اور صورت خط سے آشنا نہ ہوں تو آپ کی دیگر تعین کر سیکے کہ فلاں ہو  
 اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جابر رضی اللہ عنہ کا دروازہ پر سے بوقت دریافت انا کہنا  
 بوجہ ابہام جواب پسند شریف نہ آیا آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں انا انا فرمایا یعنی میں تو میں  
 بھی ہوں اس سے کیونکر تشخیص کر سکتے ہیں کہ تم فلاں ہو، مخلافات اعلام کہ وہ مشترک ہی کیوں نہ ہوں  
 اس قدر ابہام ان میں نہیں ہوتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یا اس تسمیہ کی یہ وجہ ہے کہ ضماں اکثر اپنے  
 سابق الذکر مرجعوں کی جانب ناظر ہوتے ہیں یعنی منظور و مقصود ضماں انکا مرجع ہے اور وہ اُنکے ابہام  
 میں ایسا سا گیا ہے جیسے جی میں راز تخم میں درخت پس اتنی مناسبت سے کہ وہ باہم علاقہ حال و محل  
 رکھتے ہیں بطریق مجاز مرسل انہی کو ضمیر کہنے لگے اُن وہم جا تا ہے کہ ضماں خطاب و حکم پر اطلاق اس اسم  
 کا مجاز در مجاز ہو سوا سطلے کہ لفظوں میں انکا کوئی مرجع نہیں ہوتا لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو اُنکے  
 کمال حضور و عنیت کے ظاہر کرنے کے لئے مرجع کو ذکر نہیں کرتے در نہ باعتبار افظ ابہام میں کوئی  
 فرق معلوم نہیں ہوتا چنانچہ دیکھیے زید سیگفت کہ من با خالد وافت کم و او با من مخالفت سے درز  
 اور زید سیگفت کہ او با خالد وافت کند و خالد باوے مخالفت سے درز و ضمیر میں اور مرجع دونوں جگہ

معاذ اللہ یہ نہایت  
 اسما سے ظاہر خفا  
 و ابہام ہے

اس کی روشنی  
 وجہ تسمیہ

موجود ہیں مگر ایک جگہ لفظ غائب را جمع کرتے ہیں لیکن بغیر نظر مرجع جو زید ہے ابہام و دونوں میں برابر رہے گا وائد تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو کہ ضمائر میں سب سے اول متصل ضمیر ہے اُس میں بھی مرفوع اور اس میں بھی واحد غائب کی ضمیر پھر اُس میں بھی فعل ماضی کی سب سے بدرجہ اول الاول ہے جب واضح ہے ضمیر کا نام وضع کرنے سے پہلے ماضی کے صیغہ واحد غائب پر جو اول الشقائق ہے غور کیا تو دیکھا کہ یہ صیغہ جہوت مبتدأ کے ساتھ (جو دراصل اُس فعل کا مبدأ و مصدر یا نائب مناسب اُنکا ہے) ترکیب پانا ہے ہم اُس فعل میں ایک شے کو پاتے ہیں کہ وہ اُسی فعل کے مبدأ و واحد غائب کو بتلاتی ہے جس کے سبب سے یعنی بواسطہ اُس شے کے اُس فعل کو واحد اور غائب وغیرہ کے ساتھ متصف کر دیتے ہیں لیکن ظاہر میں اُسکا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتا صورت نظر نہیں آتی باطن اور درون فعل میں ایسی سمانی ہوئی ہے جیسے دل سینہ میں بلکہ جیسے مجید دل میں پس چاہا کہ اسکا کوئی نام تجویز ہو مناسبت تامہ اس نام کی بلاغت ریز ہو نہ ارتجال خیر تو ضمیر کے لقب سے ممتاز فرمایا اور باقی ماندہ جمع غائب و حاضر و مکمل اسطرح کل منصوبات و مجورات کی ضمیریں ہی کہلاتی ہیں گو کہ اُس علت اور وجہ تسمیہ سے عاری ہیں لیکن اسی کی اخوات ساری ہیں نقل کے لئے اتنی مناسبت کفایت کرتی ہے۔ ہاں یہ شبہ ضرور ہوتا کہ ضمائر منفصلہ از روئے استقلال و استغناء عن الاتصال مشابہ اسمائے ظاہر کے ہیں لہذا یہ مستحق اولیت ہونی چاہئیں میں عرض کرتا ہوں کہ بیشک ظاہر نظر اسی بات کو مقتضی ہے لیکن بااین ہمہ بیان وجہ تسمیہ میں ضمیر تکرار اول قرار دینا ایک دقیق نظر پر مبنی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ کے تینوں نوع میں نوع اسم شرف اولیت و اولیت سے ممتاز ہے بعد ازاں اقسام اسم میں اسم مظہر کو بوجہ علم ابہام زیادہ مشرف ہے اور ان میں بھی فاعل و مبادی افعال کا درجہ اول ہے اسی وجہ سے مرفوعات پہلے بیان کیے جاتے ہیں پس جبکہ ہم نے اس قسم خاص یعنی اسم مظہر کو مبدأ کسی فعل کا بنایا اور اُس کے ساتھ اُس کے فعل کو اس ترتیب سے بیان کیا کہ مبدأ کو اپنے فعل پر جو تقدم واقعی بوجہ علت و فاعل ہو نیکی محال ہے باقی رہے جیسے مَرَدِدٌ صَوَّبَ میں پس ہم نے اسی اول مرحلہ میں فعل کے اندر ایک ضمیر متفرغ غائب کو رابطہ و مظہر مبدأ پایا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ فاعل چونکہ مبادی افعال و مصدر افعال ہیں اپنے افعال پر اُنکا ذاتاً تقدم واجب ہے اسطرح جب وہ باعتبار لفظ بھی مقدم ہو گئے ربط و تعلیق کے لئے ایک ضمیر ان افعال منجورہ میں ضرور لاتے ہیں تا معلوم ہو جائے کہ یہ

ضمیر کی تسمیہ  
بوجہ نسبت  
بغائب و حاضر  
کی نسبت  
بغائب و حاضر

جو کہ اسم مظہر کو ضمائر  
منفصلہ بوجہ مشابہت  
بإسمائے ظاہر  
تقدم اور اولیت  
کے مستحق ہیں

فضل فلان فاعل سے صادر ہوا ہے یعنی فاعل مخاطب و مکمل و نائب مین سے کون اس فعل کا مبداء بنا ہے خصوصاً صاحب مبادی مقدمہ جس کو اہل عرف مبتدا کہتے ہیں غائب ہوں اس ربط مضمر کو جو مظہر صنف فاعل تھا غیب و بخت صیغہ کے سوا غائب عن الحواس یعنی مستتر لاتے مین تا غیب و بخت مبداء بخوبی متحقق ہو جائے کہ واسطے کہ اسلئے ظاہر غائب قرار دیئے گئے مین اگر غور کیا جائے نہ وہ غائب مین نہ حاضر نہ مکمل ایک درجہ اطلاق مین مین البتہ وقت بیان انکا تحقق کسی نہ کسی فرد مین ہوگا اسی وجہ سے بندہ مے گویم کہنا بھی درست ہے اسی طرح جب وہ منادا واقع ہوتے مین شرف خطاب مین ہوتے مین چنانچہ جواب نہا کی خطابی ضمیر مین اس امر کو مبر مین کرتی مین لیکن استعمال انکا غائب کے ساتھ اس لئے ہے کہ غائب فرد کامل ہے اور غائب کا فرد کامل ہونا ہننے لپنے رسالہ زرشٹ افشا مین ملل کر دیا ہے اُن بیانات کی پر غصہ گنجائش نہیں رکھتا و لہذا قائلے شانہ اعلم بالصواب - واضح ہو کہ ضمائر کا کوئی نہ کوئی مرجع و مآب ضرور ہوگا ضمائر مرفوع فاعل یا مبتدا یا خبر کی جانب راجع ہونگے اور ضمائر منصوب مفعول کی طرف اور ضمائر مجرور عام مین خواہ فاعل کی جانب انکار جوع ہوا مفعول کی جانب لیکن ترکیب مین مضاف الیہ یا مدخل حرف جار بنے رہتے مین چنانچہ امثلہ آتیہ سے انکا حال بخوبی مشکوک ہو جائیگا - اور یہ بھی واضح رہے کہ مرجع کو راجع سے مقدم ہونا چاہیئے لیکن فارسی مین تقدیم راجع و تاخیر مرجع جسکو ضمائر قبل الذکر کہتے ہیں عمدہ مین ہوا بفضلہ مین مطلقاً جائز رکھا گیا ہے اہل عرب فضلہ مین جائز نہیں رکھتے - سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر جو بام بلند پیش بود خود پرست + کند بول و خاشاک بر بام بہت + ولہ شکم تابناش بر بند مشک + قدح را برو چشم خونی پرانک + حرفی شعر نظر بہ بخت حدوث کشادگان اویافت + سپیدی مژرہ در بد و غفلان گیس + نیز یہ امر فارسی کی خصوصیات سے ہے کہ ضمائر موصوف واقع ہو جاتے مین اس باب مین تخصیص ضمیر واحد مکمل کی کوئی سمجھ مین نہیں آتی شعر صلاح کار کہا و مین خراب کیا + مین تفاوت رہ از کاست تاجکجاہ نظامی شعر جو بستی توین سست راس + بے جہت گیجغم دکلاے + کبھی علامت انصاف کو کھڑا حذ بھی کر دیتے مین خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر پا دشاہ در بہار دولت مین مینوا + ہستم آن بلبل کہ چو عفاست مثل سن مدیم + حیاتی گیلانی شعر چنانچہ نقش دیوانہ بہت بر جاش + ہماک پائش مین بندہ آرزو مند + مثال ضمیر جمع کی عبدی اشتر خانی کا شعر ہے شعر عشق گلشن

اسلام ظاہر غائب  
آزاد ہونے کے مین  
در اصل نہ غائب مین  
نہ مضمون نہ مکمل

ضمیر مین مرجع  
پر مقدم ہونا چاہیئے

ضمیر مین موصوف  
واقع ہونا چاہیئے  
تخصیص مین  
کی جہت مین

رسوائی باید نامان و یک گل داغ جنون بر سر مخنون زده است و مولوی معنوی قدس سرہ شعر فرود را  
از بانگ تو بگزاشتم و من تو خرا آدی پنداشتم و نظامی ہر شعر چہ باید رصد گاہ دارا شدن و  
بجز یہ دہی آشکارا شدن و شازیر کان از سر یاد سی و چہ گوئید چون باشد این داور سی و اور  
شاہنامہ میں جو اوستو تخت آیا ہے اسی قبیل سے ہے فرونگ نگار شاہنامہ نے ضمیر و مرجع کی ایک  
جمع ہونے سے او معنی آن کہہ یا یہ مساحت ہے چنانچہ فردوسی علیہ الرحمہ کہ سیوز و افراسیاب کی  
تجزیہ و تکفین کے بیان میں کہتے ہیں شعر بخوابدش پس برافراز تخت و بگرید فردان براوشور تخت و  
اے برافراسیاب کہ شور تخت است۔ قبض وقت اس ضمیر جمع کی صفت کو مفرد بھی لاتے ہیں یا تو  
اس لئے کہ مطابقت کا خیال نہیں کرتے یا اس صیغہ صفت کو بمنزلہ اسم جنس کے قرار دیتے ہیں  
فیضی فیاضی کا شعر ہے شعر از کمال او چہ یابیم و ما بہم ان آفرینش و حیاتی گیلانی۔ شعر  
یا و آن وقت کہ بادشہ را یارے بود و ہر کے را بسر کوے کے کارے بود و اور متصل مفصل پر مشتم  
ہوتی ہے۔ متصل وہ ہے کہ کبھی لفظ سے الگ ہو کر متصل نہو سیو ج سے اسکو غیر مستقل کہتے ہیں۔  
مفصل وہ ہے کہ علامہ بھی متصل ہو کر واسطے کہ وہ مستقل بنفسہ ہوتی ہے ہر ایک ان میں سے تین  
قسم پر ہے اسواسطے کہ ضمائر یا سند الیہ اور مسند وافع ہوتے ہیں یا مفعول یا کسی جار کے تحت میں  
اگر اول ہے مفعول کہلاتی ہے ثانی منصوب ثالث مجرور۔ واضح ہو کہ یہ نام مجرور اہل عرب میں ایسے  
کہ ان کے مان سند الیہ اور مسند کی علامت رفع مفعول کی علامت نصب مضاف الیہ کی علامت جر ہو

### جدول المصمرات المرفوعة المتصلة

جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ن و	ی	ی و	م	ی م
مثلاً گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

ضمیر و افعال کا کہیں مستتر رہتی ہے جیسے ماضی کی بحث میں کہیں بارز ہو جاتی ہے جیسے بحث مضارع  
میں اور وہ وال ہے ماضی مفتوح جیسے گند و گوید میں اسکو واسطے مستتر کر دیا کہ ماضی کا خاتمہ وال یا ما پر  
ہونا واجب ہو پس اگر یہ وال ضمیر غائب بھی اس پر لائے دو متحد المخرج یا دو قریب المخرج کے اجتماع  
کی وجہ سے جو ثقالت کہ پیدا ہوئی ہے عام ہو جاتی۔ جاننا چاہیے کہ ہم نے ثقالت علامہ کو محذور

جمع بین غائب  
و جمع بین حاضر  
و جمع بین متکلم

نہیں کی گئی

مفصل کی طرف

ضمیر و افعال کا  
مفصل کا  
استعداد و بروز



مضمون ایسا ہے نہ اتفاقات مطلقہ کو تا مقرر شدن کے ماضی شد و گشتن کے مضامین کے رد کو بطریق مقرر  
پیش نہ کرے یعنی کوئی یون نہ کہے کہ اگر یہ اتفاقات برمی تھی تو مستدین جو ماضی شدن کی ہے اور گرد  
میں جو مضامین گشتن کا ہے کس لیے اختیار کی گئی اسکی زیادہ تحقیق منظور ہو تو درست افشار کی بحث مطلق  
میں ملاحظہ کریں۔ اور جاننا چاہیے کہ ان ضمیروں کو بقدرینہ مقام مقرر بھی کر دیتے ہیں بعد ہی شعر  
گنم کہ گئے پیغم از باغ و گل و دیم و دست شدیہ و نظامی رح شعر نیا در دم از خانہ چیزے نخست و  
تو دای ہر چیز من چیزت و شعر القصہ باز گشتم و آمد بخانہ زود و در باز کرد و باز بخت ادریں آتوار  
باقی رح شعر اگر من ہر اسان شدی از سخن و نماندی مراد جہان بیچ بن و جامی رح شعر بجائے نیل من  
بودی چہ بودی و ز پا پوشش من آسوی چہ بودی و اگر غور کیجئے تو تسلیم صفت جزو متدبیر سے بلا ضرورت  
کلام میں نقصان ماننا ہے حق یہ ہے کہ یہ تکلم سے جانب غیبت اتفاقات سے بعض شرح گلستان کا  
غیبت اور اتفاقات میں عاطفہ کو فارغ رکھنا بالکل بے اہل ہے۔ یہ طبع ضمیر اور مرجع میں باعتبار افراد  
وجہ اختلاف بھی ہوتا ہے یعنی بعض وقت باہم مطابقت کئی کا لحاظ نہیں کرتے۔ حزن کا شعر ہو  
شعر شکر کہ جو گویم اسے مرزا ہے و مرزا ہستی و نگار ہستی بدست کے اختیار من و شغائی کہتے ہیں شعر  
خوبان صہبان جو شغائی پسندیت و خیزم ازین دیار بشہر و گر روم و جامی قدس سرہ فرماتے ہیں  
شعر پرستاران پرستاریش کردی و ہوا داران ہوا داریش کردی و نظامی رح شعر  
ملوک طوائف بہت مان او و کمر بستہ بر عہد بہیمان او

### جدول ضما منصوب و مقرر متصل

واحد فائز	جمع فائز	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
ش	شان	ت	تان	م	مان
ماننا چاہیے کہ قابل ان ضما نہ متصل کا در صورت اتصال ہمیشہ مفتوح رہتا ہے پس کش					
دک کہ کسور الاول پڑھنا جیسے اکثر ہندوستان میں مروج ہے قول مرجح ہے راجح ہی ہے					
کہ فتح کے ساتھ پڑھیں اسلئے کش اور دک اصل میں کہ آئی اور کہ ات بقیاس سائر جہات مضمرات					
جو بعد اسے غننی کے محل حرکت کے لیے لائے جاتے ہیں بفتح ہمزہ ہے پس بعد نقل حرکت بسو					
کات ہمزہ کو اگر اس ضمیر پیش آیا یا ہم کو چہ کہ کے ساتھ وصل کریں تو وہ اسے غننی جو بضرورت تمام					

ملاحظہ فرمائیے کہ  
جو یہ مقام متعلق ہے

بیان اتفاقات

ضمیمہ دوم میں  
کئی مطابقت کی  
کا ناظر ہیں

نیز متعلقہ  
جہتوں میں  
میں فتح کو

کلمہ مثل واو تو کے کلمہ پر لاحق ہو گئی تھی ساقط ہو جائیگی چش اور کش اور کٹ اور کم بالغ رہ جائیگا نظام  
 شعر بہر چش رس ساز گاری کند و فلک برستیزندہ خواری کند و خسرو در شعر این قدم عرصہ دین  
 ملک است و کم زود سوے دگر پایہ دست و اسے کہ زود و ستم۔ امیر خسرو در شعر بیشتر از جنبش این دارو گیر و  
 باعث بود و فراد ضمیر و کم زچہ دوست بران در شود و کمین شرفم زود میسر شود و اسے و ضمیر من کم از چہ  
 بران در رسیدن میسر آید۔ غالب شعر منم کم بود و در طراز کلام و شہنشاہ پیر سپہبد امام۔ یہ تلعیل و تخفیف  
 بوجہ نقل حرکت موافق قیاس سبب اولویت ہے چنانچہ از پر بھی کاف اور لون نافہ لایا جاتا ہے تو کراؤ  
 نزک بالغ پڑتے ہیں۔ سعدی در شعر عزیزے کہ ہرگز درش سر تافت و بہ ہر در کہ شہج عزت نیفت  
 خسرو در شعر گرسند زانی کہ درین تنگناے و نان ز ملک سے طلبی نر خداے و چنانچہ تخفیف نیز اور  
 نافہ میں ماہ الامتیا ز بھی فتح قابل و کسر قابل ہے پھر کش اور کم بن کسر کی وجہ نشانی بخش نہیں  
 نیز اولویت کا یہ بھی ایک سبب ہے کہ اور باقی مواضع میں جہاں کہیں و ضمیر من وصل باقی ہیں انکے  
 قابل کو حرکت ہوتی ہے تو فتح کی ہوتی ہے جیسے قلش قلش قلش قلش کتابت کتابت و غیرہ چنانچہ  
 بعض مقفین نے شین مصدری اور شین ضمیری میں ماہ الامتیا ز کسر قابل و فتح قابل شین کو رکھا کہ  
 دوسری یہ بات کہ حذف ہمزہ بغیر نقل حرکت جس سے کش و کٹ بالکسر حاصل ہوتا ہے خلاف قیاس  
 خیر اولی ہے لیکن کرا بالکسر اس قاعدہ سے خارج ہے اس واسطے کہ یہاں سے کوئی ہمزہ مفوضہ حذف  
 نہیں ہوا بعض وقت اس ہمزہ کو بحال رکھ کر ہمزہ قابل یا سے تحتانی سے بدل دیتے ہیں جیسے حیثیت  
 و کیست میں لیکن حرکت ہمزہ کی بعض وقت اپنی حالت پر رجحانی ہے اور بعض وقت کیست و حیثیت  
 کے ہمزہ کی طرح ساقط ہو جاتی ہے ہر دو کی مثالیں حضرت مولوی معنوی کے اشعار سے واضح ہے  
 شعر اورش از ششم گفتش بہن خوش و کیست افگندہ این شہادت را بگوں و ولہ این کیست آموخت  
 اسے طفل صغیر کہ زبات گشت و طفلی جریر و واللہ تعالیٰ اعلم۔ اسلہ منصوبہ متصلہ ضمیر مکے ولانا ہاجا  
 شعر و ہتائیش اگر داری مسلم و بدان ماند کہ گوئی روح اعظم و ولہ مرد شان قرض و ستان نیم جہ  
 فان القرض مقرض الحبہ و ولہ سے عنقت و دگر می دستی و دگر افسردگی و خود پرستی و فردوسی در شعر  
 اگر رستیتان بود گفتگو بہ نزد یک ہنتان بود آبرو و دگر تیج کوی گلنے برم و بنیر پے ہلتان سپرم  
 سعدی در شعر در لطف آدم زان ہمہ برستان و تہی دست و فن سوے دستان و از دین کدرا ترکیب خوبی اس شعر

نہیں کہ  
 ہر دو کی مثالیں  
 حضرت مولوی معنوی کے  
 اشعار سے واضح ہے

ساقط ہوا  
 کلامی اعتبار

شین ضمیری مصدری  
 کرا و الامتیا

ہیں قیاس میں اصل کیا  
 نہیں کہ تحتانی سے بدل دیتے ہیں

نہیں کہ  
 ہر دو کی مثالیں  
 حضرت مولوی معنوی کے  
 اشعار سے واضح ہے

نہیں کہ  
 ہر دو کی مثالیں  
 حضرت مولوی معنوی کے  
 اشعار سے واضح ہے

ترکیب خوبی  
 در لطف آدم زان ہمہ برستان

کی یون ہے۔ آمد ضیغہ واحد غائب ماضی مطلق آمدن کا جو بجملة افعال ناقصہ ہے۔ رفتن مصدور  
 مضافات۔ اسکا مضاف الیہ محذوف یعنی رفتنم یہ ذوالحال۔ تہی دست۔ حال۔ سوئے دوستان۔ مضاف  
 و مضاف الیہ ملکر رفتن کا مفعول یہ ز۔ جارہ رابط۔ آن۔ اسم اشارہ مبدل منہ۔ سمبہ بوستان۔ مضاف  
 و مضاف الیہ ملکر اشاریہ بدل اسم اشارہ مع اشاریہ یعنی بدل مع مبدل منہ کے ز کے ساتھ مربوط  
 ہو کر متعلق رفتن کا اور رفتنم اپنے حال اور مفعول یہ اور متعلق کے ساتھ ملکر اسم آدکا۔ دروغ اسکی خبر  
 تم۔ آدکا مفعول یہ۔ آمدن کے فعل ناقص ہونے کے شواہد بہت ہیں گلستان میں ہے۔ دشمنان  
 اسیر آمدند۔ یعنی دشمن قید ہو گئے۔ دشمن اسم۔ اسیر اسکی خبر۔ مثال جمع کی فردوسی در شعر بایران  
 بمر دان نخواست مان و زنان کر بستہ داندان و مثال جو متصل ضمیر ون کی جیسے کتابش گفت  
 کا غدم۔ جانتا چاہیے کہ کہی ان جمع کی متصل ضمیر ون کو جمع کی متصل ضمیر ون سے استعارہ کر لیتے  
 ہیں یعنی یہ متصل ضمیر ون لفظاً معنی منفصل ضمیر ون کے تاہم مقام متعل ہو جاتے ہیں۔ فردوسی در  
 سورہ یوسف کی شان نزول میں لکھتے ہیں شعر پیمبر چنین گفت کا بن استان کہ کہ شان من شفیع  
 برغیب دان و اسے اوشان راس شفیع۔ اور مختل ہے کہ مضاف الیہ شفیع کا ہو اس من شفیعشان  
 ہستم۔ مولوی معنوی در شعر از سو دوزخ بزنجیر گران و یکسٹم تان تابشت جاودان و در ذمہ لفظ  
 میں اپنے قابل سے منفصل لکھا جانا درست نہوگا کس کی طبع کشان من شفیع انور اور ہی کشت کی طرح کی کشان  
 لکھنا چاہیے تا غرض یہ اشلہ جمع ضمائر متصلہ منصوبہ کی تئیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئیں اور ضمائر مجرورہ  
 متصلہ کی مثالیں جو بجائے منفصلہ متعل ہوئی ہیں ہم آگے بیان کرینگے جیسے بیان شان بدیدہ فزاندک  
 کیا سنی کہ انکے مضافون پر کسرہ اضافت کا لانا اتصال سے انفصال میں لیجانے یعنی متصلہ کو  
 منفصلہ بنانے کی دلیل ہے بخلاف ضمائر مجرورہ متصلہ کے اسلئے کہ واحد کی متصل ضمیر بن یک حرفی  
 ہوتی ہیں بلا استناد کسی کلمہ کے آنکا تنہا آنا ممکن نہیں اسقدر استقلال ان میں پیدا ہو نہیں سکتا  
 کہ وہ بجائے ضمائر منفصلہ اپنی جموں کی طرح متعل ہوں اسلئے واسطے در صورت اضافت ان کے  
 مضافون پر سے علامت اضافت و جو تا ابد اٹھا لیجاتی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ جب کسی  
 دوسرے کلمہ کے سہارے اور استناد کے بغیر آنکا بروز و ظہور نہیں ہوتا تو یہ دوسری شے کیلئے  
 خود سہارا اور مستند بن سکتے ہیں پس تست اور تش کو تو دست اور توش کا مخفف سمجھنا چاہیے

آمدن کے لفظ ناقصہ  
 جو در فعل ضمیر ون  
 کی تائید  
 مضافات متصلہ کا  
 یا منفصلہ متعل

مازید متصلہ کا  
 مازید منفصلہ بن  
 نہیں متعل ہوتی

تست اور تش کو تو دست  
 اور توش کا مخفف

جیسے تراوراکا اور نراسن را کا مخف ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان ضما ئر منفصلہ میں آئیگا۔  
 ورنہ غیر مستند کا مستند غیر مستقل کا مستقل ہونا لازم آئیگا مولانا سے روم کا شعر ہے شعر نے خودی  
 نامہ بخودش خواندہ و اختیار از خود نشدش خواندہ۔ اسے تو اور خواندہ۔ اور کبھی یشین ضمیر متصل  
 منصوب زائد بھی لائی جاتی ہے جیسے فردوسی ہر پیغام سلم دتور کا فریدون کے پاس پہونچانے  
 کے داستان میں لکھتے ہیں شعر بگفتش بدان شاہ کشتہ پسر و پیغام دودن ز زند بیدار گڑ  
 اسے بگفت بدان شاہ۔ ولہ چو اور ابیدیش جہاں شہر یار و نشانیش بر خویشین نامار و آ  
 چو اور ابید و ولہ چو شاہ آچنان دید بر پاسے جت و گرفتش سر دست رسم بست و اگر گشت  
 سر دست رسم۔ اسی طرح ضمیر شکم مع الغیر متصل بھی زائد آتی ہے۔ اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ  
 اخیر میں آئیگا۔ اور یہ ضما ئر متصلہ منفردہ اپنے مضافات سے ایسی لمبائی ہیں کہ گویا جو ہر کلمہ مضاف  
 بنجائی ہیں بختلاف ضما ئر جمع کے کہ کبھی مفرد کی طرح اپنے اتصال اصلی پر رہتے ہیں جیسے  
 مولانا جامی کا شعر ہے شعر کینران را پیش او پیا کرد و بچدست سر بلاشان دوتا کرد ولہ  
 ز شیر زنی و بانسان در شکر خند و ز لعل در رہمہ بر موکمہ بند و جنگ سکند و فرین فردوسی  
 فرماتے ہیں شعر نوازش کنوں من با فزون کنم و ز دلستان غم و ترس بیرون کنم و سنائی شعر  
 از دست توشت برد و نامان خوردن و خوشتر کہ دست خوشتن نان خوردن و مولوی معنوی رح شعر  
 آتش گردید ہر دو عالم آن تست و جملہ جا بہا مان طفیل جان تست و کبھی انکے مضاف پر علامت اضافہ  
 لے آتے ہیں یعنی انکو بجائے منفصل ہتھمال کہتے ہیں۔ مولانا جامی شعر میان شان چو دیدہ  
 فراق اندک و بعینہ ہر یکے چوں آن در گریک و کبھی تنہا بلا استثناء مستقلاً نائب سائب ضمیر مرفوع منفصل  
 مستقل ہوتے ہیں نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ز چینی بخود کسے موی و کہ بز صورتے نیست  
 شان آدمی و اسے اوشان آدمی۔ امیر خسرو شعر درو متاع من و باسن بخوش و شان بزبان  
 آدمی و من نموش و اسے اوشان بزبان آدمی۔ غالب دہلوی شعر باسن میں فشم و کین  
 در بے در بے و من چنان تان جنین در بے در بے و اسے من چنان شمس جنین۔ دائرہ نگاہ  
 اعلم بالصواب۔

جدول ضما ئر مرفوع و مجرور منفصل

یہ شعر  
 ورنہ غیر  
 مستند کا  
 مستند  
 غیر  
 مستقل  
 کا  
 مستقل  
 ہونا  
 لازم  
 آئیگا

ضمیر شکم مع الغیر  
 متصل بھی  
 زائد آتی  
 ہے۔ اسکا  
 بیان  
 انشاء  
 اللہ  
 تعالیٰ

کبھی  
 انکے  
 مضافات  
 سے  
 ایسی  
 لمبائی  
 ہیں  
 کہ  
 گویا  
 جو  
 ہر  
 کلمہ  
 مضاف  
 بنجائی  
 ہیں

مولانا  
 جامی  
 کا  
 شعر  
 ہے  
 شعر  
 کینران  
 را  
 پیش  
 او  
 پیا  
 کرد  
 و  
 بچدست  
 سر  
 بلاشان  
 دوتا  
 کرد  
 ولہ  
 ز  
 شیر  
 زنی  
 و  
 بانسان  
 در  
 شکر  
 خند  
 و  
 ز  
 لعل  
 در  
 رہمہ  
 بر  
 موکمہ  
 بند  
 و  
 جنگ  
 سکند  
 و  
 فرین  
 فردوسی  
 فرماتے  
 ہیں  
 شعر  
 نوازش  
 کنوں  
 من  
 با  
 فزون  
 کنم  
 و  
 ز  
 دلستان  
 غم  
 و  
 ترس  
 بیرون  
 کنم  
 و  
 سنائی  
 شعر  
 از  
 دست  
 توشت  
 برد  
 و  
 نامان  
 خوردن  
 و  
 خوشتر  
 کہ  
 دست  
 خوشتن  
 نان  
 خوردن  
 و  
 مولوی  
 معنوی  
 رح  
 شعر  
 آتش  
 گردید  
 ہر  
 دو  
 عالم  
 آن  
 تست  
 و  
 جملہ  
 جا  
 بہا  
 مان  
 طفیل  
 جان  
 تست  
 و  
 کبھی  
 انکے  
 مضاف  
 پر  
 علامت  
 اضافہ  
 لے  
 آتے  
 ہیں  
 یعنی  
 انکو  
 بجائے  
 منفصل  
 ہتھمال  
 کہتے  
 ہیں۔  
 مولانا  
 جامی  
 شعر  
 میان  
 شان  
 چو  
 دیدہ  
 فراق  
 اندک  
 و  
 بعینہ  
 ہر  
 یکے  
 چوں  
 آن  
 در  
 گریک  
 و  
 کبھی  
 تنہا  
 بلا  
 استثناء  
 مستقلاً  
 نائب  
 سائب  
 ضمیر  
 مرفوع  
 منفصل  
 مستقل  
 ہوتے  
 ہیں  
 نظامی  
 علیہ  
 الرحمہ  
 کا  
 شعر  
 ہے  
 شعر  
 ز  
 چینی  
 بخود  
 کسے  
 موی  
 و  
 کہ  
 بز  
 صورتے  
 نیست  
 شان  
 آدمی  
 و  
 اسے  
 اوشان  
 آدمی۔  
 امیر  
 خسرو  
 شعر  
 درو  
 متاع  
 من  
 و  
 باسن  
 بخوش  
 و  
 شان  
 بزبان  
 آدمی  
 و  
 من  
 نموش  
 و  
 اسے  
 اوشان  
 بزبان  
 آدمی۔  
 غالب  
 دہلوی  
 شعر  
 باسن  
 میں  
 فشم  
 و  
 کین  
 در  
 بے  
 در  
 بے  
 و  
 من  
 چنان  
 تان  
 جنین  
 در  
 بے  
 در  
 بے  
 و  
 اسے  
 من  
 چنان  
 شمس  
 جنین۔  
 دائرہ  
 نگاہ  
 اعلم  
 بالصواب۔

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
او - وے	ایشان - ایشان	تو	شما	من	ما

جیسے گفتار اول یعنی گفت کے فعل ہونے کی صورت میں ضمیر مرفوع ہے ورنہ ضمیر مفعول۔

### جدول ضمائر منصوبہ منفصلہ

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
اورا - ورا - دورا	اوشانرا - ایشانرا	ترا	شمارا	مرا	مارا

جاننا چاہیے کہ دے مراد فاعل ممکن ہے کہ ایک متکلم ضمیر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اؤسی کا مخفف ہو اور اؤسی میں یاے تمنائی اؤسی قسم کی ہے جو بعد مدّ یقین زائد ہوتی ہے جسکا بیان اضافت میں آئیگا فردوسی رہ فرماتے ہیں شہر ہر آئیں کہ از راہ یزدان بگشت + بہان عہد اؤسی وہاں باد وشت + لینے عہد او باد وشت ہر دو برابرست - ایضا در حمد سراپد شہر از شادمانی و زو مرو میست + ازویت فروئی زویت کمیست + سعدی رح شہر چوے فردمند فرخ نہاد + نادر و جہان تاجہانت یاد + اسو طے کہ ازویت مرکب ہے از اؤسی اور تاے خطاب سے اسی طرح چنوے مخفف ہے چون اوے کا غرض اؤسی آؤے میں سے جب الف حذف کیا گیا واؤ ساکن رہ گیا تو بوجہ تغیر سکون ابتدائی اُسپر حرکت فتح کی دگئی کیونکہ وہ اخف الحركات ہے سعدی رح شہر گفت انچہ دید از کر مہاے دے + شہنشاہ شتا گفت برآل طے + اہل قوران پر نسبت اوکے دے کو زیادہ استعمال کرتے ہیں بہی طرح جب ضمیر منصوبہ اورا پر سے الف گرا دیا جاتا ہے دَرا بالفتح کہا جاتا ہے اسکو دیرا کا مخفف ماننا قلیل در قلیل تخفیف و تخفیف ہے راثر امین جو مخفف قورا ہے حرکت اصلی ہے نہ عارضی اور اؤسی میں جیسے الف حذف ہو کر ذمی رہ گیا اؤسی میں سے واو حذف ہو کر انچی بالکسر رہ جاتا ہے لیکن الف کا ضمیر مجازا ہے تمنائی کسرہ سے بدلہ لایا جتنا چاہے اُسکی جمع ایشان مستعمل ہے - جامی قدس سرہ شہر می دہم کہ بایشان چہ کین دشت + کہ زیر خاکشان آسودہ گزشت + یعنی ان دونوں قسموں کے تخفیفی صیغوں میں ہون عدل کیا گیا کہ جس کا اول تخفیف میں آگیا ہے اُسکی عوض حالت اولی کے ساتھ جو افراد ہے وہ مختص ہو اور جسکا اخیر تخفیف میں آگیا حالت آخری کے ساتھ جو جمع ہے وہ مختص یعنی اسکا نقصان جو تخفیف حرف اخیر سے ہوا ہے ادات جمع سے بھرا جائے اور کاف نقصان

ضمیمہ دلائل غائبہ  
کی تین قسمیں لغوی اور  
اسکا کوئی ضمیر نہیں  
ایشان کی تین قسمیں  
لغوی کی تین قسمیں  
یعنی ہاں نہیں

ضمیمہ جمع غائب  
ایشان کا بیان

حرف اول کمالیت افزا سے عوض اءل میں تکمیل معنوی ہوئی ہے اور ثانی میں تکمیل لفظی سمجھنے  
حذف واو کو حذف اخیر اس لئے قرار دیا کہ یہاں یا سے بعد مدہ دراصل زائد جو ہر کلمہ سے خارج ہے گو کہ  
ان دونوں تخفیفوں میں بمنزلہ جو ہر کلمہ اسکو وجوب عارض ہو گیا اور نیز اشترک السنہ پر نظر کریں یہ  
امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے جیسے عربی میں ہو اور ہی پس او اور ای اوسی ہو وہی کا سبیل ہی  
اور ناسے ہو زکا ہمزہ سے بدلنا معلوم ہے اسطرح ہندی میں وہ اور یہ اوسی ہو اور ہی کا قلب  
ہے ان امر تانیث و تذکیر خصوصیات زبان سے ہے جو ہواور ہی میں فرق ہے اور او اور ای  
میں اس قسم کا فسق نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ضمائر منصوبہ مفردہ میں سوائے او اور اویر کے حاضر و تکلم میں صیغہائے مخففہ کا استعمال اکثر ہے  
صیغہائے اصلی شاذ و نادر برتے جاتے ہیں۔ سامعائی مہدائی کا شعر ہے شعر بسکہ عادت دل میں  
بجوت باشد و نغمہ گرمہ انگشت نہامت باشد آگاہ ہو جائیں کہ ضمائر منفصلہ غائبہ بحسب اصل  
ذوی العقول کی ضمیر میں ہیں لیکن بعض وقت انکو غیر ذوی العقول کے لئے استعارہ کر لیتے ہیں  
نظامی رح کا شعر ہے شعر می کہ مرارہ بمنزل پردہ بہمد دل برند او غم دل بردہ لیکن میرے نزدیک  
اس تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اسانہ اہل زبان سے دونوں موقعوں پر ضمائر منفصلہ کا استعمال بکثرت  
ثابت ہے معہذا قیاس بھی اسکو مقتضی ہے اسی طرح ضمائر جمع بھی نظامی رح شعر مہندس بسے جو یہ  
ازرا نشان و ندانہ کہ چون کردی آغاز نشان و مگر جب انہر کوئی رابطہ وغیرہ آجاتا ہے تو اس کے اتصال  
کی وجہ سے ضمائر متصلہ غیر مستقلہ کے مشابہ ہو جاتی ہیں پس ان متصل ضمیروں کی طرح ذوی العقول  
وغیر ذوی العقول ہر دو میں بالاتفاق انکا استعمال جائز کہتے ہیں۔ سعدی رح شعر تیرسد خرومند  
ازین بحر خون و کزد کس نہر دست کشتی برون و ولہ چو زما بشیر یعنی اندودہ پوست و چوباش کنی  
استخوانے در دست و مثال دے کی ولہ دیر خرمی بر سراسر بہ بند کہ با ننگ زن ازوے بر آید پڑ  
واقع ہو کہ ضمائر خواہ متصلہ ہوں یا منفصلہ ان مواضع میں متعل ہوتے ہیں کہ جہاں زبان اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے۔ اپنے اپنے محاورہ اور خصوصیت زبان کی بات ہے اور ان کو بمعنی خود کہنا  
میں پسند نہیں کرتا اس پہطرہ یہ کہ ضمائر متصلہ کو مخصوص کرتے ہیں یہ خلاف تفصیص ہے ظہوری شعر  
نہد غم بہ طرف و بے زمارش و کران رو پر قومی گرد و شکارش سعدی رح شعر ترکے میسرود ہنجام و

اشترک السنہ  
اداسی اور ہواور  
ہی اور وہ اور یہ

میں اس کے  
ضمائر منفصلہ غائبہ  
ذوی العقول  
کے استعمال کرتے ہیں

ضمائر متصلہ  
کا اردو میں استعمال  
جہاں اردو میں  
لفظ اپنا بولا جاتا ہے

کہ باد و ستان خلاف ست و جنگ و سعدی در شعر چون نام فروم برشتی بزم و گویم بحر غنیت اوم  
اسی معنی میں ضمائر منفصلہ بھی متصل ہوجاتی ہیں۔ نظامی فرماتے ہیں شعر جو خاقان خبر یافت از کاراود  
کہ آمد سکندر بہ پیکار اود و لہ بلانت مانی کہ درآہ اود بدان حوضہ چنیاں چاہ اود خسرو ظلیہ الرحمہ  
فرماتے ہیں شعر چشم تو از عیب تو دیدن تہی ست و از در گے پرس کہ عیب توصیت و نظامی در شعر  
چنان گرم کن عزم را ہم بتو کہ خرم دل آیم جو آیم بتو و فردوسی در بہرام کی بہن سے خاقان کی سنگنی  
کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ ازمن ندیدم ترا کخداے و بیارائے این پردہ مادرے  
غرض اس معنی میں تخصیص ضمائر متصلہ کی بجائے کبھی بکلم ضرورت ضمائر منفصلہ پر ضمائر متصلہ لاتے ہیں  
مولوی معنوی قدس سرہ الغریز کا ارشاد ہے شعر گفت پیغمبر صلبہ زہرا کہ کیف صحبت اس  
رفیق باصفا و گفت عبدالموئنا باز اوں گفت و کوزنان از باغ ایمان گر گفت و ولہ اوگر زنان و اکا  
اندر پیش و مید و دچو دید ویرانی ویش و ولہ روغن اندر دوغ پنهان میشود و ہر چہ ساز  
تو اش آن میشود و ولہ کہ اگر حق ست او پیدایش کن و در نباشد حق ز لون ماش کن و ولہ دیدہ  
عقل بد و بیدرن جہد طعن ادت اندر کف طاعون نہد و سعدی در شعر ایک شخصے منت حقیر نمود  
تا درشتی نہرنہ پنداری و بعضی مواضع میں لفظ خود پر ضمائر متصلہ نظر ناکیہ فریہ لاحق کرتے  
ہیں جیسے نظامی در کا شعر ہے شعر سخن بر بد یہ نیاید صواب و بوقت خودش دادہ باید جواب  
اسکا بیان بحث حرف میں آویگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ شانہ و

بہ انہما  
بہ انہما

لفظ خود پر ضمائر متصلہ  
لفظ خود پر ضمائر متصلہ

لفظ خود پر ضمائر متصلہ  
لفظ خود پر ضمائر متصلہ

لفظ خود پر ضمائر متصلہ  
لفظ خود پر ضمائر متصلہ

لفظ خود پر ضمائر متصلہ  
لفظ خود پر ضمائر متصلہ

ضمائر پر خواہ وہ متصلہ ہوں یا منفصلہ الف زائد بھی لاتے ہیں فردوسی در بیان کے بحیثیت مجوانہ  
افراسیاب کے و برو ہونے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر نہ بینی کہ این بد کنش ریت نہ فزونی  
سگالہ بھی بر منا و اسے بر من ولہ من از بادشاہیت آباد ماہ بزرگان فرخندہ بنیاد ماہ  
اسے آبادم اور ضمیر جمع متکلم در صورت مضان ایہ زائد بھی لائی جاتی ہے۔ فخر المتاخرین علی چکن  
کا شعر ہے شعر صفت مرگان نوگرسا یہ ہدیہا قلندہ و غار قلاب شود مردن ماہی ماہ احوں بدن ماہی  
چوتھا موصول یہ وہ اسم ہے کہ اس کے ساتھ جب تک کوئی جملہ وصل پناے جس میں ایک ضمیر  
اسی موصول کی طرف راجع ہو کسی مرکب کا کامل جزو نہیں بن سکتا یعنی فقط موصول کو نہ نومبتدا  
کہہ سکتے ہیں نہ خبر نہ فاعل نہ مفعول نہ مضانات ایہ وغیرہ اور اس جملہ کو جو اس اسم موصول کے ساتھ

ملا ہوا ہے صلہ اور اس کے اندر کی ضمیر کو جو اسم موصول کی جانب چمکتی ہے اور اس جملہ کا تعلق اس اسم کے ساتھ پیدا کرتی ہے عالم اور رابطہ کہتے ہیں۔ اسم موصولہ کہ وہ جسے عربی میں مَعْنٰی و ما سحری کہ کا شعر ہے شعر اس کے پناہ رفت و در خوابی ہا گلین پنج روز۔ یابی و لہ ہر کہ آمد عمارت نو ساخت ہ رفت و منزل بدیگرے پروخت ہ یہ بھی یاد رہے کہ آمد و ساخت پہلے مصرع میں مرکب فعل ہیں لیکن ان کے بیچ میں فاصلہ مفعول بہ کا واقع ہو گیا ہے اور ان کے درمیان سے ایک حرف وصل کہیئے یا عطف محذوف ہے اور وہ واو ہے یا اے مخفی اس واسطے اصل اس کی ہر کہ آمد و ساخت یا ہر کہ آمد ساخت عمارت نور اسے اس کی نظر بہت سی ہیں نظامی حمد اللہ تعالیٰ معراج میں فرماتے ہیں شعر تن او کہ صافی تراز جان ماست ہ اگر شد بیک لحظہ آمد ر دست ہ اے بیک لحظہ شد آمد یا شد آمد یہاں فاصلہ ظرف کا ہے و لہ در نشان یکے تیغ جون چشم گور ہ ہلاک در و رفت چون باے مور ہ براہیخت آمد بلن تند شیر ہ شاید شن سوے شیر ان لیر ہ لیکن واو اور کا مخفی کے موضع استعمال میں فرق ہے در صورت واو دونوں فعلوں میں مطابقت شرط ہے یعنی اگر اول ماضی ہے دوسرا بھی ماضی مضارع ہے مضارع واحد ہے واحد جمع ہے دوسرا بھی جمع جاتی ہے اسی طرح غیبت و خطاب و حکم میں باہم موافق ہونے ضرور ہیں اور اے مخفی اس قید مطابقت سے پاکستہ لیکن فعل ملحق بہ یا کا ماضی ہونا اور فعل ثانی کے اول پر تفریع شرط ہے پس ان میں نسبت عموم میں وجہ کی متحقق ہوگی ملا ضمیری کا شعر ہے شعر سینہ واکردہ بگلشن چو خزان گزرد ہ بیل از جان گزرد گل زگر بیان گزرد ہ جیسے زید نزد من آمد نہشت یعنی بیٹھا آنے پر متفرع ہے اور اس قسم کے ترکیبی فعلوں کے فالوں کا اتحاد واجب ہے اگر فال معائر ہونگے ترکیب باقی نہ رہے گی۔ اس قسم کی تغیر اردو میں بھی مع الفاصل و غیر فاعل دونوں طرح متعمل ہے جیسے کہتے ہیں کھا چکاتے بھگا لا دیا آنگایا یہ سب بلا فاعل کی مثالیں ہیں اور مع الفاصل نسیم لکھنوی کا شعر ہے شعر وہ آئی تو فاعل اس کو پایا ہ آغوش میں آگئے نگا پایا آدم برسہ مطلب ہر کا لفظ عموم افراد کے لیے۔ وہ مضاف جانب کہ موصولہ آمد مطوف علیہ عمارت نو ساخت کا مفعول بہ۔ ساخت معطوف بتقدیر عطف معطوف اور معطوف علیہ ملکہ سہلہ۔ اور دونوں فعلوں میں جو ضمیر فاعلی مستتر ہے عالم و رابطہ۔ اور صلہ مع موصول مضاف الیہ ہر کہ اور مضاف مضاف الیہ ملکہ مبتدا۔ رفت فعل لازم۔ اس میں ضمیر فاعلی

حرف وصل پہلے  
بینی واو اور کا  
مخفی کا جابی  
و لہ بیک لیر

صلہ کا مفعول ملکہ  
اردو میں بھی موقوف بہت  
اور عالم اور رابطہ  
ساتھ بھی جیسے لکھنا  
یا لکھنا و لکھنا



مستزاد جانب مبتدای راجع وہ ذوالحال۔ وکوالیہ۔ منزل پرودت کا مفعول بہ۔ بدگیرے متعلق پرودت اور پرودت فعل متعدی اہل ضمیر بھی جانب مبتدای راجع۔ اور پرودت مع فاعل اور مفعول اور متعلق کے ملکہ حال۔ اور حال مع ذوالحال کے فاعل رفت کا۔ رفت مع اپنے فاعل کے خبر۔ اور مبتدای خبر کے ساتھ ملکہ جملہ اسمیہ۔ پس ان معنوں کی تقدیر پر جو لفظ اسمیہ لایا گیا ہے ازروے لطافت بلا فاعل کے فردوسی و محنت کشی پر شعر ہے جیسے یہی نکتہ لفظ آورد کی زیادتی سے ناصر علی علیہ الرحمۃ کے شعر میں ملحوظ ہے شعر خیال بیکسی من وفا بیا دش داد و بجائے شمع دل آورد و برقرارم سوخت و در نہ ہر کہ عمارت نو ساخت اور دل برقرارم سوخت۔ اداسے مطلب کو کافی تھا۔ ایک اور طرح بھی اس جملہ کی ترکیب کر سکتے ہیں۔ ہر کہ آمد موصول صلا اور مضاف مضاف الیہ ملکہ مبتدای۔ عمارت نو ساخت خبر۔ اور رفت و منزل انہ پرستور مذکور خبر بعد خبر۔ ایک اور طرح بھی ترکیب اس جملہ کی ہو سکتی ہے۔ ہر کہ موصول متضمن معنی شرط عمارت نو ساخت و رفت و منزل از موصول و موقوف علیہ اسکی جزاء بعض میا بخون کا اس شعر پر اعتراض ہے کہ ”بہت سے بچے پیدا ہوتے ہیں مر جاتے ہیں پس عمارت نو ساخت کا مفاد بخون ہی سمجھ میں نہیں آتا“ اس قسم کے اعتراض قابل التفات نہیں عمارت نو ساختن بمعنی نو آباد کرنا مراد اس آبادانی سے دنیا میں وجود نو کا پانا ہے۔ یعنی جو کوئی دنیا میں آیا اپنے قدم اس میں ایک نئی آبادی لایا جب وہ مر گیا اس منزل کو جو دنیا ہوا اور نئے لیے خالی کر دیا۔ ان معنوں کی رو سے لفظ ہر کی عمومیت پورے طور سے ثابت رہ سکتی ہے کیا حیوان کیا نبات کیا جماد وغیرہ وغیرہ۔ ہاں کہ موصولہ جو ذوالعقول کے لیے موضوع ہے تفسیراً شرافۃ العاقل بولا گیا اور یہ تکلف فقط ہر کی عمومیت سنبھالنے کی خاطر کیا گیا اور جو معنی ہم بیان کرتے ہیں اس میں کوئی تکلف نہیں معہذا اگر لفظ ہر کا اندیشہ تھا تو اسکو عمومیت حقیقیہ کے لیے لینا کیا ضرورت بلکہ عمومیت عرفیہ مراد ہو سکتی تھی واللہ اعلم بالصواب اور بہت جاے عمومیت حقیقیہ کے لیے بھی آتا ہے فردوسی علیہ الرحمۃ جنگ رستم و خاقان میں زعفرانہ بنج بین شعر جہان را بلند می دہستی توئی نہ نازم نہ ہر چہ ہستی توئی + یہ بات بعض موصنین کے نزدیک مشہور ہے کہ فردوسی کا یہ شعر مقبول بارگاہ حمدیت ہوا جو موجب انکی نجات کا ہوا لیکن نظر انسا دیکھا جائے نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر پناہ بلند می دہستی توئی + ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی +

وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ

وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ

وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ  
وہاں جملہ اسمیہ



یہ مصدری فعل حرکت کے لیے ہمزہ بڑا دیا غرض یہ جملہ جہان بادشاہی تراست دعویٰ ہے اور  
لفظ تراست میں ابجائے لام جارہ کے تھخیص کا کلمہ ہے اب اس دعویٰ پر دلیل لاتے ہیں چنانچہ  
آخر میں خود فرمایا ہے۔ چو شد جنت بر خدائی دست + زما جار مجرور مطلق آید کے اور تقدم ظرف کا  
اپنے متعلق پر مفید حصر آید فعل ناقص بنے ہونے کے یا فعل تام بنے مشہور۔ اگر کوئی شبہ کرے کہ  
اس موقع میں لہار خدمت جو عین عبادت ہے بیجا ہے معہذا علت یعنی اثبات دعویٰ جہان بادشاہی  
میں اسکو کیا دخل اور اسے اکثر اپنے ہی نوع مراد ہوتے ہیں کیلئے کہ وہ قرب میں تو حصر خدمت  
یعنی عبادت و نوع انسان کب روا ہے جب ما خلقت الجن والانس الا ليعبدون آیا ہی اگر شرک کا  
جنس عالی مراد میں تو بیشک کل مخلوقات کی خدمتگاری ظاہر ہو گئی لیکن فقط سب مخلوق کی  
خدمتگاری دلیل بادشاہت نہیں ہوتی "جواب ان باتوں کا یہ ہے کہ جب انسان سب اشرف ہو کر  
خدمت گزار ہو تو جو جمع مخلوق اس کے ضمن میں تبعاً و قہراً لگتی اور زما کا تقدم مقتضی حصر ہے اور حصر مطلق  
بنے حصر کل وہی ہے جو لزوم مساوی کے درجہ میں ہو جیسے ہم خدمت کے ساتھ مقصور بن ویسے  
ہی خدمت ہمارے ساتھ مقصور ہے تو خلاصہ اس لزوم کا یہ نکلے گا کہ عبودیت ہمارا حصہ ہے اور  
ہم عبودیت ہی کے لیے ہیں تو ظہور عبادت فعلی و قہری کا ہم مخلوقات ہی سے ہو گا۔ مولوی جنوی  
شعر تاج ازان دست و آن ماکر + واسے او کر خود او در گزر + پس ظاہر ہے یہاں مقصود انہا  
عبادت نہیں بلکہ انہار عبودیت ہے اور نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ اگرچہ یہ جملہ مستقل دلیل نہیں لیکن  
اس سے بالکل الگ خارج بھی نہیں غرض یہاں تک یہ بات معلوم ہوئی کہ شرکائے جنس عالی یعنی مخلوقات  
میں سے کوئی لائق بادشاہت و حکمرانی نہیں۔ حکمرانی اور بادشاہت کے لائق ایسی ذات چاہیے  
کہ کسی کے احسان و منت کا وہ مرہون نہ ہو سب سے پہلے اور سب احسانوں کا کشور اعطا  
و جو دے اس واسطے کہ کل احسانات معادی اور معاشی اسکے وسیلے ہیں تو بیشک وہی بادشاہ ہی  
جو خود آئندہ ہے اپنے وجود باوجود میں وہ کیا محتاج نہیں لیکن اس ثبوت کو فقط خدائی تراست  
پر اکتفا نہ کیا بلکہ اپنی خدمت کو بھی ساتھ لیا بلکہ مقدم اسکی کیا کس واسطے کہ حکمرانی اور بادشاہت جا  
محکوم توجہ تو ہی رکھتی ہے اور دوسرا یہ کہ معرفت کی تجلیات میں جب سالک داخل ہوتا ہے تو آپکو  
اُن تجلیات کے الوان میں ملون پاتا ہے جیسے نگین آئینوں کی قندیل کا عکس محب رنگ آئینہ ہوتا ہے۔

ع  
اس لفظ خدا اور اس کے  
ہزاروں اس سے اس کی  
کسی کا استقامت  
اس کے ساتھ چکا  
کلمہ اللہ تعالیٰ  
شعر اولی و سب  
مصدقہ انہار  
کہ خود را چندی سزا  
کہ وہ سب اس کی خدمت  
و فیک کے اور خدمت  
اور فوجان کے دست  
منہ

یعنی جس شے پر وہ عکس پڑیگا وہ بھی اسی رنگ میں نظر آویگا پس اپنی غفالت اور قصور اور اگر اس سے  
 یقین کر بیٹھتا ہے کہ یہ اسکا اصلی رنگ ہے یہ حال ار باب سلوک پر مشاہد ہے چنانچہ حضرت منصور  
 قدس سرہ کا انا الحق کہنا اسی قبیل سے ہے تو پہلے ہی اپنی غلامی کی سند حاصل کر لی تاہر وقت  
 پیش نظر ہے لیکن اُس خداوند جل و علا شانہ کا خود موجود ہونا اور ونکے وجود بخشش کو مستلزم نہیں  
 تھا تو فرماتے ہیں ۵ پناہ بلندی و پستی توئی ۶ ہمہ نیستند ہرچہ ہستی توئی ۷ پناہ سے بہان  
 مابہ القیام مراد ہے یعنی مابہ القیام پستی و بلندی توہی ہے کیا معنی کہ قیام پستی و بلندی کا تجھی سے  
 ہے اور بلندی و پستی سے عطف کلی مراد ہے اور وصف کلی سے اُنکے جمیع موصوفات مراد  
 ہوتے ہیں یا یہ کہ دو متضاد کو ذکر کر کے جمیع افراد مراد لیتے ہیں۔ غرض ہر ایک کا مابہ القیام وہی ذات  
 پاک ہے اُسکا کوئی مابہ القیام نہیں وہ خود بخود ہے کہ خدا ہے۔ اور پناہ کے ظرف کو حذف کر دیا یعنی  
 کس امر میں وہ پناہ ہے نہیں بیان کیا اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے کے لئے ہر امر وجود و بقا وغیرہ مابین  
 وہی پناہ ہے یعنی ہر شے کا ہر امر میں وہی مابہ القیام اور محتاج الیہ یقینی ہے تو خود بخود آیا واللہ ہی  
 ہوگا اور سب اُسکے وجود باجود سے منفیض ورنہ محتاج ہوگا نہ محتاج الیہ یقینی پس جب ہر شے ہر امر میں  
 اس وجہ کو اُسکی محتاج ہوئی تو پھر اُسکو ہست ہی کیا کیئے حقیقت میں وہی ہست ہے تمام اُسکے  
 آگے نیست ہیں اب ہمہ اوست کہئے یا ہمہ ازوست سب درست ہے یہ جاہد نہایت اسلم ہے بڑی  
 بات آئین ہی ہے کہ اختلاف فریقین سے مبرا بدرجہ اتم ہے اور عموم افراد کے لئے تخصیص ملبدی  
 و پستی کی محض برعایت ہر دو مقام معبودیت و عبدیت یعنی خدائی و خدمت ادائی سابق الذکر ہے اور  
 ہستی ایک صیغہ نہیں بلکہ ہست سے اور اُس یا سے مرکب ہے جو بجائے فعل ناقص مخاطب کے  
 مستعمل ہوتا ہے یعنی موجود ہستی۔ ممکن ہے کہ ہستی محال مصدر بمعنی وجود مبتدا ہو اور خبر اسکی محذوف  
 یعنی ہستی ہست اور مبتدا خبر کے ساتھ ملکہ وصلہ موصول کا اور موصول وصلہ ملکہ ہر دو تقدیر پر مبرستدا  
 اور توئی اسکی خبر قرآن اتنا شبہ باقی رہیگا کہ تفسیر اول پر وصلہ اور خبر کے دونوں عامل خطابی ہیں  
 اور موصول غائب ہو تفسیر ثانی میں عامل خطابی ہے اسکی نظر اُتر بہت سی ہیں اس قسم کے  
 طالب العلمانہ شبہات سے جو اُنکے نانا میں ہوئے ”یا ران شعر مراد در رس کہ بر ذریا لیکن اس  
 نانی تقدیر پر ثبوت مطلب بطریق مذہب حکما ہوگا کیا معنی کہ یہ لوگ وجود باری تعالیٰ کو عین ذات مانتے ہیں

یعنی وہ جو عین وجود ہے تو ہی ہے چونکہ ثبوت مدعا الفاظ شعر سابق سے بصراحت نہ تھا تو لغت و نشر  
مکمل کی طرح پہلے عموم تضادی کو اور پھر معادلفظ پناہ کو بصراحت بیان فرماتے ہیں تا مابل لے وقت پسند  
و سہل طلب ہر دو لفظ اندر ہوں ۵ ہمہ آفریدی زبالا دہست + توئی آفرینندہ ہر چہ ہست +  
آفریدن کسی شے کو عدم سے وجود میں لانے کا نام ہے پناہ کی تحقیق میں معلوم ہو چکا کہ ہر شے کا مابہ القیام  
و ہی ہے تو وجود و بقا کی پناہ بھی اسی سے ہے اور جو مابہ القیام وجود شے کا ہوگا وہی خالق شے ہوگا  
تو اسکو ہمہ آفریدی کہنا درست ہوا لیکن فقط وجود کی پناہ پر کفایت کرنا اس وجہ سے ہے کہ خلق شے اس  
شے کے اور حالات سے اقدم اور اصل عظم ہے۔ زبالا دہست سے ہمہ کے بیان ڈالنے میں ہی  
عموم تضادی پر تنبیہ ہے اور اس بات پر بھی متنبہ کرتے ہیں کہ جیسے وہ اوصاف کو پیدا کرتا ہے انکے  
موصوفات کو بھی پیدا کرتا ہے تو اسکو توئی آفرینندہ ہر چہ ہست کہنا درست ہوا غرض نتیجہ یہ نکلا کہ اعراض  
و جو اس سب کا جن جن پر ہست کا اطلاق آتا ہے تو ہی آفرینندہ ہے پس توئی آفرینندہ ہر چہ ہست  
خدا کی تراست کے مساوی ہے اور زبالا دہست میں نہ کو ابتدائیہ بھی کہہ سکتے ہیں اس صورت میں  
ہمہ کی عمومیت بقرینہ زبالا دہست مقصر ماسوائے بالا دہست میں برہنگی اور بالا دہست سے آہستے  
علمی و ادبیات منطقی مراد ہو گئے اور ہمہ آفریدی سے تخلیق موالید ثلاثہ کا ذکر ہوگا لیکن بھوکام فزیش  
ابوین و عالم موجودات و مرکبات ناقصہ میں رہیگا کہ انکا آفرینندہ کون ہے سو کہہ یا توئی آفرینندہ ہر  
ہست اور یہ دلیل فقط زبانی جمع خرچ اور معقولی و حکوسے نہ سمجھے جائیں سو برہایت اسی بالا دہست  
کے مشاہدات سے متنبہ ثابت کرتے ہیں ۵ توئی برترین دانش آموزناک + زدانش قلم رانده  
بر لوح خاک + برترین صیغہ تفضیل صفت دانش کی آموزناک میں لفظ ناک نسبت فاعلی کے لیے  
یعنی آموزگار لیکن محنتی استاد یہ ہے کہ یہ کلمہ مبالغہ فاعلیت کے لیے آتا ہے جیسے زار وستان  
مبالغہ ظرف کے لیے کہ تین یعنی بہت دانش سکھائیو لا زدانش یا تو یوں کہیے کہ بیان قلم ہے  
یا بیان قلم لرنان جو ضمن میں قلم رانده کے ہے۔ دانش حامل مصدر دانستن یعنی قلم بقرینہ آموز اور یہ  
اشارہ ہے بجانب ارشاد خداوند جل و علا شانہ عظمہ اَللّٰہِ جوباعث برتری و تفوق بر ملک تھا  
پس لفظ برترین کا یا تو اس واسطے بیان کیا گیا کہ جو علم باعث برتری ہو وہ خود برتر ہے۔ برترین میں  
یا ونون مبالغہ صفت کے لیے یعنی اس ظلم کا مادہ اور اسل برتری ہے جس سے وہ علم ہمہ تن

برتری ہو گیا اور پھر یہ برتری رتبہ کینت میں ہوگی جیسے ظاہر ہے یا کینت و تعداد میں یا کینت و کیت ہر دو میں یعنی اور دن کو چن چیزوں کا علم دیا گیا تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بہت سی چیزوں کا اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ فرشتے قبل اسکے جاہل محض نہ تھے ورنہ قبل از خلقت حضرت آدم علیہ السلام خطاب الہی سے کیونکر شرفیاب ہوتے معلوم ہوا کہ علم تھا مگر جیسا او جتنا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو علم حقائق و معرفت ذوات و خواص و اسماے اشیا و اصول علم و قوانین صناعات و کینت آلات القا کیا گیا تھا تھا کیا معنی کہ منظور انکو اپنا خلیفہ بنانا تھا تو ہر چیز کی معرفت و علم دیا گیا تا کار خلافت سر انجام پاوے بلکہ تعالیٰ شانہ نے اپنے دست قدرت سے اُس کا لبد فانی کے ایسے قواسم و ثبائید و اجزائے مختلفہ رکھے کہ جو متعدد الادراک معقولات و محسوسات و تغلیات و مہومات کا ہوا یہاں تک کہ ہنوز روح پائین بدن میں نہیں پہنچی تھی کہ بجز عطلہ شکر الہی میں احمد شد فرمایا اور علم آموزی سے علم آموزی حضرت آدم علیہ السلام لینا بقرینہ لوح خاک ہے غرض مولانا نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو ہی حضرت آدم علیہ السلام کا آموزگار علم عالی ہے اور تو نے ہی لوح خاک پر حرفت علم کے لکھے اس سے وہی اجزا و قوسی متبہ و مختلفہ مستعدہ الادراک مراد ہیں یا یہ کہ علم آموزی و لوح خاک میں تخصیص حضرت آدم علیہ السلام کی نکرین بلکہ وسیلہ آپ ہی کے مطلق ذات انسان کے لئے یہ حکم ثابت کر دین۔ و لد تعالیٰ علم بالصواب غرض اُس ذات پاک کے خود بخود ہونے پر جو جز و وسیلہ خدائی تراست کا مفاد ہے حجت پوری ہو گئی تو دلیل پوری ہو گئی پس دعویٰ اُسی کے ساتھ بادشاہی جہان کے خضک کا ثابت ہو گیا تو کہتے ہیں ۵ چو شد حجت بر خدائی درست و خرد واد بر لو گواہی نخست یعنی جب حجت تیسری خدائی پر پوری ہو گئی تو عقل نے تسلیم کر لیا پہلے تیسری گواہی دی کہ بیشک بادشاہی جہان تجھی کو سزاوار ہے تخصیص خرد اس واسطے کہ وہ مدرک کلیات و جزئیات ہے تطبیق دلیل و تصدیق دعویٰ مسیہ کا منصب ہے گواہی صفات ذوات خداوندی کی صین ایمان ہے موجب سعادت و دو جہان ہے اور یہ دولت سرمدی جسکو حاصل ہو وہ نے شک قابل شاباش و آفرین ہے و سر سنا تھ ہی اسکے پیشہ گزارتا ہے کہ خرد کوئی خود بخود اور مستقل مستعد بنفسہ شے ہے جو ذلیل و حجج پر نظر کر کے اُسکی گواہی دینے کی قابلیت اپنے آپ رکھتی ہے کیا ضرورت

کہ وہ قابلیت بھی عطا کر دے ہم پریلی ہو تو کس خوبی سے دونوں مضمون کو ایک عبارت میں ادا کرتے ہیں ۵ خود را تو روشن بصر کردہ ۶ چراغ ہدایت تو بر کردہ ۷ یعنی ایک تو خود کی مع روشن بصر کے ساتھ دوسرا روشن کنندہ بصر خود اسی خداوند پاک کا ہونا۔ را۔ یا تو اضافی یا مفعولی یا صورت اولی بصر مضاف خرو مضاف الیہ۔ مضاف مع مضاف الیہ مفعول اول کر دہ اور جب کہ خرد کو تابل مرغ پایا اس پر توجہ تمام کی صد نشین بیت اسکو بنایا لیکن فقط روشنی بصر کوئی کام نہیں دیتی۔ جب تک چراغ ہدایت کی روشنی آگے نہو بڑے بڑے یکدم شہادت سے محروم مرگے مگر اسی کی اندھیری میں سفہا سے بدرگرز گئے۔ چراغ ہدایت باضافت بیانہ ہدایت کے ہر دو معنی مشہور یعنی راہ و مطلوب نمودن یا مطلوب رسانیدن یہاں ممکن۔ ہر کر دن بمعنی بلند کرنے کے مجازاً اسکو مطلق روشن کرنا کہہ دیتے ہیں اس واسطے کہ جو چیز جس قدر بلندی پر روشن ہوگی اس قدر دور دور تک پرتو انگن ہوگی اسی واسطے بجلی کی چمک تمام عالم پر نہیں ہوتی ستاروں کی دمک بشرط محاذات تمام عالم پر ہوتی ہے یعنی چراغ راہ نمائی کو تو نے ہی اوپر سلگاد یا کہ مثل آفتاب کے عالیا ہے چاہے کوئی شیعہ چشم اسکو نہ دیکھے اب یہ معنی ہونے کے خرد کو تو نے روشنی بصری اور چراغ راہ نمائی بھی آگے کر دیا تو وہ راہ یاب ہوئی۔ یا بمعنی نزدیک بقدر مضاف الیہ یعنی برش کر دہ یا براؤ کر دہ۔ یا براؤ کر دن بغیر تاویل مطابقت روشن کرنے اور چراغ سلگانے کے معنی جبکہ ترجمہ مطابق ہندی میں بالنا ہے چنانچہ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ چراغ کی پہلی بین فرماتے ہیں ۵ جب بالا تھاسب کو بجا یا ۶ جب بڑا ہوا کام نہ آیا ۷۔ غرض قطع نظر نکات معنویہ و بلاغت ادبیہ کے شہادت توحید میں جو عین ایمانی اعتقاد ہے حکم تقینی ضروری ہے ایسے موقع میں ندامت چہ بمقابلہ ہمہ نیستند جیسا کچھ ہے وہ ظاہر ہے واللہ تعالیٰ شانہ لکھنؤ بالقراب ۵

جانتا چاہیے کہ لفظ ہر کو موسوویت میں کچھ دخل نہیں محض تعمیم کے لیے آتا ہے یہ بات شیخ شیرازی شعر سے صاف ظاہر ہے شعر در کشور آباد بند خواب ۶ کہ دارد دل اہل کشور خراب ۶ ولہ حراش بود نعمت بادشاہ ۶ کہ ہنگام فرصت ندارد نگاہ ۶ اور جس موصول پر کہ ہر دخل ہوتا ہر اسکے عائد کا مفرد اور جمع لانا دونوں جائز ہے۔ نظامی ملیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر ہمہ آفریدی زبالا و ہست ۶ توئی آفرینند ہرچہ ہست ۶ ولہ اسے کا کشائے ہرچہ ہستند نام و کلیہ ہرچہ ہست

پہلے لفظ ہرچہ  
ہرچہ کا معنی ہر  
کچھ ہے جو جمع  
لانا جائز ہے۔

مائد کے صیغہ جمع ہونے سے لفظ ہر کو کل مجموعی نہ سمجھنا چاہیے بلکہ یہ صیغہ جمع کا خود افراد ہی ہے  
 اور جمع افراد ہی میں ہر ہر فرد جدا مراد ہوتا ہے۔ بعض وقت یہ لفظ ہر شخص تک کا فائدہ دیتا ہے فردوسی  
 جنگ افراسیاب و گنہ سرور کے بیان میں پشتنگ کی ستائش کرتے ہیں شعر بلشکر چو نامدارے بنودہ  
 بہر جاے چون او سوارے بنودہ اسے درہنچ جا۔ اور یہی کہ وہ استفہام کے لیے بھی آتے ہیں جیسے  
 عزلی میں من و ما استفہامیہ قرار پاتے ہیں انوری کا شعر ہے شعر کہ ہر فرد و ہر بادا مطلع صبح  
 کہ ہر فرد و ہر شب بصد صبح شفق اور لفظ کہ بھی انتخاب کے لیے بھی آتا ہے اور یہ انتخاب کبھی کثرت کے  
 لیے ہوتا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ سکندر نامہ بحر می کے سبب نظم کتاب میں فرماتے ہیں شعر زیک  
 قافیہ چند زائد سخن و چہ خراک شاید زیک نخل بن و سیو جہ سے لفظ چند حقیقت میں چہ دانستہ مرکب  
 انتخاب کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے جسے کنایات کی بحث میں مذکور ہوا۔ لیکن کہ کا ذوالعقول کے  
 لیے اور چہ کا غیر ذوالعقول کے لیے استعمال کرنا باعتبار حقیقت ہے بعض وقت مجاز اسکا خلاف بھی  
 آجاتا ہے۔ امام سخن سعدی علیہ الرحمۃ کا نیک نخت کیت و بخت چیت فرمانا اسی بنا پر کسی کتبہ کے  
 لیے مجاز استعمال ہے یعنی بختوں کو لائق شمار کیا نہایت دلیل و خوار کیا کیا معنی کہ وہ کم عقل اپنے  
 اندوختہ مال و متاع سے بغیر نفع اٹھائے نخت کے ساتھ گزر گئے بے سمجھی سے چھوڑ کر مر گئے۔  
 اور نیز حقیقت شے کے سوال کے لیے بھی آتا ہے خواہ وہ حقیقت ادعائی ہو خواہ حقیقی  
 اول جیسے یہ شعر چیت وانی باوہ گلگون مصفا جو ہرے حسن را پروردگارے عشق را بغیر ہے  
 اس واسطے کہ مصفا جو ہر ہونا بادہ کی حقیقت واقعہ نہیں اسکی ادعائی ماہیت ہے ثانی یعنی ماہیت  
 حقیقی جیسے انسان چیت زندہ گویا اور اصل اس بلے تحتانی کی جو چیت و کیت میں ہے ہر ہر متوجہ  
 ہے اور مائے مخفی جو انہامی حرکت و اتمام کلمہ کے لیے لائی گئی تھی بوجہ عدم ضرورت خد کر گئی  
 اور کبھی بحکم ضرورت حرکت نمی ہمزہ کی اس یا سہ بدلہ پر بحال رکھتے ہیں۔ مولانا سے روم قدس سرہ  
 فرماتے ہیں۔ شعر این دران حیران شدہ کان بر چہیت و ہر چہندہ آن درگرا نانی ست و ولہ رب  
 اعلیٰ کر دگیت اندہ جلوس و ہر یک کرمی چہیت این چاہلوس و اور چہ بہت بھی بیان بن سکتا ہے  
 لیکن یہ مروی نہیں۔ اور یہی کہ وہ اسامے اشارہ کے ساتھ بھی ہوتے ہیں۔ نظامی رحمہ اللہ علیہ کا  
 شعر ہے پناہ بلند می و پتی توئی و ہند بستہ ہنچہ ہستی توئی و ہستی ذالک الذی

جمع افراد کی

بلشکر چو نامدارے

بنودہ

بہر جاے چون او سوارے

عزلی میں من و ما

کہ ہر فرد و ہر شب

بصد صبح شفق

لیے بھی آتا ہے

اور یہ انتخاب

کبھی کثرت کے

لیے ہوتا ہے

نظامی علیہ الرحمۃ

سکندر نامہ بحر می

کے سبب نظم کتاب

میں فرماتے ہیں

شعر زیک

قافیہ چند زائد سخن

و چہ خراک شاید

زیک نخل بن و سیو

جہ سے لفظ چند

حقیقت میں چہ

دانستہ مرکب

انتخاب کے لیے

بھی استعمال

کیا گیا ہے

جسے کنایات

کی بحث میں

مذکور ہوا

لیکن کہ کا

ذوالعقول کے

لیے اور چہ کا

غیر ذوالعقول

کے لیے استعمال

کرنا باعبار

حقیقت ہے

بعض وقت

مجاز اسکا

خلاف بھی

آجاتا ہے

امام سخن سعدی

علیہ الرحمۃ کا

نیک نخت کیت

و بخت چیت

فرمانا اسی

بنا پر کسی

کتبہ کے

لیے مجاز

استعمال ہے

یعنی بختوں

کو لائق شمار

کیا نہایت

دلیل و خوار

کیا کیا معنی

کہ وہ کم عقل

اپنے اندوختہ

مال و متاع

سے بغیر نفع

اٹھائے نخت

کے ساتھ گزر

گئے بے سمجھی

سے چھوڑ کر

مر گئے۔

اور نیز حقیقت

شے کے سوال

کے لیے بھی

آتا ہے خواہ

وہ حقیقت

ادعائی ہو

خواہ حقیقی

اول جیسے

یہ شعر چیت

وانی باوہ

گلگون مصفا

جو ہرے حسن

را پروردگارے

عشق را بغیر

ہے اس واسطے

کہ مصفا جو

ہر ہونا بادہ

کی حقیقت

واقعہ نہیں

اسکی ادعائی

ماہیت ہے

ثانی یعنی

ماہیت حقیقی

جیسے انسان

چیت زندہ

گویا اور اصل

اس بلے تحتانی

کی جو چیت و

کیت میں ہے

ہر ہر متوجہ

ہے اور مائے

مخفی جو انہامی

حرکت و اتمام

کلمہ کے لیے

لائی گئی تھی

بوجہ عدم

ضرورت خد

کر گئی اور کبھی

بحکم ضرورت

حرکت نمی

ہمزہ کی اس

یا سہ بدلہ

پر بحال رکھتے

ہیں۔ مولانا

سے روم قدس

سرہ فرماتے

ہیں۔ شعر این

دران حیران

شدہ کان بر

چہیت و ہر چہندہ

آن درگرا نانی

ست و ولہ رب

اعلیٰ کر دگیت

اندہ جلوس

و ہر یک کرمی

چہیت این

چاہلوس و اور

چہ بہت بھی

بیان بن سکتا

ہے لیکن یہ مروی

نہیں۔ اور یہی

کہ وہ اسامے

اشارہ کے ساتھ

بھی ہوتے ہیں۔

نظامی رحمہ

اللہ علیہ کا

شعر ہے پناہ

بلند می و پتی

توئی و ہند

بستہ ہنچہ

ہستی توئی

و ہستی ذالک

الذی



اور بعض تفتیشین کی یہ رائے ہے کہ یاے مجہول بھی اسمائے موصولہ سے ہے بمعنی الذی لیکن اسکے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا مقصور نہیں یہ شرط بلا لفظا ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک توضیح دوسرا کات۔ اور بعض مہرباش فحشاء تحقیق کی رائے جہاں آرائے اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ بلکہ جس پر وہ یا اور کات آئیگا وہی اسم موصول نام پایگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ یکہ عاقل ست سخن ماگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق ہو یا ہوگا موصول بنجائیکا پھر موصولات کا بہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یاے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق ہو یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کہ ابازگونہ بود پیرہن نہ حاجت بود بازشتن برتن نہ کر بمعنی لیکن۔ اور یہی کات بمعنی اسم کے اگر تنکیہ کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے کہ کراجاودان ماندن امید نیست کہ گیتی ہمین جائے جاوید نیست و بہان دوبات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر حافل کے لیے بھی متمثل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمع کناز تو نور گیر و از باد بروت خود میرد و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہادہ تست و باہفت فرس پیادہ ولہ دولت کہ نشانہ مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ شغیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسمائے اشارہ کے بعد ملاحظا ہر غنی رح کا شعر ہے کہ ہر کس کہ گشت عریان در پیرہن نگنجد و نظامی رح شعر ان مے کہ چواشک من زلال ست و در ذہب عاشقان حلال ست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو واجب کہدیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ہر نیک و بدبے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کارست و ولہ برہر ز رہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران ز رہہ نماند و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے کہ بان موسے کہ میگویی میانش و بان سر کریمے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا بحیثیت و کہ دارد ماہ را سر بر زمینت و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

کہ موصول ہونا یاے کی شرط ہے لیکن اس کے ساتھ یہ شرط بھی لگانی پڑے گی کہ بغیر اتصال کسی اسم کے اسکا تنہا مستقل آنا مقصور نہیں یہ شرط بلا لفظا ہے اور نیز اسکے صلہ میں دو رابط کا ہونا واجب ہوگا ایک توضیح دوسرا کات۔ اور بعض مہرباش فحشاء تحقیق کی رائے جہاں آرائے اس اسم کے موصول ہونے پر آئی ہے کہ جسکے ساتھ اس یا کا اتصال ہے پس اسوقت موصول کوئی ایک خاص اسم نہ بلکہ جس پر وہ یا اور کات آئیگا وہی اسم موصول نام پایگا چنانچہ انہوں نے مثال دی ہے کہ یکہ عاقل ست سخن ماگوش کند اس میں لفظ کس موصول ہوا اور بنام خدا سے کہ جان آفرید میں لفظ خدا اسی طرح ہر ایک اسم جو ملحق ہو یا ہوگا موصول بنجائیکا پھر موصولات کا بہم ہونا بھی باطل اور لغو ہو جائیگا۔ تیسرے نزدیک حق پوچھو تو موصول نہ وہ یاے ملحق ہے نہ وہ اسم ملحق ہو یا بلکہ وہی کہ ہے جسکو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں اور یہ اپنے صلہ کے ساتھ ملکر صفت اس اسم کی جسکو انہوں نے موصول نام ہے۔ نظامی رح شعر کہ ابازگونہ بود پیرہن نہ حاجت بود بازشتن برتن نہ کر بمعنی لیکن۔ اور یہی کات بمعنی اسم کے اگر تنکیہ کا کام دیتا ہے سعدی علیہ السلام کا شعر ہے کہ کراجاودان ماندن امید نیست کہ گیتی ہمین جائے جاوید نیست و بہان دوبات یاد رکھنے کے لائق ہیں ایک تو یہ کہ اس کہ کا غیر حافل کے لیے بھی متمثل ہونا جیسے نظامی علیہ السلام فرماتے ہیں شعر شمع کناز تو نور گیر و از باد بروت خود میرد و دوسرا یہ کہ ہر موصوف پر اس یا کا ضروری نہ ہونا۔ نظامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر دوران کہ فرس نہادہ تست و باہفت فرس پیادہ ولہ دولت کہ نشانہ مرادست و در حق تو صاحب اعتقادست و ولہ سرشتہ شغیب ناپدیدت بس قفل کہ بنگری کلیدست و خصوصاً لفظ ہر اور اسمائے اشارہ کے بعد ملاحظا ہر غنی رح کا شعر ہے کہ ہر کس کہ گشت عریان در پیرہن نگنجد و نظامی رح شعر ان مے کہ چواشک من زلال ست و در ذہب عاشقان حلال ست و لیکن ان پر یا کا نہ لانا واجب نہیں جیسے بعض نے اسکے عدم کو واجب کہدیا ہے۔ نظامی رح کا شعر ہے ہر نیک و بدبے کہ در شمارست و چون در نگری صلاح کارست و ولہ برہر ز رہے کہ نیزہ راند و یک حلقہ دران ز رہہ نماند و جامی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے کہ بان موسے کہ میگویی میانش و بان سر کریمے خوانی دمانش و بان نوریکہ تابدا بحیثیت و کہ دارد ماہ را سر بر زمینت و بلکہ اسم اشارہ اور ہر ایک وقت میں اس یا کے ساتھ جمع ہو جاتے ہیں کسی استاد کا

دیکھا کہ اسم موصول اس کے لائق نہیں ہے

اس کی جگہ کا لفظ ملحق ہونا

اسی کے ساتھ

اس کی جگہ کا لفظ ملحق ہونا

اس کی جگہ کا لفظ ملحق ہونا

اس کی جگہ کا لفظ ملحق ہونا

اس کی جگہ کا لفظ ملحق ہونا

شعر ہے ۵ بہر کن کے کہ گند پیر دی اہل خود بہ پہنچ وجہ ملائے بحال اونر سد ۶ اسی طرح ہمہ کے دخول پر لاتے ہیں اسوقت اس ہمہ کو کل افرادی کے معنوں میں سمجھنا چاہیئے سعدی فرماتے ہیں شعر جو بہت از ہمہ جیلے در گسٹ ۶ حلال ست بردن پیشیر دست ۶ جطر طر بہر کھی کل مجموعی کے معنوں میں بولاجاتا ہے سعدی فرماتے ہیں شعر وقتے افتاد فتند در شام ۶ بہر کن ان گوشہ فرافتند ۶ ولہ ہمہ کس بمیدان کوشش در اند ۶ ولے گونے بخشش نہ بہر کن بزند ۶ اور ہر کو کوکہ ہمہ کے ساتھ بھی کہتے ہیں امیر خسرو شعر عالم بر حق نہ تعلیم کس ۶ بہرہ زبانی نہ تعلیم ہیں ولہ تخت پدر کر پئے پایے منت ۶ بہرہمہ دانند کہ جائے منت ۶ نظامی ۶ شعر بجز بزرگ شہر شکلاتے کہ بہت ۶ بچارہ گرسے چارہ آید بہت ۶ کہیں اظہار کلیت افرادی کے لئے ہر کے مضاف کو مکرر بھی لاتے ہیں۔ فردوسی ۶ شعر زہر گونہ گونہ درخشان درفش ۶ جہلے شدہ سیخ وز دو بنفش ۶ البتہ بعد ضمائر کے ابدایا نہیں لاتے۔ نظامی ۶ کا شعر ہے شعر نو کہ جوہر نہ نداری جائے ۶ چون رسد در تو ہم شیفہ راے ۶ شعر سنکہ طرف کلاہ بکستم ۶ حدیث تم قدم مسم ۶ نظامی ۶ شعر مالکہ جزوے ز شمع گردنیم ۶ باتواز بہت پردہ بیرونیم ۶۔ ہمارے اس دعوے کو کہ موصول یہی کاف ہے اردو کا لفظ جو تومی کرتا ہے چنانچہ مخاند کش مصلیٰ تحقیق آرائی سیہ ست بادہ ذیقہ کشائی مولانا صہبائی علیہ الرحمۃ نے اپنے اردو قواعد میں لفظ جو کو اسما سے موصول میں شمار کیا ہے یہ بعینہ ترجمہ کہ کا ہے۔ اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب توصیفی جملے ہیں چونکہ اوصاف میں مصل افراد یہی کاف جملہ صغیہ کے سرے پر ایسا واسطے لایا گیا ہے تاکہ وہ جملہ قوت میں مفرد کے ہو جائے اور درمیان خبر اور وصف کے مینر بنجائے۔ اگر صفت خود مفرد ہو اس کاف کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ اور اس کاف کو موصول کہیے یا موصوفہ اسکا حذف بھی کلام اساتذہ میں آیا ہے مگر بہت کم چنانچہ اس شعر میں شعر ماہلبلان بلند نہ سازیم خانہ راہ خوش کردہ ایم حنائے یک آشیانہ را ۶ اسے ماہلبلان کہ بلند انجہ۔ سراج المحققین آرزو نے جملہ نعتیہ کو بدون کاف کے اوپر سمجھا اسکو بیان مہندریا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے کہ ماہلبلان مبتدا۔ بلند سازیم خبر ہو اور مصرع ثانی یعنی خوش کردہ ایم خبر جو خبر عاطفہ بوجہ صدارت حذف ہو گیا۔ اور ایسویہ سے صاحب مجالس النفایس نے ریاضی کے اس شعر کو شعر ہستارہ است در گوش آن ہلال ابرو ۶

میں نے یہاں سے

برکاتی جو بی  
کے معونین استعمال

میں نے یہاں سے اپنے گھر کی طرف لوٹ کر آئے۔

ہم نے ان کے بعد ابدی

اس کا نام ہی ہے  
موجود ہے زیر اثر  
نہیں جو ہے مائیں

۵  
چون که خود با اینچنین یک کار  
مقامان حصدیه کارگزاران  
نقش خوبی من مینمایند  
و غیر این

بہارِ پُربا ہی ہو یہ ہے  
کبھی یاد کیا۔

کو حذف بھی کرتے ہیں۔

ریاضی کے شعرت  
صاحب کی جملہ

حسنِ بجز شمس سے زندہ پہلو نہ پائے نہ ہر ایا اس طرح اصلاح دے **م** زوے حسن و گوشت  
 آن ہلالِ آبرو نہ ستارہ است کہ با ماہِ میز نہ پہلو نہ مینِ عرض کرتا ہوں کہ جب اساتذہ کے  
 کلام میں اس قسم کا حذف موجود ہے پھر تاویلات و تفسیلات کی کیا ضرورت ہے۔ فردوسی  
 فریدون کے محل کی تعریف بزبانِ قاصدِ سلم و تور فرماتے ہیں **ش** شعر چو زستم بنزدیکِ ایوانِ فراخ  
 سرش بساتارہ بھی گفت راز نہ اسے ایوان کہ سرش **س** انہ اور ان اشعار مذکور میں امام فنِ تحقیق  
 صاحبِ قول فیصل کی یہی رائے ہے **خ** زین شعر زہرِ لبیل صدائے برنجیہ و صدی زاع اولیٰ نہ  
 ہمارے کو نہ بخشد دولتے اندوے گس بہتر نہ اسے از ہر بل کہ انہ صاحبِ شعر ہر کس نشانہ برین  
 پر شورِ پست دست نہ از جہل زد بخاند زبورِ پست دست نہ اسے ہر کس کہ نشانہ مولوی معنی ہیں  
 شعر از جنون نے گشت ہر جائید جنین نہ از جہل آن کو چشم دور بین نہ اسے ہر جا کہ بدلتہ آن  
 جب کہ اس کاف کو موصولہ کہیں ملکہ آن مصدری کی طرح جملہ وصفیہ کا ماقول تسلیم کر لیا  
 جائے وہ اشعار مستشہدہ فرمودہ متاؤل یعنی محذوف للموصوفات سمجھے جائیں گے جیسے  
 شعر اسے کہ بچاؤت بن مندا و محذوف اور یہ صفت مصدرہ بکاف اس کے قائم مقام اسطرح شعر  
 کہ دارد دل اہل کشور خراب میں بادشاہی کہ دارد انہ اسطرح شعر کہ ہنگام فرصت نادر دنگاہ میں  
 ندیے کہ ہنگام فرصت انہ اسی طرح شعر ہر کہ آمد عمارت نو ساخت۔ میں ہر کس کہ آمد انہ محذوف نما  
 پڑے گا۔ اور طے الخصوص ادب کے دونوں شعردان کے کافون کو تعلیلیہ تار و دینا اور ارجاع  
 نیم فاعل کو سیاق و سباق کے حوالے کر دینا یعنی یہ سننے کرنے کہ ملک کو آباد نہ دیکھنے کی وجہ  
 رعیت کا دل دکھانا اور نعمت شاہ کے حرام ہونے کی علت موقع محل کا نہ دیکھنا از قبیل تالیل  
 مالابریضی بہ القائل ہے اور نیز یہ شبکہ کہ در صورت موصولیت کاف ہر کس کہ گشت عریان انہ اور  
 دوران کہ فرس نہا وہ انہ اور اسی کی امثال میں در میان موصوف و صفت کے باعتبار تنکیر  
 و تعریف باہم مطابقت نہ ہے گی سو یہ کچھ نہیں کس واسطے کہ یہ امور اور یہ دقائق خصوصیات کلام  
 عرب سے ہیں اور در صورت موصوفیت کاف یعنی یہ کاف محض جملہ و صنیہ کو ماقول بمفر و بنانے  
 کے لیے مانا جائے اور موصول نہ سمجھا جائے تو کوئی پشیم کہے کہ مثلاً شعر اسے کہ بچاؤت رفت و  
 در خوابی۔ میں منادی موصوف بوجہ ندا کے معرفہ بن گیا اور اس کی صفت میں جملہ جو قوت میں

دوسری جگہ  
 طاق میں مذکور  
 بیضاوت کی تاب نہ لے  
 ان سواران کی کارند  
 سے آتی تاب داد  
 کسراں سواران باو  
 سے بہت ہر دست

کاف کو موصول  
 ہونے کی نسبت  
 اشعار مذکور میں

کاف سے محمول  
 ہونے کی صورت  
 میں تکرار  
 مطابقت  
 و صفت میں  
 تعلیلیہ و تنکیر

بکہ وہ کی ہے کس طرح درست ہو سکتا ہے اسکا بھی وہی جواب ہے جو در صورت موصولیت کا بیان  
ہو معہذا بیان سرے سے وہ مشبہ بنی نہیں پڑتا کسوا سطل کہ درودنا بعد لائق وصفت ہے یعنی  
موصوف منع الصفت مناد کیا مئے کا بن شخص سے خطاب ہے جو موصوف بصف غفلت ہے  
یعنی کہتے ہیں اے غافل مغفل غفلت کو چھوڑ شاید ان باقی پانچ دن کی تجب کو مہلت ملجائے واللہ  
تعالیٰ اعلم بالصواب۔

یاد رہے کہ اسمائے اشارات اور اسمائے موصولہ اس لئے مہبات کہلاتے ہیں کہ جب تک  
الحکام اشار الیہ اوصلہ بیان نہ ہوگا سامع پر صاف طور سے عیان نہ ہوگا۔

پانچواں وہ اسم ہے کہ جسکی اضافت ان چاروں معروفین میں کسی ایک کی طرف ہو اور نافذ تعریف  
کا مضاف الیہ سے مضاف میں بلا واسطہ ہو یا بلا واسطہ اول جیسے غلام زید و غلام او و غلام آن  
اور ثانی یعنی بلا واسطہ جیسے غلام کہے کہ با ما درش گفت گویے داشت نظامی علیہ الرحمہ کا شعر ہے  
شعر توئی آفرینندہ ہرچہ هست و ولہ اے کارکشائے ہرچہ ہستند نام تو کلید ہرچہ تبت  
جب اضافت کا ہم درمیان آگیا اور نیز میرے استاد اطہر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہدایت بنیاد تھا  
کہ کچھ اضافت کا بیان قلمی کروں سو اسوقت امثالاً لاہر الاستاد علیہ الرحمۃ جو امر اپنے نزدیک  
محقق ہے مختصہ سایہاں لکھ دیا جاتا ہے۔

## الاضافۃ المعنویۃ

جانتا چاہیئے کہ کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ نسبت کرنے کا نام اضافت ہے اور جس چیز کی نسبت  
کی گئی ہے وہ مضاف کہلاتا ہے اور جس کی جانب کی گئی ہے وہ مضاف الیہ نام پاتا ہے لیکن  
اس اضافت اور نسبت سے دو جہے جہے اجنبی کلموں کو متعین اور سیدہ مستحکماً کرنا اور حکم لگانا  
کا لگانا منظور ہوتا ہے اسدوا سطل معنوں میں بھی تخصیص اور اتحاد کا کچھ اعتبار کیا اور احکام نظم  
میں بھی امتزاج کو شمار کر لیا معنوی اتحاد مثلاً اضافت معنوی میں مضاف الیہ اگر معرفت ہے  
مضاف میں بھی اسی درجہ کی معرفت حاصل ہوگی ورنہ تخصیص اور توضیح کا فائدہ کہیں نہیں گیا  
ہمارے اتنے کہنے سے اشارۃ یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ ترکیب اضافی کے وضع کرنے سے  
مقصود تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف ہے پس اگر ان تینوں باتوں میں سے ایک بات بھی

وہاں اشارات  
اور اشارات  
کے ساتھ  
مغفل پانچویں

معنوی مثلاً  
کا بیان

ثابت نہوگی تو دمان اضافت بھی جائز نہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مضاف یا تو مضاف الیہ پر بالمواطات محمول ہوگا یا نہوگا اگر محمول نہ ہو ہر دو میں نسبت تباہی کی متحقق ہوگی پھر یہ دو حال سے خالی نہیں مضاف الیہ یا تو مضاف کے لئے ظرف ہوگا یا نہوگا۔ اگر ظرف ہے تو اس اضافت کا اضافت بمعنی برودر نام ہے جیسے سوار اسب و آب کوزہ و سخن امروز و وعدہ فردا اور اگر باہم ظرف و مضاف کا علاقہ نہیں ہے تو اضافت بمعنی برائے و مرہبے۔ اور یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف اور مضاف الیہ مشبہ بہ و مشبہ ہوئے یا نہوئے گئے۔ اگر اول میں یعنی باہم علاقہ تشبیہ کا رکھتے ہیں تو جابئیے مضاف مشبہ بہ ہو اور مضاف الیہ مشبہ نہ اسکا عکس اسکو عرف میں اضافت بیا نہیں کہتے ہیں بہتر یہ ہے کہ اضافت تشبیہی نام رکھا جائے جیسے گل رخسار چشم نرگس۔ مثال اول میں جزو ان فی مشبہ ہے ثانی میں مشبہ بہ اور فقارچی رعد میں انسان بتما مشبہ بہ ہے لیکن یہ بات اس میں اور زیادہ ہے کہ رعد و فقارہ اور خود فقارچی اور یہاں اضافت تشبیہی میں اضافت جمع کی جانب مفرد میں حیث المفرد اور مفرد کی جانب جمع من حیث الجمع متنع ہے لیکن استادن کے کلام بلاغت نظام میں جو وارد ہے جیسے ملاحظہ فرمائی کہتے ہیں شعر گل ترانہاے تر بر شاخار صوت و صداد مایندہ۔ بلبل شیراز گلستان میں چپکتی ہے شعر کلاہ شگوفہ بر سر اطفال شلخ نہادہ۔ سودہ مفرد یعنی گل اور شاخ ان اسئلہ میں اسم جنس ہیں انکی یہ شان ہے کہ واحد اور کثیر سب بولے جاتے ہیں اور یہی تاویل ایک جنس کے دو اسموں کی اضافت میں کی جاتی ہے جب کہ وہ افراد و جمع میں اختلاف رکھیں جیسے مردان مرد و جان جانان و بانو بانوان صورت اولیٰ میں مضاف الیہ اور ثانی میں مضاف اسم جنس ہے یعنی مردان مردان و جانان جانان فردوسی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بگردان لشکرش آواز کرد کہ اسے نامداران و مردان مرد و افراسیاب کا خاواں جیسے ہوئے زاری کرنا بیان کرتے ہیں شعر کیا آن دلیران و مردان مرد بہ پیشت ستادہ بروز نہر و فرہیز کے ساتھ نکاح کرنے پر فرنگیس کو رخصتی کرنے کے ہستان میں لکھتے ہیں شعر وزان پس گوشتین پہلون چنین گنت کاسے بانو سے بانوان و معنی با اعتبار اس تاویل کے ظاہر ہیں کہ یہ لوگ اپنی شہری اور دیہی کی وجہ سے مردوں کے مرد بن گئے۔ یعنی اور مرد انکی گرمی شجاعت کے آگے بمنزلہ عورتوں کے سرد بن گئے جیسے نخل آفاق کہتے ہیں۔ نظامی شعر عر سی چنین شاہ را بندہ بادہ بران نخل آفاق فرزندہ بادہ

اضافہ بمعنی برودر

اضافہ بیا نہیں

اضافہ تشبیہی میں  
نہ ہوتا ہے  
مطابقت شرط ہے

ایک جنس کے  
دو اسموں کی  
میں تاویل

اسی طرح اور جانین بنسبت ان جانوں کے کثیف ہیں تو یہ جانین باعتبار ان جانوں کے جان اور وہ جانین ان کی جسم کے مرتبہ میں ہو گئیں ایسے ہی بانوسے بانوان لیکن ایک شخص اکیلے پر لفظ جمع کا اطلاق ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں نہدینا حضرت ابراہیم علیہ وسلم نبینا الصلوٰۃ والسلام کی ذات واحدہ پر ائمہ کا اطلاق آیا۔ نظامی رحسکندر کے دعوائے پیغمبری کے سفر کے بیان میں فرماتے ہیں شعر گزین کرد ہر مردے از شورے و بگردانگی ہر یکے لشکرے و اور ایک طرح بھی تاویل کر سکتے ہیں کہ مضامین فرد جمع کے معنوں میں نہ لیا جائے بلکہ مضامین الیہ جمع کے تعدد سے مستلک شے واحدہ بنجائے پھر اب اس میں دو احتمال ہیں ایک تو یہ کہ تمام جانین اپنی نوعیت کے درجہ میں اگر شخص واحدہ بن گئیں۔ اور یہ اس شخص واحدہ کے لئے بمشاہد جان کے ہے چنانچہ اس معنی کو شعر مولوی معنوی قدس سرہ کا فتح کرتا ہے شعر عقل عقل و جان جان اسے جان توئی و عقل و جان خلق را سلطان توئی و گویا یہاں اضافت مجازی ہے۔ دوسرا احتمال اضافت بیانیہ کے طریقہ پر گویا یہ ایک جان تمام جانوں کے بنی ہے پس معلوم ہو گیا کہ باعتبار معنی ان میں محل بالمواطات درست نہوگا گو کہ باعتبار صورت محل المواطاتی تو کیا عین عینیت ہے خصوصاً جان جان میں ورنہ جب کہ اضافت در صورت مساوات بوجہ تحصیل حاصل کے درست نہیں در صورت عینیت کب درست ہوگی اور ان ہر دو ترکیبوں میں موصوف صفت ہونے کا احتمال بھی ہے پس اس صورت میں ایراد موصوف سے جو صفت مجہم اور محط نظر قائل کے ہوتا ہے یہ صفت اسی کی تاکید کر دیتی ہے جیسے مردان مرد یعنی فقط صورت کے مرد نہیں واقعی مردی رکھنے والے مردان اسی طرح جان جان وغیرہ یہاں ان باتوں سے کچھ بحث نہیں اور اضافت حقیقی میں یہ تکلفات نامنظور ہیں اسکی ترکیبیں ایسی تاویل لایسے درمیں جیسے غلامان زید و فلک ثوابت بلا تاویل درست ترکیب انکی دلچسپ و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اگر مضامین مضامین الیہ باہم شمشبہ بہ نہوں بلکہ مناسبات مشبہہ کی اضافت جانب استعارہ بالکنایہ کے ہو جیسے پائے فکر ناخن اجل یہاں فکر کو جی ہی جی میں حیوان کے ساتھ تشبیہ و تکرار مناسبات حیوانیہ مثلاً پاؤں اس کے لئے ثابت کیا اور اجل کو درندہ کے ساتھ دل ہی دل میں تشبیہ دے کر اس کے لئے ناخن ثابت کیا اور ان مناسبات کے ثابت کرنے کو استعارہ تخلیلیہ کہتے ہیں اس اضافت کا نام اضافت مجازی ہے۔ یا ایسے دو متباہن اسموں میں

اضافہ تلبیسی  
اضافہ اتنی

اضافہ واقع ہو جن میں تشبیہ اور استعارہ کا علاقہ نہ ہو اس کو اضافہ بمعنی مرد براہے کہتے ہیں  
یکہی قسم پر ہیں۔ آدل تلبیسی یہ بھی یا تو اضافہ ملک کی ملک کی طرف ہوگی یا مالک کی ملک کی جانب جیسے  
غلام یہ و خداوند خانہ و خدا سے جہاں یعنی غلام مرزید را و خداوند خانہ را۔ دوسری اضافہ ابھی سعدی  
کا شعر ہے شعر طے انخصوص کہ دیباچہ بہاؤ نش و بنام سعد ابو بکر سعد بن زنگیست و اسے سعد  
بن ابو بکر بن سعد بن زنگیست۔ فردوسی شعر از ایران بیاد کہ گو سیلتن و فرہیز کا دس مان سخن  
نظامی شعر نو آئین ترین شاه آفاق بود و نیازادہ عیص اسحاق بود و اسے عیص بن اسحاق  
بود۔ اس سے کوئی یون نہ سمجھ جائے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان سے لفظ ابن کا  
محذوف یا مستر ہے بلکہ اضافہ کی تخصیصات میں سے یہ بھی ایک نوع کی تخصیص ہے  
کہ مضاف کو مضاف الیہ سے ابن ہونے کی خصوصیت ہے اور یہ اضافہ بمعنی مرد براہے  
اضافہ حقیقی کے لقب سے اس واسطے ملقب ہوئی کہ یہ سب میں اعلیٰ درجہ کی اور اصل اضافہ  
ہے اور جو مقصود کہ اضافہ سے ہے وہ اس میں پورا پورا حاصل ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ غلام زید  
میں مثلاً غلام زید کے اندر پوری پوری تعریف اسی وقت ہوگی کہ جب تکلم اور مخاطب میں وہ غلام  
معبود ہو فقط اپنے مضاف الیہ یعنی زید کے معرفہ ہونے سے کام نہیں چلتا کہ واسطے کہ ممکن ہے  
زید کے ہزار غلام ہوں پھر بغیر معبودیت فقط غلام زید کہنے سے کیونکر تخصیص و تعیین کر سکتے  
ہیں کہ فلاں غلام ہے۔

اگر مضاف مضاف الیہ میں باہم عمل درست ہوگا تو ان دونوں میں چار نسبتیں متحقق ہونگی اول  
مساوات خواہ مرادفت میں جیسے مردم آدمی و زر طلا و طلا سے زر۔ خواہ صدق میں جیسے مردم گویا  
و دریا سے آب و پستان شیر۔ دوسری اضافہ خاص کی عام مطلق کی طرف جیسے شبہ روز ہونکہ  
امر بہتم اور مقصود باہم اضافہ کا یہ ہے کہ مضاف الیہ سے تعریف یا تخصیص یا توضیح مضاف میں  
پیدا کریں اور صورت مساوات یہ امر ممکن نہیں۔ بصرت میں اضافہ کی ان دونوں قسموں کو منہج  
جانتے ہیں لیکن یہ شعر سعدی علیہ الرحمہ کا شعر وجود مردم دانا مثال نہ طلباست و کہ ہر کجا کہ رود  
قد رویتش دانند و نظامی شعر بفرمان او زر گر چہ دست و طلائے زر بر سر نقرہ بست و  
ولہ ہر جان ز پیر و نہ نشاند گرد و طلا سے زر انگشت بر لاجورد و اور یہ شعر فردوسی کا شعر

پس آگاہی آمد بافراسیاب کہ آتش برآمد ز دریائے آب و ولہ چنان دیدم اسے سرزمین بویاب  
 کہ بودی یکے بیکان ربود آب و نظامی در شعر چنان پشہ رایجنگ عتاب و کم از قطره دان پیش  
 دریائے آب و فودوسی کینفسر دکی دستستان مین دنیا کی یو فانی بیان کرتے ہیں شعر چنین است  
 کرداران چرخ پیر ہستامد ز فرزند پستان شیر ہستاقول ہے اور وہ تاویل یہی ہے کہ ز طلا و طلاے زر  
 سے یا تو زر و طلاے خالص مراد ہے اسواسطے کہ نسبت جمیع فلزات کے سونا قیمتی ٹھے ہے اور سونا  
 بھی باعتبار باگی اور عیار کے مختلف ہوتا ہے تو اس زریا طلا مین جو مضاف واقع ہے اور اس زریا طلا  
 مین جو مضاف الیہ ہے ایسی نسبت مانی گئی ہے کہ بطلق زر کو سیم و س داہن کے ساتھ ہوتی ہے  
 تو خلاصہ اس تفوق اضافی کا یہ ہوگا کہ یہ زر خالص ہے یا زر طلا سے در صورت اضافت زر جانب  
 طلا سے طلا مراد ہے چنانچہ زر سیاہ پول و فلوس کو کہتے ہیں محمد قلی سلیم کا شعر ہے شعر کرند رخ  
 کہنہ و نوجم درو لم و ہچم زر قمار سفید و سیاہ و سرخ و اور طلاے زر در صورت اضافت طلا  
 جانب زر سونے کے درق مراد ہیں۔ چنانچہ یہ معنی کتب لغت مین مصرح ہیں اور اسی طرح دریا و رود  
 کبھی خشک بھی ہوتے ہیں کبھی جاری بھی رہتے ہیں یہاں مضاف الیہ کی ملاہست سے اس  
 بات کا بتلا دینا ہے کہ وہ دریا و رود کہ جن مین آب موجود ہے اسی طرح پستان کبھی دودھ سے  
 پر ہوتی ہیں کبھی دودھ اُن مین نہیں ہوتا چنانچہ شیخ علی حنین خرابات مین قحط کا حال بیان  
 کرتے ہیں شعر بطے چہ پستان نے شیر شد و ز خشکی چو پیکان گلو گیر شد و تو صرت کے قائل  
 انہیں پستانوں کا چنجانا ہے جن مین بچہ کے لئے دودھ موجود ہے حق یہ ہے کہ یہاں دعوے  
 مساوات ہی سرے سے ٹھیک نہیں جسکی تاویل کجائے مان اس شعر کی تقریب پر ایک بات  
 یاد آگئی کہ صاحب حیات سعدی جناب مالی نے جہاں آہرے متاخرین حزن کی خرابات اور حضرت  
 سعدی علیہ الرحمۃ کی بوستان سے ایک ایک حکایت ایک ہی مضمون قحط کی لیکر محاکمہ کیا ہے کہ  
 حزن نے باوجود اس کے کہ خرابات جو چند اوراق سے زیادہ نہیں ہے بوستان سے پانہو  
 برس بعد لکھی ہے اور جیسا کہ اس کے بیان سے مترشح ہوتا ہے اپنی پوری طاقت شیخ کے  
 نتیجہ مین صرف کی ہے کوئی کرشمہ نہ کی مثنوی مین ایسا نہیں پایا جاتا جسکو دیکھ کر جی پھڑک اٹھے  
 پہلا شعر ہے شنیدم کہ در عہد بہرام گور نمود از قضا قحط سالی تلہور و ہموار و صاف ہے اس مین

اضافہ آن دیوان  
 مین جہاں کوی  
 صفت مین کوی  
 مین شمع ہے پس  
 و طلا و طلاے زر  
 دریا کے آب  
 وغیرہ متاویل مین

صاحب حیات سعدی کے  
 خاکہ پر جو دریا و بوستان  
 و فلزات کی کجائے  
 مواضع کجائی دی



کوئی خوبی قابل ذکر نہیں۔ دوسرے شعر (جو صحراے محشر زمین لٹ گئی) بہ درودِ آسمان  
 (گرفت) مین زمین آفندہ کو صحراے محشر سے تشبیہ دینا تعریف لٹے بالہجول کے قبیل سے ہے  
 یعنی ایک ایسی تمثیل ہے جو اہل دنیا کی نظر میں قحط کی تصویر کھینچنے سے قاصر ہے صحراے محشر اور تمام  
 اعتقادات خود تمثیل کے محتاج ہیں اُن پر قیاس کرنے سے کسی شے کی حقیقت نہیں کھل سکتی۔  
 تیسرا شعر (سحاب یہ دل نشد مہربان) بحال لب تشنہ خاکیان (بوستان کے اُس شعر سے  
 ماخوذ ہے جو ذوالنون مصری اور مصر کے قحط کے بیان میں شیخ نے لکھا ہے اور وہ یہ ہے شعر  
 خبر شد بہرین پس از روز بیت کہ ابر سیہ دل برایشان گریست و مگر اتنا فرق ہے کہ شیخ نے ابر کے  
 برسے کو رونے سے تعبیر کیا ہے جس سے ترجمہ اور برسنا دونوں باتیں ٹکیتی ہیں اور حزرین نے  
 برسے کو مہربان ہونے سے تعبیر کیا ہے جس سے دونوں معنی دیے صاف نہیں نکلتے۔ چوتھا شعر  
 (بخلی نمود ابر بر کائنات) بہرین سوخت طفل نبات) شیخ کے اُس شعر سے ماخوذ ہے  
 چنان آسمان بر زمین شد بخیل و کہ لب تر نکردند زرع و خلیل و مگر شیخ کے بیان میں اتنا لطیف  
 زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرت ناک ہے نسبت اسکے کہ تخم زمین کے  
 اندر ہی حل جاسے۔ پانچویں شعر (زخشی در اندام خاک دو توہ و عروق شجر ثمر چو رہا ہے کوہ)  
 کا دوسرا مصرعہ بہت عمدہ مگر پہلا مصرعہ تکلف سے خالی نہیں شعر کا مطلب صرف اس قدر کہ  
 کہ زمین کی خشکی کے سبب درختوں کی گین پھاؤ کی رگوں کی طرح سوکھ گین تھیں پس اندام اور  
 دو توہ کے لفظ کو افادہ معنی میں کچھ خل نہیں ہے۔ چھٹی شعر (زتاب فرد زندہ مہر بلند و زین  
 بحر و دانہ بودش سپند) مین صرف یہ بیان ہے کہ آفتاب کی گرمی سے زمین انگلیشی کی طرح جلتی  
 تھی اور تخم جو اُس پر ڈالا جاتا تھا وہ سپند کا حکم رکھتا تھا پس فرد زندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی  
 کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور  
 ایسی دو متضاد صفیں لانی بلاغت کے خلاف ہیں۔ ساتویں شعر (بطئے چوپستان لے شیر شد و  
 زخشی چو پیکان گلو گیر شد) کا مضمون بالکل خلاف عادت اور خلاف مقصد ہے مقام ہے۔  
 نہ قحط کا یہ خاصہ ہے کہ شراب کی صراحی کو خشک کر دے اور نہ صراحی کا خشک ہونا اس بات  
 کی دلیل ہے کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے۔ انتہی۔

میرے نزدیک نہ خرابات کے ان اشعار میں غر و تامل کی نظر ڈالی گئی نہ اس حاکمہ میں انصاف کیا گیا۔ بعض وقت انسان کو اپنی زبان پر چڑھا ہوا یا بار بار کا گوش زدہ کلام بہ نسبت اجنبی اور کبھی ایک آدمہ وقت کے سننے ہوئے سخن کے دل پر بھی چڑھتا ہے پسندیدہ اور بلغ نظر میں آتا ہے اس میں شک نہیں کہ شیخ جو رحمۃ اللہ علیہ کی ان دونوں کتابوں کی مقبولیت یعنی گلستان بوستان کی عام برگزیدگی کسی کتاب کو جو ان کے مقابلہ میں تصنیف ہوئیں بہرگز نصیب نہیں ہوئی اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ کسی کلام مایہ بلاغت و پایہ فصاحت میں اس حد کو نہیں پہنچا بلکہ باوجود ان تمام خوبیوں کے شیخ علیہ الرحمۃ کا خلق اللہ کی نصیحت اور خیر خواہی میں بلا دروغیت نہ کسی کی خوشامدی تمنا نہ لوم کا خوف اور نہ کسی سے مقابلہ۔ نہ سبقت لیجانے کی آرزو۔ محض صدق و عزم و خلوص نیت کو اپنا پیش نہاد خاطر رکھنا بہت بڑا سبب ہے یہاں تک کہ خوشامدی شاعر و نثر کی طرح اپنے پادشاہ کی مدح میں مبالغہ کرنا پسند نہیں کیا اور صاف کہہ دیا شعر مرطبیج زین نوع خواہان نبود و سرمدت پادشاہان نبود و پس ایسے شخص کے لیے قبولیت عالم بالا کی استقبال کرتی ہے ستارہ اس کی نیرائی اور برگزیدگی کا فلک اعلیٰ سے تمام عالم پر چمکتا ہے اس کی تاثیر کی کشش سے کیا دل سرتابی نہیں کر سکتا اسکے یہی نہیں ہیں کہ جو کلام ان کے مقابلہ میں ہے وہ بحیثیت کلامی قبیح اور معیوب ہے۔ اب ہم خرابات کے ان سات شعروں کی نسبت یہی کہیں گے کہ البیر امعان نظر حاکمہ کر دیا گیا چنانچہ ہننے اور پر حیات سعدی کے صفحہ ۱۳۲ و ۱۳۳ سے بلفظہ اس حاکمہ کی نقل کر دی ہے اگر ذرا تامل اور انصاف سے دیکھا جائے ضرور یہ کہنا پڑیگا کہ پہلا شعر ایسا ہی ہموار اور صاف ہے جیسے شیخ علیہ الرحمۃ کی اکثر حکایتوں کے آغاز میں ہے شعر شنیوم کہ در دقت نزع روان و بہر مر جبین گفت نوشیروان و دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب زمین صحرے محشر کی طرح تپنے لگی سب نباتات جو سپر تھی جلا کر خاک سیاہ ہو گئی زمین ہتیلی کی طرح (جو بال سے خالی ہوتی ہے) صاف پٹ میدان ہو گئی زمین کی اس حالت سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ آسمان کے آگے ہتیلی پیار رہی ہے اور زمین فتنہ کو صحرے محشر سے تشبیہ دینے پر وہی شخص اعتراض کر سکتا ہے جس کے دل میں حشر و نشر کا اعتقاد ہنگامہ رستخیز کی دہشت راسخ نہیں قیامت کے شائد سنتے سنتے ایسا خیال پک گیا ہے کہ برائے العین شاہد ہو

عوام تک نے ساختہ اپنے روز مردین کہتے ہیں قیامت کی گرمی پڑ رہی ہے یہاں تک کہ یعنی شد  
 و یعنی امر غریب یہ لفظ کنا یہ ہو گیا ہے خود شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں شعر دی زمانہ تکلف برہنہ شد  
 و فتنہ نشست چو برخواست قیامت برخواست ہ کسی استاد کا شعر ہے شعر آفتاب از آتشم نگارہ و  
 صبح معشر از گریبان پارہ و اسی قبیل سے ہے یہ مطلع ناسخ کا شعر مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغ  
 بہر ان کا مطلع صبح معشر جاک ہے میرے گریبان کا و پھر اس تشبیہ کو ویسی تعریف الٹے بالچول  
 قرار دینا غضب ہے قیامت ہے۔ والد تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تیسرے شعر کا یہ مطلب ہے کہ  
 جب کہ اگر کسی کے آگے ہاتھ پیارے و شخص اگر سختی کریم ہے مہربان ہوگا اس پر رحم کھائے گا  
 یہی مہربانی اور رحم سب عطائے بخشش کا ہوتا ہے اور مسلمات سے ہے کہ مسبب سبب کا تابع ہوتا ہے  
 اور جہاں سبب کا وجود ہی متحقق نہ ہو وہاں سبب کا وجود کیونکر ہوگا پس اس میں بڑی بلاغت ہے  
 کہ سرے سے سبب ہی کی نفی کر دی خصوصاً سائل فقیر کے ہاتھ پیارے پر رحم نہ کرنا کہ بتلانا  
 بہت دل دکھاتا ہے زیادہ افسوس میں ڈالتا ہے یہاں ہی مناسب ہے نہ گریہ و عطا کی نفی اور  
 کلام شیخ رحمۃ اللہ علیہ میں جہاں منہ مایا ہے ”اگر سیدہ دل برایشان گریست“ اگر سیتین و عطا کا ثبوت  
 انسب ہے کیا معنی کہ یہاں شہر دین کے قحط زدوں پر بارش برسنے کا بیان ہے تو سیاہ دل  
 سخت جانوں کا مصیبت زدگان قحط کی تباہی کو نہ دیکھ سکھ کر روینے کے ساتھ اس برسنے کو تبہیر  
 کرنا بڑا مبلغ ہے معہذا اس قبیل کے گریہ اور بخشش کی علت ترجم ہے تو مقام نفی میں سرے سے  
 علت ٹٹے کی نفی کر دینی جیسے حزن کہتے ہیں الیغ ہے بہ نسبت گریہ اعطائی کے یعنی اگر گریہ عطا  
 کی نفی کرتے نفی ترجم کی بخوبی سمجھ میں نہ آتی کیا معنی کہ ممکن ہے کہ اسکو رحم آیا ہو مگر ناداری یا کوری  
 وجہ سے عطا نہ کیا۔ اور شیخ علیہ الرحمۃ کا کلام مقام موجب و اثبات میں ہے وہاں اگر نقط ثبوت علت  
 یعنی بیان ترجم پر کفایت کرتے نے شک انا مبلغ نہوتا۔ چوتھے شعر کا حکم کہ تو غضب ہے یعنی یہ  
 فرمانا کہ شیخ کے بیان میں اتنا لطیف زیادہ ہے کہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا زیادہ حسرت ناک ہے  
 بہ نسبت اسکے کہ تخم زمین کے اندر ہی چلجائے ”مسلم مگر کس لفظ سے تخم کا زمین کے اندر چلنا استفادہ  
 ہوتا ہے وہ شعر تو یہ ہے ”بمہر زمین سوخت طفل نہات“ نہات تخم کو نہیں کہتے جس لغت میں  
 چاہیں دیکھ لیں بہر درخت اور ہر بادل کو جو زمین پر جم آوے نہات کہتے ہیں تو کھڑی کھیتی بھی

اطلاق نبات کہا ہو سکتا ہے لیکن طفل کے لفظ نے بتلادیا کہ نام تمام نارسیدہ دشت اور کھیتان  
 مراد ہیں گویا اسی نے جمعی ہا در نامہر بانی کا ثبوت دیتے ہیں کہ باوجود سائل کے ہاتھ پھیلائے کے  
 ایسی سیدہ دلی کہ در رحم نکلیا یہاں تک کہ ننہ ننہ واجب الرحم بچے جنہر ہر کوئی ترس کھاتا ہے ہوس  
 ہے کہ گہوارے میں جلکر خاک سیاہ ہو گئے۔ ہاں البتہ تخم کا زمین میں جلبانا چھٹے شعر سے مستفاد ہے  
 جہاں کہا ہے "زمین بھرودانہ بوش سپند" انشاء اللہ تعالیٰ اس موقع پر عرض کیا جائیگا۔ اور اسکا پہلا  
 مصرعہ "بخیلی نمود ابر بر کائنات" اسکے قبل کے شعر کی توضیح اور بیان ہے کیا معنی کہ حساب کی ٹیلی  
 اور نامہر بانی کا ظہور کس رنگ میں اور کس صورت میں ہونا معلوم تھا یا اسقدر برے کہ گاؤں بہ جائیں  
 کھیتان گل سطر جائیں یا اس درجہ بارش بند ہو جائے کہ تخم زمین میں جلبائے جسے ہوئے پودے  
 جلکر خاک ہو جائیں اگرچہ اس امر کی جانب لفظ لب تشنہ اور بیان واقعہ خشک سالی سے بخوبی ایما  
 ہو سکتا ہے مگر پھر بھی توضیح کر دی کہ وہ نامہر بانی بخل کی زخمی میں نمودار ہوئی ہاں شیخ علیہ الرحمۃ  
 نے بخیلی کو خوب بنھایا کہ ابر بخیل نے زرع و خلیل کو ایک گھونٹ پانی نہ دیا جس سے لب یا طلق لیکا  
 تر ہوتا۔ اور خزین کا سوخت طفل نبات فرمانا اگرچہ سوخت لازم تشنگی ہی کیون نہو بخیلی کے  
 ضلع کو بھانے میں قاصر ہے ایسے تصور تو سب میں موجود ہیں۔ پانچویں شعر کا یہ مضمون ہے کہ جب  
 ابر نے اس درجہ بخیلی کی کہ نازک نازک نورس پودے اور ہر بادل جلکر خاک ہو گئے کوئی یہ خیال نہ کر  
 کہ بڑے بڑے دشت بوجہ اپنی پختگی اور زمین کے اندر دور دور تک کی ریشہ دوانی کی وجہ سے  
 خشک نہوئے ہوں اور ایسا ہی ہوتا ہے کہ تھوڑے بہت پانی کے کھینچ جانے سے بڑے دشت  
 سوکھا نہیں کرتے تو اس خیال کی بھی نفی کر دی اور کہہ دیا "دشت کی در اندام خاک دو توہ ہا عروق شجر  
 شد چو رگہاے کوہ" یہاں عروق سے اہل اور بنخ اور جڑا دے گین اور پتوں کی نسین مراد نہیں چنانچہ  
 اس معنی میں اسکا استعمال کثیر ہے جیسے عرق السوس اہل السوس کو کہتے ہیں عروق الصفر بھی سطح  
 عروق الاصفہ۔ بیج کہہ عروق الطیب زرباد جو ایک قسم کی خوشبودار جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ بھی  
 اسکا بنخ خوشبو ہے عروق بعض بوذیان کو کہتے ہیں وہ بھی سفید سفید جڑیں ہیں اور لفظی ترجمہ  
 بھی اسکا بنخ سفید ہے۔ اور رگ کوہ وہ پہاڑوں کی جڑیں کہیں یا رگین جوزمین کے اندر اندر  
 پھیلی ہیں بعض جگہوں پر کنواں وغیرہ کھودنے کے وقت اندر سے نمودار ہوتی ہیں جیسے

۵  
 اسے نفس لازم اللہ  
 بخیلی اور خشکی دشت

رگ ابر پارہ ابر کو کہتے ہیں جو بادل سے مستطیل اور دراز نیکے ہوتے ہوں۔ اندام جسم کو کہتے ہیں جو ذی جرم کثیف ہو اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ اثر ایک شے کا جس طرح کثیف اور گاڑھے جسموں میں دیر پا ہوتا ہے اجسام لطیف میں نہیں ہوتا جو لطافت اجزاء کے بہت جلد تسخیل ہو جاتا ہے چنانچہ عطر کسی شے کی جس طرح موم کی شرکت سے دیر تک ٹھہرتی ہے روغن میں شریک کرنے سے اس مدت تک نہیں ٹھہرتی اور روغن کی شرکت سے جس مدت تک ٹھہرتی ہے اس قدر پانی کی شرکت سے نہیں ٹھہرتی اسی طرح ادویہ کی تاثیر بہ نسبت شہداد اور قوام شربت کے متفاوت ہے اسی طرح پانی کی رطوبت کا طول کث جس طرح خاک کی آمیزش سے ہو گا ہو اور غیرہ میں رکھ دینے سے ہو گا مثلاً پان کو ہم گیلے کپڑے میں رکھتے ہیں تا خشک نہو اگر زیادہ دنوں تک رکھتے ہو ریت کو پانی میں ترک کر کے پانوں کو اس میں دبا دیتے ہیں پس لفظ اندام سے اسی المعنی پر تنبیہ ہے اور اسی امر کی تاکید لفظ دو توہ سے بھی مقصود ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ گیلے کپڑے یا ریگ کی ایک تاہ جقدر دیر ایک شے کو ترکے گی دوہرا کپڑا دو تاہ ریت سے زیادہ دیر تک وہ شے تر رہے گی تو اس شعر میں بھی خشک سالی کی شدت اور سختی بیان کرتے ہیں کہ درختوں کی جڑیں جرم زمین کے اندر جو تہ در تہ پہنچ گئی تھیں جنکے خشک ہونے کا احتمال بھی نہ تھا پہاڑ کی رگوں کی طرح خشک اور ہم رنگ خاک ہو گئی تھیں اب انصاف کرنا چاہیے کہ اندام اور دو توہ کے لفظ کو اخادہ معنی میں کیونکر کہا جائے کہ دخل نہیں غرض بڑے بڑے درختوں کی جڑوں کا جو زمین کی تہ در تہ میں پہن سوکھ کر سخت پتھر بن جانا فقط بارش کے بند ہو جانے سے نہیں دھوپ کی تیزی آفتاب کا تہ نقاب زمین کو انگیٹھی کی طرح تپانا اسپر اور غضب کر دیا اور بارش کی امیب پر جو تخم زمین میں ڈالا جاتا تھا وہ سپند کی طرح جل ٹھن جاتا تھا تو چھٹے شعر کا یہی مطلب ہے مگر اس شعر کے محاکمہ میں یہ فرمانا کہ فروزندہ مہر کہنے سے آفتاب کی گرمی کا زیادہ ثبوت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کہ مہر بلند کہنے سے اسکی گرمی کا خیال کم ہو جاتا ہے اور ایسی دو متضاد صفیتیں لانی بلاغت کے خلافت ہیں "ہیرت میں ڈالتا ہے کیا معنی کہ جیسے فروزندہ کہنے سے گرمی کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح بلکہ اور زیادہ اسکے لئے بلند سی اور اوج گرائی ثابت کرنے سے کیا معنی کہ اوج گرا اور بلند ہونا آفتاب کا اسکی سمت الراس اور جانب نصف النہار

آنے کو کہتے ہیں۔ اور جب آفتاب عین دائرہ نصف النہار پر پہنچ گیا یہ وقت عین دوپہر کا ہوتا ہے۔ نسبت دن کے حصوں کے اس وقت زیادہ گرمی ہوتی ہے اسکو سب لوگ بانستے ہیں اور اوج گرانی اس معنی میں نیچے کی معمولہ ہند اولہ کتب میں موجود ہے بلکہ اہل اُردو بھی اپنے روزمرہ میں دن چڑھ گیا آفتاب بلند ہو گیا کہتے ہیں کیونکہ کہین علم ہیأت میں دائرہ نصف النہار کی تعریف میں غایۃ ارتفاع الشمس ان وصولھا الیہا مصرح موجود ہے۔ ہاں اگر مطلقاً ہر یومیہ کو دوری لازم ہوتی اس خیال کی کچھ گنجائش بھی تھی حالانکہ بلندی کو البعدیت لازم نہیں طول مسافت اور شے سے ارتفاع اور شے یہ امر ہر مان اور دلیل کا محتاج نہیں اور تخم کا سپند کی طرح جل نہن جانا اس امر پر وال ہے کہ بالکل بارش نہ ہوئی اور بہت عرصہ سے نہ ہوئی پس جسقدر بارش سے بعد ہوگا قحط بھی اسیقدر شدت کا ہوگا اس شدت کی خشکالی کو تخم کا زمین میں جلجانا خوب بتلا رہا ہے۔ اور یہ وہ امور ہیں کہ شدت خشکالی میں کم دیش پیش آتے ہیں اگرچہ کھڑی کھیتی کا خشک ہو جانا دولت حاصل شدہ کا زوال ہے جو زیادہ حسرتناک ہے لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کو بند ہونے ایسا بڑا زمانہ نہیں گزرا یا بارش اس درجہ کو بند نہ ہوئی دیکھئے زمین پر تخم جم آنے اور بالیدہ بھی ہوئے جس پر زرع کا اطلاق درست ہوا خصوصاً ساتوین شعر کا محاکمہ سراسر محکم ہے اس واسطے کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جو لوگ نشہ کے عادی اور غورگرم ہوجاتے ہیں انکو نشہ کا چھوڑنا ایک موت ہے جیسے یارون کا ترک عشق کرنا سخت دشوار اور مشکل ہے تو کہتے ہیں کہ ایسا قحط پڑا کہ کسی قسم کی پیداواری نہ ہوئی نہ انج پیدا ہوا نہ میوہ اب شراب کس چیز کی بنتی لہذا وہ چٹے کی صراحیان جو بسبب تخم و تسد و انجڑہ کے بہت جلد جوش زن ہوتی تھیں خالی پڑی رہیں چونکہ چٹے کی تعین سوکھ سوکھ کر بوڑھی عورتوں کی سوکھی ہوئی پستانوں کی طرح جا بجا سے سکا گئیں گلے انکے تنگ ہو گئے غرض ایسا قحط پڑا کہ نشہ باز نشہ تک بھول گئے جیسے عاشق مزاج عشق بھول گئے۔ اگر یہ بات خلافت مقتضے سمجھی جائے تو شیخ علیہ الرحمۃ کے شعر (یاران فراموش کردند عشق) کو بھی خلافت مقتضے سمجھنا چاہیئے سو اسطے کہ یہاں بھی یون کہہ سکتے ہیں کہ یارون کا ترک عشق کرنا اس بات کی دلیل نہیں ہو سکتی کہ قحط کی شدت ہو رہی ہے ہاں جب تک کہ اس مقدمہ کو یہاں مسلم نہ کر لیں کہ عشق

کھانے پینے کی مستی ہے جیسے مشہور ہے "این خمار از خوردن گشت معبود" جب خشک سالی کی وجہ سے فنانج پیدا نہ ہوا غذا جو سبب مادی اس عشق کا تھا شکم کو نہ ملی مادہ عشق فنا ہو گیا اب صورت عشق کا فیضان باطل ہو گیا یہ امر علوم حکمیہ میں ثابت ہے کہ فیضان صورت کا بغیر مادہ کے ممکن نہیں۔ اور یہاں عشق سے عشق حقیقی مراد نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ اسکو قطعاً زائل نہیں کر سکتا اسکا مادہ تجلیات ذو الجلال و الجمال عراسمہ بین جو قلب بشر میں چمک جاتی ہیں باقیہ کشش جمالیہ و جذب جلالیہ اس شخص کو ایسا محو یعنی از خود فرستے بلکہ از ماسوا گستہ با حیل جلیل پیوستہ کر دیتی ہیں کہ سوائے محبوب حقیقی کے سب سے غافل ہو جاتا ہے پس وہی وہ انسانی نظر و بین سمجھا جاتا ہے ہمہ ادست کہنا اسکے لئے درست آتا ہے پس خشک سالی کو تو کہا ہے قیامت بھی اسکے مادہ کو فنا نہیں کر سکتی چنانچہ مسلم ہے شہر عشق آن باشد کہ کم نگر دو + تا باشد از ان قدم نگر دو + عشق کہ نہ عشق جاودہ نیست + باز بچہ شہوت جوانی ست + مہذب شیخ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں یاران فراموش کردند عشق - یعنی ہم جیسے لوگ عشق بھول گئے۔ گو کہ آپ نے الحقیقت مکمل تھے مگر مکمل اپنے آپ کو اپنی زبان سے مکمل نہیں کہتا بلکہ رند اور بزرگ کار بھی سمجھتا ہے غرض جیسے وہاں ترک عشق کا موجب گمشدگی غلہ پیداواری کا ہونا ہے یہاں خشکی صراحی کا سبب میوہ اور انانج سبب گامگم ہو جاتا ہے پس علت ہر دو کی ایک ہی لطیف ادا و طرزیان دو وَاللّٰهُ تَعَالٰی سَنَآئُهُ اَعْلَمُ بِالْاصْوَابِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ الَّذِي لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اُوْبِيْ اِلَيْهِ۔ کجا بود مطلب کجا تا ختم + میں اپنے مقصود سے کس قدر دور جا پڑا اور یہی بیان تھا کہ اضافت ان دو اسموں میں جن میں باہم نسبت مساوات کی متحقق ہو یا مضاف الیہ پر نسبت مضاف کے عام مطلق ہو بصریٰ میں کے نزدیک متنوع ہے اور میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اضافت اسبجکہ متنوع ہے کہ جہاں مقصود اضافت کا حاصل نہ ہو اب ظاہر ہے کہ جہاں مضاف مضاف الیہ سے خاص مطلق ہو گا نہ تو مضاف کو تعریف حاصل ہوگی نہ تخصیص نہ توضیح بلکہ الٹا تخصیص سے تعمیم کجانب جانا تحصیل حاصل تو کیا حاصل شدہ کا کمزور لینا ہے یہ قالب موضوع ہے پھر اس صورت میں تصحیح مضاف کی کیا تدبیر ہو سکتی ہے راہ دو مساویوں میں اضافت کا امتناع اس میں محکوم کلام ہے ہوا سطر کہ جب تعریف بعد تخصیص کا فائدہ نہ ہوا نہ ہوا سہی فقط توضیح کا حاصل ہو جانا صحت مضاف کیلئے

کافی ہے ان جہان نہیں یہ توضیح بھی نہ ہوگی اضافت سے شک و شبہ متبع ہے اس واسطے کہ تعریف و تخصیص و توضیح میں جو صحت اضافت کے شروط ہیں عطف منع خلو کے لئے مانا گیا ہے۔ تیسری عام کی اضافت خاص کی طرف اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہوگی جیسے روز جمعہ علم فقہ کتاب گلستان پیل محمود جانب غری۔ نظامی در شہر مراپیل بارانو مقصود نیست کہ پیل تو چون پیل محمود نیست کہ یہ اضافت بھی معنی مرو برائے ہے لیکن حرف میں اسکو اضافت بیانیہ بھی کہتے ہیں اور بعض توضیحی و تخصیصی اضافت بھی اسکا نام رکھتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ یہ ہوشگاریاں زبان عرب کا حصہ ہیں چونکہ عربی میں موصوف و صفت کے درمیان باعتبار تعریف و تنکیت مطابقت شرط ہے اور یوم الجمعۃ و علم الفقہ و جانب الغری میں مثلاً وہ طاعت مفقود ہے تو اس ترکیب کی تصحیح کے لئے یہ نکتہ تراشا لیکن فارسی میں ترکیب التصانیف و اضافی کی ایک ہی شکل اور ایک ہی صورت ہے جیسے کنارہ غری روز جمعہ پھر ضرورت ہی کیا پڑی ہو کہ بنی بنائی تصانیف ترکیب کو چھوڑ کر خواہ مخواہ بتکلف ترکیب اضافی بنائیں و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب یا اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہوگی جیسے خردان اطفال۔ سعدی علیہ الرحمہ کا شعر ہے شعر بزرگی و عفو و کرم پیشہ کن کہ خردان اطفال اندیشہ کن کہ چوتھی مضاف مضافات الیہ میں باہم نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہو اس صورت میں یا تو ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہوگا یا نہ ہوگا۔ اگر ایک دوسرے کے لئے اصل اور مادہ ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہوگا یا مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہوگا در صورت اول یعنی اگر مضاف الیہ مادہ مضاف کا ہے تو یہ اضافت بھی معنی از ہوگی جیسے خنجر فولاد انگشتر زر اس قسم کی اضافت کا اضافت بیانیہ نام ہے اسی طرح دیومردم یعنی دیو یکہ از مردم خیز۔ نظامی در کا شعر ہے شعر زمانہ زان ناید الا دو چیز ہیکہ دیومردم در گردلو نیز کہ ولہ ازین دیومردم کہ دام و داند نہ بہان شو کہ ہمصحبتانہ بندہ چنانچہ غری میں شیاطین الانس کہتے ہیں جیسے اس آیت وانی ہدایتین و کذا لک جعلنا کل نبی عدا و اشیا طین الانس و الجن یوحی بعضہم الی بعض خیرت القول غرض۔ اگر مضاف مادہ مضاف الیہ کا ہے جیسے زنگشتر و فولاد و خنجر و سنگ صنم اضافت حقیقی معنی برائے دم ہوگی حزین کا شعر ہے شعر از بتلکہ تاکبہ رہے نیست بر من ہ سدرہ خود

اضافات موصوف  
جانب صفت

محمود علیہ السلام  
سوالیان و جواب  
اور لاری فراسختن  
کعبہ ہرود بود  
در شہر کنگدہ

اضافات صفت  
جانب موصوف

اضافات بیانیہ  
مستند از

بیان اس اضافت کا  
کہ میں اضافت  
مضاف الیہ کا





کی اضافت صفت کی طرف چبے نماز پیشین مسجد جامع - آسمان دنیا -

مگر بیان بھی میری وہی گذارش ہے کہ ان مثالوں میں باوجود تحقق معنی مرکب توصیفی اضافت کا قائل ہونا اور پھر تکلف متبادل کرنا فقط اس مرکب کا اسم اول مجرد عن اللام اور ثانی مجرور و محلی باللام سمجھنے یعنی عدم مطابقت در اعراب و تعریف و تنکیر کی وجہ سے ہے جو زبان عرب میں یہ امر خصوصیات ترکیب اضافی سے ہے چبے مسجد الجامع صلوۃ الاولیٰ سماء الدنیا عرض فتنان مطابقت نے جو شرط ترکیب معنی ہے نغاة عرب کو مرکب اضافی قرار دینے اور متبادل کرنے پر مجبور کر دیا یعنی باعتبار صورت ظاہر لفظ مرکب اضافی قرار دیا اور باعتبار معنی متبادل یعنی در بیان ایک اسم کو جو واقع میں مضاف الیہ اس مضاف کا ہے محذوف مانا چبے صلوۃ الساعۃ الاولیٰ مسجد الو الجامع اور جانب العشریٰ اس آیہ وافی الہدایہ و ما کنت یحیا نبی العزیزین میں جانب الجبل یعنی الطور العزیز - پس غور کرنا چاہئے کہ زبان فارسی ان خصوصیات اور ان شروط سے معرّ ہے اس زبان میں ترکیب اضافی اور اتصافی کی ایک ہی صورت ہے فارق و فاصل فقط ایک امر معنی ہے کیا معنی صرف لحاظ معنی ایک دوسرے کے لئے جہاں بنا ہوا ہے پھر ضرورت دعوہ او کو نسی ہے جو سیدھی سیدھی ترکیب اتصافی کو چھوڑ کر اضافت کے قائل ہونے پر مجبور کرے حالانکہ خود کلام عرب میں جب بعینہ اسی مرکب کا اسم اول محلی باللام ہوتا ہے تو اس کو بغیر تبادل کز توصیفی مانتے ہیں چنانچہ لفظ دنیا بروزن فعلی مؤنث ادنیٰ جو دو بمعنی نزدیک شدن سے مشتق ہے دونوں طرح کلام عرب میں تسلسل ہوتا ہے ایک تو اپنے معنی حقیقی وصفی میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے الحیوة الدنیا والعدوۃ الدنیا والجمعة الدنیا والسماء الدنیا دوسرا بمقابلہ آخرت کے اس جہان فانی کا نام رکھ لیا اس وقت اسکی وصفیت کا لحاظ مغلوب ہو جائیگا اگرچہ یہ نام بھی نظر قرب ہی رکھا گیا ہے مگر غلبہ اسمیت کو ہو گا جیسے رَبَّنَا اَتِنَا فی الدنیا حسنة و اکتب لنا فی هذه الدنیا حسنة و فی الآخرة ین اور اسی غلبہ اسمیت کی وجہ سے اسکی جانب اضافت بھی بلاتبادل درست ہو جاتی ہے جیسے ثواب الدنیا و حث الدنیا و سماء الدنیا و جمع البحار میں ہے الجمرة الدنیا ای القیمۃ الی منا فاعلیٰ من الدنوا ہی اسم لهذه الحیوة لبعدها الآخرة عنها و السماء الدنیا لفرقہا من سائر الارض و یقال سماء الدنیا بالاضافة - فتبی الارب میں ہر دو کلمات

بجانب صفت  
اس مرکب میں  
تبادل

این اسمان لقرہا من ساکنی الاض و کذا اسماء الدنیا بالاضافۃ اسی طرح و مکرر السی و لا  
یحیی لملک السی۔ اول اضافت کے ساتھ بتاویل مکرر العمل السی دوسرے القصاص کے ساتھ آیا ہو  
غرض جب زبان فارسی میں ترکیب توصیفی کے لیے کوئی جدیدی شرط نہیں بلاتامل ان مرکبوں کو موصوف  
صفت کہنا چاہیے اور بلا ضرورت داعیہ صرف اتباع زبان عرب سے تکلف میں پڑنا صواب نہیں  
والہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ تبص وقت اہل فارس نے دنیا کو مطلق عالم کے معنوں میں استعمال  
کیا ہے نظیری کا شعر ہے شہر ہر کہ از مشوق غافل گشت لذت در نیافت و دیدہ بے معرفت  
را در دو دنیا نور نیست و اسے در دو عالم۔ یہ بھی سن رکھو کہ جو صفت ترکیب اتصافی اور اضافی ایک جگہ  
جمع پڑتی ہیں۔ اہل عرب ترکیب اضافی کے جوڑ کو نہیں توڑتے بلکہ صفت کو موصوف مضان سے  
منفصل کر کے بعد مضان الیہ کے ملحق کرتے ہیں اور اہل فارس اکثر اتصال توصیفی کو قائم رکھتے  
ہیں جیسے نام فرخ نوشیروان سعدی شہر زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل و کز ہمتیش  
بروے زین یک نشان نماد و اور کبھی تابع عرب کے ہو جاتے ہیں سعدی شہر پسران فیر  
ناقص عقل و بگدائی بردستارفتند و روستا زادگان دانشمند و بوزیری پادشارفتند و لے  
پسران ناقص عقل وزیر۔ اور کبھی موصوف سے صفت کو مقدم کر دیتے ہیں تا اتصال مضان  
کا مضان الیہ کے ساتھ اسی طرح باقی رہے۔ فردوسی جلد دوم شاہنامہ کے اخیر میں بیان  
کرتے ہیں شہر کہ ابن نامہ شہر باران پیش و بہ پیوندم از خوب گفتار خویش و یعنی از گفتار خوب  
خویش۔ سوائے اس ضرورت اجتماع کے بھی فاصلہ صفت موصوف اور مضان مضان الیہ  
بیچ میں جائز ہے۔ اول یعنی فاصلہ در میان موصوف صفت کے جبے نظامی کے اس شعر میں  
شہر سپیدہ ہر روی از خیم درد و برد تیغ من سرخی از دے زرد و اسے سپیدہ روی۔ ان  
مواضع میں صاحب مہبت عظمیٰ حضرت آرزو عطف بیان کے قائل ہیں میرے نزدیک یہ کلمے  
دوسرا یعنی فاصلہ در میان مضان مضان الیہ کے اور اس فصل کے بارہ میں کوئی خصوصیت  
است رابطہ کی نہیں است رابطہ کے سوا دوسرے الفاظ بھی حاصل بنجاتے ہیں۔ فردوسی پشتنگ اور  
افراسیاب کی گفتگو کے بیان میں لکھتے ہیں شہر چو ہر تور باشد مرا بادشاہ از ایشان سوارے نہ آید  
اسے دستور بادشاہ مرا باشد سعدی شہر بگ درختان سبز در نظر ہو شیار و ہر تہ ذوقیت معرفت کردگا

و تامل علی عالم

ترکیب اضافی و  
اتصافی ایک جگہ  
جمع ہو جانے پر  
افصال لکھو تا کہ

اسے دفتر معرفت۔ و خید شہر اسے وحید از فرہ چون ابر بہ ہنگام وصال پہل سبار آمدہ وقت سبت  
سے آشا میہا بہ اسے وقت نے آشا میہا۔ اور یہ بھی سن رکھو کہ کبھی مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ  
کو باقی رکھتے ہیں جیسے سعدی کے اس شعر میں شہر رنگ بہ گوہر اگر کاسہ زرین شکندہ قیمت سنگ بفراید  
زرکم نشود۔ اسے قیمت زر۔ نظامی ہر شعر میں رنگ طاؤس و پرواز او بہ چون گزشت آمد آواز او بہ  
اسے چون آواز گز بہ۔ کبھی بقرینہ مقام مضاف الیہ کو حذف کر کے مضاف کو باقی رکھتے ہیں جیسے شعر دیدہ  
سعدی و دل ہمراہ تست بہ تا پنداری کہ تنہا میروی بہ اسے دل سعدی۔ اسی طرح مضاف الیہ پر مضاف  
کی تقدیم بھی جائز ہے جیسے گہان خدیو جہان بادشاہی شہنشاہ سراپردہ۔ یہ امر سمعی ہے اس میں  
قیاس کو دخل نہیں یعنی جس مضاف الیہ کو چاہے اسکے مضاف سے مقدم کر دینا امر فصاحت میں  
مخل ہوگا اور اس تقدیم خلاف موضوع کو ضرورت شعری پر مبنی کرنا کلام فصحا میں عیب اور عجب کا  
قائل ہونا ہے یہ خطا ہے استادوں کے نہ کلام میں یہ ترکیب موجود ہے اسی طرح صفت کی مہفوف  
پر تقدیم ضرورت شعری پر مبنی نہیں جیسے کوتاہ خردمند گلستان کی تیسری حکایت میں منثور ہے  
نشر گفت اسے پدر کوتاہ خردمند کہ نادان بلند۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احکام لفظیہ میں استتراج کا شمار کرنا یہ ہے کہ فارسی میں کل کلمات مبنی علی السکون ہیں اور یہ بھی  
ظاہر ہے کہ مضاف و مضاف الیہ قبل تعلق اضافت و مستقل جدے اسم تھے سکون پر  
مبنی تھے اگر بعد تعلق اضافت بھی مبنی علی السکون رکھے جائیں لفظوں میں استتراج ہی کیا حاصل ہو  
جس طرح قبل اضافت بیگانگی اور علیحدگی تھی اسی طرح اب بھی رہتی تو بناے سکون مضاف کو  
جو علامت کلمہ کی تمامیت کی تھی اٹھا کر بجائے اسکے جنبش کسری رکھ دی جسکو علامت اضافت  
کہتے ہیں تا بمقابلہ معنوی اتحاد کے قید لفظی اتحاد بھی ہو جائے جیسے عربی میں حذف تنوین اور  
نون کا اس استتراج کے لئے کیا جاتا ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں تصریح کر دی ہے  
فَلَمَّا اَنَادُوا اَنْ يَخْرُجُوا الْكَلِمَتَيْنِ مَرَجًا لِكَيْتَسْبِيحَهُ الْاَوَّلَى مِنَ الثَّانِيَةِ التَّعْرِيفُ وَالْتَّخَصُّصُ  
حَذْفُ اَوَّلِ الْاَوَّلَى عَامَّةً ثَمَّ اَمَّ الْكَلِمَةَ گویا سوت مضاف کے اول حرف سے لیکر مضاف الیہ  
کے اخیر حرف تک ایک کلمہ بن گیا۔ لیکن بعض مواضع بوجہ شد و مستثنیٰ ہیں اور ان میں بھی و طرح  
کے ہیں ایک تو وہ کہ جیسے مضاف پر علامت اضافت نہیں لائی جاتی جیسے چون و جز و ہر وہمہ و ہجی

بجائے حذف مضاف

بجائے حذف مضاف

مضاف الیہ کی  
صفت پر تقدیم

اسی طرح صفت  
کی مہفوف پر تقدیم

مبنی علی السکون  
و مبنی علی السکون  
پر مبنی علی السکون  
تو بناے سکون  
مبنی علی السکون  
مبنی علی السکون  
مبنی علی السکون  
مبنی علی السکون  
مبنی علی السکون  
مبنی علی السکون

بجائے ان صفتوں کا حذف  
علامت اضافت نہیں لائی جاتی



ملک شرفی شاعر دیرینہ ہمدے کہ دلم ز خمدار اوست و مارا بردست تراگر سپر عم ست و کسی آباد  
 کا شعر ہے شعر آن پسر ہمیشہ نید عمار خوشنویس و آن برادر زادہ شمس الحق شیرین ادا و میر معز  
 فطرت شعر دلم بردہ کف بالان پسر پند رحم برانے و متلع آرزو ازلان کے مطلب گران سازے  
 اور لفظ میر جیسے میر آب میر آتش میر آخر میر انجن میر بار میر چوپان میر دہ میر دیوان میر سلمان میر سپاہ  
 میر سلاح میر شرب میر شرکار میر عدل میر عرض میر عمارت میر قافلہ میر کاروان میر لشکر میر مجلس میر منزل  
 میر میدان اسنادہ کے کلام میں تمل ہیں چونکہ یہ لفظ موقوف الآخر ہے اور موقوف اور متحرک میں بحیثیت  
 وزن عروضی کچھ فرق نہیں تو ان الفاظ میں مک و مثبت علامت اضافت کا ثبوت فقط اہل لسان  
 کے لہجے سے ہوگا یا مضاف الیہ مصدر بہ الف ہو تو الف کے گر جانے سے یہ امر بخوبی ظاہر ہو سکتا ہے  
 جیسے میر آب یعنی داروغہ آب یعنی میر بحر کلیم کا شعر ہے شعر خضر نتواند آب زندگی از ما خرید و منصب  
 میرابی سر چشمہ آئینہ راہ اسی طرح میر آتش داروغہ تو پچانہ آرزو کا شعر ہے شعر لشکر اہل سخن را نہ دیم  
 آرزو میر آتشم شیخ آفریت و اسی طرح میر آخر داروغہ صطبل محمد سعید اشرف شعر بکد در صطبلش  
 آمد باخت اسب خویش را و در تلاش خدمت میر آخرے سام سوار۔ امیر خسرو شعر حرفت امیر خرو آورد و زود  
 ہر چہ در اطراف جہان باد بود و اسی طرح میر آتش یعنی خوان سالار۔ اسی طرح میر انجن۔ اور لفظ عاشق  
 کا جیسے عاشق آفت عاشق بادہ عاشق بنا گوش عاشق پلاؤ عاشق جلاع عاشق سخن عاشق صحبت  
 عاشق فغان عاشق گناہ عاشق نالہ عاشق نمہ عاشق نیام ابو طالب کلیم شعر میرسانہ خوشدیش  
 خود را بہ ابراز شوق برق و مزرع امید ما از بسکہ عاشق آفت بہت صاحب اصفہانی شعر چون بہو  
 تا بہت نم از زندگی در پیکرت و دستگیری کن سے آستان عاشق بادہ را و ولہ ندارد صفہ دوران  
 چون من عاشق بنا گوش و ندارد حسن خط چون من خلاصہ حلقہ در گوشے و فونی نزدی شعر دیوان  
 خسیان عاشق پلاؤ و زخو پہلو سے شان ہمہ حص گاؤ۔ ولہ چمن عاشق جماعے کو دران روز و کہ  
 بر فرما د امیزد و دو صد گوز نلہوری شعر درین انجن کہبت عاشق سخن و کہ عشقے نورزید با شمر من  
 صاحب شعر سر نمی بچد بترک سر ز تیغ آبدار و انقدر کس چون قلم عاشق سخن باشد چرا۔ ولہ عالم  
 روشن پیش زود میگردد سیاه و ہر کہ چون پروانہ بیدرد عاشق صحبت ست و نلہوری شعر بنازک  
 دیلہاے خواری کشان و بلہاے خاموش عاشق فغان و ولہ بصیان عشق باز بہاے اجیت و

چراغ عفت چنین عاشق گناہ ہست + شغالی شعر گلین مہر و وفار مرغ عاشق نالہ ام + لبت بندم  
 زلفان تا گلے بر شاخ ہست + صائب شعر جوش گل را گوش عاشق نغمہ تازہ کرد + نالہ بیل کجا نہا  
 بفریادم سد + حکیم شعر زوش آنچہ ناید انتقام ست + کہ تیغ کیندش عاشق نیام ست + اور لفظ نیم کا  
 جب مضامین ہوتا ہے ہمیشہ کے لیے منقطع الاضافہ دیکھا گیا اور یہاں بھی میر کی طرح لفظ  
 نیم کا موقوف الآخر ہے لہذا اہل زبان سے اسکی تک علامت اضافہ کا حال دریافت ہوگا جیسے  
 نیم روز نیم شب نیم قطرہ نیمان نیم رخ + سعدی شعر ظالمے راختہ دیدم نیمروز + گفتم این قدست  
 خواہش برودہ بہ + نظامی شعر چو نیم شب از تو جویم پناہ + بہتاب فصلم برافروز راہ + عرفی شعر  
 بنیم قطرہ شرابے کہ باز میماند + پس از پیا کہ کشیدن بساغر ازل + یار + سعدی شعر نیم نالے گر  
 خور و مرد خداسے + بذل در دیشان کنند سے دگر + اور لفظ اول کا ہر دو طرح متعل ہے جیسے اول  
 شب یعنی پاس اول شب + نظامی شعر چو اول شب آہنگ خواب آورم + بہ تیغ ناست شتاب آورم  
 حاجی محمد جان قدسی شعر چون سر زلفش بستم افند از خود میر دم + بچھو طفلان اول شب خواب  
 سے آید مرا + اور لفظ پس جیسے پس خوردہ پس فردا + میر حسن دہلوی شعر حسن آخر چراندیشی امروزہ  
 ازان فردا کہ پس فردا نارد + اسی قبیل سے ہیں پدر زن برادر زن شاہجہان + ولی نعمت  
 ولی دولت کا فر نعمت ولی عہد مالک رقاب + نظامی شعر زیارت گاہ اصل داران پاک + ولی نعمت  
 فرع خواران خاک + ولہ دگر بارہ دولت درآمد بکار + ولے دولے باغن گشت یار + میر میری زندانی  
 شعر تو کا فر نعمتے صبحی و گرنہ + بخون دل تنمے تو ان کرد + صائب شعر اگر بر زخم کا فر نعمتان  
 باشد گران پیکان + زبان شکر گرد زخم مارا در دمان پیکان + نظامی شعر بزرگان لشکر کو نہ بندہ  
 کہ با آن ولی عہد بند عہد + جلال الدین دوانی شعر خسرو مالک رقاب دین پناہ + آفتاب مکت  
 ظل الہ +

ع  
 مالک رقابت کما  
 غیر فارسی شعر  
 دیکھا گیا کہ نیم  
 نالہ بیل کجا نہا  
 نہ

ع  
 دار عہد مالک  
 جیسے طفلان  
 بچھو طفلان  
 بزرگان لشکر کو نہ بندہ  
 نالہ بیل کجا نہا

ع  
 مالک رقابت کما  
 غیر فارسی شعر  
 دیکھا گیا کہ نیم  
 نالہ بیل کجا نہا  
 نہ

یہاں تک وہ امر بیان ہوا کہ مالک علامت اضافہ جو خصوصیت مضامین سے ہوتا ہے اب اون  
 مضامین کا بیان ہے جنکی خصوصیت سے کسر اضافہ تخفیف میں آجاتا ہے جیسے لفظ ایزد اور آب  
 یہ دو لفظ جب مضامین الیہ واقع ہوں انکے مضامین پر سے کسر اضافہ کو گرا دیتے ہیں + جامی شعر  
 شعر بنامیز چہ زیبا صورتے بود + کہ صورت کاست اندر مخی افزود + نظامی شعر چو ایزد بن نئے

درد و درد و سپاس از درد چون نباید نمود و اور لفظ آب سیلاب تالاب آسیاب دولاب وغیرہ میں  
 دول بالضم کوزہ آب کو کہتے ہیں کمال اسماعیل شعر چو دول این یکے ریسان در گلو و چو چرخ آن  
 یکے کندہ بر سر دو پا و اور یہ بھی جان لینے حاضر ہے کہ بعض وقت اس مرکب سے ایک شے کا نام  
 رکھ دیا جاتا ہے تو لحاظ معنی ترکیبی کا اس وقت مخلوب ہو جاتا ہے اسمیت غالب ہو جاتی ہے اس حال  
 میں اسکا معطوع الاضافہ ہونا ضروری سمجھا جائیگا جیسے سرایہ سیراب سیلاب تالاب اور علمہ فوک  
 جامہ خواب شب خون جو مقابل روز خون کا ہے یہ سب اسی قبیل سے ہیں کمال اسماعیل شعر شک کیسکہ  
 ازین بادہ مست و دیخبرش و بن گرفت ز مجلس بجایمہ خواب کشید و ابو البرکات نیز شعر شب چو دل سر  
 میکند حرف ز درد و ہجر دوست و اگر شب خون میزند افسانہ در خون میرود ملاشانی تکلمو شعر اے تو  
 رایتے ست کہ گیسوے پر غش و بشخون روشنی شب تار میزند اگر بحیثیت اسمی نہ بیان ہوں وقت  
 علامت اضافت ظاہر کر دیتی ہے فردوسی سکندر اور کی جنگ کے بیان میں کہتے ہیں شعر  
 خرمش آمد از دشت کا سکستان و سرایہ مرز بندوستان و باقر کاشی شعر درد دل مانند نی  
 نیست و کشا سر دستان مارا و قلی میلی شعر دوران بکلیہ مد نوشا نگہ عید و بکشا در طوق اسیران  
 رہا کرد و امیر خسرو شعر پہلے بخسرت نشد اے آب زندگی و بالنگہ یل آب جزا ند نشیب نیست و  
 طغر اشعر پہلو سے مسجد کے تل آب و بود پاک چون چشمہ آفتاب و سعدی شعر نگیند از سر  
 باز چو حرف ز کران پنہے مگیر و صاحب ہوش و حافظ در شعر اے صاحب کرامت شکر اہ سلامت و  
 روزی تقدی کن درویش مینوارا و بابا فغانی شعر چو عیش از مستی یک ساعت شب تیر دروزان را  
 کہ آتش از غم فروا بود و جاہ خواہش و سعدی در شعر پسر نوح بادلان نشست و خاندان نبوتش گم  
 شد و نظامی در شعر ازان میش کار و شب خون شتاب و چو دراج درودہ صلاے کباب و اسکامقابل  
 روز خون بھی آتا ہے حکیم نزاری قہستانی شعر کم اینک خبر دارت کہ چوشت و شب خون مصلحت بارور  
 خون ست و ان مثلثے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض موقوفین ان الفاظ میں اثبات کسرہ اضافت کا  
 ہوتا ہے گو کہ مبیولہ ضمیم نے پہلے کہا ہے کہ فک علامت اضافت کے ساتھ یہ الفاظ اکثر متمل  
 کیے جاتے ہیں اسید طرح جب ضمیر متصل کیے مضاف الیہ واقع ہو جیسے کتابش کتابت کتاب ہم کتابان  
 کتابان کتابان اسکی تحقیق ضمیر کے بیان میں گزر چکی اب منوجب یہ الفاظ بشرط وقوع طرف

مرکب اضافی ہے  
 و بن گرفت ز مجلس  
 بجایمہ خواب کشید  
 و ابو البرکات نیز  
 شعر شب چو دل سر  
 میکند حرف ز درد  
 و ہجر دوست و اگر  
 شب خون میزند  
 افسانہ در خون  
 میرود ملاشانی  
 تکلمو شعر اے تو

بن الفاظ کو  
 اکثر غلط فہمی  
 پیدا ہوا ہے  
 کہ ان الفاظ میں  
 کبھی کبھی اضافت  
 کے ساتھ متمل  
 ہوتا ہے  
 و چوشت اسی ہے  
 قطع نظر اس کے  
 کہ اس کے ساتھ  
 کتابت کتابان  
 کتابان کتابان



مکہ اضافی بحسب خصوصیت فک علامت اضافت کے ساتھ اکثر متعلیٰ ہوتے ہیں تو یہی کثرت استعمال اسکی اولویت کا سبب ہوگی اور اسکا خلاف خلاف اولے۔ ارجن مضافون کے اخیر میں فون بعدہ ہو جیسے شان کمان یا اے مخفی یا اے معروف ہو کبھی کبھی فک علامت اضافت کے ساتھ بھی متعلیٰ ہو جاتے ہیں مگر اکثر نہیں بہت کم تو یہاں بوجہ قلت استعمال اولویت اثبات علامت اضافت میں ہوگی۔ خاقانی شعر ضمیمہ من امیر آب حیدان : زبان من شبان وادی امین۔ بدر چاچ شعر رے زمین چو تیر شد راست ز نوک کلک تو : جز کچی کہ در کمان ابرو طاق دلبرست۔ سعدی شعر ماند سالہا این نظم و ترتیب : ز ما ہر ذرہ خاک افتادہ جاے : اے ذرہ خاک۔ نظامی شعر گرفتہ ہم آہن آری زر ورم : در آتش کدہ ما چہ آہن چہ سوم : اے آتش کدہ ما۔ خاقانی شعر جملہ بدین وادری برد عنقا شند : کوست خلیفہ طیور و اور مالک رقاب : اے خلیفہ طیور۔ مولوی معنوی قدس سرہ شعر گزرا خواہد کہ پردہ کس درد : میلش اندر طعنے پاکان برد۔ اے پردہ کس۔ سعدی شعر اے کہ شفعہ منت حقیر نمود : تا در شتی بہر نہ پنداری۔ اے در شتی بہر۔ مولوی معنوی شعر پیر پر عقل باشد اے پسر نہ سفیدی موس اندر لیش سر : اے سفیدی موس نظامی شعر ہی چہرہ باغ چمن دان بود : کہ شمشاد بالالہ خندان بود : یہ بھی سن رکھو کہ اگر مضامین کا اخیر حرف الف مدہ ہو اس پر کسرہ اضافت کا ثقیل سمجھا جاتا ہے لہذا ایک یاے تحتانی تحمل کسرہ کے لیے زیادہ کیجاتی ہے جیسے وانا سے راز۔ اس بارہ میں الف مقصورہ اور مدودہ ایک حکم میں ہیں۔ عربی شعر مصرعیران کرد رود وادی امین نہاد : رود نیل شوق یعنی گریہ موسائے سن : شعر بخدا کہ جرعہ وہ تو کا نظر خیر : کہ دعاے صیحا ہے اثر سے کند شمار : مگر جوق جانب ضمیمہ فصل اضافت اسکی کیجاتی ہے تو پھر الحاق یاے تحتانی کا واجب نہیں رہتا جیسے عصا ش و عاش مصرعہ حسن زیبائش خیل عشق آوردہ و انیر و شعر موم کہ بر سفت دود بے قیاس : پاش بلغزد چو در افتد بطاس : در صورت زیادتی یا یا کو حرکت فتح دیجائیگی اور با وجود جانب ضمیمہ فصل اضافت ہونے کے بغیر یا کے استعمال کرنا جیسے ظہیر فارابی کے اس شعر میں شعر ثنا مجلس از چرخ گوہر سے بادا : کہ در حساب نیاید بہا چنان گوہر۔ حکم ضرورت ہی : نیاید آمدن سے نہ کہ یافتن سے۔ اور اگر حرف اخیر مضامین کا وادہ کلنہ ثنائی کے اخیر میں واقع ہو جیسے تو خور و مو وغیرہ یا متوالی الحركات کے جیسے رفو سپو تھکو نکو وغیرہ تو یہاں بھی الف والے

مضافوں کی طرح جنکا بیان ابھی ادھر گزرا تحمل کسرہ اضافی کے لئے یاے تختانی کا الحاق واجب ہوگا جیسے بوسے گل۔ روزے زمین۔ مہوے سر۔ اور سہوے آب۔ گلے صراحی وغیرہ۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت کیجاتی ہے یا کہ ساتھ اور بغیر یا کہ یہ دونوں امر جائز ہو جاتے ہیں۔ جیسے بوش روش بولش اور سہوت گھوت سہویت گلویت۔ حافظہ شعر لطف ہشہ گریویشی از گدا ماروت را نہ تا بکام دل بہ بند دیدہ ماروت را اے روے ترا۔ اگر کلہ غیشنائی متوالی الحركات نہو جیسے ابرو۔ بازو۔ پہلو۔ گیسو۔ ہندو وغیرہ تو الحاق یا کا واجب نہوگا خواہ سائر مضافات کی طرح کسرہ اضافی پر کفایت کریں جیسے رفع کے اس شعر میں شعر تو ان بمعنی وحدت حسن یا۔ رسید ہلال ابرو او مطلقیت در تو حید۔ مسرعر در سپہ من نشست آن شوخ ہشاشی سہوار می شعر دور وہ مہلت باقی بعیش دہ ساقی ہ چو عمر بلب ساعر گزشت و گیسو چنگ ہ خواہ کلہ شنائی اور متوالی الحركات کی واؤ کی طرح یا تو صرف یاے تختانی ملتی کریں جیسے خواجہ کرمانی کے شعر میں شعر برآزندہ تیغ صبح از نیام ہ کشاین جہن زابر وے شام ہ حکیم زلالی شب کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر ز تنگی آن چنان بچو بہ در ہم ہ کہ موئیدہ ہر دو گیسوے ماتم ہ یا بعد الحاق یاے تختانی بوجہ عدم تعدد ثقالت توالی ماقبل یا کو اذ آ حرکت ہر حرکت یا کہ کسر و مبالغہ یا کسر دیتے ہیں پس یہ کسر و کسرہ اضافی اور یا یاے ہشباحی نہ ہوگی جیسے امیر خسرو علیہ الرحمہ کے اس شعر میں شعر طلب کرد خاقان آفاق را گرہ باز کرد ابروے طاق را ہ نظامی ہ شعر درم پہلوے پہلوانان بہ تیغ ہ خورم گردہ گردنان بید رنج ہ صائب شعر بید مجنون گیسوے ماتم پریشان کردہ است ہ تا کہ اقامت شہید سنگ طفلان کردہ است۔ اور جب ضمیر متصل کی جانب انکی اضافت ہوتی ہے بزیادی یاے تختانی و بغیر یا دونوں طرح مستعمل ہے لیکن سائر ضائر متصلہ کے قبل کی طرح اسکو بھی حرکت فتح دیجائیگی جیسے ابرو ش ابروت پہلو ش۔ پہلو ش ابرویش پہلویش۔ ابرویت۔ پہلویت۔ اور یہ امر بھی جائز ہے کہ خود واؤ کو اجتماع ساکنین کی ثقافت دفع کرنے کے لئے اضعف الحركات یعنی حرکت فتح دیجائے جیسے پہلو ش ہندوش۔ حافظہ شعر اگر آن ترک شیرازی بدست آرد دل مالا ہ بحال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را ہ غرض یہ واؤ واؤ مدہ نسائیہ و متوالیہ سے احکام لفظی میں متنازع ہے مگر لفظ سوز حکم شد و جمیع احکام میں مشرک الو متوالی الحركات

ہے جیسے مصرعہ۔ زمان زمان سوم کن بعین لطف نگاہ و نظامی ہر شعر سے مخزن آورد اول  
 پسچ کہ سستی نگردم دران کار بیج و ولہ تو اس پہلوان کامی سوے ہن و نگہدار پہلور پہلور من  
 والدت لائے شانہ اعلم بالصواب۔ اور اگر حرف اخیر یاے تختانی مدہ ہو بوجہ عدم تعد ثقات کسٹرافنی  
 پر کفایت کرنا اور نظر براخت الف و واو مدین یاے تختانی کا بڑا ناما یہ دونوں امر جائز ہیں اول جیسے  
 حافظہ کے اس شعر میں شعر ساقی بہ نے نیازی یزدان کہے سیارہ تابشوی ز صوت مخفی ہوا غنی  
 طالب آملی شعر آہم کن اسے شرم بہ نزدیکی آن کو شاید غلط یا ز من دست بشوید و دوسرا امر  
 یعنی یاے تختانی کا زیادہ کرنا اس میں پھر دو باتیں ہیں ایک تو بوجہ جملع ساکنین یاے اول کو  
 ہوافتت یاے ابد حرکت کسرہ دیکر یاے ثانی کو اسکے اصلی سکون پر چھوڑ دیتے ہیں نظامی ہر  
 شعر کے راکہ قہرے تو از سر قلند و بہ پامر دی کس نگرد دلبند و اسکو اشباع نہ سمجھیں۔ دوسرا ایک  
 یاے اول کو اسی حالت سکون میں رکھکر یاے ثانی کو حکم اذا حرک بالکسرہ دیتے ہیں اور  
 اور پھر چونکہ اس میں قاعدہ ادغام کا پایا جاتا ہے ادغام کر دیتے ہیں۔ حافظہ ہر شعر خنک چو گانی چرت  
 رام شد در زیرین و شہسوار خوش بیدان آمدی گوے بزن و اور یہ بھی یاد رکھو جب کوئی اسم اس  
 قسم کی یاے نسبت والا جانب ضمیر متصل مضان ہوتا ہے تو ماقبل اس ضمیر کا محرک حرکت فتح رکھا جاتا  
 ہے جس طرح ان ضماز کے سائر مضافات کا حال ہے لیکن بعض وقت بحکم صرفت اس یاے  
 ماقبل ضمیر کو ساکن بھی کر دیتے ہیں مولوی مغوی<sup>۱۳۱</sup> ہر شعر صد گمانت بود در پیغمبریم و باچین بڑا  
 این خلق کریم و مگر یہ کم آتا ہے۔ اور اگر اخیر حرف مضاف کا یاے مخفی ہے تو چونکہ اس میں صلاحیت  
 کسرہ قبول کرنے کی نہیں تھل کسرہ اضافت کے لیے ایک ہمزہ زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے بندہ خدا  
 مجھ سے پوچھیے تو وہ یاے تختانی بصورت ہمزہ ہے جیسے ہمزہ یا کی صورت پاتا ہے یہی ہمزہ کی شکل  
 میں آتی ہے اسبوجہ سے ہمزہ قافیہ یاے تختانی کا واقع ہوجاتا ہے مولوی مغوی کا شعر ہو  
 شعر لیک میگوم حدیث خوش نی پڑ برامید آنکہ تو کنعان نہ ہستی دیر شعر باروے چو نو بہار  
 باخوے دلی و با ما جو غار و باو کر کس چوئی و بخت بد ما ہی کند سست ہی و ورنہ توضیح سخت کمان نیز  
 ایک لطیفہ ذرا غور کر نیکیہ قابل اور خط لینے کے لائق عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں کہ واضح حرف  
 دصو حروف حکیم مطلق جگہ جگہ نے معنی لفظ کو حروف لفظ کے ساتھ اتنی مناسبت تو یہ

تیر حرف مضان کا کوئی ہوتو  
 علامت اضافت کیا جاتی ہے

تفہیم جو ہو سکے  
 مخفی پایا جاتا ہے

معنی ہم ہلک  
 یعنی ہمزہ کا بصورت  
 بنائی زبان در پیش  
 و گنجائی کہتے  
 ہمزہ نہ اندہ ہر

رکھدی جس طرح تہہ بین اس رسالہ کی میر بن ہو چکا ہے پھر شکل حروف میں کیونکر اہمال مناسب کرتا پھر ہر ایک حرف اپنی زبان حال سے پہنچتا کہ بہن یہ شکل کیوں ملی وہ کیوں نہ ملی اور حکم آیہ وافی الہدایہ لا یستعمل عینا الفعل سے یہ نہ سمجھنا کہ الگ مختار نے جس طرح چاہا مناسب و بلا سبب وضع کر دیا بلکہ اس کا ہر کام عین حکمت ہے مگر ہم کو اپنی سنے سمجھی سے مناسب پر پے نہ لیجا کر خواہ مخواہ اعتراض میں منہ نہیں کھولنا چاہیے پس ان حروف کی یہ خاص خاص شکلیں اور صورتیں بھی ضرور خاص خاص مناسبتوں کی وجہ سے ہونگی گو کہ ان وقائق غامضہ پر بہاری نظر نہ پہنچے مثلاً اس شکل (۵) ہمزہ کو ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیے یہ بعینہ نصف بالائی حصہ یا کایہ بلکہ کامل یا بے صرف ایک دامنہ جو روانی قلم میں نکلتا ہے رہ گیا ہے اور اگر اس کے بالائی سرے کو نکال دیجئے دیکھیے (۵) کامل واو ہے۔ اور جو اس کے انخا کو لحاظ نہ کریں ایک قرعش کے ہاتھ کا لکھا ہوا الف ہو چنانچہ غائب فرماتے ہیں مصرعہ الف منحنی بود ہمزہ غرض جبکہ اس میں کیفیت ان تینوں حروف علت کی بالقوۃ موجود ہے تو حالت فنی میں الف کی صورت پاتا ہے حالت ضمنی میں واو کی شکل لیتا ہے لہذا حالت کسری میں یا بجاتا ہے جیسے مامون مومن ایمان۔ آدم پر سر مطلب اور وہ گوئی کی شکل جسکو ہائے مخفی کہتے ہیں میرے نزدیک کوئی حرف جو ہر کلمہ کا نہیں بلکہ علامت کلمات متحرک الآخر کی ہے۔ اور یہ بات بھی قابل یاد رکھنے کے ہے کہ بعض قواعد نگاروں نے کلمات فارسی میں با قبل ہائے مخفی کو بھی مکسور رکھا ہے اور میانجیوں نے کیتوں میں اسیکو رواج دیا ہے یہ خطا ہے چنانچہ کلام اساتذہ اس کے فتح پر دال ہے۔ میرزا غالب کا شعر ہے شعر شورش آمادہ رفتہ اندہمہ ہم برین جادہ رفتہ اندہمہ در نور دگزارش زدہ ہا کردہ انداز نشاط عربہ ہا لیک در بعض جا کہ در ہمہ اش ہا لفظ ماری ہوئی ست ترجمہ اش دیکھیے قافیہ آمادہ اور زدہ اور ہمہ کا جادہ اور عربہ اور ترجمہ کوڈ الہا ہے۔ یہ الفاظ عربی کے ہیں انکا ما قبل اخیر مفتوح ہے اور یہاں اختلاف روی کا قائل ہونا محکم ہے۔ ان ہائے ظاہر کا ما قبل البتہ مکسور کبھی صلی رہتا ہے لیکن اس ہا کے اور حرف ما قبل کے درمیان سے کوئی حرف علت حذف نہ ہوا ہو جیسے رُ بمعنی طریق بفتح ما قبل و کُ بمعنی تہل بضم ما قبل و دُ بمعنی قریہ بکسر ما قبل فارسی اس واسطے کہ اول سے الف ثانی سے واو ثالث سے یاء تحتانی محذوف ہے اصل انکی راہ و کوہ و دیہ ہے۔ راہ و کوہ معروف ہیں مگر وہ اخیر حروف

مثال دیہ کی  
بہشت منہاں سے

لفظہ لغت کی  
بہشت کی

لفظہ لغت کی  
جوہر معرک

میں سے جتنا  
زبان میں آج

زبان میں آج  
جوہر معرک

کے اس شعر میں شعر قدر سے چون برین منط بشتافت و راہ اندر سواد و یہ یافت و میر حسن دہلوی  
شعر سلامت از دل و دین حسن چہ میر ہسی و ندیدہ مانڈ نہ دہقان چہ واجب ست خراج و غرض جہان  
حرف علت حذف نہوگا نہر و قبل اس کا کسور کبیرہ آملی ہوگا مثلاً یہ دیکھ و مہر و گرہ و فرہ و ذرہ -  
سعدی کا شعر ہے شعر جو از قوس یکے بیداشی کرد و نہ کہ را منتزلت ماند نہ مہ را و نے بینی کہ گاد  
و علت زار و بیالاید مہ کا وان وہ را و ولہ آن شنیدی کہ لاغری وانا و گفت روزے بالید فرہ و  
اسپ تازی اگر ضعیف بودہ ہچنان از طویلہ خبر بہ و فردوسی اشکبوس پرستم کے تیر چلانے کی تعریف  
کرتے ہیں شعر قضا گفت گیر و رفت رگفت وہ و فلک گفت احسن ملک گفت زہ و اور لفظ زہ لغت میں  
مجھے جیسے مولوی معنوی قدس سرہ کے ان اشعار میں شعر تا نگیر و ما دران را در وہ و طفل در زادن  
نیا بدیج رہ و ولہ پیش سے آمد پیش میرفت شہ و جملہ شب ہجج حامل وقت زہ و اصل اس ہاکی الف  
ہے یعنی یہ زمین کا حامل مصدر ہے اور زمین زادن سے مجھول ہے معنی میں اسی زبان  
کے ہے جیسے شرط اس جہل کی ہے بحث مصدر میں اسکی تحقیق آجائگی انشاء اللہ تعالیٰ مولوی  
معنوی قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہ را ز قبا اومید و ورنہ گندم نے خدے کے زہد  
اس کے زاید - اور زہ بمعنی زادہ یعنی بچہ کے معنوں میں بھی مستعمل ہے جیسے آفرینش حاصل  
یعنے آفریدہ یعنی مخلوق مستعمل ہوتا ہے اور اسی سے زہدان بچہ دان یعنی رحم کو کہتے ہیں - رافظ  
وہ کا جوہر معروف ہے سو وہ لفظ ہندی دس کا مفرد ہے جیسے اس سے ماہ یعنی قمری پر  
ہمزہ فنی کا لگا کر اس کہتے ہیں اور ہمزہ فنی کے لیے جیسے ہندی زبان میں آتا ہے فارسی زبان  
میں بھی مستعمل ہوتا ہے چنانچہ اکثر جگہ دساتیر میں لفظ اخواتی بمعنی غیر ارادی و اجنبان بمعنی  
غیر متحرک آیا ہے اسطرح امیر بمعنی نامیر نہ یعنی حی غرض اس و شہب جس میں چاند بالکل  
نہیں نکلتا بلکہ اس لفظ وہ کو مفرد ہی کیا کہیے توافق و اشتراک دو زبانوں کا سمجھنا چاہیے - رہا  
مبادلہ میں کا ما سے ہونے کے ساتھ اکثر ہے جیسے راہ بمعنی طریق اس معنی میں لفظ راں جبکہ مفرد علیہ  
راستہ زندہ پاؤں یعنی لغت بابتانی فارسی میں مستعمل ہے اور آماں و اماہ بمعنی درم اور حستن و سستن  
بالفتح بحث مضارع میں جوہر ہو جاتے ہیں - شرف شرفہ کا شعر ہے شعر خصمت ارفر بہی فیت  
و معجون غور و چہ شود فرہی طبل ز آماہ بود و مگر خہ اور خہ اور پُہ پُہ یہ بعض الفاظ ایسے ہیں کہ انکا

ما قبل اخیر مفتوح ہے۔ حکیم زلالی ابایا محمود بن لکھتے ہیں شعر صراحی بر تدرج چون لکبک قہقہہ  
 زد و گفتش کہ اے گلبدستہ خضرہ اور پُپہ وہ وہ کا ہم معنی لفظ ہے یعنی ایک حیرت کے ساتھ واہ واہ  
 کرنے میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے شعر بوحسب فردناوری ہیکلہ سرہ چو حلوا  
 خوری زد و گوی کہ پُپہ شعر چہ میگنم دور چہ پرد اخم کجا بود اشہب کجا تا ختم ہ ادم بر سر مطلب چونکہ  
 ہائے مفتی ہائے ظاہر کی ہنر شکل ہے تو بطور ایک مستقل حرف کے ملحوظ ہوتی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے  
 علم ہیات میں جب دو اتر و قسی کی بیانش کرتے ہیں ساتھ پُر اگر تہ لکھ دیتے ہیں حالانکہ باعتبار حساب  
 جمل فقط اس کے ساتھ ہوتے ہیں اگر تہ شکل واقع میں مستقل حرف سمجھی جاتی پنیٹیم بجاتے لیکن مادہ  
 تاریخ میں اسکا اعتبار اسوجہ سے ہے کہ مدار اس صنعت کا فقط صورت و شکل کمزوری پر ہے صلیت  
 اور واقعیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے مشد جو کہ اصل میں دو حرف ہیں بیان ایک ہی اعتبار کیا جاتا کہ  
 اسی بنا پر تا عربی جو کہ گول گرہ کی سی شکل میں لکھی جاتی ہے اور حالت وقفی میں ناہنجاتی ہے اسکے  
 اعداد میں فضلاء موخین کا اختلاف ہے لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر وہ ترکیب عربی میں اس  
 طور پر واقع ہو کہ تلفظ میں بھی تاہی پڑھی جائے اسوقت اسکے عدد چار سو ہی لے جائینگے اور وہ جملہ  
 تاریخچی خواہ عربی کی عبارت ہو یا نہو مگر وہ کلیم جس میں یہ تا واقع ہے ترکیب عربی رکھتا ہو۔ جیسے  
 رحمۃ اللعالمین مولانا جامی قدس سرہ کا شعر ہے شعر نہ آخر رحمۃ اللعالمینی و زمر ومان چرا غافل  
 نشینی و اسطر حنہ النعم و کعبۃ اللہ وغیرہ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس صنعت میں فقط کمزوری  
 کا اعتبار ہوا کرتا ہے ملحوظ کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ آئیو جہ سے خدائی پادشائی میں اگرچہ ایک  
 ہمزہ اور ایک یا ہے مگر بمحاذ صورت کمزوری دو یا شمار کیجاتی ہیں اور انکے عدد میں لے جاتے ہیں  
 اور عبدالرب عبدالرحمن میں الف لام اگرچہ ملحوظ نہیں مگر بمحاذ کمزوب انکے عدد اکتیس لے جاتے  
 ہیں راے مشدو ایک ہی شمار کیجاتی ہے فقط دو سو اسکے عدد لے جاتے ہیں اگرچہ بولنے میں  
 در سے بولی جاتی ہیں۔ لیکن یہ قرار دینا کہ یہ گرہ کی سی شکل عربی وغیر عربی میں ہا کے لیے مخصوص ہے  
 میری سمجھ میں نہیں آتا البتہ غیر عربی کے لیے یہ اختصاص ثابت کر لو بجا ہے مگر عربی میں یہ شکل تا اور  
 ہا دونوں میں مشترک ہے لیکن ماہ الاقبیاز اور جہانناس اوپر کے دو نقطوں کا وجود اور عدم ہے جیسے  
 حاد و خلاد و ناسک میں مشترک نقطہ سے ممتاز ہیں ہا بن اتنی بات ہے کہ یہی تا حالت وقفی میں ہا

نامہ ورجات  
 وقفی میں ناہنجاتی  
 حساب میں ہے  
 لکھ دلی تحقیق

خدائی پادشائی کی  
 ہمزہ کی عدد کیا  
 یعنی چالیس

نجاتی ہے تو اس وقت اسپر لفظ بھی دیے نہ جائینگے اور عدد بھی پانچ ہی لئے جائینگے جیسے علی المرتضیٰ  
 درہم الکعبہ اور آیات کریمہ قرآنی میں جو باوجود وقف لفظ دیے جاتے ہیں باعتبار ما کان حالت  
 اصلی کے لئے ہے تاؤ اسوزن کو تہجی کے وقت وقت نہ پڑنے غرض نظم الفاظ تاریخ عبارت عربی  
 ہو یا غیر عربی مگر وہ کلمہ جس میں یہ اسے مدور واقع ہے عربی ترکیب پر ہو پس مرزا قطب الدین کی تاریخ  
 وفات جو یکا نہ عصر محمد عاکف رحمہ اللہ نے جعل الجنة منواۃ سے نکالی ہے اور اس تاؤ جنت کے  
 چار سو عدد لئے ہیں بہت درست ہے اور اسپر غلام علی آزاد جیسے نے بدل ادیب بلند اندیشہ نقل  
 نے جو طعن کیا ہے بجز اسکے اور کیا کہا جاسکے کہ سخت ہٹ و دھرمی کی ہے رہا بعض غیر منقوطہ صنعت  
 کی عبارتوں میں جیسے فیضی کی موارد الکلم اور خطبہ غیر منقوطہ علامہ حریری ہے اس قسم کی تاکا لانا اور  
 اسکو پہلے سمجھنا بوجہ تنگی مقام و ضرورت صنعت کلام ہے۔ اگر یہی کلمہ ترکیب غیر عربی میں واقع ہو مجب  
 الما سے عجیب و دراز بھی لکھا جائیگا اور عدد بھی بالاتفاق چار سو لئے جائینگے جیسے صاحب فخر الصلین  
 حضرت شیخ اشیر بخ عقد سلسلہ الاولیاء رحلہ العلماء والفقاء صاحب النسبۃ العلیا الشیخ شہاب الدین مہروردی  
 قدس سرہ کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شعر انکہ شیخ اشیر بخ عالم بود و زبکہ اولیاء عظیم بود و  
 عمدہ و صلین شہاب الدین و قدوہ کاملین شہاب الدین و سال نقلش بگفت ارض و سما و ساکن اوج  
 چہیت والا و ملا حیدر ذہبی اپنے والد بزرگوار کی تاریخ وفات میں لکھتے ہیں شعر تاریخ وفات فایضا  
 مرحوم و کرد رقم کہ شد پر حمت و اصل و اور اگر حرف قومی حرکت کے لئے جو نسبت حرف کے کضعیف  
 ہے علامت بننے کو کوئی تمنع سمجھے تو عربی کا وزن اعرابی جو مضارع پر آتا ہے حروف کے علامت  
 حرکات ہونے کے امتناع کو اٹھاتا ہے۔ میرا یہ قول گو کہ اجنبی معلوم دیتا ہے لیکن اور بلند اندیشہ  
 قواعد نگاروں کے کلام سے بھی اشارہ ہی سمجھا جاتا ہے جیسے ٹیکچند بہار مصنف جو اہل الحدیث  
 کے استعمال کے بیان میں تحقیق کرتے ہیں کہ است الف کے ساتھ اس جگہ پر آتا ہے کہ جان کلمہ  
 متحرک الآخر ہوا اب اگر اسے قطعی بھی کوئی حرف متعلق ہو ہر کلمہ سے مان لیا جائے پھر کلمہ متحرک الآخر ہی  
 کہاں رہا۔ فارسی کے متاؤ فخر المتاخرین نواب اسد الدخان غالب و بلوہی و فیش کا دیانی میں ضمیر خطاب  
 ت کے بیان میں لکھتے ہیں جبکہ حاصل یہ ہے کہ ہمزہ ضمائر پر اس جگہ وصل پاتا ہے جہاں کلمہ باوجود اصلی  
 مخفی پر ختم ہو جو محض اظہار حرکت ماقبل کے لئے لایا گیا ہے تا پدید آید کہ ہامی انہامی حرکت را وجود

حرف حرکت کیلئے  
 علامت بن سکتا ہے

اعتباری است نہ جو حقیقی لاجرم خبر بواسطت ہمزہ متحرک دیگر نمیتواند پیوست، اور مفت ظاہر کی سائنہ جلد میں مصاد جعلی کے بیان میں لکھتے ہیں ”از اندیشہ اندیشیدن و ہائے منظر حرکت اخذت کردند“ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ہائے منظر حرکت و علامت کلمات متحرک الآخر ہے غرض میری پریشان تقریر کا جمل یہ ہے کہ جس کلمہ کے ساتھ ہائے مخفی قائم ہے وہ متحرک الآخر دائم ہے اور اضافت کا تقاضا ہے کہ اسپر کسرہ اضافی ضرور ہو تو ہم اسکی حرکت لازمی کو چھتر نہیں سکتے مگر حروف لازم الحکرت پر ایک الف متحرک زیادہ کرتے ہیں جو کہ حروف علت میں سے ہر جسے ہمیشہ عامون اور زیادتیون میں کام لیا جاتا ہے وہ پہلا حرف ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر ماقبل اس با کا مفتوح ہوتا ہے اور فتح کے بعد بہ نسبت اور حروف علت کے الف کا زیادہ کرنا سبب ہے پھر اس الف زائدہ پر کسرہ اضافت لایا جاتا ہے اور اس قسم کے الف متحرک کو عرف میں ہمزہ کہتے ہیں اور اگر ایسے وحدت یا تنکیہ یا تعظیم یا خطاب کی اس پر لائی جاتی ہے تو رسم الخط میں کوئی صورت اس کے لئے الگ نہیں ہوتی ہی ہمزہ اس کے ادا کی خاطر کنایت کر جاتا ہے جیسے لفظ بندہ کا سعدی کے اس شعر میں شعر علت مضرت اگر لطف جہاں فزین خاص کند بندہ مصلحت عام را یعنی کسی ایک بندہ کو خاص کرے۔ اور یہ وہی ایسے مجہول ہے جو اور اسموں پر ان معنوں کے لئے داخل ہوتی ہے لیکن ہمزہ ماقبل یا صرف تخیل کسرہ کے لئے واجب کی گئی اور نیز صیغہ واحد حاضر سے اس فعل کے جس کو ماضی قریب نام دے رکھا ہے اسکا پتہ لگتا ہے اس واسطے کہ کردہ مثلاً واحد حاضر کا صیغہ ہے اور واحد حاضر کی ضمیر بے معرفت ہے اور است والی گردان میں ایک الف متحرک قائم مقام فعل ناقص کے چلا آتا ہے تو یہاں بھی ایک الف متحرک اور ایسے ساکن صورت ہمزہ کے لئے ہوئے ہیں۔ اور عربی کی تارات جو حالت دخی میں ہمارے بنگنی میں گو اس قسم کی علامت حرکت نہیں ہیں لیکن عمومیت احکام کے لئے انہیں کے تابع کر دیا جیسے روضہ ضوان ترجمہ قرآن اور ان چار حرفوں یعنی الف اور واو اور یاء مدہ اور ہائے مخفی کے سوا سب جگہ مضاف پر کسرہ واجب ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

احمد لہ والذہ اضافت معنوی کا مختصر سا بیان لکھ چکا اب اضافت لفظی کا کچھ تھوڑا سا پتہ بتلا دیتا ہوں ملاحظہ فرمایا گیا۔ کیا کیا جائے خاطر کی تشویش اور طبیعت کی کابلی یہ دونوں امر ایسے ہاتھ دھو کر سیرے پیچھے پڑ گئے ہیں کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ میرے حال پر رحم فرما دے ۛ

ع

اور علیہ السلام

ہیں اس کا

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی

مستزاد فاسفی



## الاضافۃ اللفظیۃ

صیغہ صفت کو ان کے معمولوں کی طرف نسبت کرنے کا نام اضافت لفظی ہے اور ان صفات کا مضاعف کے معنوں میں ہونا شرط ہے جیسے نویدندہ نامہ و کشتہ یغم اور غیر معمول کی طرف نسبت کرنے سے اضافت لفظی نہیں بنتی جیسے خواہندہ مغرب و داناے طوس سعدی مر فراتے میں شتر خواہندہ مغرب و صفت بزازان طلبے گفت۔ یعنی ایک سائل ملک مغرب کا رہنے والا انھیں بعض نسخوں میں بایہ نسبت کے ساتھ خواہندہ مغربی آیا ہے اب ترکیب قصافی ہوگی اور جو لوگ کہ مغربی یعنی زر مغربی کے لیے ہیں اس وقت البتہ اضافت لفظی ہوگی مگر یہ معنی لینا مجاز ہے قرینہ ہوگا سو یہ قبیح ہے۔ اسی طرح جب وہ صیغہ صفت معنی مضاعف کے نہ رکھیں بلکہ دوام و استمرار ان کے معنوں میں پایا جائے بحکم اذا فاعل الشرط فاعل الشرط و اضافت لفظی نہ بنیگی گو کہ انکی اضافت اپنے معمولوں کی طرف ہو جیسے۔

مصرعہ آفرینندہ ہر چہ بہت۔ غرض ان دونوں صورتوں میں اضافت معنوی ہوگی ہمیں یہاں اضافت لفظی میں اس امر سے بحث نہیں کی کہ اس کے وضع سے کوئی معنوی مفاد بھی ہے یا صرف لفظ ہی میں تخفیف ہے اس واسطے کہ زبان فارسی میں معرفہ اور نکرہ کے احکام بخوبی نہیں کھلتے یہ تمام زبان عربی میں خدا واد ہے جیسے رخل اور الرجل میں تعریف و تنکیر کا فرق ہو گیا۔ بخلاف فارسی کے اس میں ایسا کوئی تفرقہ اور جدا شناس نہیں اور ہننے فقط اپنی تحقیقات میں بین و برکت حاصل کرنے کی نیت سے انباء زبان عرب کا کیا معنوی اور لفظی پر اضافت کی تفریع کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

معرفوں میں سے چھٹا وہ اسم ہے کہ جس پر کلمہ ندا کا داخل ہو جیسے دوست کا لفظ اس شعر میں

اے دوست اگر جان طلبی جان تو بخشم + از جان چہ عزیزست بگو آن تو بخشم +۔ لفظ دوست نکرہ غیر معین تھا بعد ندا کے معین ہو گیا فلان دوست ہے کس واسطے کہ دانا بینا جو وقت مذاکرہ ہے تو اسے کسی خاص شخص کی توجہ مطلوب ہوتی ہے مان اگر کوئی اندھا نہا کرے اور کہے اے جانوے میرا ہاتھ پکڑے یا کوئی مصیبت کا مارا کسی حصار میں گھرا ہوا یا کونٹین میں گرا ہوا بغیر دیکھے یا پہچنے کسی کی آہٹ پر آواز دیوے کہ اے شخص میری مدد کو پہنچو تو نکرہ کا نکرہ ہی رہیگا کس واسطے کہ یہاں کسی کی تعین نہیں۔ آپ سنو کلمات ندا کے معاملہ میں جسکا بیان بحث حرف میں آئیگا میں ابوعلی کا تابع ہوں ان کے حرف ہونے میں مجھے کلام ہے میرے نزدیک انکا اسماء افعال ہونا تحقیقی مقام نہ

بیکہ ہم نازل نام  
معنی اصناف میں  
اسم تفضیل

لا علم تعین  
نارکنا واکو  
معرفہ بین بنانا

عین زکی تعین

اور اس کے معنی آگین یعنی متوجہ شو کے ہیں۔ رہی یہ بات کہ الکافاعل انہیں اسماءے منادا کو مانین یا کوئی ضمیر اسماءی افعال میں مستتر سو میرے نزدیک انہیں اسماءی منادا کو اسماءی افعال کا فاعل کہنا بہتر ہے۔ باقی استعارہ اور غیر و تکلف سراسر ہے۔ اب کلمہ مذکور جو انم کے قائم مقام کرنے کی ضرورت رہی نہ اس کے مفعول کہنے کی احتیاج تھی کہ کوکہ بخونین میں اس کا رواج ہے۔ کہ واسطے کہ خات عرب نے جب دیکھا کہ منادا کو رفع بھی ہوتا ہے نصب بھی ہوتا ہے تو انکو کہیں فاعل اور کہیں مفعول کہیں جان کر بنانا ضرور پڑا۔ زبان فارسی میں نہ تو نصب ہے نہ رفع پھر یہ تکلف بھی اُن سے دور پڑا۔ واضح ہے کہ جب کسی غائب کو ندا کرتے ہیں تو منظور یہ ہوتا ہے کہ اُن غائبوں کو مخاطب بنالین اپنی جانب متوجہ کر لیں اور وہ منادا خواہ غائب حقیقی ہو خواہ مجازی۔ غائب حقیقی ظاہر ہے جیسے کوئی شخص دور ہو یا بسبب کسی حجاب کے نظروں سے مستور ہو یا منہ پھیر کر بیٹھا ہو لیکن آواز ندا کرنے والے کی اُس تک پہنچتی ہو تو اسکو تعین کے ساتھ آواز دین۔ غائب مجازی دیکھ جیسے کوئی سامنے رو برو اپنے بیٹھا ہو اور وہ مخاطب ہی کیون نہ وہ یہاں خوب ہوشیاری اور توجہ دلی کے ساتھ اسکو متوجہ کرنا منظور ہوتا ہے اس جگہ غیب و بت سے عدم اقبال مراد ہے۔ یہی حال ندا کا ہے یعنی حقیقہ ندا اسکی طرف ہوتی ہے جو صلاحیت ندا کی رکھے یعنی اسکی پکار کو سنے اور جواب دے جیسے اے زید اور جو صلاحیت ندا کی نہ رکھے اسکو پکارنا مجازا ہوتا ہے جائی فرماتے ہیں شعر درینا اے فلک با من چہ کردی و رساندی آفتابم را بزدی و اس سے معلوم ہو گیا کہ کوئی شخص اتنے فاصلہ پر ہو کہ ندا کو سن نہیں سکتا اسکی جانب بھی ندا مجازی ہوگی مثلاً اپنے گھر بیٹھے ہوئے اپنے شوق میں مطلوب کو ندا کرتے ہیں گویا اُس تصویر و خیال حاضر در دل کو جانب ندا ہوتی ہے شوق و عشق میں منادا ہے حقیقی کو اپنی ندا کا سنانا کچھ مقصود بھی نہیں ہوتا فقط اُن تصور اور خیال کے ساتھ دل بردازی کی جاتی ہے جو ہمیشہ ذہن عاشق میں حاضر رہتی ہے اس طرح منہ منہ میں پکار لینا کہ اسکی آواز مخاطب کے کان تک نہ پہنچے ندا مجازی ہی ہوگی۔ اور اگر آواز ندا کا نظروں میں مذکور ہو نہ حقیقی کہلاتی ہے جیسے یازید۔ اگر مذکور نہ ہو ندا ہے تقدیر می کہتے ہیں جیسے شعر نظامی بسا صاحب آوازہ کہن گشتی و بچیان تازہ یعنی اے نظامی الہم اسی طرح کبھی منادا مذکور ہوتا ہے کبھی اسکو ذکر نہیں کرتے ذکر کرنا تو اسکی اصلی حالت ہے لیکن کبھی کوئی

غائب حقیقی

غائب مجازی

ندا حقیقی

ندا مجازی

ندا غیبی  
تقدیری کا بیان

ذکر میں  
ذکر میں

آئندہ کے  
کے میں

کی ناک  
منا کا

نکتہ اسکے ذکر سے مقصود بھی ہوتا ہے مثلاً اسکے ذکر سے جان کو لذت حاصل ہوتی ہو جیسے شعر  
اسے دوست دست حافظ تعویذ چشم زخم ست و یارب بدینم آزاد گردنت حامل و کبھی جل بجنک  
اپنے ششم غضب کا مورد بنانے کے لئے جیسے کہتے ہیں شعر شاد منی عیان و ما بصورت  
ملفت و اسے درون جبل خون اسے روئے نادانی سیاہ و یعنی دانت پیسکر جہل اور نادانی  
پر غصہ آتا رہتا ہے اور کہتا ہے اسے جبل تیرا دل خون ہو جائے اسے نادانی تیرا کلامنہ کبھی  
اس غصہ اور طراں میں ایسا مضطرب اور عجل ہو جاتا ہے کہ آئندہ کے ذکر کیے تک صبر نہیں ہوتا  
خان آندہ کا شعر ہے شعر گلہ آہ از تو دارم کہ چہ کردہ تو با من و بفلک تر اساندم کہ گئے اثر کردی  
اور جب تحقیر یا تعظیم یا تعینم مناد منظور ہوتی ہے تو بھی مناد کو ذکر نہیں کرتے اسکی جگہ اسکی صفت کو قائم  
کرتے ہیں تا وہ وجہ تحقیر یا تعظیم بھی سامع کو معلوم ہو جائے اور عذر ترک مناد ابھی مسموع صاحب کا  
شعر ہے شعر چہ جو نا خدا گردیدہ اسے از خدا غافل و چونکہ یہ صفت جملہ نہیں مصدر بکاف رابط  
نہیں سعدی شعر ہے پسندیدہ حیف بر درویش و از برائے قبول منصب خویش و تا دل با شہ  
بدست آری و حیف باشد کہ حق بیازاری و یعنی اپنے نفع کے لئے غریب مسکینوں پر ظلم کرنا یا شہ  
کی خوشامد میں حق بل و علا کو ناراض کرنا شکر تذلیل و تحقیر کے مستوجب ہے پھر مخاطبہ اور مکالمہ  
میں ایسے نالائق کا کیا نام لین اور کیسی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے بغواے نامش بزرگان گفتند از  
بجزویت مناد کو ذکر کرنا جیسے سیاوش اپنے قتل کے وقت خدا سے عذر و جمل سے التماس کرتا ہے۔  
شعر سیاوش بنالید بر کردگار و کہ اسے برتر از گردش روزگار و اسے وہ خداوند کہ گردش زمانہ کا بڑا  
یا جلال اثر تیری ذات پاک تک نہیں پہنچتا تیری ذات پاک اس سے برتر ہے بجائے مناد اس  
خاص صفت کے ایراد سے بطریق براعت ایسا کرتا ہے کہ وہ گردش زمانہ کا مارا ہوا ہے۔ اسی طرح  
تعجب و تحسّر و تمنائی محبت میں مناد کا ذکر کرنا بھول جاتا ہے انکے امثلہ آگے آتے ہیں غرض اس قسم کے  
نکات معنوی بیان کیے جائیں یہ دستور نامہ کا ہیکور میگا بستان خیال بنجائیگا فقط آپ کی لطف اندوزی  
کے خیال سے بطریق نمونہ کچھ بیان کر دیا جاوے گا کہ یہ ہے کہ نہ اسے غائب معرض خطاب میں آتا  
ہے ایسا وسطے بعد ندا کے یعنی جواب ندا میں وجو با صیغہ خطاب کا استعمال پاتا ہے جیسے ظاہر  
لیکن یہ نکتہ فریاد رکھنے کے قابل ہے کہ عین حالت ندا میں وہ اسم جسکو ندا کر رہے ہیں بزرگ یعنی

جس حالت میں وہ کہتا ہے کہ خداوند بزرگ ہے  
جس حالت میں وہ کہتا ہے کہ خداوند بزرگ ہے  
جس حالت میں وہ کہتا ہے کہ خداوند بزرگ ہے

بین حاضرو غائب کے رہتا ہے نہ تو اسکو پوری طرح غائب ہی کہیں نہ حاضر اسواسطے اس حالت  
 توسطی میں استعمال ہر دو صیغوں کا غائب ہوا یا حاضر جائز ہے یہ امر اسوقت بخوبی مبہن ہوتا ہے  
 کہ موصول یا موصوف پر جبکی صفت جملہ ہذا واقع ہو لیکن عربی میں صیغہ غائب کا استعمال اکثر  
 ہے حاضر کا کتر اسواسطے کہ جبکہ ہم بکارتے ہیں وہ غیبوت حقیقی یا مجازی میں ہو گا اگر یہ بات  
 نہوتی نہ کرنے کی ضرورت ہی کیا پڑی تھی پس اسکو نہ انرا غیبوت سے نکال کر خطاب میں دخل  
 کرنے کے لئے ہوتا ہے تو جب تک نہ اپوری نہوگی وہ غیبوت سے شرف خطاب میں نہیں آسکتا  
 یعنی عین حالت نہ امین وہ پورے طور سے مخاطب نہیں بنا جیسے وہ پورے طور سے غائب بھی نہ رہا  
 لیکن فقط اس مخاطب نہ بننے کو لحاظ کر کے احکام غائب کے اسپر جاری کئے جاتے ہیں یا یہ کہ مناد  
 اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسمائے ظاہر ہمیشہ غائب ہوتے ہیں تو یہاں بھی لفظ کے اعتبار سے مناد  
 غائب ہوا پھر اب غائب کی طرف ضمیر خطاب کا پھیرنا کہ وہ جان کر استعمالا حالت نہ امین غائب ہی کہتے  
 ہیں۔ یا یہ وجہ ہے کہ جب مناد ا حالت نہ امین نہ غائب رہا نہ مخاطب بنا گیا ایک اطلاق کے درجہ میں  
 آگیا تو اسکے لئے کوئی صیغہ بھی مطلق ہونا چاہئے اور خارج میں مطلق کا کوئی وجود نہیں تو ناچار اسکو  
 فرد کامل کی زنی میں لایا اور غائب کا فرد کامل ہونا سالہ رزشت افشا میں ہسنے مہرین کر دیا ہے  
 یہ مختصر ان طوئیر اور تہید دن کی گنجائش نہیں رکھتا جیسے ارشاد ہدایت بنیا ہوتا ہے یا اَللّٰهُمَّ  
 اٰمِنُوْا اٰمِنُوْا تَبٰی کا شعر ہے **شعر** اِيَكُمِّنْ تَحْكُمُ فِيْ نَفْسِيْ فَعَدَّيْنِيْ ۚ وَمِنْ فَوَادِيْ عَلٰى قَتْلِيْ  
 يُّضَافَرُ۔ اور وجہ استعمال حاضر ظاہر ہے کہ وجوہات اولیٰ کی عکس ہے یعنی استعمال صیغہ غائب  
 کی وجہ یہ تھی کہ وہ غیبوت سے غیر خطاب میں کامل طور سے نہیں دخل ہوا تو گویا اب تک غائب  
 ہی رہا پس استعمال صیغہ حاضر کی وجہ ہے کہ وہ غیبوت سے جانب خطاب چل پڑا ہے تو اب  
 پورا غائب نہ ہوا یا مخاطب بن گیا اور یہ کلام عرب میں بہت کم ہے شاعر کہتا ہے **شعر** مِنْ اَحْلَاطِ  
 يَا لَلَّتِيْ يَتَمَتُّ قَلْبِيْ ۚ وَ اَنْتَ بَخِيْلَةٌ بِالْوَصْلِ عَنِّيْ ۚ مگر فارسی میں صیغہ حاضر ہی کا بیشتر استعمال  
 ہے جیسے **شعر** اے رب کے کہ انخرانہ غیب ۚ گہر تر سا وظیفہ خرد واری ۚ مولوی مثنوی فرماتے ہیں  
**شعر** گوش نہ اسے تو طلبگار صواب ۚ بشنوائن اشکال و شبہت را جواب ۚ اور غائب بھی استعمال ہے  
 مگر کتر جیسے نظامی رحمتین فرماتے ہیں **شعر** اے جہان راز، بیچ سازندہ ۚ ہم فواشش ۚ ہم نوازندہ

وہی غیبوت بناد

وہی غیبوت بناد

وہی غیبوت بناد

وہی غیبوت بناد

اور نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ عربوں نے لفظ اور معنی دونوں کی رعایت کی معنوں کی رعایت یہ ہے کہ پہلے سے اسکو غیبوت حاصل ہے لیکن اس خطاب کی وجہ سے وہ پورا غائب نہ رہا غیبوت اسکی ناقصہ رہ گئی تو اسکو ابھی سے بنسبت حاضر کہنے کے غائب کا اطلاق امر حقیقی ہوگا اور رعایت لفظی بھی ہے کہ سناد اکثر اسم ظاہر ہوتا ہے اور اسم ظاہر غائب تو اس غائب صورسی کی جانب غمضاً کا پھیرنا مکروہ ہے۔ یا یہ کہ عربوں نے ماکان کا اعتبار کیا فارسیوں نے مایول کا واسطہ تعالیٰ شانہ علم بالصواب۔ کلمات مذاہبہ یا وایا وائی بالکسر وارسے یہ سب صدارت کو مقتضی ہیں جیسے یارب۔ اہل فارس اس مرکب کو ایک کلمہ قرار دیکر بمعنی ہمارے کے لیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ درود مصیبت کے وقت ہر پہلو ہر آن یارب یارب کرتا رہتا ہے تو اسکو معنوں میں ہمارے دوائے کے کر لیا اسی بنا پر صائب صفہانی نے اپنے شعر میں اسکی جمع یاربہا تراشی ہے شعر ہے جو خدا گردیدہ اے از خدا غافل و نداردین سفر باد مرادی غیر یاربہا و اور یاسے تنکیر کا ایوہ سے اسپر لانا جائز سمجھا گیا مولوی معنوی نے فرماتے ہیں شعر نیز روزے با خدا زاری نکرد و یاربے نامہ از روزے بد روزے سوچا شعر تترسی کہ پاک اندونی شبے و برآرد ز سوز جگر یاربے و مثال ایکی خودی کا شعر ہے شعر ایاشاہ محمود کشور کشائے و گرازمین تترسی تیرس از خداے و اور اے بھی بوجہ توافق ساین عرب و عجمین مشترک ہے لیکن عرب بالفتح بولتے ہیں اور عجم بالکسر جیسے اے کریم اور اے حقیر کے موقع میں متعل ہوگا شرف شغائی کا شعر ہے شعر اے گیدی تو کجا شعر کجا دک کجا و لاف پیڑے کہ مذانی چہ زنی پیش کسان اور الف مذاہبہ منادا کے اخیر میں لاق ہوتا ہے جیسے شعر کر یا بخشائے بر حال ما کہ ہستم اسپر کند ہوا و اب سنو کلمات مذاک ایک سے زیادہ ایک سناد اپر لانا بجلت حصول استئذان منع سمجھا گیا ہے چنانچہ زنی نحاۃ عرب کا قول نقل کرتے ہیں المنتعج اجتماع الکی التعریض کا استغناء حاصل بالحدھا لیکن بعض وقت استماع معج کے موقع میں زیادہ توجہ دلانے کے قصد سے یکمال تضرع یا زیادہ آرزو و حسرت و نفوس جتلانے کے لیے جو مذاہبہ نکاحاتی ہے متاؤل ہے یعنی یہاں یہ نہیں ہوتا کہ ایک ہی سناد اپر ادائیہ دوبار لائے جاتے ہوں بلکہ بطرح کلمہ مذاکر ہے نکرار سناد ابھی مقدر ہے فردوسی ہر جنگ بیشین دیوں میں کہتے ہیں شعر بدادار گفت اے جہان داوارا و سزدر گردین خستہ دل بنگرا و یعنی اسے داوارامی جہان داوار۔ بیشین کا محل شاہی میں نیزہ کے ساتھ داخل ہو کر گھیرا جانا بیان کرتے ہیں شعر چنین گفت

یہ سناد راہ  
غیبوت سناد  
کہ پہلے اس  
اور سناد کا  
تو اسکو ابھی  
بنسبت حاضر  
کہنے کے غائب  
کا اطلاق امر  
حقیقی ہوگا  
اور رعایت  
لفظی بھی ہے  
کہ سناد اکثر  
اسم ظاہر ہوتا  
ہے اور اسم  
ظاہر غائب  
تو اس غائب  
صورسی کی  
جانب غمضاً  
کا پھیرنا  
مکروہ ہے۔

یہ سناد راہ  
غیبوت سناد  
کہ پہلے اس  
اور سناد کا  
تو اسکو ابھی  
بنسبت حاضر  
کہنے کے غائب  
کا اطلاق امر  
حقیقی ہوگا  
اور رعایت  
لفظی بھی ہے  
کہ سناد اکثر  
اسم ظاہر ہوتا  
ہے اور اسم  
ظاہر غائب  
تو اس غائب  
صورسی کی  
جانب غمضاً  
کا پھیرنا  
مکروہ ہے۔

کاسے کردگار مرا + برائی نخواست بدن اید را یعنی اے خدا کے کردگار۔ چنانچہ کلہ اندا سے کا پھر  
کو تقصی ہے سنا دبا حرف نداء سے منور واقع ہونا اس لہر کو محض کرتا ہے جیسے عربی کے اس شعر میں شعر  
داور الے نہ سزاے تو ہمیں تعریف ست + کہ عدم ست عدلیت چو خداوند عظیم + یعنی اے داور اے  
شاہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اشعار سابق میں الف کو جو مناد کے اخیر میں ملحق ہے ندا کا حرف نہ کہیں بلکہ  
ایک زائد محض سمجھیں جس طرح مصرعہ دوم خستہ دل بنگار میں ہے یا اس قسم کا زائد سمجھا جائے جو مذہب اور  
استغاثہ کی خصوصیات سے مصوت کے لیے لایا جاتا ہے یا جس طرح عرب یا غلاہی کی یاے متکلم کو  
الف سے بدل کر یا غلاہا کہتے ہیں اور فارسی میں بھی بعض متقین نے ملاذ معاذ کے الف کو متکلم کا  
مانا ہے اگر فارسی میں الف متکلم کا ثابت ہو جائے یہاں مناد پر الف متکلم کا خاصہ کہنے کے ہیں یعنی اسے  
کردگار الے کردگار میں پس بہر حال مصنف شاہنامہ فردوسی علیہ الرحمۃ پر دربارہ تکرار کلمہ ندا صاحب لیت  
فاروقی کا اعتراض ملے اعتنائی کی وجہ سے ہے اور یہی حکم ہے تعجب و تہدید و استغاثہ و مذہب کا دربارہ  
استعمال آلات مذکورہ استغاثہ و مذہب کے لیے و ابھی لاتے ہیں میر غنیت سہدانی بخوشی کا شعر ہے  
وافریا و عشق و افریاد + کارم بیکے شوخ نگار افتاد + گردا و من شکستہ دادا دادا + ورنہ من و  
عشق ہرچہ بادا بادا - اور مذہب کے وقت یعنی کسی نعمت کے نوال و فوٹ پر یا کسی مصیبت کے پہونچنے  
پر ان ندائیں حروف کے ساتھ رویا جاتا ہے جیسے شاہنامہ میں سیاوش کی خبر موت سنکر پیران و سیکا  
زاری کرنا شعر ہم گفتم زارا سے سزا ورتاج + کہ چون تو نہ بیند و گر سخت عاج + مقتل میں  
سیاوش کو موسے کشان ایجاتے ہوئے دیکھ کر فرنگیس مذہب کرتی ہے شعر گفتم این ورس سیاوش  
برید + دوش را بکند و فغان بر کشید + کہ شام دلیہ لگو اسرورا + سرافراز شیرا کند آورا + بایران  
بر دویم بگزاشتی + سپہدار را باب پنداشتی + کنون دست بستہ پیادہ کشان + کجا افسر و گاہ و گردن  
کشان + دستم کا مرگ سیاوش پر زاری کرنا شعر ہم گفتم ایما مار + ندیدست دوران چو تو شہر یار  
اسی طرح اظہار تعجب و حسرت و آرزو و استغاثہ و تہدید کے لیے بھی نکارتے ہیں جیسے نقل سیاوش  
کے بیان میں فردوسی کہتے ہیں شعر برد دست و ریش شہنشاہ گرفت + بخواری کشیدش خاک و شگفت  
نظامی یہ شعر شہر ارملک عالم گرفت اے شگفت + من آزا اگر نعم کہ عالم گرفت + حسرت میں ہے  
مصرعہ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ + سنا اور آرزو میں جیسے شعر مراے کا شکے اور نزادے

فہم حسرت اند  
استغاثہ کے لئے

اگر ادا سے کہے شہر مذکور ہے، حقیقت خصوص ان مواقع میں منادا و الحمدوف ہوتا ہے معلوم ہو جائے کہ منکلم اپنے تعجب و تحسّر و تمنّا میں ایسا محو ہے کہ اسکو منادا یعنی اپنے مخاطب کا بھی دریا نہیں رہا۔ اور بعد کلمہ ندا کے جو مذکور ہے وہ جواب ندائے مبتلا ہے مثلاً اسے شگفت یعنی اسے مخاطب تعجب است رہا تو اعداء یہ بین ان پر لام وغیرہ کا انا اور استغاثہ کی بحث میں درج کرنا اُس زبان کی ترکیب کی خصوصیت ہے اور استغاثہ جیسے شعر بجا دار گفت اسے جہاں داورا ہ سز و گر بدین خستہ دل بنگرا۔ اور تہذیبیہ شعر ایا شاہ محمود کشور کشاے ہ گرا من نترسی ترس از خدا ہے

### المصدر

مصدر ایک اسم ہے جو حدث کے لئے وضع کیا گیا ہے اور حدث ایک معنی قائم بالغیر بشرط الحدوث والتجدد کا نام ہے اور اسی شرط کا اعتبار و عدم اعتبار مصدر و حاصل مصدر کا جدا شانس بنا ہوا ہے خواہ وہ معنی اُس غیر سے صادر ہوں جیسے رفتن و زدن یا صادر ہوں بلکہ اُس غیر کے ساتھ متصل تصانیف و قیام کا علاقہ رکھتے ہوں جیسے زمین و مردن و دہون و شدن پس معلوم ہوا کہ مصدر کو اس اعتبار سے مصدر نہیں کہتے کہ معنی قائم بالغیر اُس غیر سے صادر ہوتے ہیں بلکہ باین اعتبار کہ افعال اور صیغہا صفات اُس سے نکلتے ہیں۔ جانتا چاہیے کہ بحث مصدر اور حاصل بالمصدر دقیق اور بڑے غور سے سمجھنے کا مقام ہے۔ میں اپنے اکثر خیالات کو اس مقام میں بحث فصلا کے خلاف پاتا ہوں لہذا امر اپنے نزدیک متحقق ہے وہی معرض عرض میں لانا ہوں۔ ذرا نظر غور سے دیکھا جائے معلوم ہوتا ہے کہ مصدر میں تین درجے ہیں ایک مطلق مصدر جو درجہ میں لا بشرط شروع ہے یعنی اُس میں نہ اعتبار وجود و سادجیت حدث کا ہے نہ اُسکے عدم کا۔ دوسرا مصدر مطلق جو بشرط لاشے کے درجہ میں ہے یعنی اُس میں از رو سے وضع حدث سازج معتبر ہے یعنی اُس میں نسبت جانب فاعل تال کا عدم لحاظ معتبر ہے کیا معنی کہ نسبت جانب فاعل مفہوم مصدر میں مانو نہیں تجلّان فعل کے ایسوج سے فعل کو از رو سے عمل اصل قرار دیتے ہیں اور مصدر کو فرع مان از رو سے اشتقاق اسکا عکس یعنی مصدر اصل ہے۔ تیسرا درجہ وہ ہے جس میں نسبت فاعل تال ملحوظ ہے یعنی وہ مقید ہے بقید معروف و مجهول یہ درجہ بشرط شے کا ہے لیکن ہم جس مصدر کو مقسم بنایا جاتا ہے میں وہ مصدر مطلق ہے جس میں از رو سے وضع حدث سازج معتبر ہے جو کہ مطلق خارج میں اپنا ذاتی اور اصلی وجود

نکستہ

فعل از رو عمل  
مصدر از رو عمل  
مصدر از رو عمل  
اشتقاق از رو عمل  
نکستہ

نہیں رکھتا تو ضرور مصدر مقید کے ضمن میں ہو گا جیسے آراستن زید و ستودہ شدن بکر۔ اور اگر وہ کسی  
 سے بنا ہوا نہ ہو تو اصلی اور ضمنی ہے۔ اگر بنا ہوا ہو جلی وغیرہ وضعی لیکن مصادر جلی ہوں یا اسلی اُن سے  
 اشتقاق افعال کا حقیقاً ہوا یا تقدیراً ضروری امر ہے۔ اور پھر یہ اشتقاق جمیع افعال و صفات کا ہونا کامل  
 التصریف کہلاتا ہے جیسے گفتن و کردن جسے گفت گفتہ گوید گوئی گویندہ اور کرد کردہ کنند کنندہ مشتق ہیں  
 ورنہ ناقص التصریف و مقصوب کہلاتا ہے جیسے آخن و سخن اسکی بحث مضارع مسموع نہیں  
 مگر فارسی میں کوئی ایسا مصدر کہ جس سے کوئی فعل مشتق نہ ہو نہیں دیکھا گیا البتہ عربی میں موجود ہے  
 جیسے اَفْکَلُ اَحْمَدُ کے وزن پر کانپ اَلْعُصَا اُسکے معنی ہیں جیسے کہتے ہیں اَخَذَ اَفْکَلُ اِذَا  
 اِذْقَعَدَ مِنْ بَرْدٍ اَوْ حَوْبٍ اِسی لئے تعریف مصدر میں اشتقاق افعال کو ضروری مانا گیا ہے تحقیق  
 و تقدیر میں ان دونوں میں عام رکھا گیا ہے تا اس نوع مصدر مصدر و المشتقات کو بھی شامل رہے یہ  
 امور سماعی ہیں قیاس کو اس میں دخل نہیں۔ مصدر کی علامت فارسی میں نون ہے بعد تاکہ یا وال کے  
 بشرط حصول صیغہ ماضی بعد از الہ نون جیسے گفتن و کردن اس سے واضح ہو گیا کہ گردن بوزن کردن  
 و آستن بوزن دانستن و خوشین بوزن رشتن مصادر نہیں گو کہ ان کے اخیر میں نون بعد تا یا  
 وال ہے مگر بشرط (حصول صیغہ ماضی بعد حذف نون) نہیں پائی جاتی تو بحکم اذا فاعل الشدونات  
 المشروط یہ اسم مصدریت سے خارج ہو گئے۔ اور مصدر کے تین حال ہیں لازم یا متعدی یا مشترکہ  
 لازم جیسے آمدن و رفتن متعدی جیسے کردن و گفتن مشترک جیسے سوختن و کشادن شہر آخر وہ یہ کہ در  
 وفا و مہرت ہر گز دل سوزم نہ سوزد و دامنے ہا سے دل را سوزم شہر در خم زلفش دل دیوانہ دارد و چچ  
 تاب ہ چون کشاید زلف کشاید گرہ از کار ما ہا سے کشاید زلف را۔ اور متعدی کی دو قسم ہیں معروف  
 و مجهول۔ معروف وہ ہے کہ جس میں فاعل کی جانب اسناد کرنے کی صلاحیت ہو جیسے کردن و گفتن  
 صلاحیت مذکورہ کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کردن زید کا کرد گفتن او سخن را۔ مجهول وہ ہے کہ صلاحیت  
 اسناد و فاعل کی رکے جیسے ترکیب مشہور کردہ شدن و گفتہ شدن جس صلاحیت کی وجہ سے ہم کہہ سکتے  
 ہیں کردہ شدن کا و گفتہ شدن سخن۔ یہاں یہ بات بھی مد نظر رکھیں کہ اہل فارس کبھی ایک ہی صورت کو  
 معروف و مجهول کے لئے استعمال کرنے میں اہل عرب کے ہم قدم بھی ہو جاتے ہیں جیسے نظامی ہر دارا کے  
 مارے جانے کے داستان میں لکھتے ہیں شہر چو در نسل باکشتن آمد تخت ہ کشند و لب کرد بر بادست ہ

مصادر ناقص التصرف

مصادر عدم اشتقاق

تاریخ بنی عباس

مصادر کن و حال  
لزم متعدی مشترک

مصادر معدوم

مصادر مجهول

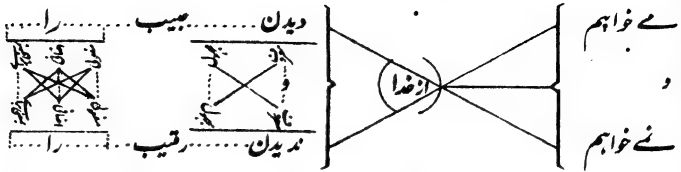
فارسی میں کن و حال  
لزم و مجهول  
کے لئے ایک  
ہی صورت



نئی شہر اور قریب  
اور خدا کا نام

سعدی پر شعر اگر عاشقی خواہی آموختن \* در کشتن فرح یابی در سوختن \* اسے کشتہ شدن - نظامی  
شعر بخود گم شوم خلق را رہنما ہے \* ہمایون ز کم دیدن آمد ہما ہے \* اسے کم دیدہ شدن - اسی طرح لفظ  
دیدن کا اس مشہور شعر میں شعر می خواہم از خدا و منی خواہم از خدا \* دیدن حبیب را و ندیدن قریب را  
لیکن یہ سدا سوقت واقع تر سمجھ میں آئیگی کہ معنی شعر کے بطور لغت و نشر غیر مرتب لے جائیں یعنی شعر  
کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ قریب کو نہ دیکھوں اور خدا سے میں نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو  
یعنی یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شخص اس کو دیکھے اس شعر کے معنوں میں اور بھی احتمالات ہیں چونکہ وہ اکثر  
بطریق طبع آزمائی پوچھے بھی جاتے ہیں اسوقت جو کچھ میری سمجھ میں آئے لکھ دیتا ہوں اگرچہ بعض معنی  
منفیہ استناد نہوں غرض شاعر کہتا ہے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں کہ حبیب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
جھکو دیکھے (اس صدمت ثانی میں اضافی ہوگا یا بمعنی برائے) اور قریب کو میں نہ دیکھوں یا قریب جھکو  
نہ دیکھے یا حبیب قریب کو نہ دیکھے یا قریب حبیب کو نہ دیکھے (ان اخیر کی دونوں صورتوں میں اضافی  
یا بمعنی برائے ہوگا) اور یہ کل معنی دونوں مصدر دن کو معروت قرار دینے کی تقدیر پر ہیں اگر دونوں  
مصدر مثنیٰ للمفعول یعنی مجہول بنائے جائیں یہ معنی ہو گئے کہ میں خدا سے چاہتا ہوں دیکھے جانے  
حبیب کو یعنی میں اسکو دیکھوں اور قریب کے نہ دیکھے جانے کو یعنی قریب کو میں نہ دیکھوں یا حبیب  
نہ دیکھے اور خدا سے نہیں چاہتا دیکھے جانے حبیب کو یعنی قریب کا یا کسی غیر کا حبیب کو دیکھنا اور  
نہ دیکھنا قریب کو کسی غیر کا یا قریب کا کسی غیر کو اسوقت بھی اضافی یا بمعنی برائے ہوگی یا نہ دیکھے  
جانے قریب کو یعنی کوئی غیر شخص اسکو نہ دیکھے یعنی ہمیں کوئی غرض نہیں کہ کوئی غیر شخص قریب کو  
دیکھے یا قریب اس غیر کو یا نہ دیکھے - اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ مصرع ثانی مجراہم کے متعلق کر دیا جا  
اور مجراہم کا مفعول مقدم مانا جائے یعنی مجراہم غیر ازین چیز سے دیگر - اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ  
خو اہم و مخا اہم کے دو متضاد معنوں سے جو قمیم مفہوم ہوتی ہے اس سے یا تو اپنی تمام آرزو اور  
کل خواہش یعنی مقصود و محض مضمون مصرع ثانی کو ٹھہرا لیں تقریر اسکی اس طرح کیجائے کہ میں چاہتا ہوں  
جب اور نہیں چاہتا ہوں حبیب مطلوب یہی ہے کہ یار کا دیدار ہو اور غیر سے بیز اس کے سوا خدا سے کچھ  
نہیں چاہتا یا اس تعمیم سے مستغاث کا محض مطلوب ہے یعنی یہ کہتا ہے کہ اپنی مراد جو مصرع ثانی  
میں مذکور ہے چاہوں تو اپنے خدا سے اور نہ چاہوں تو اپنے خدا سے یعنی سوا خدا کے کسی سے

بین چاہتا۔ واسد ثمالی اعلم بالصواب۔ یہ کل معنی لٹ و نشر مرتب و غیر مرتب و غیر واس جدول  
ذیلہ سے بوضاحت مفہوم ہوتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔



پھر مصدر معروف اصلی اور جعلی پر منقسم ہوتا ہے اصلی وہ ہے کہ بذات خود مصدر ہی وضع کیا  
گیا ہو یعنی وہ اپنی وضع اولیٰ میں مصدر ہو اسی سبب سے اسکو وضعی بھی کہتے ہیں جیسے  
کردن و رفتن وغیرہ جعلی وہ ہے کہ وضع اولیٰ میں بذات خود مصدر نہیں وضع ہوا بلکہ کسی ترکیب سے  
وضع ثانویٰ میں جا کر وہ مصدر بن گیا ہو اسی وجہ سے اسکو غیر وضعی بھی کہتے ہیں اور وہ ترکیب پر استقرا  
اسم پر علامات مصدر دان کی لگانی اور انکے بیچ میں ایک دعامہ یعنی پرکن یاے تختانی داخل  
کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور وہ اسم عام ہیں اس سے کہ جامد ہوں یا مصدر ہوں یا مشتق۔  
اور اسمائے جامد بھی عربی کے ہوں خواہ فارسی کے پھر اس میں بھی اعلام لیکن ہندی کے اسم  
جامد سے ترکیب مسوع نہیں اگرچہ قیاس اسکو بھی منقضی ہے اول جیسے مکیدن و مدیدن و اباکریدن  
و عمریدن یعنی انکی زیارت قدس امارت سے شرفیاب ہونا ملاطری کا شعر ہے شعر مدیدیم ہں از  
مکیدن و نکس جلد و نککیدن و مرقد پاک نبی طوفیدیم و عمریدیم و اباکریدیم و ثانی یعنی فارسی  
کے اسمائے جامد سے مصدر بنالینا جیسے جنگ سے جنگیدن دیر سے دیریدن دیر کرنا۔ پرہیز سے  
پرہیزیدن خواب سے خوابیدن شکوہ سے شکوہیدن۔ نظامی شعر شکوہیدارا ز نزل چنان و  
مصدرا بدو تیر ترشد غمان و ایسے ہی گمان سے گمانیدن فردوسی شعر پاہی کہ سکار خواند نشان  
و پلنگان جنگی گماند نشان و اسبطرح چراغ سے چراغیدن بمعنی چراغ روشن کرنا بلکہ ترنگ سے  
جو آواز ششیر و تیر و مکان وغیرہ سے ترنگیدن بنالیتے ہیں اشیر الدین اومانی کا شعر ہے شعر زکوب  
گردد ترنگیدن حسام بود و نضائے معرکہ بچون دکان آہنگ و اور مصداق بھی خواہ عربی کے ہوں خواہ  
فارسی کے خواہ ہندی کے اول جیسے طلبیدن و فہمیدن و طلوعیدن و سیریدن میر جی شیرازی کا  
شعر ہے شعر شدموے سپید و خرم نیست ز غفلت و چون خفته کہ غافل ز طلوعیدن صبح ست و ملاطری

نقص مصدر  
بسی وضعی  
نقص مصدر

مصدر جعلی کے  
اعلام سے ترکیب

مصدر جعلی کی اسکا  
جامد فارسی کی ترکیب

مقادیر میں سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

شجرِ جہان در سایہ خورشیدِ مینِ محمور و من محروم : بکام غیرے سپر و عجب سیارہ دارم : ثانی  
یعنی ترکیبِ مصادرِ فارسی سے لیکن وہ مصادر صورتِ مین امر حاضر کی آئے ہیں جیسے روئیدن و  
کوبیدن و خسیدن و کایدن و گسلیدن و کاہیدن و آوریدن و رسیدن و آگیدن . نظامی رح  
شجر چو ماشورہ ہندوئی بزرگ : میان آگنیدہ بہ تیر خدنگ : ظہوری شجر نکاہیدہ یک جواز بود خوشا  
ز خلوت نشینی بگو سود خویش : جامی رح شجر بکوفت رفتن : پارسہ : و زانجا سنگ صدن آدرین  
سعدی رح شجر بگوشش فروگفت کاہے ہوشمند : بدانگے ز جانے رہیدم ز بندہ : ثالث یعنی مصدر  
ہندی کے ساتھ ترکیبِ بہان بھی وہی مصادر جو بصورت امر حاضر ہوں جیسے ماریدن و چلیدن .  
استاد عنصری کا شعر ہے شجر اگر مارے و کڑوے ہست طبعش : بصحراش چون مار و کڑوہ ہمارے :  
خسرو شجر از چل چل تو باہے من زار شد کچل : من خود منی چلم تو اگرے چلی چل : میہ نجات صفا  
گل کشتی کا شعر ہے شجر عالمے را بکشتی گرد بجفاے چلدت : ہر چہ خواہی کہن اسے شوخ ہماے چلدت  
لیکن الفاظِ ہندی کی ترکیب اکثر مطابقت میں متعل ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ یہ الفاظ ہندی اصل  
نہ ہوں بلکہ توافق و اشتراکِ سائین کی وجہ سے فارسی میں بھی متعل ہو گئے ہوں مثلاً چل چال کا  
مخفف ہو جبکہ حاصل مصدر چلش آتا ہے سعدی رح شجر بتا دین شیوہ چالش کنیم : منہ خیم را  
سنگ بالش کنیم : بطرح فعل رابطہ ہے ہند زبان وری اور ہندی میں مشترک ہے حافظ رح کا شعر  
ہے شجر ساقی اگر ت ہواے ماہے : جز بادہ میار پیش ماشے : مولانا سے روم قدس سرہ القیوم  
فرماتے ہیں شجر گفت یارب گر ترا خاصان ہند : کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند : اور یہ صفا  
فارسی کے ہوں خواہ ہندی کے جو بصورت امر حاضر جزو مصدر جعلی ہیں اگر چہ جدا گانہ متعل افزوی  
مالت میں کل کے کل یعنی مصدر متعل ہوتے نہیں دیکھ گئے مگر بعض مصادر جیسے کوبیدن یعنی مصدری  
مولوی معنوی کے شعر تین شجر بر جید و سنگ پران کر دو چوب : جملگان گیز تختہ ازیم کوب :  
اسی طرح لفظ ہندی کی ترکیب میں جیسے ماریدن میں مار چنا چہ کہا جاتا ہے ندا کی مارتخت ہے  
اگر کوئی پر شبہ کرے کہ جب پہلے ہی سے ان میں معنی مصدری موجود حاصل تھے پھر ان تکلف  
سے اُس معنی مصدری کا حاصل کرنا تحصیل حاصل ہے سو یہ محال باطل ہے مین عرض کرتا ہوں  
کہ وہ مصدر جو جزو اس مرکب کا ہے بہر نوع ملاحضت اشتقاق نہیں رکھتا اب اس ترکیب خاص

تعداد فارسی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

تعداد ہندی سے  
مصدر جعلی کی ترکیب

جان آن مصادر  
جو ہندی اور  
فارسی میں مشترک  
ہیں

سے اسکا مخفف  
ہندوستانی ہے لغزش  
شجر ایک کچھلے ہو  
نکلے : حافظ شجر  
بالش فرسندہ اند  
خود ہی زار ہو تو  
جوان خندان نہ  
ہند

کی بدولت اس نوع کا مصدر بنجاتا ہے جس میں صلاحیت اشتقاق موجود ہوتی ہے پس یہ تحصیل امر جہ یہ ہوتی یہ تحصیل حاصل اس صورت میں کہ یہ خود مصدر امر صورت سے مجحول ہیں تو انکو مصدر مرضاعی کہنا خوب نہیں۔ اسامے مشتق کے جعل میں سوائے مشتقات فارسی سموع نہیں آئیں بھی صیغہ حالیہ کے ساتھ لیکن نگجہ اشتن و کشتہ شدن میرے نزدیک اس نوع ترکیب سے خارج ہیں اگرچہ ہم نے اس جعل کو مؤلف مانا ہے مگر اسکی تعریف بنسبت اصلی کے ہے ورنہ دراصل یہ بھی مفرد ہی کیا سنی کہ یہ دعامہ اور علامت مصدر یعنی حی د ن اگر نظر استقلال سے دیکھے جائیں کوئی معنی والفظ نہیں بنتا لفظ اس جعل خاص کی علامت ہے۔ تجلات نگجہ اشتن و کشتہ شدن کے کہ نگاہ اور کشتہ یہ دونوں اسم مصدر ناقصہ جزو مرکب کی خبر ہیں فافہم ولا تغفل۔ غرض صیغہ حالیہ کی ترکیب جیسے خورائیدن گریائیدن خندائیدن خوابانیدن۔ لیکن اس جعل خاص کو تعدیہ لازم ہے یعنی اگر وہ مشتق مصدر لازم کا ہے تو اس جعل سے تعدیت یک مفعول کی حاصل ہوگی سعدی رح شعر بہ نرمی و آہستگی کردہ چیرہ طعماش خورائیدن رویش سیرہ اور مشہور شعر ہے ع بخدا نم بگرایم جہاں راہ سائب شعر بہ بیداری چہ خواب کہ دیارب بانظر بازان کہ خوابانیدن تیغست خوابانیدن چیمتہ اور اس میں تخفیف منظور ہوتی ہے تو کبھی یاے دعامہ کو حذف کر دیتے ہیں جیسے روائیدن و رواندن جسکا مخفف رائدن مستعمل ہے و نشاندن و رماندن وغیرہ چونکہ اس تخفیف میں دعامہ جو ایک حرف زائد ہے محذوف ہوا ہے اکثر یہی مستعمل ہوتا ہے اور کبھی الف قبل لول کو حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے خوابانیدن سے خوابانیدن اور اس سے خوابید و خوابندہ وغیرہ مشتق ہے۔ فردوسی رح ردو ابہ و خرمہرب اور زال زند کے مشتق کی داستان میں لکھتے ہیں شعر سیرہ مرثوہ بزرگسان ڈرم کہ فردوسی رح نزدیج دم کہ اے فردو خوابانید نظامی رح شعر درین رہ چو سن خوابندہ بے ست کہ ناز و گے یاد کاہنجا کسے ست کہ لیکن خاص اس مصدر میں جعل پر جعل واقع ہوا ہے یعنی خوابیدن خود اسم جام خواب سے مجحول ہے اور پھر اسکی مشتق صیغہ حالیہ پر دوسرا جعل واقع ہوا۔ واضح ہو کہ لفظ خواب میں دو اعتبار ہیں ایک باعتبار سے وہ اسم جام ہے جسکا ترجمہ نیند ہے اور اسی اعتبار سے اصل اور وہ خوابیدن کا ہے اور ایک اعتبار سے اصل مصدر بصورت امر بھی ہے اور خود امر بھی اس اعتبار سے فرع خوابیدن کی ہے یہ فریعت و اصلیت باعتبار لفظی اشتقاق کی ہے ورنہ اصل بالصدر کی

مصطفیٰ کی سیرت

سکھڑے۔  
معاذ جلی میں نہ سکد  
بہت قلم لے آجو  
وٹگی پری اور صاب  
گو صاحب تو ہیں  
معاذ جلی میں ہیں  
تنگ پریں سر کشید

اس جمل غاص  
کے لیے جو عالم  
سے حاصل ہوگا  
تعدیت جدید  
شرط ہے۔

بحث میں یہ امر ثابت کیا جا چکا کہ حاصل بالمصدر اصل اور منشاء مصدر ہے یعنی باعتبار معنی۔

صہبائے کرام صلی علیہ وسلم کے خیالی دریاؤں میں نہایت نکتہ سرائی حضرت امام بخش صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خوابینہ کے نون کو نازنین کے نون کی طرح زائد مانا ہے۔ آپ خود کرین یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جب جمل خاص اور تعدیت باہم لزوم مساوی رکھتے ہیں یعنی اس تالیف کو تعدیت جعلی عارضی لازم اور تعدیت جعلی عارضی کے لیے یہ ترکیب لازم کیا معنی کہ باقی مصادر جملہ میں عدم تعدیت جدیدہ شرط ہے مصدر کی حالت جو تعدیت و لزوم کے باب میں پہلے سے تھی بعد جمل کے بھی وہی ہونی چاہیے پس اگر یہ نون خوابینہ کا زائد مانا جائے تو بمعنی لفظ عین خوابینہ ہوا جس کا جمل جامد اسم سے ہے تو خوابینہ کو کہیں متعدی متعلی ہوتے نہ سناؤ کیما۔ اگر حسب دے بعض تقنین اس کو خفتن کے امر سے محمول کرین تو بھی اس میں بقائے حالت اصلی مشروط تھی تو اس تعدیت جدیدہ کا حصول مطلق شرط ہوگا اذافات الشیظ فات المشروط خوابینہ دن خوابینہ کا ایک جمل نہ ہوگا ایسے نازک خیال لغز اندیشہ محقق کو بجز اس شعر کے (درین رہ چمن خوابینہ بے ست) کوئی اور مثال جس میں اس مصدر کا کوئی فعل متعلی ہو شاید نہیں ملی جس سے امر تعدیت و لزوم بخوبی آشکارا ہو تا خوابینہ اسم مفعول ہے اور صیغہ مفعول کا چونکہ اصل اور مادہ محمول کا ہے اور محمول قوت میں لازم کے ہوتا ہے یہ امر تعدیت ظاہر ہوا الحمد للہ و المنة میں نے اس امر کے ایضاح کے لیے شعر فردوسی کے یہ سہ قمرہ بزرگان دشم و فرو خوابینہ و نزد بیچ دم پیشکش نظر تحقیق جو بیان کر دیا ہے۔ اور یہ بھی سن لو کہ مصدر دن پر بائے زائد بہت کم شاذ و نادر آتا ہے اغفال پر کثرت سے استعمال پاتا ہے لیکن اس قلت استعمال کی وجہ سے حکم غیر فصیح کا لگانا سخت گستاخی ہے سعدی رح کا شعر ہے شہر ہے چون برآرد مہمات کس کہ نتواند از خود براندن گس۔ ولہ پیوخوای از طارم افراشتن و ہمیت بس از بہر گزاشتن و فردوسی کتاب یوسف زلیخا کے دیباچہ میں لکھتے ہیں شہر کنون چارہ بایدم ساختن و دل از کار گیتی بپر داختن و ہان شاہنامہ میں کاؤس کو سودا بہ کے فریب دینے کے داستان میں جلیسوں کا لفظ آیا ہے اس میں باجوہ کلمہ ہے آوردہ خفف ہو پیسودن کا بھنی چھونا شعر نذیر از سیاوش چنان نیر بوسے و نشان بسودن نذیر اندر دوسے۔ دوسری جگہ اس کا مشتق بھی مستعمل ہے شہر بتان را شاہ نو آئین نمود کہ بودند چون گوہر نابود۔ اور پیسودن میر معری کے شعر شہر سینہ زوش جو پیسودم بریر پر نیان و گفتم این سینہ بزمی پر نیانی دیگرست و اسکی تحقیق اس اخیر حصہ

نکتہ سرائی  
خوابینہ کے نون کو  
نازنین کے نون کی طرح  
زائد مانا ہے

مصدر ہے  
زائد میں کلام ہے  
لافت جوئی ہے

بہودن میں با  
جوہر کلمہ ہے  
زائد میں

جو بیان مصاد کے لئے خاص ہوگا بخوبی کیجا لیگی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہ بھی سن لو جیسے افعال میں  
الف زائد لاحق ہوتا ہے مصدر کے بھی اخیر میں الف زائد لایا جاتا ہے مثلاً رقتا و کشتا۔ فردوسی بیزن  
و گرگین کی داستان میں لکھتے ہیں شعر پر گرگین چنین گفت پس بیزنا کہ من بیشتر سازم این رقتا  
و لہ چہ باشد مرا گفت ازین کشتا مگر کام بد گوہر را بہرینا \* \* \* \* \*

## الحاصل بالمصدر

واضح ہو کہ مصداق مثلاً زدن زید کو قتل کرنا بمعنی مصدری یعنی الصفات زید و دیگر کا حالت زدو  
کوب کے ساتھ امر انتزاعی اور وصف اعتباری ہے جبکہ انشاء انتزاع وہی حالت ہے جو زید و دیگر کے ساتھ  
قائم ہے اسی حالت کو جو انشاء انتزاع بمعنی مصدری ہے ہم حاصل بالمصدر کہتے ہیں اور یہ حالت  
دوسری شے یعنی زدو کو فتنہ کے ساتھ تعلق وقوعی پائے تو اس امر آخر کے ساتھ تعلق ہونیکہ نام  
مصدر مجہول ہے جیسے زدو شدن و کو فتنہ شدن پھر اگر معنی مشتق یعنی ذات اور نسبت مصدر معلوم کے  
ساتھ اعتبار کر لے جائیں یعنی زندہ و کو بندہ کے ساتھ حالت زدو کوب کے قیام پر نظر کر کے اس  
زندہ و کو بندہ کی ذات متصف بآن حالت ہونے کو عقل انتزاع کرے اسکو مصدر مبنی للفاعل  
کہتے ہیں جیسے زندگی و کو بندگی۔ مولوی معنوی رحمہ شعر اول فرمودت ماں این بندگی ہنیت مارا  
از خود این کو بندگی و اور کبھی وہ مشتق مصدر مجہول کے ساتھ اعتبار کر لیا جاتا ہے یعنی تعلق وقوعی  
زدو کوب کو زدو کو فتنہ پر نظر کر کے اسکی ذات کے محل وقوع زدو کوب ہونے کو عقل انتزاع کرے  
تو مصدر مبنی للمفعول کہلاتا ہے جیسے زندگی و کو فتنگی لیکن در صورت اضافت مصدر معلوم بسوے  
فاعل و مصدر مجہول بسوے مفعول عین مصدر مبنی للفاعل و مصدر مبنی للمفعول بنجاتا ہے  
پس زدن زید و کو فتنہ شدن بکر اور زندگی و کو فتنگی کا (چونکہ اضافت میں قید خارج اور  
تفسید داخل ہوتی ہے) ایک مفاد ہے غرض ان میں فرق اعتباری ہے اگر اضافت کا اعتبار  
کرین باہم اتحاد ہے اگر اعتبار نکرتن تفرق ہے۔ غرض حاصل بالمصدر میں بھی دو اعتبار  
معروف و مجہول کے کئے گئے ہیں معروف جیسے گفت عالم و آفرینش خدا و جنبش افلاک و رقتا  
اسپ اور مجہول جیسے دخت جامہ و تراش قمیص یعنی بعد تیار ہونے کے یوں کہا جائے دخت  
جامہ و تراش قمیص زیباست تو دخت و تراش کو جامہ اور قمیص کے ساتھ تعلق وقوعی ہے کیہنی

مصاد کے اخیر  
میں الف زائد  
سن کر کام  
لے لایا جاتا ہے

بیان حاصل

بیان مجہول  
معروف و مجہول

محل بالمصدر  
مزد و مجہول کا اعتبار

کہ دو زندہ اور تر اشندہ تو درزی ہے جامہ اور قمیص دوختہ اور تراشیدہ ہیں تو دو وختگی و تراشیدگی  
اسکا مفاد ہوا یہ حاصل مصدر مجہول ہے اور یہ بات محض مساحت ہے کہ جس لفظ پر علامت مصدر و ن با  
تن نہ ہو اور پھر وہ معنی مصدری دیوے اسکا حاصل بالمصدر نام رکھیں حالانکہ حاصل بالمصدر ایک معنی تین  
جسکو ہم حالت کہہ آئے ہیں اور وہ منشاء انتزاع معنی مصدری ہے ہیں یہ معنی جس صورت میں پک جائیں  
وہی حاصل بالمصدر ہے اور وہ صورت میں مصدر حقیقی اصلی ہی کی کیوں نہ ہو یا ان اُس حالت کے لئے اُس مرتبہ  
میں تعلق القاعی و وقوعی کا وجود و عدم غیر ملحوظ ہے البتہ تحقق کسی نہ کسی فرد میں ہونا ضرور ہے۔ اول یعنی  
تعلق القاعی حاصل بالمصدر کا زمانی مصدر حقیقی میں ظہور کے اس شعر میں شعر زخمش سرمہ پرور چشم دیدن  
و زسازش حلقہ در گوش شنیدن یعنی چشم دیدن ناظر کی سرمہ پرور یعنی منور ہوتی ہیں۔ ثانی یعنی تعلق  
وقوعی حاصل بالمصدر کا زمانی مصدر حقیقی میں جیسے نظامی کے اس شعر میں شعر نشست از بار بارہ کوہ دوش پدید  
ہمایون بر قمار خوش یعنی دیدار بارہ منظور کا ہمایون یعنی از روے دیدار ہمایون اور از روے رفتار خوش۔  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ خیر یہ سب ہی مگر اس حالت کا نام حاصل بالمصدر رکھنا ظاہر نظر میں ہماری  
تحقیق کے خلاف ہو گا کیاسنی کہ حاصل بالمصدر میں سے توسل اور الگ تبادلوں نہ ہوتے اور وہ اس امر کا شعر  
ہے کہ وجود مصدر کا اُس حاصل سے پہلے ہو بلکہ علت اُس حاصل کی ہو حالانکہ وہ حالت قائمہ یعنی حاصل  
بالمصدر منشاء انتزاع معنی مصدری یعنی علت اسباب مصدر ہے تو وہ محض مصدر ہونا حاصل بالمصدر  
بنابر ان فرزانہ فاضل سیالکوٹی رحمہ اللہ نے شرح جامی کے ماثینین لکھ دیا ہے والمحصل بالمصدر  
الهيئة القادرة المترتبة عليه ای علی المصدر انتہی۔ اول تو حاصل بالمصدر کا  
مصدر پر مترتب ہونا صواب ہے چنانچہ ہم نے عنوان بیان میں اتباع المصدر الشرعیۃ  
و بحر العلوم بیان کر دیا ہے کہ حاصل بالمصدر منشاء انتزاع مصدر ہے اور اسکا قارہ ہونا بھی  
باطل ہے اور بعض فلاسفہ نے اسکو ایک کیفیت بتلائی ہے یعنی مقولہ کیفیت میں داخل کیا ہے وہ بھی  
باطل ہے۔ کسواسطے کہ بعض حالات میں سے حالت جنبش بھی ایک حاصل بالمصدر ہے جسکو عربی میں  
حرکتہ کہتے ہیں سو علوم حکمیہ میں مبرہن ہے کہ نہ وہ قارہ ہے نہ کیفیت پھر صحت تسمیہ کی وجہ بھی یہی  
سمجھ میں آتی ہے کہ حاصل بالمصدر میں باتعدیہ کی قرار دجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
وانسخ ہو کہ حاصل بالمصدر کئی ہیأت اور کئی ترکیبوں میں رونما ہوتا ہے کبھی مصدر حقیقی کی ہیأت

حاصل مصدر  
سی وجہ تسمیہ

حاصل مصدر  
سی وجہ تسمیہ

ہیات میں جیسے فردوسی نبرد سہراب و رستم کی داستان میں لکھتے ہیں شعر میانیکدکن  
 بہ آورد گاہ و مسازید جستن نمونے رزم راہ و نہوری شعر بہ ادایش اداسید نہاہ عاشق گفتش  
 شنید نہاہ اور اس صورت میں حاصل بالمصدر یعنی جو مصدر حقیقی کی زمی میں آتا ہے یعنی فعل بھی  
 متعلی ہوتا ہے جیسے شعر مذکور میں گفتش کا لفظ بمعنی گفتارش اے سخن اور نظامی شعر ہرچون  
 خامست نوشیدم و ہمدچرم خامست پوشیدم و اسے چیرہ کی فعل نوشیدن میں براود واقع است  
 آن خون خامست و لباس من چرم خامست۔ دوسرا صورت میں مطلق ماضی کی اور یہ یا تو تہا ایک  
 مفروضہ ہو یا دو صیغے ماضی کے مختلف الفاظ متجانس المعنی بہ ترکیب عطفی ہوں۔ اول جیسے نظامی  
 حمد میں فرماتے ہیں شعر بکرم آشکارا بکرم نہفت و شناسندہ حیران از وقت گفت و امیر خسرو شعر  
 آنکہ بہ گفت گرفت خو و نیک نگویہ کہ نیاید از وہ سعدی شعر گفت عالم بگوش جان بشنود و زندہ  
 بگفتش کردار و یہ حاصل بالمصدر یعنی مفعول کے ہے یعنی گفتہ عالم اسے سخن عالم اور نیز بیان ہا  
 مفعول کی تخفیف حذف ہو جانے کا احتمال بھی ہے جیسے انسن کی اسم فاعل ماندہ پرے اے  
 فاعلی کو تخفیف حذف کر کے ماندہ کہتے ہیں اور بعض وقت اے فاعلی کو ثابت بھی رکھتے ہیں  
 فردوسی فردیوں کی داستان میں لکھتے ہیں شعر بہ بالاچو سرو برخ چون بہار و بہر چہر ماندہ  
 شہر بار و مثال مذکور میں اضافت مصدر کی جانب فاعل تھی اور جانب مفعول بھی حاصل بالمصدر کی  
 اضافت کر سکتے ہیں۔ فردوسی شعر زشب نیک گفت سہراب بود و اگر نیمہ آرمش و خواب بود یعنی  
 بزم رستم میں آدھی رات تک سہراب کا ذکر ہا۔ ہی طرح حاصل بالمصدر خورد اس معنی میں متعلی  
 ہوتا ہے چیرہ خوردہ کا فعل واقع ہوتا ہے یعنی طعام نظامی شعر لغزو کا رند خوانہاے خورد و  
 ہمیں نقلد انہاے نایہ گرد و اے خوانہاے طعام حق یہ ہے کہ بیان خورد حاصل بالمصدر اپنے  
 معنوں میں ہے اور اضافت کے لئے اے ملا بہت کفایت کر جاتی ہے۔ ثانی یعنی دو صیغے جو  
 بصورت ماضی مرکب بہ ترکیب عطفی ہیں جیسے سعدی فرماتے ہیں شعر انگشت تعجبی جہانہ و  
 از گفت و شنود ما بدندان و ایسا ہی آمد و رفت یافت و آمد و نظیری شعر ہر رفت آمد نئے نیست  
 بود و جاوید زیت ہر کہ ازین یک دو دم گوشت و اور نیز ان دونوں ماضیوں میں فصل روابط  
 کا بھی جائز ہے نعمت خان عالی شعر عالی تو از کہ ام طرف حرف سے زوی و روزے کہ دادو

جملہ المصطلحات  
 ہندی کی عربی  
 عربی کی ہندی  
 ہندی کی عربی  
 عربی کی ہندی  
 ہندی کی عربی  
 عربی کی ہندی

حاصل بالمصدر  
 دو یا چھٹی صورتوں میں

حاصل بالمصدر  
 رابطہ کے ساتھ



عین المصدر  
عائذی ز مائن

عین المصدر  
ام بانه مفعول  
سے کنون مین

عین مین فعل کا  
ام بانه مین

عین المصدر  
عائذی اور  
کی صورت مین

بستہ ناز و نیاز بود و شعر ز سخن بر لب نظیری خوش و عشق و درشت خود آمد و تیسرے امر واحد  
حاضر کی صورت مین اور اسکا حال بھی افراد و ترکیب کے بارہ مین بالکل ان مصادر کا سہا ہے جو بصورت  
عینہ ماضی آتے ہیں اول یعنی افراد جیسے نظامی فرماتے ہیں شعر گزینندگان را دران رتخیز و درو  
ربانی نہ راہ گزیر و سعدی شعر اگر گئے کنی بر عامیان بخش و رسد بہر کھدے را بر سنے و یہاں مصدر  
بمعنی مفعول ہونے کا احتمال بھی ہے جیسے آفرین بمعنی آفریدہ یعنی مخلوق۔ نظامی در در بیان سناطو  
کلمہ بہند با سکنہ فرماتے ہیں شعر دو پر کار برزد جهان آفرین و درین آفرینش دران آفرین و  
اسے درین آفریدہ و دران آفریدہ اسے دو جہان اسی طرح گزین بمعنی گزیدہ اسے مقبول و مختار و  
برین بالضم بمعنی بریدہ یعنی قاش خربزہ وغیرہ کو قیاس فرمائیے سعدی شعر تواضع کند ہوشمند  
گزین و بہدشاخ پر سیوہ سر بر زمین و مولوی معنوی شعر چون برید اوداد اور ایک برین و ہچو  
شکر خورش و چون انگبین و لیکن یہ امر سند طلب ہے کہ برید کی بحث امر بقیاس گزین بالضم  
و آفریدن برین آتی ہے یا نہیں سو عرض کرتا ہوں کہ اسکے امر مین بروبرین دونوں قاعدے  
جاری ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسکا بیان بحث فعل مین آجائیکا لیکن اول کثیر الاستعمال ہے جس  
بریش حال بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ ظاہر وحید قاش فروش کی تعریف مین لکھتے ہیں۔ شعر  
مرافیت غیر از غم تو خوش و ز دنیا مرا بس بود یک بریش و اسے یک قاش اور ثانی کم متعل ہے  
جس سے برین و بریش حال بالمصدر حاصل ہوتا ہے۔ نظامی شعر دلے باید اندیشہ را تیر توند  
بریش نیایش شیر کند و اسے برندگی نیاید الخ اسطرح آگین حاصل بالمصدر بمعنی مفعول مصدر  
آگندن بمعنی پکڑدن سے۔ فردوسی داستان دفن سہراب مین لکھتے ہیں۔ شعر ہیگفت اگر خنہ  
زین کم و ز شک سید گردش آگین کم و ثانی مرکب ترکیب عطفی عالم نشین کثیر نظم فرماتے ہیں  
شعر اے مجلسیان سوز دل حافظ سکین و از شمع پیر سید کہ در سوز و گدازست و اسی طرح  
در سوز و گداز فصل رابطہ کے ساتھ کہنا بھی جائز ہے۔ چوتھا ماضی اور امر کی صورت مین جامی  
شعر بظاہر با ہمہ گفت و شنوداشت و دلے دل جاے دیگر در گرد و داشت و یہاں شنود کا مخفف  
مرخم کہہ نہیں سکتے۔ کسواسطے کہ قافیہ گرو کا واقع ہوا ہے جس کا داؤ مفتوح الماقبل ہے ایسا  
گفتگو یہاں بوجہ کثرت استعمال واد فاصل حذف کر دیا گیا اور الیہ ہی شت و شو بخت ویز



پس ہنر و سرور و آور صیغہ فاعل مرکب از اسم و امر ہے یعنی ہنر آور و آور آورہ سر آور چنانچہ سر بر گزاردہ  
 بھی کہتے ہیں اسکی مثال بلا تخفیف دل آور اور دلاور موجود ہے واللہ تعالیٰ اعلمہ یا صلوات  
 چنانچہ صیغہ ماضی کے اخیر میں یا سے معروف کا لحوق جیسے کاستی و پنداشتی پیشوا سے سخنوران شیولے  
 طوس فرماتے ہیں شعر و لیکن نہ ہنگام پنداشتی است و نہ ہنگام مہر و گہ آشتی است و ولہ تو شاہی  
 کنی کے بود راستی و پدید آمد از ہر سو کاستی و اسی قبیل سے ہے کشادی بمعنی کشادگی مرشد یزد  
 جروی قلعہ کی تعریف میں کہتے ہیں شعر کہ توشیہ قلعہ در ولی و کا سامان ہست از ویکیے نظر و در بلندی  
 چودست شاہ جہان و در کشادی چودست این چاکر و ساتوان امر کے اخیر میں الف کا بار ہوتا  
 جیسے رہ بالکسر سے را بمعنی رشتہ کاری۔ فردوسی جنگ سفید دیو کی داستان میں لکھتے ہیں شعر  
 گراید و نہ از جنگ این از دنا و برید پے و پوست یا ہم را و ولہ اگر ایام از جنگ این از دنا و بدین  
 روزگار جوانی را و آٹھوان امر کے اخیر میں شین بمعنی مہمہ قابل مسموم کے لگانے سے جیسے دانش و  
 و کنش و آفرینش کنش بمعنی کردار کردن کا حاصل بالمصدر ہے نہ لغت مستقل جیسے بعض فضلا  
 فرما دیا۔ فردوسی گورز کے ہاتھ سے پیران ویکے قتل ہونے کی داستان میں فرماتے ہیں شعر  
 سرش را ہی خواست از تن برید و چنان کہ کنش خوشین را ندید و اور آفرینش نظامی کا شعر ہے  
 شعر ہر اندیشہ کان بود و ضمیر و خیالے بود آفرینش پریر و اسے خلقت پریر اس ترکیب کا  
 حاصل بالمصدر بمعنی اہم مفعول بھی آتا ہے جیسے ہی آفرینش بمعنی آفریدہ اسے مخلوقات۔ سنائی و  
 شعر آفرینش نثار فرق توشد و بر ہمیں چون خسان ز راہ نثار و بیان آفرینش بمعنی آفریدہ مراد  
 اس سے دنیا ہے اور سعدی کے اس شعر میں شعر و گرانغزو پاکیزہ دارد و خوش و شکم بندہ خوانند  
 تن پرورش و صرف خورد حاصل بالمصدر بصورت امر حاضر ہے اور شین ضمیمہ مجرور مضاف الیہ یعنی  
 خوراک خود اگر غزو پاکیزہ دارد اور اچنان و چنین خوانند اب تن پرورش کا قافیہ بلا تکلف درست  
 بنجا ہے اس سے میری یہ غرض نہیں کہ خوش حاصل بالمصدر نہیں آتا یا شین مصدر کی  
 شین قابل مفتوح کا قافیہ نہیں بنتی بلکہ غرض یہ ہے کہ جب بلا تکلف معنی لفظ کے بن سکے  
 پھر تکلف میں کیوں پڑے اور خوش اس معنی میں بھی آتا ہے جس پر فعل خوردہ کا واقع ہوتا  
 یعنی ماکول و طعام نظامی شعر بشتہ گفت نوشا بہ بکشاے ست و بخور این خوشہا کہ در پیش ہست

حاصل بالمصدر  
 ماضی مطلق کے لفظ  
 میں یا سے معروف  
 کے الحاق سے

حاصل بالمصدر  
 اخیر میں الف کا بار ہوتا

اہم مفعول کا  
 شین قابل  
 کا الحاق

شین مجرور  
 حاصل مصدر  
 مفعول کے ساتھ  
 میں بھی آتا ہے

شین ضمیری کا  
شین مصدری کو  
ساتھ لایا واقع ہوا

زبان و ان خند  
شعر کے حسن  
اور سخن کی شوخی  
سب سے مجاز ہیں

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شین ضمیری سے شین مصدری کے رفع التباس کے لئے یہ کسرہ ماقبل  
شین باب الاقلام و جہا شناس علامت یا شرط بنا دیا گیا ہے پس جب یہ کسرہ ماقبل شین کا شرط اور  
علامت اور لازمہ ذات حاصل بالمصدر قرار دیا گیا پھر بغیر وجود اس کسرہ کے جو شرط یا علامت یا  
لازمہ ذات حاصل بالمصدر ہے حاصل بالمصدر جو اسکا مشروط و لازم ہے ہر کوئی متحقق نہ ہوگا۔  
مگر استادان قادر کلام سخنوران بلاغت نظام بحکم ضرورت اس قبیل کے تصرفات کے مجاز مانے  
گئے ہیں۔ کفر گیر و کالے ملت شود و جیسے طغرانی مشہدی نے اپنے شعر میں مثلاً لفظ  
دریچہ ساکن الاوسط کو متحرک باندھا ہے جہاں کہا ہے شعر روز و شب دریچہ مشرق و مغرب  
بازت و ورنہ از تنگی این خانہ نفس میگردد و اور نظامی نے صحیف متحرک الاوسط کو اپنے  
اشعار میں ساکن باندھا ہے جہاں فرمایا ہے شعر گداز لوح ناخواندہ عبرت پذیر و گداز  
پیشینیان درس گیر و او میر معزی نے نصر یعنی یاری کردن کو جو ساکن الاوسط ہے اپنے اس شعر  
میں متحرک باندھا ہے شعر تاکہ بگیتی دوست از طب و تاکہ بجالم نصرست از ظفر و از طب آباد  
مدد برمد و و نظفر آباد نصر بر نصر و ایسے ہی قہرمان ملک سخن رانی قافلہ بلاغت بیانی خاقانی  
اور دیگر اساتذہ کلام نے شین مصدری کسور الماقبل کو اپنے اشعار میں مفتوح باندھا ہے۔ خاقانی  
شعر حاتم کرم و نظام بخشش و بل ہر دور کا بدار رخسار و نظامی در شعر سان کش یکینفر  
سی ارش و بآب جگر یافتہ پرورش و لیکن یہ امر کہ کسرہ شین مصدری تابع فتح شین ضمیری  
کے ہو گیا ہے یا فتح ش ضمیری تابع کسرہ شین مصدری کے ہو گیا ہے اہل زبان کے لہجے سے  
واضح ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک ترجیح ایکو ہے کہ حرکت مصدری میں تصرف کیا جا اس لئے  
کہ ایک اور موقع میں بھی اسی حرکت مصدری میں تصرف کیا گیا ہے یعنی بعض اساتذہ سخن نے  
اپنے اشعار میں بحکم ضرورت شین ضمیری کسور الماقبل کو ساکن باندھا ہے جیسے لفظ روش شیوے  
طوس فردوسی کے اس شعر میں شعر تو این را دورغ و فسانہ مخوان و بیک سان تو روش زمانہ و  
باسرے سے یہ بحث عجیب قوانی کے حوالہ کر دیجائے مگر اس میں اتنا نقص ہے کہ اساتذہ کے  
کلام میں عیب کا تسلیم کر لینا گویا عیب لگانا ہے بہر حال اس عیب خاص کو جو سبب اختلاف  
فتح روی کے پیدا ہوتا ہے اصراف کہتے ہیں چنانچہ نور الدین احمد و فی نے مثال اصراف کی

شین مصدری اور شین ضمیری کو ایک جگہ کر کے دکھلایا ہے اسی قبیل سے ہے قافیہ باندہ کا ہے  
 ساتھ خلاق معانی غاقانی کے اس شعر میں شعر در صفت خراس نیست باندہ و روغن گرمی از زبان بن بہ  
 اور عالے مفتوح الام کو ظالمے کا قافیہ بنانا اسی قبیل سے ہے بوستان کا شعر ہے شعر چو خواہد کہ ویران  
 کند عالے و بند ملک در پنچہ ظالمے و اور اس عیب خاص کا نام سنا د اشباع ہے۔ مگر یہاں بھی میری  
 وہی غرض ہے کہ یہ لفظ ظالم جو ظلم سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اسکے لام کے کسرہ کو فتح سے بدلو کر فز  
 کر لیا گیا ہے کافر و ساغر وغیرہ کلام اساتذہ میں برابر مفتوح المین کے قافیہ واقع ہیں اور تفریس کے  
 لیے یہ ضرور نہیں کہ حروف ہی کی تبدیل ہو کر سے تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس  
 اس قول کے بموجب اساتذہ کے کلام بلاغت نظام پر عیب بھی نہیں لگتا اور بات بھی بنی رہتی ہے  
 اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائیگی کہ یک فنی در ہر فن صاحب غامض سخن حضرت صبا بانی رحمۃ  
 اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے کہ ”یہ شین ماقبل مکسور زائد بھی آتی ہے اور ان دو شعر دن کو شاہد اپنے مدعا  
 کا بنایا ہے فردوسی شعر برقتند شادان دل و خوش منش و پرازا فزین لب زینکی و ہش و لہ زدادار  
 نیکی و ہش یاد کرد و ہم پوشتہ را پر از یاد کرد و ہش کانش کے ساتھ جسکی شین مکسور الماقبل سے قافیہ  
 واقع ہونا و ہش کے مین و التا ہے اگر غور کیجئے و ہش کے کی کوئی بات نہیں چنانچہ ہم نے اوپر ثابت  
 کر دیا ہے کہ شین مفتوح الماقبل کا شین مکسور الماقبل کے ساتھ واقع ہونا درست ہے تو یہاں بھی  
 برعایت لفظ منش و ہش کے شین کو مکسور الماقبل پڑھنا نہ چاہیے بلکہ یہ شین ضمیر غائب مفتوح الماقبل  
 ہے جسکو قواعد نگاروں نے بمعنی خود کہا ہے جسکا اردو ترجمہ اپنا ہے پس ترجمہ شعر کا یہ ہوا کہ اپنے نیکی  
 دینے والے خداوند کی تعریف میں تر زبان تھی۔ جب اس قافیہ کی رعایت سے نیکی و ہش کی شین  
 زائد سمجھی گئی اس لیے کہ شین ضمیر غائب کی مکسور الماقبل نہیں ہوتی اور مصدری مضمی بھی بیان  
 درست نہیں بیٹھے تو دو سے شعر کو اگرچہ وہ ایسے موقع میں نہیں ہے کہ خواہی خواہی اس شین کا  
 ماقبل مکسور رہنا واجب سمجھا جائے جس سے شین مصدری کا دھوکا ہو مگر چونکہ اداسے مطلب  
 میں اس شین کے نہ ہونے سے بظاہر کوئی مطلب فوت نہیں ہوتا اسی پر قیاس کر کے زائد  
 فرمایا اگر غور ملاحظہ فرمائے گا تو اپنے مالک اپنے خداوند تعالیٰ شانہ کے ساتھ ہر بار ہر دو کثرین  
 اپنا انتساب کیے جانا باندہ کے لیے موجب غایت سعادت و سبب نہایت فخر و عزت ہے اور

تغیر حرکت و تبدل لہجہ بھی کفایت کرتا ہے پس

مین و التا ہے اگر غور کیجئے و ہش کے کی کوئی بات نہیں چنانچہ ہم نے اوپر ثابت

۱۲  
 مرقع الحقیقۃ ان ارد  
 ایچا سادہ و سادہ  
 فن لفظ غائب مفتوح  
 سہولت سے نکلتے  
 میں یکا از زبان شین  
 ہاتھ لگاتے ہیں  
 کہ سب سے پہلے غائب  
 صفت فوت و صفت  
 غلام نظام العود  
 اسی اور لفظ غائب  
 سے ہی مضمی نہیں  
 اثبات فزین سے پہلے  
 قطع سے ہوتے ہیں  
 جملہ حروف غائب  
 جس کو بلفظ تعالیٰ  
 انکار ہوتا ہے

خود عزت ہر نفس کو عزیز و لذیذ ہے اگرچہ بیان مشکل اپنی ذات کو متشبہ نہیں کرتا جسکی حکایت کرتا ہے  
اسکا انساب کرتا ہے چونکہ یہ بھی خواجہ تاش ہے اسکی جان بھی لذت سعادت و سعادت لذت حاصل  
کرتی ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْحَقِّ۔ آں اہم اور صیغہ ماضی واحد غائب کی صورت میں نظامی شعر  
بجان برد خود ہر کے گشت شاد و کس از گشتن کس نیامد و باد و وسوان اہم اور امر حاضر کی شکل میں نظامی  
شعر بخون ریزن لشکرے ساختی و شینخون کنان سستہ من تاختی و گیارہوان جو اہم بامکہ معنی جوفی کہتا  
ہو آپر الف کا پڑانا جیسے پہن سے پہنا داغ سے فراخا۔ ظہوری شعر در کمالات اسے خرو پہنا بین  
کم نہ شمع پیش او دیا بین و با تہوان اسمای جامد و غیر جامد کے بعد یاے معروف کا الحاق۔  
لیکن اگر وہ اہم ملحق مصدر عربی ہے تو اسکو صفت کے معنوں میں لیکر پھر یاے مصدری لاحق  
کرتے ہیں جیسے صفا و سلامت خود مصدر تھی انکو بمعنی صاف و سالم کے لے کر زیادتی یا صفا  
و سلامتی کہتے ہیں اور مصدر عربی کو صفت کے معنوں میں لینا اہل عجم کا تصرف ہے جیسے صفا  
بمعنی صاف و صائب کا شعر ہے شعر بصد خون جگر دل را صفا کردم نہ استم کہ چون آئینہ روشن  
بروش نگرنے ماند و اسبطر سلامت بمعنی سالم و دانش کا شعر ہے شعر بنم نور ز کس منی روشن را  
شع اگر در سر شیشہ سلامت باشد و اے سالم باشد اسکو از قبیل ز کئی عدل سمجھنا نہ چاہیئے۔  
اسواسطے کہ بیان عدل اپنے حقیقی مصدری معنوں میں ہے مگر اسکی نسبت مجازی ہے غرض  
اس قسم کے مصدر کو صفت کے معنوں میں لیکر آپر یاے مصدر لے آتے ہیں یہی مصدری شعر  
تائل در آئینہ دل کئی و صفائی بتدریج حاصل کئی و امیر خسرو شعر دو پستائش و لیون پر نورست  
و بعضی و صفائی چون بدست و ملاشانی نکلو شعر چہ فراغ بالی آزا کہ تو سر دی ز بندش و چہ پست  
کے را کہ تو شنوبی سلاش و اسبطر خلاص بمعنی رستگار محمد علی سلیم کا شعر ہے شعر عقل نگرا  
مرا یکدم ز دور و سر خلاص و رہزنی کو تاہر اسازد ازین رہبر خلاص و دقیامت کن ندا ونا ایلم تہ را  
زائش دوزخ باب رعب پیغمبر خلاص و پھر اس صیغہ صفت پر یاے مصدری کے الحاق سے  
معنی مصدری حاصل کرتے ہیں۔ جلی خراسانی کا شعر ہے شعر ز فرط رحمت شاہ دین عجب بود  
کہ در خلاصی ما کرد و فاذخیر و ولی دشت بیاضی شعر راضی بخلاصیم نہ مرگ و مریم دے  
نیا زمندیم و صائب شعر نیست نے گشتگی ممکن خلاصی زین محیط و تابا صل از و صدر را

ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت

ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت

ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت  
ہمیں صفت

ہے باید گرفتہ نہ اگرچہ یہ صیغہ عربی کے مصادر میں اور استعمال انکار میں مین معنی مصدری میں ہی ہوتا ہے مگر باعتبار استعمال عجم معنی صفت کے اُس سے لیے گئے ہیں اب اسپر بے مصدری کا الحاق محصل امر جدید ہوگا برخلاف اُن مصادر عربیہ کے جو فارسی میں بھی صفت نہیں متعل ہوتے اُن پر یا ہی مصدری کے الحاق سے معنی مصدری لینا جیسے انتظار می حضور می - زیادتی - غلطی - فضولی - نقصانی وغیرہ میں اگرچہ ظاہر نظر بوجہ تحصیل حاصل اسکو باطل سمجھتی ہے چونکہ کلام فصحا سے عجم کا اس قسم کے تصرفات سے ملوث ہے باطل نہ کہنا چاہیئے متادل سمجھنا چاہیئے - ظہوری شعر و انتظار می اشک حنائی بودم + رسید وقت رشوق نگارے کریم + شعر حضور می گریہی خواہی ازوغاب مشو حافظ + متی مالتق من تھوی دع الدنیا دامہلھا + صائب شعر بزناک خنی را بدم درویش + اگر زیادتی بہت حسرتے تاچند + ولہ برسم آن قدر کہ فردیم بچو شمع + شداید زیادتی اشک آہ + حافظ شعر مرثیہ سیاحت اگر در خون ما اشارت + ز فریب او مینیش غلطی کن نگارا + شعر از فضول کیا خود صائب نجالت مے کشم + منکد باشم تاکنم تلقین کہ رحمت کن مرا + نظامی شعر گہر خرچہ اراندو گوہر چہار + فروشدہ را با فضولی چہ کار + خاقانی در شعر بہر ناسازی در ساز دل برنا خوشی خوش کن + کہ آبت زیر کاہست و کمالت زیر نقصانی + درویش والہ ہروی شعر رنگ عسکی فکر جز بہرت تو + میر یختر از نگنایے نقصانی + پس نظر ظاہر عربی کے اس شعر پر بعد بلوہ حسن کلام میں اند + قبول شاہ نظام کمال نقصانی + ملا ابو البرکات کا اعتراض محض عدم اعتنائیں تو اور کیا کہا جاے محقق فزانه بہار نے اس خرابی کے مٹانے کے لیے اس یا کو نورانی از مغانی فلانی بہمانی زبانی کی یا کی طرح زائد محض بھی مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اہل ایران کے لہجہ میں معروف و مجہول کا امتیاز نہیں رہا یعنی یہ یاے مجہول زائد ہے جس کو بغیر لہجہ معروف پڑھا کرتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ متادل ہے یعنی یہ مصدری یا ہے لیکن اسکا دخول جب مصدر عربی ہوتا ہے تو کبھی اُس مصدر کو صفت کے معنوں میں لے کر یاے مصدری اُس پر داخل کرتے ہیں جیسے خلاصی وغیرہ میں ادکھی اُس مصدر سے معنی مصدری کی تجرید کر لجاتی ہے جیسے زیادتی و نقصانی وغیرہ میں اسکی نظیرین موجود ہیں جیسے حور حور اکی جمع ہے تو معنی جمع سے مجرور کے بطریق فارسی الف و نون جمع کا اسپر لائق کرتے ہیں جیسے شعر حوران بہشتی را در رخ بود اعراف الہ فصحا عجم اس قسم

۵  
۶  
۷  
۸  
۹

تصانیف کے بارے میں دَلَّاهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْکُتُبِ اگر وہ اسم مصدر نہ ہوتا تو اسکے وصف مشہور کی وجہ سے اُس کو بمنزلہ صیغہ صفت قرار دے کر یاے مصدری اُسپر لاق کرتے ہیں جیسے خود بوم کا مشہور وصف حماقت و خست ہے تو اس نقطہ بوم و خر سے احمق و نحوس مراد لکھ کر فری و بوی سے احمقی و نحوسی کے معنی لیے جاتے ہیں مولوی معنویؒ شعر نم نہ بار و ابراز شومی او ۶ شہر شد ویرانہ از بومی او ۶ اسطرح جو قوت یہ یاے معروف اعلام پر لائی جاتی ہے تو پہلے اُن سے معنی حکایت کا انسلخ کیا جاتا ہے فقط انکا وصف مشہور مراد لیا جاتا ہے جیسے حاتم سے حاتم یعنی سخاوت رستم سے رستم یعنی جواغروی زلیخا سے زلیخا یعنی مشغولی جامیؒ شعر زلیخا از زلیخائی رمیدہ ۶ و زان صورت بمعنی آرمیدہ ۶ اور اعلام سے جب معنی و صنی مراد ہوتے ہیں انکی دلالت عام ہو جاتی ہے وہ نکرہ بجاتے ہیں غرض اعتبار معنی و صنی سے اعلام ہوں یا غیر اعلام اُن میں عمومیت جدیدہ حاصل ہوتی ہے مثلاً خروشیہ و مخصوص نوع حیوانی تھے جب اُنکے اوصاف مشہورہ حماقت و دلیری مراد ہوئے تو یہ اسم اب مختصر اُسی نوع میں نہ بلکہ جن میں یہ اوصاف متحقق ہونگے اُن پر اس اسم کا اطلاق ملے غافلہ درست ہوگا اور اعلام کی تکلیف جن میں بھی سر ہے جیسے شہر چونکہ رنگی اسیر رنگ شدہ ۶ موپے ۶ با موپے ۶ در جنگ شدہ ۶ شہر قرینہا بیکہ تا از فضل حق پیدا شود ۶ با یزید در خراسان یا اولیے در قرآن ۶ اگر وہ خود صیغہ صفت کا ہے تو پھر کسی تکلف کی حاجت ہی نہیں جیسے شکستہ و بستہ سے شکستگی و بستگی اور یہ کاف عجمی ہائے فحقی کا بدل ہے۔ واضح ہو کہ استاد الاساتذہ اذکی الہما بدہ امام فن نکتہ سرائی حضرت صہبائیؒ اور صاحب قوانین و تگیری نے اس نوع کے کاف کو بدون انقلاب از ہائے فحقی جیسے دلسوزگی و خردگی و فرزندگان و قمریگان وغیرہ میں زائد محض بھی نہ کیا اپنی تحقیق پر ان اشعار سے شاہد گزارا ہے فردوسیؒ شعر مرا بویہ بود کم بود خواست ۶ بدل سوزگی جان ہی رفت خواست ۶ انوریؒ شعر انوریؒ گر خرد گویا سیکند ۶ تو بزرگی کن برو خرد گویا سعدیؒ شعر برو تا ز خاوت نصیب و بند ۶ کہ فرزند گانت نظر در ہند ۶ میر معزیؒ شعر اندر دہن قمریگان ساختہ بر لب ۶ و اندر گلو سے فاختہ گان و در خنہ طنبور ۶ یہ امر پسند نظر تحقیق نہیں کیا معنی کہ دلسوزگی و دلسوزہ اور یاے مصدری سے مرکب ہے ہماری اس تحقیق پر کلام کمال اُمیل کا گواہ عادل ہے شعر عمر آسا سنو را پائے کشد و دامن ۶ زانکہ دلسوزہ خلق ست صد چون مجرہ پس کاف عجمی اسی ہفتی

اعلام و غیر اعلام  
سے متعلق معنی  
راہ دینے والے ہیں  
اس کی دلالت  
عام ہو جاتی ہے

جنی لکھتے ہیں  
دوسری و خردگی  
فرزندگان و قمریگان  
کے کاف عجمی بھی نہ کیا  
انرا لکھتے ہیں



کا بدل ہے اور دلسوزہ دراصل دلسوز یعنی اسم اور امر کی صورت میں آیا ہوا صفت کا صیغہ تھا چونکہ  
عمومیت خاصہ صیغہ صفت ہے اس پر ملے تسمیہ لگا کر معنوں میں بیک گوشہ خصوصیت حاصل کر لی پس  
دلسوز انسان اور غیر انسان کی صفت واقع ہو سکتا ہے مگر دلسوزہ خاص اس شخص کو کہیں گے جو  
اوروں کے حال پر رحم کھاوے۔ غیر ملکی مصائب پر اپنا دل جلاوے جب طرح خود مراد سے خود مرادہ  
امیر خسرو دہلوی شعر فرماں نبرد را نگہ بستند بہ انغازت نامزد خود مرادہ \* اس طرح خودگی میں کاف  
فارسی ملے مخفی کا بدل ہے کیا معنی کہ خردہ یعنی ریزہ ہر چیز و اسباب فرومایہ و عیب ان سب  
معنوں میں مستعمل ہے معنی اول جیسے خردہ قلم اسے ریشہ قلم خردہ مینا اسے ریزہ مینا سے شکستہ اور  
معنی ثانی جیسے خردہ فروش آئینہ کنگھی سرمہ دانی ازار بند وغیرہ کم بہا چیزوں کے پینچنے والے کو کہتے  
ہیں اور معنی ثالث یعنی عیب اسی شعر کے مصرعہ ثانی میں خردہ مگیر موجد ہے اور انتساب ثنائے  
کے لئے اولے مناسب بھی کفایت کرتی ہے جس طرح اضافت میں مذکور ہوا پس باعتبار معنی  
اول اپنے انکسار کی راہ سے جیسے ذرہ بمقدار وغیرہ کہا جاتا ہے اس پر اے نسبت کے لگانے سے  
یہ معنی ہوئے کہ انوری سخاوت کے کام کرتا ہے آپ بزرگی کو کام فرماؤں اس کے عیب سے مرگزین  
باعتبار معنی ثانی یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ فرومانگی اور کمینہ پن کرتا ہے آپ بزرگی کرین اور باعتبار  
معنی ثالث یہ معنی ہوئے کہ انوری اگرچہ وہ کام کرتا ہے جو متنب بہ عیب میں یعنی معیوب میں  
آپ بزرگی کرین اور عیب گیر می نکرین غرض خاصہ طور پر خودگی میں کاف فارسی خردہ کی باخفنی  
کا بدل ہے شاید لفظ بزرگی کے تقابل سے شہ پر پڑا ہو کیا معنی کہ خردہ و بزرگ آتا ہے نہ خردہ و بزرگ  
اگر غور کیجئے تو یہ شبہ کوئی وقعت اور توجہ کے قابل نہیں بیان بزرگی عمر کی نہیں باعتبار خلق کے  
ہے اسکے لئے تقابل خرد کا ضروری نہیں۔ امیر خسرو شعر خردہ نگیرند بزرگی کنندہ \* ونبہ چنان  
خیست کہ گرگی کنندہ \* شیخ شیراز علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے شعر اگر کن  
ناجو انعم و کم بدار \* تو برین چون جو انعم و ان گز کن \* اور فرزندگان میں کاف عجبی نہیں کاف عجبی  
تصنیف و ترجمہ کے لئے لایا گیا ہے یعنی بقیاس مطلق فرزندک مصغر پر الف و نون جمع کا لگا لفظ لگان  
کی طرح فرزندگان کہہ دیا۔ صاحب درفش کاویانی مرزا غالب دہلوی ریدک و کو دوک کے کاف کو  
بھی اسی قسم کا تصغیر فرماتے ہیں فقط رید و کو دو کو ترجمہ طفل کا بتلاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں

بزرگ و بزرگین  
و بزرگین و بزرگین

کاف تازی سپاری و آخر اسامی تصغیر و چون مر دک و کو دک و ریدک ہمانا کو و رید ترجمہ  
 ملست انتہے۔ مگر فقط رید کو کو یعنی طفل کسی استاد کے کلام میں نظر نہیں آیا البتہ رید کو کو پانچاں اور کما  
 کے معنوں میں آئے ہیں چونکہ بچے اکثر گھومتے ہیں آلودہ رہتے ہیں ریدک و کوک انکا نام ہو گیا پس  
 اس کاف کو چونک و تیرک کے کاف کی طرح نسبت کا کاف سمجھنا چاہیے اب اگرچہ وجہ تسمیہ سے قطع  
 کر لی گئی امر و دن اور نابالغ لڑکوں کو بولنے لگے ہیں بنو چہری کا شعر ہے شعر شاد باش دیستان از  
 ساقیان و ریدکان ہ ساقیان سیم ساء ریدکان سیم ساق ہ غرض فرزندکان میں کاف تازی تصغیر  
 ہے کاف عجمی زائد نہیں۔ بہار باغ تحقیق باغ و بہار تدقیق صاحب جواہر الحروف اپنے رسالہ میں تحقیق  
 فرماتے ہیں و اگر قرینہ دالہ باشد در غیر کلمہ ذات الہانیز نہیں عمل کند چنانچہ درین بیت میر معزی فرد  
 اندر دین قمریگان ساختہ بر لب و اندر گلوسے فاختگان ساختہ طنبور ہ اسے مہیا و موجود شدہ است بر لب و  
 طنبور۔ و احتمال بودن کاف تازی بر قیاس طفلکان خطاست و ہذا غایتہ التیق فی ہذا المقام  
 و لامر علیہ، انتہی کلامہ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد محض ہے غیر سہل  
 بہ اور اس مقام میں اسی کو انتہا درجہ کی تحقیق قرار دیتے ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ قمریگان قمریہ  
 بالہا کی بطریق فارسی جمع ہے صاحب حیوۃ الحیوان نے اسکی بڑی تحقیق کی ہے اور فرماتے ہیں  
 قمری طائشہ و دکنیتہ ابو نکرری و ابو طلحہ و هو حسن الصود و الاشئ قمریۃ لہ منہی الاربٹن  
 ہے قمریۃ بالضم و الیا مشددة مرغست از جنس فاختہ قادی و قمر بالضم جمع یا مدہ قمریۃ  
 است و زینان خزائنہ پس معلوم ہو گیا کہ قمریگان میں کاف فارسی زائد نہیں بلکہ بعض الہا ہے اور تخفیف  
 یا فارسیوں کا تصرف ہے جو تمامی نسبتی یا وین جائز رکھتے ہیں اب کیونکر مان لیا جائے کہ صاحب  
 جواہر الحروف کاف کو قول غایتہ التیق لامر علیہ ہے فقط حسن ظن نے یکے بعد دیگرے آنکھ بند کیے  
 اتباع کرنے پر مجبور کر دیا۔ اور یہاں یہ بات بھی سن رکھیے کہ اہل عجم بغیر راوۃ تسمیہ و تائیت یا تخفیف  
 زیادہ کرتے ہیں جیسے کام کامہ معشوق معشوقہ میزاحمہ قلی سلیم ملہانی۔ شعر مغلس چو ندیم رو بہ آدیم  
 معشوقہ روزنہ نوائست خدا نظامی ہ شعر کامہ دل گرچہ زجان خوشترست ہ عاقبت اندیشی ازان  
 خوشترست ہ سعدی ہ شعر کامہ دل و کن نشیند آن مغرور ہ کہ بشنود سخن و شمنان دوست نماے ہ

نہایت کی تائید و تائیت  
 صورت میں ہے  
 یہاں تک  
 فارسی کی تائید و تائیت  
 نہایت کی تائید و تائیت  
 صورت میں ہے  
 یہاں تک

تیرہواں بعض اسماء جاذبہ کسی ترکیب وغیرہ کے مفید معنی مصدر می ہوتے ہیں جیسے شہسوار  
 مہمان مرزار فوج واعظ شاعر زلف اور از برون دل غیرہ سو بہوش سرسار بستی ذات شہر زندگی مجمل ہے کہ  
 یہ مرغم ہوا سولے کہ شہساری بھی متمثل ہے۔ شاہی سبزواری شہرے کشد سرو پیش بالایت و شہساری  
 زرق کو تہ غیش و لفظ مہمان فارسی اور ہندی میں مشترک ہے ہندی میں بمعنی ضیافت آتا ہے اس واسطے  
 کہ اسکے اصلی معنی ہندی میں تعظیم و تکریم کے ہیں اور ضیافت میں بھی ضیف کی تعظیم و توقیر ہی منظور  
 ہوتی ہے اور فارسی میں ضیف اور ضیافت دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اول یعنی بہنی ضیفہ شہسوار  
 ثانی یعنی بمعنی ضیافت جیسے سعدی کے اس شعر میں شہر کہ باشندہ مشنہ گدایان خیل و بہبسان  
 دار السلام از طفیل و نظامی یہ شعر بہمان شہ بود خاقان چین و دو خرسید بایکدگر ہم نشین و  
 امیر خسرو شعر دل رفت در مہمان او گفت آن ادیم آن او و گریست این دل آن او آخر از آن بن  
 کجا و اور یہ لفظ جب ضیف کے معنوں میں ہوتا ہے اس پر پائے مصدر می بھی لے آتے ہیں۔ لفظ  
 شہر کہ شہ را وہ پائے فرو می شکرت و بہمانی شہ کند گنج صرف و ملوکا نہ بہانے سازدش و بہان  
 در رسم مرکب اندازوش و واللہ تعالیٰ شاندہ اعلم۔

## المشتق

مراد ہماری یہاں مشتق سے اسم مشتق ہے اور وہ مصدر سے نکلا ہوا اسم ہے اور اپنے مصدر  
 کے معنی حدیث پر نقصان اسکی ولایت بھی ہوتی ہے جیسے اسم فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ  
 اور حالہ۔ اسم فاعل وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لئے وضع کیا جاتا ہے  
 جسکے ساتھ وہ فعل یعنی معنی مصدر می سدئی قائم ہوتے ہیں جیسے کنندہ۔ اور کبھی یہ معنی بعض خاص  
 ترکیبوں سے بھی حاصل کرتے ہیں۔ ایک تو اسم کو امر واحد حاضر کے ساتھ ترکیب دینے سے جیسے  
 ہاں آفرین۔ اور اس اسم و امر کے درمیان کبھی کوئی فاعل بھی آجاتا ہے اور وہ فاعل یا اس اسم کا  
 مضان الیہ ہوگا جیسے سعدی فرماتے ہیں ع نہ بینی کہ چون بارم دم کش است و یا اسکی صفت ہے  
 ع اصم بہ کہ گفتار باطل نبیوش و باظرف جیسے ع کلیم سخن بر زبان آفرین و در و در پنہا شہر  
 اور بعض اساتذہ کے کلام میں اس ترکیبی اسم فاعل کے جزو اول یعنی اسم پر پائے مجہول اور جزو  
 ثانی امر پر لفظ می بھی زیادہ کیا جاتا ہے یعنی فاعل ان دو لفظوں کا مابین اسم و امر اسم فاعل ترکیبی

تحتی حال المصدر  
 بعض اساتذہ  
 مرکب سے  
 مستفاد ہوتا ہے

مثلاً  
 شہسوار  
 از برون دل  
 شہساری  
 بمعنی تعظیم  
 و تکریم  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت

بیان شق

بیان اسم فاعل

مثلاً  
 شہسوار  
 از برون دل  
 شہساری  
 بمعنی تعظیم  
 و تکریم  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت

مثلاً  
 شہسوار  
 از برون دل  
 شہساری  
 بمعنی تعظیم  
 و تکریم  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت  
 شہساری  
 بمعنی ضیافت

جائز رکھا گیا ہے سید حسن اشرفی کا شعر ہے شعر من غزلے سے سرے سے گلے سے مگر ہوا طرح  
 سے غزلے شاخ گلے سے ٹکری ہا بعض قواعد نگاروں نے اس امر کا لحاظ نہ کیا صرف صیغہ امر کو اسم فاعل  
 کے معنوں میں فرما دیا۔ اور بعضوں نے مطلق فاعل کو جائز مانا ہے اور ہر دو فرق نے شعر حکیم سخن  
 بر زبان آفرین کو شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے۔ اسی طرح اسم اور ہی کی ترکیب بھی مفید معنی فاعلیت پر  
 ہوتی ہے جیسے بیچمان و بیچنگار و بیچنیز۔ واضح ہو کہ اس ترکیب کا جز اول یعنی اسم اکثر جزو ثانی کا جب  
 وہ افعل متعدی سے ہونعول ہو کر تلبسے جیسے جہان آفرین و کارکن اور کبھی جزو اول آلہ ہوتا ہے  
 جیسے تیغ زن اور کبھی ظرف جیسے شب چراغے آنکہ چریدن اور شب ست لیے ہی شب و زورات  
 میں چوری کرنے والے کو اور شب گزار رات میں کاٹنے والے یعنی کٹل کو کہتے ہیں اور کبھی جزو ثانی کے  
 معنی مصدری کی صفت بھی واقع ہوتا ہے جیسے بسیار بخش کیکہ بخشیدن اول بسیار است و سخت کش  
 اسے کوشیدن سخت است اگر جزو ثانی فعل لازم ہے تو جزو اول جزو ثانی کا فاعل ہوگا جیسے خداے  
 یا صفت ہوگا مگر اسکا صفت واقع ہونا یا بلا واسطہ ہوگا جیسے تیز روئے کیکہ سیرا و سرعیت۔ و  
 زودخیز و نظامی ہر شعر و شاقان موکب رو زود و خیز ہر بدیدار تازہ بر رفتار تیز ہا بلا واسطہ جیسے بیمار خیز  
 اسے کیکہ خاستن او مثل بیمار است نظامی ہر شعر فریبندہ چستے جفا جوئے تیز ہا ووا بخش بیمار و  
 بیمار خیز ہا یظرف واقع ہوگا خواہ مکانی ہو جیسے سند نشین و تارک نشین و خانہ خیزے جانے نشین  
 سند و تارک است و جاسے خاستن او خانہ است۔ نظامی ہر شعر زمین را منم تاج تارک نشین ہا  
 ملزمان مرا تانلر ز زمین ہا ولہ گیسے باچیان گوہر خانہ خیز ہا چوبو طالعے را کنی سنگر زہا خوبی نامانی  
 جیسے شب افروز و صبح خیز اسے زمانہ روشن شدن او شب ست و وقت خاستن او صبح ست نظامی  
 شعر شب افروز را نیکہ تابد ز دور ہا زبے نور ہی شب زندلات نور ہا دوسرا اسم اور ماضی مطلق کی  
 ترکیب جیسے ہم نشست بعدی شعر بشولے خردمند زان دوست دست ہا کہ با دشمنان ہوشم  
 تیمسرا و احد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا و اسے دارا  
 غلام کشی شعر دلا بصر قدم نہ کہ در طریق معاش ہا سکندی خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ہا چو تھا  
 صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و را زیادہ کرنے سے جیسے خریدے خریدار خواست سے خواستار  
 یعنی طلبگار اور چو نکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

آج اور ہی کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پر ہوتی ہے

اس کی ترکیب بھی  
 معنی فاعلیت پر ہوتی ہے

تیسرا اور واحد حاضر کے اخیر میں الف زیادہ کرنے سے جیسے دان سے دانا بین سے بینا و اسے دارا

غلام کشی شعر دلا بصر قدم نہ کہ در طریق معاش ہا سکندی خورد از فاقہ ہر کہ دارا نیست ہا چو تھا

صیغہ ماضی مطلق کے اخیر الف و را زیادہ کرنے سے جیسے خریدے خریدار خواست سے خواستار

یعنی طلبگار اور چو نکہ شفاعت میں بھی مجرم کو حاکم سے مانگ لینا ہوتا ہے۔ اس لفظ کو شفیع کے

بنیادہ کرنے سے

معنون میں کنا پر کرتے ہیں فردوسی کی کاؤس کے قتل سیاوش پر مطلع ہونے کے داستان میں لکھتے ہیں شعر بریدند از تن سرشاہوار نہ فریاد رس بود نہ خواستار اے نہ کس فریاد رس بود نہ کس شفیع۔ یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ الف و رانیت کے لئے ہو۔ چنانچہ بیان حاصل مصدقین محقق ہو چکا ہے۔ یہاں سے اُن اسمائے غیر شتقہ کا بیان ہے جو نہ یا کسی ترکیب سے معنی فاعلیت پیدا کرتے ہیں کہ وہ مانع فیہ سے نہیں ہیں اس واسطے کہ ہلکوت نقات کا بیان منظور ہے لیکن تبعا نکاد ذکر بھی ضرور ہے تاہم نہ کوئی لہجہ بصیرت ہو جائے۔ ایک تو وہ کہ تنہا اسم خواہی جامہ ہو خواہ مصدر عربی معنی میں فاعل کے آتا ہے جیسے جادو بمعنی جادوگر۔ نظامی رح شعر مگر جادو ان ازمن آموختند کہ از موم خود خواب را دوختند۔ اور مصداق عربی جیسے رضا و کرم و ضامن بمعنی رضی و کریم و ضامن حیاتی گیلانی شعر عطیہ فیض رسالت و جرم غنویزیر۔ بہرچہ بہت رضا یم غم چرا داریم۔ سعدی شعر بگیت گیارہ و گفت خاموشی بہ صحت نکتہ کرم فراموشی۔ احتمال ہے کہ یہ از قبیل مجاز فی النسب ہو خصوصاً مثال ثانی میں یہ بھی احتمال ہے کہ نسبت نفی کی حقیقتہً جانب کرم ہی ہو اس واسطے کہ اہل کرم بھی اگر حق صحبت ملحوظ رکھتے ہیں تو اسی کرم کا اقتضا ہے کہ وہ وصف ذی شعور نہیں مگر نسبت کے لئے ہتھکر اسلیت کافی ہے۔ لفظ ضامن شعر وہ شمع نوید داد و بشارت کہ حافظا۔ باز آ کہ من لبھو کناست ضامن شمع۔ اے ضامن شمع اسی طرح خبر بمعنی خبر مالتی رح شعر خبر شد از ان قصد والی مصرعہ کہ داخل در حوالی مصرعہ استاد ذی قلندر حسین الطہر رحمہ اللہ الا کہ اپنے مرشد واعظ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی توفیق میں لکھتے ہیں شعر واعظ نہ سحر کہ انیسیت۔ در علم خبر نہ کہ انیسیت۔ دوسرا اسم پر پاتختانی زیادہ کرنے سے خواہ وہ اسم فارسی میں جامد ہو جیسے شکار سے شکاری یا عربی میں صفت کا صیغہ ہو جیسے نظارہ سے نظارگی۔ نظامی شعر عجب ماند زان کار نظارگی و بعبرت فرماد کیا بارگی و کسو اسطے کہ لفظ نظارہ بھی بدلن یا ستختانی بمعنی فاعل مستعمل ہے۔ فردوسی جنگ کیخسرو اور افراسیاب کی داستان میں لکھتے ہیں شعر پھر اندران جنگ نظارہ بود۔ ستارہ شعر سخت بچارہ بود۔ بہرے نزدیک یہ یا ستختانی نسبت ہی کی ہے لیکن نسبت فاعلی جس طرح اسم فاعل بمعنی نسبت مستعمل ہے مثلاً از زندہ بمعنی فوجی اسطرح نسبت کو معنی فاعلیت میں دخل ہے چنانچہ اسکی نظیر ہائے مخفی نسبت فاعلی و مفعولی کے لئے مستعمل ہوتی ہے اول جیسے فردوسی مع رسم بزبان سہراب فرماتے ہیں شعر

اس الہدایت  
کا احتمال بھی ہے

اسما غیر شتقہ کا  
فاعل میں مستعمل

یہ لکھتے ہیں  
یہ لکھتے ہیں

زیادہ کرنے سے  
اسم پر پاتختانی  
انصاف میں نہیں

یہ لکھتے ہیں  
یہ لکھتے ہیں  
یہ لکھتے ہیں  
یہ لکھتے ہیں

گمانے برہمن کہ اوزن تم ست پد کہ چون اونبرہ بگیتی کم ست پد اسے نبر وکنندہ جس طرح گاروناک کا  
لفظ آموز کار و آموز ناک میں نظامی شعر توئی برترین دانش آموز ناک ولہ نیوشندہ خواہم از  
روزگار پد کہ گویم بدور از آموزگار تہ گرد و وزن میں فرق یہ ہے کہ ناک معنی مبالغہ کو تفسیر ہے  
اور لفظ گار میں یہ بات نہیں جیسے پرورشگار پروردگار وغیرہ نظامی سبب نظم کتاب سکندر نامہ بحری  
میں فرماتے ہیں شہر مرا کا ولین پرورشگار بود پد ولی نعمتے درویش یار بود پد اور یہ لفظ پروردگار کا  
مطلق مرہی کے معنوں میں استعمال ہے فردوسی فرماتے ہیں شہر چوستان کہ پروردگار منست  
پد تہمتن کہ نزم بہار منست پد اور دوسری جگہ کہتے ہیں شہر شما پاک پروردگار میند پد ہمان از پدر  
یادگار میند پد خواہم کہ آید شمارا گزند پد مباحثید با من بہ بدیار مند پد بعض قواعد نگاران تحقیق پیشہ  
نازک خیالان لغزائشہ نے یاسے فاعلی کو مصداق فارسی پر بھی مانا ہے اور یہ شعر نظامی کا اپنے  
دعوی پر شاہد گزارنا ہے شعر توانا وانا بہر بودنی پد گنہ بخش و بسیار بخشودنی پد میری راسے  
میں بودنی اور بسیار بخشودنی در صورت فصل وہی یاسے لیاقت ہے جو مصداق فارسیہ پر آتی  
ہے اور واورابطا حالیہ ہے نہ عاطفہ اور بسیار بخشودنی خبر ہے بتداسے محذوف کی اور مبتدا  
واورابطا حالیہ است ملکہ حال ہوا گنہ بخش کا اور یہ جملہ حالیہ بمنزلہ علت ہے کیا معنی کہ وہ گنہ بخش ہے  
اسلئے کہ وہ قابلیت و قدرت بخایش بسیار کی رکھتا ہے اور لفظ بسیار کا مبالغہ بخشائش  
اظہار کے لئے لایا گیا ہے جس طرح عربی میں لفظ مرحم مبالغہ کے لئے غرض یہ یاسے  
لیاقت ایسی ہے جیسے کشتنی گردن زدنی سوختنی میں مگر بات یہ ہے کہ اگر وہ یاسے لیاقت مصد  
بنی للفاعل پر لائح ہوگی تو اس فعل کے فاعل کی لیاقت بتلائیگی جیسے بودنی میں موجود کی ہستی  
کی اور بخشودنی میں بخشائندہ کی بخشائندگی کی لیاقت کا اثبات ہے اور اگر وہ یاسے لیاقت مصد  
بنی للمفعول پر آوے گی تو مفعول کی لیاقت کا اشعار کرے گی جیسے کشتنی و سوختنی میں قاتل و حریق کے  
کشتہ شدن و سوختہ شدن کی لیاقت کا اظہار ہے چنانچہ حضرت نظامی دوسری جگہ سنا جاتین  
اسی بخشودنی کو بنی للمفعول فرماتے ہیں شہر توئی خالق بود بہر بودنی پد بخشتاے بر حال بخشودنی  
اور در صورت وصل یعنی بغیر و او بسیار بخشودنی میں وہی یا سمجھی جائیگی جو اکثر مفعول مطلق پر  
لاحق ہوا کرتی ہے اور لفظ بسیار کا کثرت پر دلالت کرتا ہے جو صفت بخشودن کی ہے۔

گار و ناک  
آواز ناک

پروردگار معنی  
مطلق مرہی

حاجہ شمس الدین  
مستور نامہ فارسی کا  
پہلیں کے حصے پر  
نویسے

واضح ہو کہ مفعول مطلق اپنے فعل کی کیفیت و کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے مثال کیفیت کی یہی  
 بسیار بخشودنی اور یہ شعر نظامی علیہ الرحمۃ کا شعر بسیار ساقی از بادہ بردار بندہ یہ ہے جیسے بیہودن بادہ چند  
 بعض بخون میں بیہودن بادہ چند آیا ہے اسوقت یہ جملہ جہ استقل ہوگا مثال کیفیت کی نظامی علیہ الرحمۃ  
 کا شعر ہے شعر جنبہ جنبیدن باشکوه و چون از زلزلہ کا لبہ لے کوہ و اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا  
 شعر کہ کہ دشواریہ و من فقیہ و نگہ کردن عالم اندر سفسیہ و مگر بخشودن بخش کا مفعول مطلق بغیر لفظ ہوگا  
 اسکی نظر بہت سی ہیں۔ نظامی و سفارت سکندر بنوشاہ کی داستان میں فرماتے ہیں شعر جو ہم  
 ہر ماے گفتن برازہ کہ تارہ نوروم سوخانہ باز و مولانا کے روم قدس <sup>۱۲۱</sup> شعر قاصد از ابر عصایت  
 دست نے و تو نجسپ اس شہ مبارک خفتے و لون دونون مثالون میں مفعول مطلق بغیر لفظ منظر کیفیت  
 فعل ہے اور اس تقدیر پر یہ یا بودنی و بخشودنی وغیرہ میں زائد ہو جوں ہوگی نہ معروف چنانچہ یہ امر  
 مولانا کے روم کے شعر قاصدان را بر عصایت الہ میں نے نافیہ کے ساتھ قافیہ واقع ہونے سے  
 بخوبی واضح ہے۔ اور جن لوگوں نے بخشودن کو فقط رحم کرنے اور بخشیدن کو محض عطا کرنے کے  
 معنوں میں خاص کر لیا ہے درست نہیں ان دونوں معنوں میں وہ دونوں لفظ مستعمل ہیں مگر اول  
 بمعنی ترحم و ثانی بمعنی اعطاکثیر الاستعمال ہے اور اسکا عکس قلیل سعدی شعر کریم یا بخشاش  
 بر حال ماہ کہ ہتم اسیر کند ہوا و اسے تم کن بر حال ماہ و لہ خور و پوش و بخشاشی و راحت رسان و  
 نگہ ہے داری زہر کسان و اسے بخور و پوش و بدہ الہ میرزا محمد طاہر و حیدر اعتماد الدہ و لہ محمد بیگ کے  
 خط میں لکھتے ہیں شہر بخشاندہ پیرایہ وجود و کسوت پوش آراستان بزم شہو الہ اے عطا کنندہ  
 پیرایہ وجود الہ امیر خسرو و شعر نہ سن زان گلندم درین کوچہ رخس و کہ یا ہم ز بخشایش شاہ بخش و ہم  
 حریفان بسیار جوے و کہ در کا رخو آہش کنند آبروے و مولوی معنوی <sup>۱۲۲</sup> شعر توشب و روزانہ  
 نے ان قوم عیر و چون شب و روزے بدو بخشاش عمر و اور ثانی جیسے سعدی کا شعر ہے شعر بخشید  
 بر حال سکین و و فو خود خشم سنبھلے سرو و اسے رحم کہ الہ نظامی شعر کہ شامہ اکدم و نورست و  
 اگر بخشی از کثوری بہترست و اسے عطا کنی الہ اور اسطرح رستی بمعنی نامی میں یاے لیاقت مصد  
 مبنی الفاعل پر لائی گئی ہے نظامی و فرماتے ہیں شعر سر نامہ نام جہاندار پاک ہر آئندہ رستہا  
 ز خاک و گو کہ اسکا ترجمہ نامی ہے اور نامی ہیضہ اسم فاعل کا ہے مگر معنی فاعلیت کے درست

مفعول مطلق اپنے فعل کی کیفیت کے اظہار کا ذمہ دار ہوتا ہے

مفعول مطلق بغیر لفظ

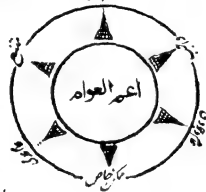
مفعول مطلق پر یا زائد

بخشودن و بخشیدن

بے ز فاعل

جب ہی ہو گئے جنبہ کسی نسبت کی صفت ہو اگر استعدا دو وقت کی صفت واقع ہوتا ہے تو یہاں یعنی بیان نسبت کے لیے ہو جائے جیسے قوت نامیہ۔ اور یہ لیاقت اور قابلیت جو اس یاے لمحہ سے مستفاد ہوتی ہے یعنی امکان ہے پس حاصل بودنی کا ممکن الوجود کیا معنی کہ بودنی معنی ہستی جبکہ زبان عربی میں وجود کہتے ہیں اور جو چیز لیاقت و بود کی رکے وہ ممکن الوجود ہونی گزشتہ فی بودنی مثلاً جو واجب الوجود ہے جیسے فردوسی سہرا ب کے رسم کو خود کشی سے نہ کہنے کی داستان میں لکھتے ہیں شہر ازین خوشتر کشتن اکنون چہ سودہ چنین رفت و این بودنی کا بود و اور ناشدنی کا حاصل ایک امتناع پر جا پڑتا ہے ہمارے تحقیق کے کوئی منافی نہیں اس واسطے کہ امکان سے وہ امکان علم جسکو اعم العوام کہتے ہیں مراد ہے جو واجب الوجود متغیر اور ممکن خاص وغیرہ کو شامل ہے لان الامکان هو سلب الضرورة اما عن الجانبین فخاص و اما عن الجانبین العدم فوجودی او الوجود فعدمی اواحد ہما فقط فبائین اولیٰ قید فقط فاعلم العوام

مکذا



کہ افادہ الاستاذ العالم الامجد مولانا  
سیدنا المولوی سید احمد قدس سرہ العالیہ  
الفرد الصمد۔ اور غالب دہلوی کے اس شعر میں شہر بودنی بخش خوب و زشت تونی و رونق کعبہ و تونی و اور نظامی رح کے اس شعر میں شہر بخوردہ خورشہاے باستانی و ہم از گو سپندان شایستی یاے معروف نسبت کے لیے ہے حاصل بودنی کا وجود پر جو حاصل بالمصدر ہے اور حاصل شایستی و بالیستی کا بایستہ و شایستہ پر جو صیغہ صفت کا ہے جامع ہے گا و اللہ تعالیٰ اعلیٰ اعلیٰ بالصواب و اسم مفعول وہ اسم ہے کہ مصدر سے مشتق ہوتا ہے اور اس شے کے لیے وضع کیا گیا ہے کہ جس پر وہ فعل واقع ہوتا ہے جیسے زود و کردہ۔ اور کبھی یہ معنی اسم اور امر کے ترکیب سے حاصل ہوتے ہیں جیسے دست آموز مرزا دانش کا شعر ہے شعرے کند لیل لمان باغبان دیار و مرث دست آموز شام گل چہ داند و امحیت نہ لفظ دست یہاں آموز کا ظن واقع ہے۔ اور بعض قواعد مکارون نے فقط صیغہ امر واحد حاضر کو معنی مفعول کہا ہے اور مثال میں لفظ گزین کو بیان کیا ہے اور اس شعر کو سعدی علیہ الرحمۃ کے سنگزرا نا ہے شعر تواضع کند ہو شمنہ گزین و نہد شام پر مرث سر برین

ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب

ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب

ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب

ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب

ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب  
ابو طالب





اسی قسم کی ترکیبوں سے حاصل ہوجاتے ہیں اول یعنی اسم ظرف ترکیبی جیسے موج نیز یعنی حائے  
 ناستن موج۔ آب خیر جابے خاستن آب آئینہ خسرو شعر دید کہ شیش بد انگونہ تیرہ کاٹے برنات ان  
 آب نیزہ اسکو فاعل ترکیبی کہہ نہیں سکتے۔ اسواسطے کہ ناستن یعنی متحدی سموع نہیں اس ترکیب میں  
 جزواول جزو ثانی کا فاعل واقع ہے اسی طرح دواصول کی ترکیب سے جیسے چار موج یعنی ایسی جگہ کہ  
 چار مل طن سے موج اٹھتی ہو۔ اسی طرح ستان و زار و سار و بار و لان و گند و وان پس ستان  
 جیسے ہندوستان و میستان و یوسفستان و بلبلستان <sup>۱۳۹</sup> فردوسی شعر سخن رود گشتی میستان شدہ است  
 ز نیزہ ہوا چون نیستان شدہ است و مولوی معنوی شعر آب را در غور باہنہاں کنم و چشمہا را خشک و  
 خشکستان کنم و صائب شعر این چہ لطف است کہ بر خود نظر اندازد و یوسفستان شود از پرتو عارض نبش  
 آستان کی سین کہ متحرک رکنا بھی جائز ہے فردوسی گنگ و زکی تعریف میں لکھتے ہیں شعر ہر گوشہ  
 چشمہ و گلستان زمین بلبل شاخ بلبلستان و خاقانی شعر سازی ہے نر بہت روانہا و مرد ولف  
 سمنستانہا و آراسکا مخفف سان بھی متصل ہے فرخی شعر گرز جود تو نیسے بگزد و بر زنگبار و ور  
 زخمے تو سمومے در زد بر ہند سان و ہندوان راتش سوزندہ رویہ شاخ شاخ و زنگیان را  
 شوشہ از مسکن بر آید نیزان و فردوسی شعر بے شارساں گشت بیا رسان و بے بوستان نیز  
 شد خارسان و شارساں مخفف شارساں اور شارساں یعنی عمارت اور یہ تبدل شہر ہے اور ہستان  
 بمعنی شہر کلان یعنی ایسا شہر کہ اور شہروں کے لئے بمنہ لظرف کے ہے یعنی یہ شہر کئی شہروں کو  
 مشتمل ہے یہی معنی نہادند کے ہیں کسواسطے کہ نہ بالکسر بمعنی شہر ہے اور زار جیسے کارزار یوسف زار  
 ہندو واکلزار۔ اور بازار بھی اسی قبیل سے ہے اصل اسکی ابا زار ہے اسواسطے کہ بازار میں اکثر  
 کھانے پینے کی چیزیں فروخت ہوتی ہیں پھر بعد میں مطلق سونق کے معنی میں اس نظر کو استعمال کر نیلے۔  
 سعدی شعر اے تہیدست رفتہ در بازار و ترسمت بر نیاوری دستار و ولہ چہ مردی کہد چو  
 کارزار و کہد متش تہی باشد کارزار و عرفی شعر بے برقع مہ کنگان کہہ است حسن آباد و بچلہ گاہ لیخا  
 کہ بود یوسف زار و ابوالمالب کلیم شعر نوید سبزہ در ہر جانبک زاریت حیرانم کہ خطا چون سبز و خرم  
 میکند لعل لب اورا و عرفی شعر فردغ شعلہ تہرت فتد چو در ارام و بچشمہ زار بزیاسند از خرننگ  
 زلالی شعر چو آتش سوے ہندو زار بگشت و بخنار سوختہ خیل شرگشت و آورسار جیسے چشمہ سار

یہ اسم اور امر کی  
 ترکیب ہے

۱۳۸

۱۳۹

۱۴۰

۱۴۱

۱۴۲

۱۴۳

۱۴۴

۱۴۵

۱۴۶

۱۴۷

۱۴۸

۱۴۹

۱۵۰

۱۵۱

۱۵۲

۱۵۳

۱۵۴

۱۵۵

۱۵۶

۱۵۷

۱۵۸

۱۵۹

۱۶۰

۱۶۱

۱۶۲

۱۶۳

۱۶۴

۱۶۵

۱۶۶

۱۶۷

۱۶۸

۱۶۹

۱۷۰

۱۷۱

۱۷۲

۱۷۳

۱۷۴

۱۷۵

وچا ہمار کو ہمار صاحب شعر نے رویم چو ماہی بچشمہ سارندہ بہ چو تیغ جو ہر زانی بس است جوشن ماہ  
 فردوسی شعر کشان نیز گویا پیش دارد بہر دند بستہ بدان چاہ سارہ آو سار ان اور سارہ اسپکا مزید علیہ  
 جیسے کہ ہمار ان کو ہمارہ و کف سارہ صاحب شعر راہ رور بال و پر بہت سخیبا ہے دہر کہ ہمار ان  
 سے شود سنگ فسان این یل ماہ فخری شعر بر کشید کہ ہمار غزنین دیباہ بر نوشتند ز کہبا یغزین لمیم  
 حکیم غمخاری شعر بکتف سارہ بر آو رہ زانو از او بارہ یکشم خانہ فرورفتہ دیدہ از نا مارہ اور اسکا مخفف  
 سر بھی متعل ہوتا ہے۔ فردوسی شعر منیزہ بیامہ بدان چاہ سرہ و دان خورد نہا گرفتہ بہر نہ ممکن ہے  
 کہ یہ کلمہ جو لفظ سار سے مرکب ہے مقولہ ہو اور لفظ سار مزید علیہ سر کا ہو جیسے لگو نسا سر گون کا مثلاً  
 اور مزید علیہ ہے اور جیسے اس شعر میں جو رستم اور شغل کی رزم میں مذکور ہے شعر از ایران بیامہ و لاوہ  
 ہزارہ زہ دار باگزہ گاوسارہ گاوسار مزید علیہ گاوسر ہے کسواسطے کہ گزر رستم کا شکل سر گاوتھا  
 چنانچہ اس گرز کی گاوپر بھی صفت کہتے ہیں اسی داستان میں فردوسی فرماتے ہیں شعر چو نگیدن  
 گرزہ گاوپرہ تو گفتم بہین سنگ بارو سپہرہ بلکہ گاوسر و گاوسر بھی انکی صفت واقع ہوئی ہے۔  
 اگرچہ یہ ترکیب اور ہے۔ واللہ تعالی اعلم اور جیسے جو بار رود بار و زنگبار و ہندو بار و گنجبار اور یہ  
 دونوں لفظ زنگبار و ہندو بار بوجہ سیاہی رنگ دوات سے کنایہ ہوتے ہیں نظامی ہر شعر زبں رود  
 نیز ان لب رود بارہ فشانہ ز رخسار گیتی غبارہ کمال اسمیل شعر خاتم تو کہ در یاش تا مگر گاہ است  
 بخامہ ات کہ ہمسر میر و ہندو بارہ آور جو یار کو تخفیف یا سے تحتانی جو بار بھی کہتے ہیں لامفید  
 بلجی کا شعر ہے شعر نصیب صاف دلان ست عیش این گلشن بہ ہمیشہ سر و سہی دکنار جو بار است  
 فردوسی شعر بیارم نشان بر تخت یارہ و زان پس کشایم در گنجبارہ آور لاخ جیسے سنگلاخ و  
 دیولاخ۔ صاحب شعر روشندلان ز سختی ایام خوشدل اندہ کہ سنگلاخ آب سبکتہ کند گرزہ کہ  
 دیولاخ ست جہان در نظر وحشت منہ تا مارارہ بر پر بخانہ عیلت وادندہ اور لان جیسے تریاق  
 لان مولوی معنوی شعر سرور می زہرست جز ان روح را کہ بود تریاق لانی زابتہ اور کہتے  
 نار کند بمنے نارستان یعنی باغ انار واضح ہو کہ یہ الفاظ معنی مبالغت کو متضمن ہیں یعنی اپنے  
 دخول کی کثرت اور انہوی کا افادہ کرتے ہیں واللہ تعالی اعلم بالصواب بعض محققین لفظ لان  
 کو اسی قبیل کا فرماتے ہیں مگر معنی کثرت اور مبالغہ کا افادہ اس سے نہوگا اور یہ لفظ اصل اسم کے تھا

ساران سارہ  
 مزید سارہ کی آواز

بھی آتا ہے۔  
 تلک مخفف

لفظ بار کا بیان

جبار بھی کہتے ہیں  
 جو بار کو کہتے ہیں

تین لاخ کا

تین لان کا۔

تین کند کا۔

لفظ لان کا بیان

لفظ لان کا بیان  
 لفظ لان کا بیان





وہنگہ صبر گدازہ اسی طرح اسم فاعل اور اسم مفعول ترکیبی جیسے عذر خواہ ع عتوبت مکن عذر خواہ  
 آدم ۛ اور کبھی صفت مشبہ کے صیغے مطلقا کسی ترکیب کے ہون حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے مردہ  
 مشتقات میں سے سعدی کے اس شعر میں شمع یاز بہر دوست کند خواہ در کنار ۛ یا موج روزے  
 انگشت مردہ بر کنار ۛ اور در سیاہ دو اسموں کی ترکیب نظامی شعر عتوبت مکن عذر خواہ آدم ۛ  
 بدرگاہ تور سیاہ آدم ۛ اور روسے بر خاک عجز اسم او ظرف کی ترکیب سے یعنی توسط حرف جار  
 یہ تینوں صیغے صفت مشبہ کے ہیں سعدی شعر روسے بر خاک عجزے نالم ۛ بہر گھر کہ بادے آید ۛ  
 بہان عذر خواہ در سیاہ و روسے بر خاک عجز آدم وے نالم کی ضمیمہ مرفوع منکلم سے آدم وہ انگشت  
 کی ضمیمہ غائب منصوب حال واقع ہے بعض شخص نے روسے بر خاک عجز کو جملہ قرار دیکر بلبل گلستان  
 فصاحت پر عدم ربط کا الزام لگایا ہے سو یہ شخص نے اعتنائی ہے کیا معنی کہ روسے بر خاک عجز  
 دست بدل دوست بر سر و دست بسر کی طرح جو کنایہ عاجز اور حیران سے ہیں اور چشم بر در و  
 چشم براہ و گوش بر آواز و گوش براہ کی طرح جو کنایہ منتظر و مترصد سے ہیں صفت مشبہ ہے بدل  
 شعر چلیما نیست اسے غافل ۛ دانہ گیری ز مورد دست بدل سعدی شعر آن سر در کائنات  
 دان فخر بشر ۛ جبریل میں ز قرب او دست بسر ۛ صاحب شعر اسے جاوہ سودے تو بہر شہ آہ ۛ  
 در ہر گز سے چشم براہ تو نگاہ ہے ۛ کسی استاد کا شعر ہے شعر اور فت دو لم باز نیا مذہبش ۛ  
 من چشم بدر گوش برہ بر اثرش ۛ معہذا ضمیمہ سکن کا ظرف میں موجود ہونا بخویون کے نزدیک  
 مسلم ہے۔ یہ بھی سن رکھو کہ صحت حالت کے لیے چونکہ کسی اسم کا وال برمیات ہونا کافی ہوتا تھا  
 بعض جاہل غیر شوق بھی حال واقع ہو جاتے ہیں جیسے لفظ یا مصرعہ اولے میں فردوسی شعر خنوم  
 زایرانیاں یار کس ۛ پے رخس وایز و مرایا پس ۛ واضح ہو کہ جب جملہ خبریہ حال واقع ہو خواہ وہ جملہ  
 فعلیہ ہو خواہ اسمیہ اس میں عامل و رابط کا ہونا ضروری ہے تاکہ اسکو اپنے ذوالحال سے ملو با کر دے  
 اور یہ رابط کبھی صرف واو ہوتا ہے کبھی ضمیمہ فقط کبھی واو اور ضمیر ہر دو جملہ فعلیہ جیسے محمد علی  
 میلی شیرازی کا شعر ہے شعر مرد و بر زند گانم رحم می آید کہ تو ۛ خون آن بیدار داری کہ با کردہ  
 و بر زند گانم رحم می آید۔ مردم کی ضمیمہ مرفوع سے حال ہے اس میں واو اور ضمیر دو رابط میں  
 اور فعل بھی ہشت ہے اور فردوسی فریہ رزکی کوہ ہما بون پر لشکر لہجانے کے داستان میں لکھتے ہیں

حال یہ ہم کا ترکیبی  
 اور اسم مفعول  
 ترکیبی کی نئی ہیں

اس سے برناک جزئی ثابت  
 عام بلکہ انوار مجاہدین

دست بدل  
 جملہ کائنات سے ملے

عدم قدرت او کو  
 بکلف غائب علی

حال  
 تمام کائنات میں

جملہ حالیہ میں  
 رابطہ و رابط کی تہ

شعر شب تیرہ راتا سپیدہ دمان بیاید بخوید برہ بر زمان بہ پہان بخوید فعل مضارع غائب منفی  
 حال ہے اور رابطہ صرف خمیستہ تیرا کیسے اور وہی فاعل بھی ہے بہرہ بظرف متصرف فعل مضارع غائب منفی  
 محذوف یہ بھی حال ہے زمان ذوالحال کا اسکو حال متداخلہ اور حال در حال کہتے ہیں۔ زمان بمعنی  
 توقف ذوالحال اپنے حال سے مل کر مفعول بہ بخوید کا بخوید فعل اپنے فاعل رابطہ اور مفعول سے مل کر  
 حال ہوا بیاید کی خمیر غائب مستمر کا خمیر غائب مفعول مستتر ذوالحال اپنے حال سے مل کر فاعل جنی  
 بیاید کا اور مصرعہ اولیٰ شب تیرہ راتا سپیدہ دمان مفعول فیہ۔ آیا غائبہ۔ سپیدہ دم مضارع غائب متصرف  
 الیہ۔ مضارع مضارع الیہ مجرور۔ جبار مجرور متعلق بیاید۔ سپیدہ دمان مین الف ونون مزید تان جیسے  
 باء باء ادا ان شب اشبان مولوی معنوی شعر درکہ باد نیست خیز اشبان بہ تا بہی فسق  
 شیختہ راعیان بہ میطرح الف نون ہستان مین مولوی معنوی شعر لکن جہان نیست چون ہستان  
 شدہ بہ دان جہان بہست بس ہنہان شدہ بہ یعنی خرید علیہ سپیدہ دم بہ ترا اضافی لے تاج شب  
 بیاید۔ یہ بھی سن لو کہ ان ضمائر سے جو جمل حالیہ یا صفات حالیہ مین ہوتے مین یا انکے کسی تعلق سے  
 دوسرا حال واقع ہو جاتا ہے اسکو حال در حال یا حال متداخلہ کہتے ہیں جیسے اوپر بیان ہوا کہ معنی  
 ایک ذوالحال کے چند حال مساوی الرتبہ واقع ہوتے ہیں انکو حال متراصف یا حال بر حال کہتے  
 ہیں فردوسی ہر دم رستم ونگل مین لکھتے ہیں شعر بیک زخم صد نیزہ کردی قلم بہ خروشان  
 جوشان چو شیر ورم بہ خروشان و جوشان کردی کی خمیستہ مفعول سے مساوی الرتبہ حال مین  
 اور غلام اسمیہ جیسے سعدی کا شعر بہ شعر بہ بد بختی و نیک بختی قلم بہ بگردید و ماہچمنان و شکم بہ چمنان  
 و شکم بگردید کی خمیستہ مفعول مستتر سے حال ہے ولہ بلند آسمان پیش قدرت نخل بہ تو مخلوق آدم  
 ہنوز آب و گل بہ ان دونوں مین فقط ایک دائرہ رابطہ ہے۔ کہیں نظر ناکید صیغہ حال کو مکرر بھی کرتے  
 مین اسوقت اول پر سے الف ونون حالیہ کا تخفیفاً حذف کرنا بھی جائز ہے تا دونوں صیغہ ملکر بمنزلہ  
 ایک صیغہ کے ہو جائیں جیسے پرس پر سان و کش کشان و خند خندان مولوی معنوی شعر پرس  
 پر سان میکشیدش تا بصدر بہ گفت گئیہ یا فتم اما بصبر بہ ولہ فکر و سینہ و آید نو بہ نو بہ خند خندان  
 پیش او تو بازو بہ جنب جنبان فردوسی شعر زمین جنب جنبان شد و روز تار بہ پس اندر فرا آمد و  
 پیش غار بہ اور حال اپنے ذوالحال سے مقدم بھی ہوتا ہے موز بھی جیسے اسئلہ بالاس ہوید کہ

حال متداخلہ

اشبان

حال متراصف

مکرر استعمال

آدم اور ام کی کجی  
سے قدر اور اندازہ  
نظر صفت

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب کہ جسے اسم اور امر کی ترکیب لفظ وار کی طرح قدر اور اندازہ کو بتلانی ہے منظاری  
شعر ہو اور ان دہ کو بود و مور خوار و دہ بیل و اطعمہ بیل وار و صفت مشبہ وہ اسم ہے کہ وہ فعل لازم  
سے اس شے کے لیے متعلق کیا جاتا ہے کہ جس کے ساتھ وہ فعل قائم ہے یعنی قیام فعل کا اس شے کے  
ساتھ اکثر بحیثیت ثبوت ہوتا ہے نہ بحیثیت حدوث و تجدد اکثر کی قیاس لیے ہے کہ تاخفتہ و رفتہ و زو  
و غیرہ اس سے خارج نہ ہوں اس واسطے کہ سونا اور چلنا اور مرنا ان کے فاعلون میں امر حادث ہے نہ ثابت  
کیا معنی کہ سونا بعد سیداری کے چلنا بعد سکون کے مرنا بعد حیات کے ہے۔ اس کے صیغے سو صورت  
اسم فاعل کے کئی طرح متعمل ہیں۔ ایک تو بسطح عربی میں فیعل جیسے اسم مفعول (مثلاً قبل و جج)  
کی میزان ہے صفت مشبہ (مثلاً جیم و کریم وغیرہ) کا وزن بھی قرار دیا گیا ہے۔ اسبطح فارسی میں خفتہ  
ورفتہ و مردہ وغیرہ کا وزن اسم مفعول اور صفت مشبہ میں مشترک ہے سعدی شاعر باطلست  
آنکہ مدعی گوید کہ خفتہ راخفتہ کے کنہ سیدار و ولہ نام نیک رفتگان ضائع کن و تابا نہ نام نیکت  
برقرار و انکی صورت ظاہری پر نظر کر کے انکو اسم مفعول کہہ دینا تو جہی کی بات ہے اس واسطے  
کہ اسم مفعول اس شے کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ب بیان خفتہ پر کس کا خواب اور رفتگان  
پر کسکی رفتار واقع ہوئی۔ دوسرا اسم حالیہ کی شکل میں جیسے روان و درخشان و دمان و جہان جیسے  
آب روان و مہر و درخشان و بیل و مان و ہرق جہان اضافت کے ساتھ تا معنی سال کا شاہینہ و  
سعدی شاعر نہ مومت آن بنزدیک خردمند کہ یابیل و مان پیکار جوید و لہ جغت احوال برق  
جہانت و دے پیدا و دیگر دم نہانت و فردوسی کاموس کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں  
شعر چنینست رسم جہان جہان و گہے باغم و دروگہ شادمان و اردشیر کے خاتمہ کا میں لکھتے ہیں  
شعر بیتا ہمہ دست نیکی بریم و جہان جہان را بید پریم و اسے روزگار بے ثبات ناپا مارا۔  
جانتا چاہیے کہ جہان بالکسر تیزی سے نکھانے والا یعنی بے ثبات غیر قرار کو نکمہ جیتن بالغ سے  
مشتق ہے اور وہ معنی میں کوئے کے ہے لیکن جب نام ایک شے کا رکھ دیا اسکے کسرہ حرف اول کو  
فتح سے بدل دینا معنی یعنی سے ذہول ہو جائے یعنی وہ صفت کا صیغہ نہ سمجھا جائے جس طرح  
ہے تسمیہ صفت پر بڑھائی جاتی ہے جیسے دلسوز سے دلسوزہ و سیو سے جیسے و نیات  
ناپا مار کا جہان نام رکھا ہے دولت زوال پذیر کو بھی جہان سے کنایہ کرتے ہیں لفظی کا شعر ہے

صفت مشبہ  
وزن اسم فاعل

صفت مشبہ  
وزن اسم فاعل

لفظ جہان کی تفسیر







فعل کی دلالت کرتی ہے لیکن مادہ اور ہیأت کے جدی جہی معنوں پر دلالت کرنے سے فضل مفرد سے خارج ہو کر مرکبات میں داخل نہیں ہوتا اس واسطے کہ یہ ہیأت اجزائے مترتبہ فی النظم و لیسع نہیں ہے صرف مادہ کی تبعیت میں ملحوظ و مسوح ہو جاتی ہے اور مرکب کے لئے لحاظ تبعیت کفایت نہیں کرتا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب جیسے کہ زید یا عمرو و کند زید یا عمرو یعنی کرنا زید یا عمرو کا زمانہ ماضی اور حالی مستقبل میں پس دلالت فعل کی ان تینوں معنوں کے مجموعہ پر دلالت مطالعتی ہوئی اور اس مجموعہ میں نسبت فاعلی ایک ایسا جزو ہے کہ وہ غیر مستقل بالمفہومیت ہے اس واسطے کہ وہ آلہ اور واسطہ ارتباط فعل با فاعل ہے اور آلات و روابط سے حرفی غیر مستقل بالمفہومیت میں اور ظاہر ہے کہ مجموعہ مرکب میں ایسے جزو کی غلت یعنی حرفی غیر مستقل ہو اس مجموعہ مرکب کو غیر مستقل بنا دیگی تو فعل مستقل بالمفہومیت نہیں رہ سکتا پھر فعل کا محکوم ہر واقع ہونا محال ہو جائیگا ایسے جسے حضرت جامی قدس سرہ العزیز نے کافیہ کی دلیل حصر مادل علی بعضی فی نفسہ میں دلالت کو اعم یعنی مطلق رکھا ہے اور مطلق کا تحقق کسی نہ کسی فروع میں ہوا کرتا ہے تعریف اسم میں مطالعتی کی اور تعریف فعل میں تضمنی کی ضمن میں متحقق ہوگا مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کیا معنی کہ یہ محقق و مسلم ہے کہ تضمنی بغیر ضمن مطالعتی کے نہیں پائی جاتی تو تضمنی کے استقلال اور مطالعتی کے عدم استقلال کا کیونکر حکم لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا البتہ اجمال و تفصیل کا فرق کر دینے سے کچھ بات بن جائیگی یعنی معنی فعل کو اگر نظر اجمالی دیکھا جائے ایک گول مول مستقل بالمفہومیت ہونگے اور اگر نظر تفصیلی ملاحظہ ہوں عقل تو بال کی کھال کھینچ ڈالتی ہے تو اسکے کل اجزاء نسبت حدث وغیرہ سب کو الگ الگ بکھیر کر رکھ دیگی پھر معنی فعل کے مستقل بالمفہومیت نہ رہینگے چنانچہ میرزا بدر رحمۃ اللہ تعالیٰ شرح مواقف امور عامہ کے موقف ثانی وجود و عدم کی بحث میں فرماتے ہیں وھکذا یبغی ان ینفہ معنی الفعل فان معناہ معنی اجمالی مستقل بالمفہومیۃ بحلہ العقل الی الحدیث والزمان والنسبۃ الی الفاعل المعین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

افعال دو قسم کے ہوتے ہیں لازم اور متعدی لازم وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جائے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اس فعل کا فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تقدیر یا تحقیقا کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم میں اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا فادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہیں مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑیں ہماری تعریف کے منافی نہ ہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

مادہ و ہیأت  
دلالت کرتی ہے  
لیکن اس واسطے کہ  
یہ ہیأت اجزائے  
مترتبہ فی النظم  
و لیسع نہیں ہے  
صرف مادہ کی  
تبعیت میں ملحوظ  
و مسوح ہو جاتی  
ہے اور مرکب کے  
لئے لحاظ تبعیت  
کفایت نہیں کرتا  
اللہ تعالیٰ اعلم  
بالصواب

مجموعہ مرکب  
پر دلالت مطالعتی  
ہوئی اور اس  
مجموعہ میں نسبت  
فاعلی ایک ایسا  
جزو ہے کہ وہ غیر  
مستقل بالمفہومیت  
ہے اس واسطے کہ  
وہ آلہ اور واسطہ  
ارتباط فعل با فاعل  
ہے اور آلات و  
روابط سے حرفی  
غیر مستقل

بالمفہومیت میں  
اور ظاہر ہے کہ  
مجموعہ مرکب میں  
ایسے جزو کی غلت  
یعنی حرفی غیر  
مستقل ہو اس  
مجموعہ مرکب کو  
غیر مستقل بنا  
دیگی تو فعل  
مستقل بالمفہومیت  
نہیں رہ سکتا  
پھر فعل کا  
محکوم ہونا  
محال ہو جائیگا  
ایسے جسے  
حضرت جامی  
قدس سرہ العزیز  
نے کافیہ کی  
دلیل حصر مادل  
علی بعضی فی  
نفسہ میں دلالت  
کو اعم یعنی  
مطلق رکھا ہے  
اور مطلق کا  
تحقق کسی نہ  
کسی فروع میں  
ہوا کرتا ہے

تعریف اسم میں  
مطالعتی کی اور  
تعریف فعل میں  
ضمنی کی ضمن  
میں متحقق  
ہوگا مگر یہ بات  
سمجھ میں نہیں  
آتی کیا معنی  
کہ یہ محقق و  
مسلم ہے کہ  
ضمنی بغیر  
ضمن مطالعتی  
کے نہیں پائی  
جاتی تو  
ضمنی کے  
استقلال اور  
مطالعتی کے  
عدم استقلال  
کا کیونکر حکم  
لگا سکتے ہیں۔  
لہٰذا البتہ  
اجمال و تفصیل  
کا فرق کر دینے  
سے کچھ بات  
بن جائیگی  
یعنی معنی  
فعل کو اگر  
نظر اجمالی  
دیکھا جائے  
ایک گول مول  
مستقل  
بالمفہومیت  
ہونگے اور اگر  
نظر تفصیلی  
ملاحظہ ہوں  
عقل تو بال  
کی کھال  
کھینچ ڈالتی  
ہے تو اسکے  
کل اجزاء  
نسبت حدث  
وغیرہ سب کو  
الگ الگ  
بکھیر کر  
رکھ دیگی  
پھر معنی  
فعل کے  
مستقل  
بالمفہومیت  
نہ رہینگے  
چنانچہ  
میرزا بدر  
رحمۃ اللہ  
تعالیٰ شرح  
مواقف امور  
عامہ کے  
موقف ثانی  
وجود و عدم  
کی بحث میں  
فرماتے ہیں  
وھکذا یبغی  
ان ینفہ معنی  
الفعل فان  
معناہ معنی  
اجمالی  
مستقل  
بالمفہومیۃ  
بحلہ العقل  
الی الحدیث  
والزمان  
والنسبۃ  
الی الفاعل  
المعین  
واللہ تعالیٰ  
اعلم  
بالصواب۔

افعال دو قسم کے ہوتے ہیں لازم اور متعدی لازم وہ فعل ہے کہ فاعل پر تمام ہو جائے محتاج مفعول بہ کا نہ ہو یعنی اس فعل کا فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پر پہنچنا تقدیر یا تحقیقا کوئی ضروری نہ ہو پس تعریف لازم میں اعتبار عدم ضرورت سے اس امر کا فادہ ہے کہ اگر افعال لازم کہیں مفعول بہ کے ساتھ تعلق پکڑیں ہماری تعریف کے منافی نہ ہوگا اور یہ بات عربی فارسی اردو

تعریف لازم میں  
اعتبار عدم  
ضرورت سے اس  
امر کا فادہ ہے  
کہ اگر افعال  
لازم کہیں  
مفعول بہ کے  
ساتھ تعلق  
پکڑیں ہماری  
تعریف کے  
منافی نہ ہوگا  
اور یہ بات  
عربی فارسی  
اردو

فعل لازم کا ماضی  
حرف جار و متعلق  
زبان جانی بین  
نہاں غیبی بین  
زبان اردو بین  
تو بے فعل متعدی

سب میں عام ہے جیسے ارشاد فرمائی ہے وَجَاءَتْهُمْ الْمُرْسَلُونَ اور حتیٰ قَاتِلِهِمْ الذِّبَّةُ دیکھئے یہاں غمیر جمع غائب بلا توسط حرف جار خاصہ مفعول ہے اور شعر در لغ آدم زان ہمد بوستان تہی دست رفتن سوے دوستان و مصرعہ اول میں حکم اور مصرعہ ثانی میں سوے دوستان بلا واسطہ رابطہ آمد و رفتن کے مفعول بہ ہیں اور اردو میں جیسے کہتے ہیں جھکو خارا یا میر تقی کا شعر ہے شہر کس دل سے ترا تیر نگہ پار نہ گزرا ہر کس جان کو برگ کا پیغام نہ آیا یہ متعدی وہ فعل ہے کہ فاعل سے تجاوز کر کے مفعول بہ پہنچنا تحقیقاً یا تقدیراً اسکو ناگزیر ہے تحقیقاً جیسے زورید عمر ورا تقدیراً جیسے نظماً کا شعر ہے شہر زین نادر و تانگوئی بیار و نبار ہوا تانگوئی بیار و اسے نیار و زمین رستہ بار و نبار و ہوا باران را۔ اب طریقہ اشتقاق ملاحظہ فرمائیے :-

### الماضی

لازمہ ذات مصدر نون کے گرا دینے اور حرف اخیر کو ساکن کر دینے سے ماضی مطلق کا صیغہ بنتا ہے جیسے گفتن سے گفت کردن سے کرد۔ ہم اس ماضی مطلق کو بمقابلہ ماضی ناقص کے بحکم اذا اطلق اطلق الفراء الکامل ماضی کامل کے ساتھ مقب کرتے ہیں۔ اگر اس کے اول میں نفعی یا ہی یا اخیر میں یا سے مجہول زیادہ کیجائے ماضی ناقص جھکو تنائی۔ شرطی ناقص دوامی استمراری کہتے ہیں ظہور پائے جیسے گفت سے ہی گفت یا بھی گفت یا گفنی مگر حرف تنکا کا اقرار جیسے کاش کاشکے و کاج ان ماضیوں کی تناسبت پر فریضہ ہے قاضی رضی الدین اصفہانی کا شعر ہے شعر از خدا قرب تو آن روز کے خواست رقیب و کاش آزادی مانیز تمنائے کرد و فدوسی شعر نازد سے مرا کاشکے مادر م و گزرا و مرگ آمدے بر سرم و اورادات شرط جیسے اگر و چون و چو کا اتصال ابھی شرطیت پر وال ہے سعدی شعر نعوذ باللہ اگر خلق غیب دان بودے کہہ کمال خود از دست کس نیا سودے و اوران ہر دو یعنی ادات تمناء و شرط سے خالی رہنا دوایت و اقرار کے معنی دیتا ہے۔ اور کہیں سیاق و سباق کلام قرینہ مقام بخانا ہے فدوسی شعر مرا کاش ہرگز نہ پروردہ بود و چو پروردہ بودی شبانم ربود و اسے نہ پروردہ بودے۔ نظامی شعر ہار انداد انچہ داد و انخست و ہماں دادہ را نیز از باز جست و اسے انچہ سے داو یعنی سکندر نے وارا کو زبیا مثال استعارہ علیہ علامت استعارہ جو کچھ پہلے دیا کرتا تھا۔ اور کہیں یہ علامات زائد محض حسن کلام کے لیے بھلی لائی جاتی ہیں جیسے

جانی غیبی  
ملاحظہ اشتقاق ماضی

تو بے فعل متعدی  
نہاں غیبی  
زبان اردو بین  
نہاں غیبی  
زبان اردو بین  
تو بے فعل متعدی

فردوسیؒ فرماتے ہیں شعرِ زرومی و مسمری و از بربری و سواران شایسته و لشکری و گزینِ گزیم  
 وہ و دودنہار و ہمہ رزم جسے وہمہ نامدار و زانتر شناسان و از موبدان و جہان دیدہ و نامور بخود  
 ہمیں برو باخویشتن شصت مرد و پڑدہندہ روزگار نیرد و اسے گزین کرد و باخویشتن برد و لکھ از خشت  
 شاہ بودی کہ من و بیام ہنزدیک این انجن و نمی ماند می زندہ از لشکر و ہمیں برس نیزہ بود سرت  
 مولوی معنویؒ شعر بچین در گریہ و در نالہ او نے شمر ہدی جرم چندین سالہ او و یہاں باتوی و ہی کہ  
 زائد مائین بایاے تختانی کو جس طرح اس شعر میں می اور ہی ہر دو جمع ہو گئے ہیں ان میں سے ایک کو  
 زائد ماننا چاہیے۔ مولوی معنویؒ شعر آن ولی حق چو پیدا شد ز دور و از سر پایش ہی می سخت نوز  
 اور ماضی کامل ہو یا ناقص انکے اخیر میں ضمائر مرفوعہ متصلہ کے لاحق کرنے سے چھ حصے پیدا  
 ہوتے ہیں جیسے ان جدولوں سے واضح ہے۔

### جدول تصریف ماضی کامل

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفت	گفتند	گفتی	گفتید	گفتم	گفتیم

### جدول قسم اول تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
میں گفت	میں گفتند	میں گفتی	میں گفتید	میں گفتم	میں گفتیم

### جدول قسم ثانی تصریف ماضی ناقص

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گفتے	گفتندے	.	.	گفتے	.

یہاں چونکہ صیغہ واحد حاضر میں دو یاے مجہول کا اجتماع ایک ناموزون ساختہ تو وہ صیغہ بہت  
 کم مستعمل ہوا اور ایسی متابعت سے صیغہ جمع حاضر اور جمع حاضر کی مطاوعت سے متکلم مع الغیر  
 کو فصحاء نے اپنے کلام میں بہت کم استعمال کیا جس سے عوام انکو متروک الاستعمال تصور کرنے  
 لگے مگر حقیقت ایسا نہیں جیسے عوام کا خیال ہے بلکہ بطریق شد و دستعمل ہو بھی جاتے ہیں  
 چنانچہ صیغہ حاضر فردوسیؒ نے اس شعر میں شعر مر اکاش ہرگز نہ پروردیے و چو پروردہ بودی  
 ہر دو حالت یکساں کے شکوکہ کرتے ہیں۔

دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی

دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی

دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی  
 دستورِ لغتِ فارسی





جو صیغہ اسم فاعل کا مفہوم ہوتا ہے اسکی جانب ضمیر جمع کو راجع کر دین اُرد اگر صیغہ میں تخفیف کر کے توان کہا جاتا ہے تو عدم ذکر فاعل کا بمنزلہ شرط کے ہو کر واجب ہو جاتا ہے تا تخفیف لفظ تخفیف معنی پر وال ہو جائے اب توان کے ساتھ فاعل کا ذکر کرنا خطا ہوگا واللہ تعالیٰ شائد اعلم فیذا اسکی نظیر لفظ خواہی اور اسکا مخفف خواہ عناد یہ ہے چنانچہ بیان حروف عناد میں عرض کرو گنا انشاء اللہ تعالیٰ۔ الحاصل فرق تواند و توان میں معلوم ہو گیا کہ ذکر فاعل تواند میں واجب اور عدم ذکر فاعل توان میں مشروط ہے پس محقق صاحب طبع رسالۃ شبنی دقیقہ رسی میں نے نظیر لکھا۔ استاد فن امام سخن حضرت صہبائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ تحقیقات غومض سخن میں جو فرمایا ہے "توان در محل تواند نیز از نظیر گوید نگارے تند خود ارم قمر ہیکل فلک شیوہ بہر کس بد کند خاطر نیا شد روے ہیووش مزاج نازکی دارد کہ بہر تیجے رنجہ و چوے رنجہ کے نتوان لصد جان کرو خوشنودش و غلط نسخہ بر اعتماد کر لیا الحق غلط نویس کا تبون کے تصرفات بجا ایسے ہی دھوکے میں و الدیتہ بن ورنہ یہ شعرا طرح ہے شعر مزاج ناز کے دارد کہ بہر تیجے رنجہ و چو رنجیداز کے نتوان لصد جان کرو خوشنود اور نسخہ مطبوعہ بھی یوں ہی ہے پس توان کا تواند کی جگہ استعمال ثابت نہ ہوا واللہ تعالیٰ اعلم اور مطلق ماضی پر الف تائد بھی لایا جاتا ہے اس میں خصوصیت صیغہ واحد غائب کی کچھ نہیں جیسے گفتا گفت صیغہ غائب سے گتر و یا گتر دی صیغہ حاضر سے آباد ما آباد صیغہ متکلم سے سعدی شعر بگفتا من گلے ناپزیر بودم و لیکن مدتہ بگل شستم و فردوسی شعر نگہ کن کرین بد کہ گتر و اباشاہ ایران چہ بر خور دیا و ولہ زہر نیکیو بہر زور بودیا و چنان کردم رنگ بزدو دیا و ولہ زنامر وی خویش ترسیدیا و زبان درو اتم تو بر بدیا و ولہ من از بادشاہیت آباد ما بزرگان خندہ نیام

## المضارع

حال اور استقبال کے دونوں زمانوں میں شرکت رکھنے والے صیغہ کا مضارع نام ہے اول وقت میں ایک ہستان سے دو دودھ پینے والے بچوں کو آپس میں مضارع کہتے ہیں تو نسبت ظاہر ہے کہ حال استقبال کے دونوں زمانے اس ایک صیغہ کے ساتھ جبکہ مضارع نام ہے و البستہ ہیں تو صیغہ مضارع کو حالی و مستقبل ہی ہر دو معنوں کے وضع میں مشترک ماننا بہ نسبت ایک کو حقیقت دوسری کو کجائز کہنے کے اولیٰ و اصوب ہوگا بلکہ معنی امر کے لیے بھی صیغہ مضارع کا مشترک ہے اس واسطے کہ امر چاہے

صیغہ مضارع میں  
ضمیمہ ہونا  
واجب ہے  
چونکہ  
توان  
در محل  
تواند

صیغہ مضارع میں  
ضمیمہ ہونا  
واجب ہے  
چونکہ  
توان  
در محل  
تواند

صیغہ مضارع میں  
ضمیمہ ہونا  
واجب ہے  
چونکہ  
توان  
در محل  
تواند

صیغہ مضارع میں  
ضمیمہ ہونا  
واجب ہے  
چونکہ  
توان  
در محل  
تواند

صیغہ مضارع میں  
ضمیمہ ہونا  
واجب ہے  
چونکہ  
توان  
در محل  
تواند



غائب ہو یا حاضر یا مستحکم اس میں بھی ہوتا ہے کہ آمر کو اپنے حکم کرنے کے بعد نامور سے ایقاع فعل  
مطلوب ہوتا ہے غائب جیسے نظامی شہر چین وادفرمان بسلا لار بارہ کہ باماندرد کس امر و زکار و ولہ  
بفرمودتازین برابرش نہند ولہ فصول نامہ ژند راتر کسند و اگر نہ بزندان دست کسند  
حاضر جیسے فردوسی پیران کے قتل کی داستان میں لکھتے ہیں شہر گزیشان وہی تاتوران شونہ  
برایشان نسا ز می کیمنہ گزندہ اسے ایشان رارہ بدہ تاتوران روندا لیم پھر اگر کاف اور تا مصدعی  
ان پر آتا ہے تو ان صیغوں کو مصدر بنا کر تاویل میں مفرد کے کر دیتا ہے لیکن صیغہ واحد حاضر  
میں علامت حاضر یا بے تختانی کا حذف کرنا تخفیف کثرت استعمال کے اقتضا سے ہے چنانچہ اسناد  
میں اکثر ترخیم کا قاعدہ جاری ہے کیا معنی کہ ندا اور مخاطبہ کی کثرت سے احتیاج پڑتی ہے جس شے  
کی احتیاج اس کثرت کو پہنچے اس میں تخفیف آسانی اور سہولت کا موجب ہے۔ اور اسی صیغہ مفرم کافی  
مضارع عرفی متعلی ہونا ہمارے اس دعوے کا مؤید اور ان معنوں کے باہم مشترک ہو چکی تو ہی میل  
ہو سکتی ہے۔ تہران قلمرو تن خاقانی کا شعر ہے شہر دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آرزو پیر مرغ  
وش زنا کس کس کم کن آشیان ہا سے دانی چہ کنی الم فردوسی شہر میان دو صف شہید اور ابیدہ  
یکے با دوسرا جگر بر کشیدہ بد و گفبت پور سیاوش توئی پ خرومند و میدار و خاش توئی پ اگر چنگ نی  
زمین سپاہ پ برو دور بگزین یکے جا نگاہ پ کو ایران و توران نہ بیند کس پ نخواہند یاران فرما یار  
چین واد پانچ بد و شہر بارہ پ کہ اسے شیر درندہ کا زار پ ز پیش پدر چون بیارستی پ ز لشکر بر و مرخواستی  
مرخواستی کس نبودی روا پ کہ بیش فرستادے ناسنہ کون آرزو کن یکے رزمگاہ پ کہ باشد  
بدور از میان سپاہ پ اے اکنون آرزوئے کنی الخ مگر اشتراک زمانی دہی میں ہیگا اس واسطے  
کہ امر بھی زمانہ مستقبل کو متضمن ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالاصواب صیغہ امر مخاطب میں ترخیم کا  
اس درجہ رواج ہو گیا کہ نظام نظر اسی کو اصل اور کامل صیغہ تصور کرتی ہے اور جب معنی امر میں  
صیغہ مضارع کا اس قدر اشتراک متحقق ہو گیا بلا تکلف میں کہہ سکتا ہوں کہ الف والے دعائیہ صیغے  
بھی امر و ہئی کے صیغے ہیں چنانچہ انکی نفی کے لیے بھی میم لائی جاتی ہے اس واسطے کہ مزید و مرخم  
یہ ہر دو خلاف اصل تھے تو ان دونوں کی نفی پر بخلاف اور صیغوں کے میم لاتے ہیں ورنہ اصل  
میں کلمہ نفی نون ہے یعنی اصل صیغہ وہی ہے جس میں نہ زیادتی ہونے کی پس یہ مزید و مرخم صیغے

امور حاضرین علامت جار  
بے تختانی کے حذف کی وجہ

ایک صیغہ مفرم فاعل  
ایک صیغہ مفرم مفعول  
علی استعمال  
نمودہ الامور  
معلوم ہوا کہ امر کے جملہ  
کلی معنی صیغہ  
موت غلط ہے  
فصل مضمون  
شہر دانی چہ کنی  
دینک غرضی  
نیل علی کا قاعدہ  
عے شہید  
اور لیل کی غرض  
نہر دانی چہ کنی

کر  
الف  
نہی اور حاضرین  
والے صیغوں پر  
نفی کے لیے میم  
لائی جاتی ہے



مولوی مخدوم محمد شہر وقت غلامت خواب ناپہ خلق راہ متانہ برپاد کے زود لقی راہ صاحب فرہنگ  
 رشیدی تقدیم بابر نون کے قائل بین اس دلیل سے اسکا ثبوت دیتے ہیں ”چرا کہ بالزروف زیادہ  
 وحروف زائد در میان کلمہ معقول نباشد“ تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے  
 اسکو رد کیا ہے جس تحقیق یہی ہے کہ نون نے پر مقدم کیا جاے اسلئے کہ با اگر حرف زائد ہے  
 لیکن وہ اپنے فعل مدخل کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور درود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہو۔  
 چونکہ نفی اور اثبات میں تناقض ہے اور اجتماع نفیضین محال ہے اگر چہ بیان اجتماع متناقضین نہیں  
 کما واسطے کہ اثبات و نفی بیان جمع نہیں پڑے بلکہ آلات داد و اتاثبات و نفی کے اجتماع سے  
 صرف صورت اجتماع نفیضین کی سی ہو گئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہاں تک کہ خاص  
 خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہیں یعنی اداتہ اثبات و نفی یعنی بادنون ایک فعل پر بہت  
 کم جمع کیے جاتے ہیں مگر جب کبھی جمع ہوتے ہیں وہ باجوازہ اثبات فعل ہے اس فعل معروض نفی  
 کا کاجز بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اسکو واجب ہو جاتا ہے۔ اور کاجز رہنے میں اس  
 بے مثبتہ کو اداتہ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض نفی قبل ان دونوں نفی و اثباتی حالت کے  
 اپنے درجہ اطلاق میں زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت  
 اسی مطلق کے پیرایہ میں استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجہ اشئاس سے ملے نیاز ہو ا کرتا ہے  
 یعنی علامت وجہ اشئاس کا اسپر لانا ضروری اور واجب نہیں ہو ا کرتا یا ان فرد ناقص کے لئے  
 علامت و مین ضرور ہے چنانچہ اصول جبر یہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ اثبات و نفی یعنی جمع و تفریق کے  
 لئے یہاں علامتین مقرر ہیں ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے  
 تقاطع جس سے چار قائلے پیدا ہو جائیں جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لئے اور صرف  
 ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے - نفی یعنی تفریق کے لئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ  
 حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اسپر علامت اثبات نہیں لائی جاتی حروف معدود صرف  
 اُنکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے ب - ح - بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف  
 منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اسپر لانا ضرور اور واجب ہو جاتا ہے جیسے ب  
 + ح اور یہی حال واحد و جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیئے ہو

رشیدی مخدوم محمد شہر وقت غلامت خواب ناپہ خلق راہ متانہ برپاد کے زود لقی راہ صاحب فرہنگ رشیدی تقدیم بابر نون کے قائل بین اس دلیل سے اسکا ثبوت دیتے ہیں ”چرا کہ بالزروف زیادہ وحروف زائد در میان کلمہ معقول نباشد“ تسامح اس قول کا ظاہر ہے چنانچہ صاحب جواہر الحروف نے اسکو رد کیا ہے جس تحقیق یہی ہے کہ نون نے پر مقدم کیا جاے اسلئے کہ با اگر حرف زائد ہے لیکن وہ اپنے فعل مدخل کے مثبت ہونے پر دلیل ہے اور درود نفی کا اسپر ایک عارضی امر ہو۔ چونکہ نفی اور اثبات میں تناقض ہے اور اجتماع نفیضین محال ہے اگر چہ بیان اجتماع متناقضین نہیں کما واسطے کہ اثبات و نفی بیان جمع نہیں پڑے بلکہ آلات داد و اتاثبات و نفی کے اجتماع سے صرف صورت اجتماع نفیضین کی سی ہو گئی ہے تو بھی اسکا استعمال بہت کم رہا یہاں تک کہ خاص خاص ہی لوگ ان استعمالات پر واقف ہیں یعنی اداتہ اثبات و نفی یعنی بادنون ایک فعل پر بہت کم جمع کیے جاتے ہیں مگر جب کبھی جمع ہوتے ہیں وہ باجوازہ اثبات فعل ہے اس فعل معروض نفی کا کاجز بنا دیا جاتا ہے اب اتصال فعل کے ساتھ اسکو واجب ہو جاتا ہے۔ اور کاجز رہنے میں اس بے مثبتہ کو اداتہ نفی پر ترجیح کی وجہ یہی ہے کہ فعل معروض نفی قبل ان دونوں نفی و اثباتی حالت کے اپنے درجہ اطلاق میں زیادہ تر مناسبت اثبات سے رکھتا ہے کیونکہ مثبت فرد کامل ہے بلکہ مثبت اسی مطلق کے پیرایہ میں استعمال پاتا ہے اور فرد کامل علامت وجہ اشئاس سے ملے نیاز ہو ا کرتا ہے یعنی علامت وجہ اشئاس کا اسپر لانا ضروری اور واجب نہیں ہو ا کرتا یا ان فرد ناقص کے لئے علامت و مین ضرور ہے چنانچہ اصول جبر یہ کو ملاحظہ فرمائیے کہ اثبات و نفی یعنی جمع و تفریق کے لئے یہاں علامتین مقرر ہیں ایک سیدھے پڑے ہوئے خط کا ایک سیدھے کھڑے ہوئے خط سے تقاطع جس سے چار قائلے پیدا ہو جائیں جیسے یہ شکل + اثبات یعنی جمع کے لئے اور صرف ایک پڑا ہوا سیدھا خط جیسے - نفی یعنی تفریق کے لئے موضوع ہے با این ہمہ اگر کوئی مسئلہ حروف مثبتہ سے آغاز کیا جاتا ہے اسپر علامت اثبات نہیں لائی جاتی حروف معدود صرف اُنکے اطلاق پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں جیسے ب - ح - بخلاف نفی کہ اگر کوئی مسئلہ حروف منفیہ سے شروع کیا جاتا ہے علامت نفی کا اسپر لانا ضرور اور واجب ہو جاتا ہے جیسے ب + ح اور یہی حال واحد و جمع کا ہے یعنی واحد کو فرد کامل اور جمع کو فرد ناقص سمجھنا چاہیئے ہو

وجہ ابائی تقدیم حرف نفی پر حرف اثبات

فرد کامل سے علامت وجہ اشئاس کے لئے

علامت وجہ اشئاس کے لئے

مطلق صیغہ واحد پر وال ہو جائے اور جمع کے لئے علامت ندو غیرہ کی ضرورت پڑتی ہے بجائے  
 اصول جبر یہ ہیں جب حروف معدود عدد سے خالی ہوں واحد واحد شمار ہونگے جب واحد سے تجاوز  
 ہوں پھر تینین عدد اور انکا اظہار واجب ہو جاتا ہے جیسے سب + ب + ب = س ب  
 ہوگا۔ نیز واحد کا فرد کامل ہونا اس سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ اہل ہر کثرت ہے کیا معنی کہ  
 آپ کے کسور سے کثرت داخلی اور افزائش سے کثرت خارجی پیدا ہوتی ہے۔ غرض فرد کامل علامت  
 سے ملے نیاز ہوا کرتا ہے تو فعل مثبت کو فعل مطلق کے ساتھ زیادہ تر مناسبت بلکہ کمال اتحد ہوا  
 تو اداہ مثبتہ کو فعل مطلق کا کالجزر بخانے کا ہر طرح کا استحقاق ہے۔ اور اس سے یہ بات سمجھ جائے  
 کہ اب ہم یہی پر (چونکہ وہ در حقیقت نون نفی اور بایے اثبات زائدہ ہے) پھر ایک بایے زائدہ  
 لانا جائز نہیں کہ سوا سٹے کہ وہ ہم یہی ایک حرف جدا گانہ اور یہی ایک صیغہ مستقل سمجھا گیا ہے نہ  
 امر منفی تو اب اس نظر اجمالی نے اس پر بایے زائدہ کا لانا جائز کر دیا یعنی کا شعر ہے شاعر آئین مدوہر  
 تو داری و تو وائی پائین مہ و مہر نگہ دار و بگزار و فوئی یزدی شعر بیازا ہر ترک ساوس کن  
 ریا ریا بنجیر مجوس کن و در گنہ کن آشنائی ہن و مفروش زہد ریا ئی ہن و مگر استعمال اس ہم کا  
 جب ہی تک جائز ہے کہ وہ افعال کے ساتھ متصل ہو جانے پر ورنہ وہی نون نافیہ با یا مخفی  
 متمم یعنی لفظ نہ لایا جائیگا۔ تحقق وانا بہار و زنہ نے در صورت فصل بھی ہم یہی کو تجویز فرمایا ہے مگر  
 اس ہم کو نون نفی کی طرح مرکب بے ہائے مخفی جو منظر حرکت و متمم کلمہ بے مانگے اور ان اشعار کو نہ  
 گردانا ہے حکیم سنائی شعر بر سر جو تو شندین ہن دو تین ہن کہ تہ شب پوش و قبادات و مہ  
 زین و فرس و ناصر و شعر بر راہ امام خود بھی ناز و اور امشناس و تہ اماش راہ خاقانی مصرع  
 چو صرغ آہنحت با عقلی تہ سر واد و تہ دستار ش و میرے نزدیک وہی نہ ہے غالباً یہ تحریف خوانی  
 ہے البتہ کسی استاد اہل زبان کے ماہہ تالیف میں یہ لفظ واقع ہو یہ امر طے ہو سکتا ہے واللہ تعالیٰ  
 شائدہ اعلمہ بالصواب فعولن پر بجائے نون نافیہ الف کے ساتھ نا بھی آتا ہے نظامی شعر  
 در انجائے کاندیشہ نہ دید جاے و در واز محمد قبول انضالے و خواجہ حافظ شعر ہرگز نہ شائل تو  
 سروے و نارسہ زبوستان شامی و آوریہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ مناسبت جواب عطارد  
 جنسی مضارع غیر دعائیہ بین الف کو محض زائد بھی لے آتے ہیں جیسے لفظ باد نظامی کے اس شعر

آہستہ و کمال ہونے پر  
 درستی و سبب

بجائے خودی و زائدہ  
 بے زائدہ لایا جائے

کثرت و تالیف  
 و تالیف و تالیف

تالیف و تالیف  
 و تالیف و تالیف

تالیف و تالیف  
 و تالیف و تالیف

تالیف و تالیف  
 و تالیف و تالیف



یاسے حاضر کے الحاق سے بادی کہنا کس طرح جائز ہوتا جیسے یارب کو قطع نظر ترکیب ندائی کے  
 ایک کلمہ قرار دیکر یارب یارب جمع و تکریر بنائی ہے جیسے مناد امین گزرجکا۔ غرض یہی صیغہ مضارع  
 ہے کہ مہنی حال ہی میں ہوئے ہے اور یہی معنی مستقبل بھی متعل ہوتا ہے اور یہی معنی امر بھی متعل ہوتا ہے  
 البتہ قرائن و علامات سے تعین معنی واحد کے لئے معین ہو جاتی ہیں جیسے کلام عرب میں سین و سون  
 علامت مستقبل ہیں فارسی میں می و ہی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہئے اور کبھی اس پکا  
 خیال بھی نہیں کرتے ان علامتوں کو محض زائد لے آتے ہیں۔ کبھی سیاق و سباق پر کفایت کرتے  
 ہیں۔ صاحب صفحہ ہانی کا شعر ہے شعر در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب و ز تشنگی نشود تاول تو  
 آب اینجا یہاں می محض زائد ہے ورنہ نخل معنی ہوگا کس واسطے کہ قیامت مستقبل ہے اور اس علامت  
 اوفعل میں فصل بھی جائز ہے سعدی شعر خورد پوش و بخشاے و راحت رسان و نگمی چو داری  
 ز بہر رسان و علامت الدین کا شعر ہے شعرے طعنہ زنی بمفلیسہا مارا و مافلس از انیم کہ تو سیرے  
 مولوی معنوی شعر مومنان آئینہ مہدی گرانندہ این خبر می از سیر آدرند کسی استاد کا شعر جو  
 شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بچہان میند و ہم پاکب و ہم زیرک ہم نیکو و ہم بخرد و اکثر یہ  
 قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار کا  
 لاحق کرتے ہیں مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہیں اس علامت کو  
 خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہیں سعدی شعر مہازور مندی کن برکہان و کہ بریک خط و نماز چہان  
 کبھی یہ علامت مضارع میں صیغہ ماضی کی طرح معنی دوام و استمرار پیدا کرتی ہے جلال سیر کا شعر  
 ہے شعر توبہ قد شکرنگی دست و بعد ازین گاہ گاہ می شکند و یہاں استمرار استقبالیت میں ہے  
 بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا تو تیار ہوگا۔ مگر عربی کے سین و سون کی طرح لفظ خواہد کہ علامت استقبال  
 کہنے میں جکڑتا مال ہے اس واسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغہ مضارع معنی حالی اور  
 استقبالی میں بہم غیر متعین المعنی رہتا تو جیسے تعین حال کے لئے می یا ہی صیغہ مضارع پر لاحق  
 ہوتو میں لفظ خواہد بھی اسی مضارع پر آجائے نہ کہ صیغہ ماضی پر کس واسطے کہ صیغہ ماضی میں کوئی  
 ابہام زمانی نہیں ہے جس کو یہ خواہد رفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے  
 مضارع خواہد اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع میں آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہد کا

مضارع ہی یا ہی اور ہی والی ترکیب متعین  
 معنی مستقبل بھی متعل ہوتا ہے اور یہی معنی امر بھی متعل ہوتا ہے  
 البتہ قرائن و علامات سے تعین معنی واحد کے لئے معین ہو جاتی ہیں جیسے کلام عرب میں سین و سون

علامت مستقبل ہیں فارسی میں می و ہی تخصیص معنی حال کی علامت سمجھنی چاہئے اور کبھی اس پکا  
 خیال بھی نہیں کرتے ان علامتوں کو محض زائد لے آتے ہیں۔ کبھی سیاق و سباق پر کفایت کرتے  
 ہیں۔ صاحب صفحہ ہانی کا شعر ہے شعر در آفتاب قیامت نمی شوی سیراب و ز تشنگی نشود تاول تو

آب اینجا یہاں می محض زائد ہے ورنہ نخل معنی ہوگا کس واسطے کہ قیامت مستقبل ہے اور اس علامت  
 اوفعل میں فصل بھی جائز ہے سعدی شعر خورد پوش و بخشاے و راحت رسان و نگمی چو داری  
 ز بہر رسان و علامت الدین کا شعر ہے شعرے طعنہ زنی بمفلیسہا مارا و مافلس از انیم کہ تو سیرے  
 مولوی معنوی شعر مومنان آئینہ مہدی گرانندہ این خبر می از سیر آدرند کسی استاد کا شعر جو  
 شعر گوئی کہ چنان کودک می کس بچہان میند و ہم پاکب و ہم زیرک ہم نیکو و ہم بخرد و اکثر یہ  
 قاعدہ ہے جب اس فعل کی نفی کیجاتی ہے حرف نفی اس لفظ می پر جو علامت حال یا استمرار کا  
 لاحق کرتے ہیں مگر بعض وقت اسکے خلاف حرف نفی خود فعل پر لاحق کرتے ہیں اس علامت کو  
 خالی اور سادہ چھوڑ دیتے ہیں سعدی شعر مہازور مندی کن برکہان و کہ بریک خط و نماز چہان  
 کبھی یہ علامت مضارع میں صیغہ ماضی کی طرح معنی دوام و استمرار پیدا کرتی ہے جلال سیر کا شعر  
 ہے شعر توبہ قد شکرنگی دست و بعد ازین گاہ گاہ می شکند و یہاں استمرار استقبالیت میں ہے  
 بقرینہ لفظ بعد اور ترجمہ اسکا تو تیار ہوگا۔ مگر عربی کے سین و سون کی طرح لفظ خواہد کہ علامت استقبال  
 کہنے میں جکڑتا مال ہے اس واسطے کہ مثلاً اشتراک کی وجہ سے جب صیغہ مضارع معنی حالی اور  
 استقبالی میں بہم غیر متعین المعنی رہتا تو جیسے تعین حال کے لئے می یا ہی صیغہ مضارع پر لاحق  
 ہوتو میں لفظ خواہد بھی اسی مضارع پر آجائے نہ کہ صیغہ ماضی پر کس واسطے کہ صیغہ ماضی میں کوئی  
 ابہام زمانی نہیں ہے جس کو یہ خواہد رفع کرے پس یہ جملہ فعلیہ ہے اسکی ترکیب خواستن کے  
 مضارع خواہد اور ایک حاصل بالمصدر سے وقوع میں آئی ہے اور یہ حاصل بالمصدر خواہد کا

مفعول بہ ہے اور یہی حال توان اور توان کی ترکیب کا ہے چنانچہ اس کے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالترجیح واضح ہے۔ سعدی شعر دو خواہند بودن بمشتر فریق و اندام کہ امان و ہندم طریق و خیزن شعر گر عندلیب خامہات ترک نو آگوید خیزن و گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن و توان اور تواند جیسے سعدی ہر کا شعر ہے شعر نہ ہر جا مرکب توان تاختن و کہ جا سپر باید آنداختن و خیزن شعر تو بجز از تصور می آدراک خودی و موجود نہان نمی تواند بودن و واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آنگے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تو اندر کہ دین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہند یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر سے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل میں اسی خواہ مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد خواہی کرد خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید راست و بود و باشد کو مع آنگے ہم و جر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیر و نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جد سے جد سے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ تین صیغہ دو معنی دار و یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را ببارت خواہد کردن تعبیر توان نمود پس یہ منافی اعلیٰ ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب قدر وقت و وقت و عات یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست و اسے بیانی ہر چہ طلبی۔ ہمارے اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبال کی تعبیر میں خواہد کو جو دو مضارع خواستن کا جو لے آنا مستلزم دور ہے پھر تعبیر امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعین کے لیے ایک دوسرے فقر خارج کی محتاج تو اوردیگی استقبالیہ کی تعین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ ادویشن گم ست کر اہر ہی کند و میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

توان اور توان کی ترکیب کا ہے چنانچہ اس کے جز ثانی کی مصدریت ان اشعار سے بالترجیح واضح ہے۔ سعدی شعر دو خواہند بودن بمشتر فریق و اندام کہ امان و ہندم طریق و خیزن شعر گر عندلیب خامہات ترک نو آگوید خیزن و گلشن بمرغان چمن بیت الحزن خواہد شدن و توان اور تواند جیسے سعدی ہر کا شعر ہے شعر نہ ہر جا مرکب توان تاختن و کہ جا سپر باید آنداختن و خیزن شعر تو بجز از تصور می آدراک خودی و موجود نہان نمی تواند بودن و واضح ہو کہ تواند اور خواہد اور آنگے مفاعیل کا (جو حاصل بالمصدر صورت ماضی میں ہے) فاعل علی سبیل التنازع ایک ہی ہے جیسے زید تو اندر کہ دین توانائی رکھنے والا اور کرنے والا زید ہی ہے اس طرح خالد خواہد گفت میں خواہند یعنی ارادہ کرنے والا اور کہنے والا خالد ہی ہے اور اسی وجہ سے کہ انکا جز ثانی حاصل بالمصدر سے ضمائر متصلہ مرفوعہ جو خاصہ فعل میں اسی خواہ مضارع پر لگائے جاتے ہیں مصدر ماضی صورت پر نہیں لگائے جاتے جیسے خواہد کرد خواہند کرد خواہی کرد خواہم کرد۔ اس طرح باید و شاید راست و بود و باشد کو مع آنگے ہم و جر کے ماضی قریب و بعید و شکی و غیر و نام رکھے ہیں کس واسطے کہ وہ حاصل مفہوم اس مرکب کا ہے۔ شاید اس ترکیب کے مستقبل کے نام سے مشہور ہونے کی یہ وجہ ہو کہ اہل زبان نے مبتدی کو جب اس لفظ مشترک کند کے مثلاً دونوں معنی جد سے جد سے سمجھاے تو یوں تشریح کی کہ تین صیغہ دو معنی دار و یک معنی حالت و معنی دیگر استقبال کہ آن را ببارت خواہد کردن تعبیر توان نمود پس یہ منافی اعلیٰ ہوتے ہوتے مسامت سے عین صیغہ مستقبل بن گیا چنانچہ حضرت نظامی نے معنی استقبال کو اس نوع کی عبارت میں ادا فرمایا ہے شعر شب قدر وقت و وقت و عات یافت خواہی ہر آنچہ خواہی خواست و اسے بیانی ہر چہ طلبی۔ ہمارے اس تحقیق پر اگر کوئی شبہ کرے کہ صیغہ مضارع کے معنی استقبال کی تعبیر میں خواہد کو جو دو مضارع خواستن کا جو لے آنا مستلزم دور ہے پھر تعبیر امکان سے دور ہے کیا معنی کہ اس خواہد کی استقبالیہ خود مبہم ہوئی اور اپنے معنی استقبالی کی تعین کے لیے ایک دوسرے فقر خارج کی محتاج تو اوردیگی استقبالیہ کی تعین اس قسم کے لفظ سے کب ممکن ہے بقول مصرعہ ادویشن گم ست کر اہر ہی کند و میں عرض کرتا ہوں کہ ہکویان فعل آتی مطلوب ہے تو خواہد کا اشتراک

پران شبہ ہے خواہد مضارع ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی ہر چہ طلبی

استجاب

و ابہام بہاری تفہیم میں حرج انداز نہ ہوگا کس واسطے کہ خواہد خواستن سے (جو یعنی ارادہ کرنے کے ہے) مشتق ہے اور ارادہ خواہی مستقبل ہو خواہی حالی وہ فعل ارادی جو آپ کے بعد مذکور ہوگا اُنہکا وقوع بعد اُس ارادہ ہی کے ہوگا پھر اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ ماضی و حال مستقبل زمانے کے ٹکڑے اور حصے ہیں اور کیا ضرور ہے کہ ارادہ کا فعل پر جو تقدم بہت وہ زمانی ہی ہو تو عرض کرتا ہوں کہ تقدم ارادہ کی تعمیم جزائی اور زمانی کو شامل ہے اس تفہیم کے کچھ مضامین کیا مثنیٰ کہ اہل عرف ذاتی اور زمانی کے دقیقون سے غافل ہیں اسوقت یہ شعر سعدی کا پاکف تاویل درست ہو جاتا ہے شعر خلاف پیر کے رہ گزیدہ کہ برگز منزل نخواستہ رسید یعنی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف راہ اُس شخص نے اختیار کی جو کبھی منزل مقصود کو پہنچا نہیں جاتا ماضی و حال و مستقبل از قسم مفرد ہیں کہ نوع کلمہ سے ہیں اور یہ است و بود و باشد و باید و توانست و تواند و خواست و خواهد وغیرہ کی ترکیب سے جل فعلیہ بنتے ہیں جو نوع کلام سے ہیں اس واسطے کہ جو کلمات کہ علامت قرار دیے گئے ہیں وہ خود فعل ہیں اگر وہ لازم ہیں تو بعد ان کے صورت ماضی میں جو حاصل بالمصدر مذکور ہوگا وہ انکا فاعل ہوگا جیسے بالیت کرد و باید کرد و شایست کرد و شاید کرد۔ اگر سعدی میں تو انکا مفعول بہ ہوگا جیسے توانست کرد و تواند کرد و خواست کرد و خواهد کرد و چونکہ یہ کرد و مثلاً تاویل حاصل بالمصدر ہے اس پر کاف مصدر یہ نہیں لاتے مگر جب یہی خواہ مضارع پر آتا ہے اور مضارع بغیر تاویل مصدر نہیں مستقل ہوتا تو اُس پر کاف مصدر یہ لانا ضرور پڑتا ہے سعدی کا شعر ہے شعر چو خواہ کہ ویران کند عالمے نہد ملک در پنجہ ظالمے یعنی اگر خداوند جل و علا عالم را ویران کروں خواہد ملک را در پنجہ ظالم می نہد یہاں بھی کند تاویل میں مفرد یعنی مصدر کے ہو کہ خواہ کا مفعول بہ ہے پس جیسے اس مضارع کند پر خواہ کے آنے سے مستقل فعل مستقبل نہیں کہا جاتا اسی طرح ترکیب غیر مضارع کہ بھی سمجھنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اسی طرح است و بود و باشد کس واسطے کہ انفعال ناقصہ میں اور انفعال ناقصہ اسم دخبر کو چاہتے ہیں تو ان کے اندر ایک ضمیر مستتر ہے وہ انکا اسم اور و دلایہ جو ان کے قبل مذکور ہے وہ انکی خبر جیسے کردہ است و کردہ بود و کردہ باشد بخلاف می اوچی کہ یہ صرف ناتمام یا دوام یا حال کی علامتیں ہیں اپنی استقلالی اور افراہی حالت میں اُن سے کوئی معنی مفہوم نہیں ہوتے

تو سر شکر استقلان نام کی  
ایک قسم کا شعر ہے خواہد  
زمانی بودانی ہو سکتا ہے

اس کا جواب

است و بود و باشد و شایست و باید  
زمانہ و خواہد کو ان کے  
مواضع سے کیا حق ہے

یہی خواہ مضارع پر  
آتا اور اور مضارع  
تاویل میں مصدر  
ہوگا کہ انکا مفعول بہ  
ہو جائے گا یعنی  
سے نہیں سمجھنا چاہیے  
یہاں بھی کند تاویل  
میں مفرد یعنی مصدر  
کے ہو کہ خواہ کا مفعول  
بہ ہے پس جیسے اس  
مضارع کند پر خواہ  
کے آنے سے مستقل  
فعل مستقبل نہیں  
کہا جاتا اسی طرح  
ترکیب غیر مضارع  
کہ بھی سمجھنا  
چاہیے

تو ارادی علامت  
کیسے بن سکتے ہیں



تو انہی ترکیب سے فعل مفرد کا مفرد ہی رہیگا کلمہ سے منکر نوع کلام میں داخل نہ ہوگا۔ کبھی اس ترکیب میں فصل واقع ہوتا ہے سعدیؒ کا شعر ہے شعر دران ساعت کہ خواہند این و آن مرد و خواہند از جهان بیش از کفن بردہ۔ کبھی یہ ترکیب معکوس ہو جاتی ہے نظامیؒ کا شعر مذکور ہے مرد خواہ ترا کہ ادا می دود خور دخواہ ترا و لہ درین باغ رنگین چو کبک و تدرود نہ نگل در چمن ماندہ خواہ ترا اور یہی ترکیب مفید معنی مستقبل خواست کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے فردوسیؒ فرماتے ہیں ع برل سوزگی جان بھی رفت خواست و اے خواست رفت پس جیسے خواست کو علامت مستقبل اور خواست رفت کو ایک صیغہ نہیں کہتے خواہ کو بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیئے واللہ تعالیٰ اعلم صیغہ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لئے بجائے صیغہ ماضی متعل ہوتا ہے مثلاً شکم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع ثبت میں حال ماضی بیان کیا جاتا ہے یعنی اس امر کا اظہار ہے کہ فاعل مقتدر نے اس طرح کا کام پہلے تو کیا ہی ہے اور آئندہ بھی کر سکتا ہے سعدیؒ کا شعر گلستان کنز آتش بر غلیل پگرو ہے باتش برو زاب نیل و چنانچہ یہ سب قصے ہو چکے ہیں۔ اگر اس مضمون کا انکا منظور ہو صیغہ مضارع ماضی میں ادا کیا جاتا ہے یعنی یہ مطلب ہے کہ یہ امر نہ کبھی کسی سے زمانہ ماضی میں ہوا نہ اب نہ آئندہ کبھی ہو سکے سعدیؒ کا شعر کس نہ بیند کہ لشکان حجاز و برب آب شور گرد آئند چنانچہ اس نکتہ کی تصریح سعدیؒ کے اس شعر سے واضح ہے شعر در اقبال تائید بوبک سعدیؒ کہ مادر نزاید جنو قبل وبعد و یعنی چن او نزاد کی جگہ نزاید متعل ہے لفظ قبل و بعد کا اسی نکتہ کے اظہار اور تاکید کے لئے ہے۔ واضح ہو کہ مضارع پر یا و مجہول کبھی جن کلام کے لئے محض زائد آتا کبھی شرط کبھی استمرار کبھی تمنا کے لئے بطرح ماضی میں فردوسیؒ کا شعر ہے شعر کہ گوئی بھی آنچنان باید ہے اگر مستی مہر نفاذ ہے و لہ اگر ہوئے پند آموز گار و برآوردے من زجانت دمار و لہ جہان را گرداگرد باشد و زفرمان اد کے گزر باشد و لہ اگر جویدے ہمبہر دوش منم و تن و نام او زیر پایے افگم و مولوی معنویؒ کا شعر گر نیند و اطفال امرکن و در جہان رو گشتہ بودی این سخن و وانی میں کسی اہل زبان کا شعر ہے شعر روزی بود کہ عشق تو لب آیدے و یا آن دلت بہرین بگایدے و اور جیسے ماضی میں الف زائد لایا

فصل میں واقع ہوتا ہے سعدیؒ کا شعر  
مرد خواہ ترا کہ ادا می دود خور دخواہ ترا و لہ درین باغ رنگین چو کبک و تدرود نہ نگل در چمن ماندہ خواہ ترا

صیغہ مضارع مجازاً کبھی کسی نکتہ کے لئے بجائے صیغہ ماضی متعل ہوتا ہے مثلاً شکم کو جب حکایت حال ماضی مطلوب ہو یا فاعل کے غلبہ و قدرت کا اظہار تو صیغہ مضارع ثبت میں حال ماضی بیان کیا جاتا ہے

صیغہ مضارع میں ماضی مجازاً لایا جاتا ہے

صیغہ مضارع میں ماضی مجازاً لایا جاتا ہے

صیغہ مضارع میں ماضی مجازاً لایا جاتا ہے

جاتا ہے جیسے گستاخاں میں بھی لاتے ہیں فردوسی کا شعر ہے شعرت گر ایزد میں بر  
 بخش یاد تن زدم جویم نفر ساید اولہ پرزادہ یاسا و خشیاد کہ دل را بہرت ہی بخش یاد  
 ولہ من اکنون زہر سو فراوان سوار فرستم ہمہ درخور کارزار زینین مگر آگہی یا مانہ بدین  
 کار ہشیار بشتا باہ اور اسطرح صید آخر پہنچی الف زائد لے آتے ہیں فردوسی کا شعر خوشتر  
 خرومند شاہی دمن کہترا تو خود چشم دل باز کن بنگراہ اور مضارع کے اخیر میں ضمائر مرفوعہ  
 متصلہ کے لاحق کرنے سے چھپنے پیدا ہوتے ہیں جیسے جدول مذیلہ سے واضح ہے

### جدول تصریف مضارع

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
گوید	گویند	گوئی	گوئید	گویم	گوئیم

### جدول تصریف حال

واحد غائب	جمع غائب	واحد حاضر	جمع حاضر	واحد متکلم	جمع متکلم
می گوید	می گویند	می گوئی	می گوئید	می گویم	می گوئیم

یہ بھی سن لیجئے کہ فارسی میں مصدر سے امر کے اشتقاق کر نیکاطریقہ نہایت پریشان قانون کلی  
 کے احاطہ میں قدم رکھنے سے آبی قواعد کلیہ کے حلقہ میں داخل ہونے سے سرتابی کرتا ہے اور  
 میں اول سے کمال سے طبیعت خفیف القلب خلق ہوا ہوں اسپران پریشانیوں اور آلام کا تمام  
 بس اس سے میرا دل دو ماغ کسی قابل نہ رہا اول تو والدین کے انتقال پر ملال سے ہم سب بالکل  
 نے سہارا ہو گئے تھے مگر پھر بھی برادر معظم مغفور نے وہ وہ غنایات وہ وہ ناز و براریاں کیں کہ سب  
 غم بھلا دیئے گویا ہمارے لیے رہنمائی قسمت نے صحرائے آب و عطف سے ایک دودھ پر شکر اور  
 شجر بار و ترک پہونچا دیا تھا جس سے ایک زمانہ ایسے ہوا دار روح افزا سایہ میں اُسکے ترسیوے  
 اور تازہ رطب کھاتے اُسودگی کے ساتھ گزار رہے تھے کہ لچان چکھا دھ کی تند باد اور مرگ  
 مفاجات کے جھکڑنے اُسکو بڑے لکھاڑ پھینکا انا للہ وانا الیہ راجعون جوش غم میں یہ  
 چند مصرعے زبان قلم سے نکل گئے۔

چو آن سایہ از فرق من شد جدا	نذا نم بسر زندہ ام یا بپا
-----------------------------	---------------------------

میں نے اس شعر میں  
 پرچی الف زائد  
 لایا جاتا ہے

یہ نامہ سرزندہ ام یا بپا سے دستور نامہ کل تشویش گوئیہ ۱۲ باب



ہاں ایک اور بات بیان کہہ سکتے ہیں مگر وہ ایک دقیق نظر پر مبنی ہے مجملہ عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں وہ یہ ہے کہ وال ساکن ماقبل مفتوح کو مطلقا علامت مضارع نہ کہیں اور ہے بھی یون ہی کیا مبنی کہ اگر یہ علامت تھی تو حقوق ضمائر کے وقت کس لیے ثابت نہ ہی پھر تو یہ علامت علامت نہی پس لازم نہ ہوئی عرض مفارق ہو گئی بلکہ حق یہ ہے کہ یہ وال ساکن ماقبل مفتوح یا ہی حاضر و ہم متکلم کی طرح واحد غائب کی ضمیر بارز ہی یعنی مطلق مضارع جو لا بشرط شے کے درجہ میں ہے وہ ہی امر حاضر مستعمل کی صورت ہے اور بوجہ اپنی حیثیت اطلاق کے خارج میں وجہ نہیں کہتا کسی نہ کسی فرد میں غائب ہو یا حاضر یا متکلم اسکا تحقق ہوتا ہے لیکن صیغہ امر حاضر مستعمل مشہور اور مطلق مضارع میں اتنا فرق ہے کہ امر حاضر میں ضمیر خطابی یا ہی معروف مخدود منوی ہے پس وہ یا خطابی اگرچہ ملحوظ نہیں مگر نیت اور لحاظ میں اسکا اعتبار ضرور ہے کس واسطے کہ وہ مخبر ہو غلاف مطلق مضارع کے کہ وہاں ان میں سے کسی شے کا اعتبار نہیں چنانچہ بعض وقت مضارع حاضر مطلق مضارع کی زمی میں آتا ہے جیسے شعر ”دانی چہ کن بنا خوش و خوش کم کن آند“ وغیرہ جیسے پہلے ذکر ہوا پس اب باعتبار اس تحقیق کے یہ کہہ سکتے ہیں کہ تو ان مطلق مضارع ہے اگرچہ وہ ابداً مخدود الفاعل متعلی ہوتا ہے اسوجہ سے اسکا حصول تو اماند سے (جو صیغہ جمع غائب ہے) قرار دیا گیا اس تحصیل و تخریج سے اسکی اطلاقی حیثیت کہ کوئی نقصان نہیں پہنچتا کسواسطے کہ افراد و جمع اسی طرح غیبت و حضور و تکلم اسی مطلق پر اسکی خاص خاص علامات کے داخل کر نیسے حاصل ہوتی ہیں اگر اب ان علامات کو اس ہم سے اٹھا دیں پھر وہی اطلاقی حالت باقی رہ جائیگی اسوجہ سے کہ وہ مطلق ہے اور کل افراد کے ساتھ اسکا تعلق مساوی ہے کبھی تو وہ غائب کے موقع میں مستعمل ہوتا ہے جیسے سعدی کا شعر ہے ”شعر تو ان در بلاغت سبحان رسید“ نہ در کنجہ سبحان رسید کہ کبھی حاضر کے جیسے ولہ میر تاجری اسی حدود کائن بغیبت ہلاک شدت ادب و برگ نوان رست کہ کبھی متکلم کے جیسے ولہ چکنم باکہ تو ان گفت کہ اوہ در کناسن دن مجرم اسید طرح انکی جمع حافظہ کا شعر ہے ”شعر این حال عجب باکہ تو ان گفت کہ ماہ بلبانیم کہ در موم گل خاموشیم“ غرض صیغہ جمع غائب سے اسکی تخریج کی خصوصیت (باوجودیکہ ہر چہ صیغہ کے ساتھ اسکا تعلق برابر ہے) اسوجہ سے ہے کہ صیغہ جمع غائب اور یہ تو ان بمنزلہ صیغہ مجهول یعنی مخدود الفاعل

اور اس صیغہ کے  
اصل کسی چیز ہے  
وال ساکن  
مقبل مفتوح  
مضارع مطلق  
مضارع مخدود  
مبنی

صیغہ امر حاضر  
مطلق مضارع

مضارع مخدود  
مبنی

مضارع مخدود  
مبنی

مضارع مخدود  
مبنی

مضارع مخدود  
مبنی

مستعمل ہوتے ہیں اگرچہ تاہم ان ہر دو کے استعمال میں جواز و وجوب کا فرق ہے یعنی صیغہ جمع سالم سے فاعل کا حذف و ذکر دونوں امر جائز ہیں حذف جیسے نظامی نہ شاعر سر بر سر اچودہ و نالچ و نخت و نچند آنکہ آنرا تو انہی سخت و فاعل کا ذکر کرنا تو ظاہر ہے۔ اور اس صیغہ مخفف میں تو ان میں حذف یعنی عدم ذکر فاعل واجب ہے جیسے اوپر مذکور ہوا مگر ترجیح کے لئے اس قدر مناسبت کافی ہے اور اسکو اطلاقی حالت میں رکھتے ہیں (ماوجودیکہ موقع حضور یا تکلم کا ہے) یہ نکتہ ہے کہ کسی شے کا ثبوت یا انکی نفی عام طور سے ہر ایک شخص کے لئے جب تحقق ہوگئی تو مخاطب یا شکم کے لئے بھی بالضرورت وہ اثبات یا نفی تحقق ہو جائیگی تو اب جزیرہ گرتوان رست اور توانی رست اور باکہ توان گفت کہ ادا انہ اور باکہ توانم گفت کہ ادا انہ کا ایک مفاد ہوگا اسطے کہ جب کوئی بھی چیز نہیں کہنا کوئی بھی نہیں کہہ سکتا تو اس مخاطب کا چھوٹنا اور اس شکم کا کہنا بھی نامکن ہوگا اسواستے کہ یہ دونوں اسی کوئی کے اخراوین سے ہیں اور یہ بھی معلوم کر لیجئے کہ توان کا مفعول کبھی مخدوف ہوتا ہے کبھی مذکور مخدوف جیسے ان مثالوں میں البوطالب کلیم شاعر کا اقبال ثانی صاحب توان و شکارے چنین صید حشی توان۔ اسی توان کرو۔ ظہوری شاعر مرگ یا دصال سخن ختم میکنم و زین میش با فراق مدارا نمی توان و اسی نمی توان کرو اگر مذکور ہو یا نو یہ مقدم ہوگا یا مؤخر پھر یہ دوحال سے خالی نہیں باصل بالمصدر یعنی مفرد بلا تاویل ہوگا یا جملہ بتاویل مفرد ہوگا اور پھر یہ حاصل بالمصدر یا بصورت ماضی ہوگا جیسے توان کرو و توان گفت یا بصورت مصدر اصلی جیسے حافظ مرگ کا شعر ہے شعر تا بود کہ دست در کمر او توان زدن و در خون دل نشسته چو یا قوت احمد میر و اور جملہ جیسے سعدی کہ فرماتے ہیں صحر تو انم آنکہ نیازم اندرون کسے و اے نیازنارون دل کسے۔ آن اسم اشارہ۔ جملہ نیازم اندرون کسے بوجہ کان مصدر یہ تاویل میں مصدر یعنی مفرد کے ہو کر مشار الیہ۔ اشارہ مع مشار الیہ مفعول بہ۔ اور بعض وقت یہ کان مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے اور کبھی اس کان مصدری کا حذف اور توان کی ضمیر فاعلی کا حذف یعنی یہ دونوں حذف جس پڑ جاتے ہیں جیسے توان برخیزم بجائے تو انم کہ برخیزم شیخ العارفین کے اس شعر میں شعر زاہد از پائے خم بادہ چسان برخیزم و من نیفتادہ ام آسان کہ توان برخیزم و کمال اسمعیل مصرعہ آن قدر بادہ بدل نہ کہ توان برخیزم و اسکا حاصل تو انم برخاست پرجا ٹھہرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

بجائے نہ ذکر فاعل کا  
توان نہ

توان کو بطلان  
اس کو بطلان  
توان کو بطلان  
توان کو بطلان

توان کا مفعول  
کبھی مذکور ہوتا ہے

توان کے مفعول  
توان کے مفعول

توان کا مفعول  
کبھی مفرد ہوتا ہے

سبھی کا مصدر  
کان کا مصدر

تو ہی اس کا مصدر  
کان کا مصدر  
حذف کیا جاتا ہے

خیر مضارع ہو یا امر حاضر جب کوئی چاہے اصل قرار دے غرض مصدر سے اس اصل کا اشتقاق گیارہ باب پر کیا جاتا ہے اس واسطے کہ علامت مصدر کے قابل گیارہ حرفون میں سے کسی کسی ایک حرف کا ہونا ضروری ہے اور وہ گیارہ حرف یہ ہیں۔ ا۔ خ۔ ز۔ ر۔ ش۔ ث۔ م۔ ن۔ و۔ می جن کے مجموعہ کو ان جملوں پر ترکیب دے سکتے ہیں میزان خوش فرس دی از سخن فروز و از سخن شرف دے و شرفم از سخن دے و فر از سخن شویم و سخن شانی و زرم و شرف آموزی سخن و از سفر خوش نیم و ازین سفر خوشم و ز سفر خوش مانی و ناز فرخ سیم و ش و خوشنا زین فرخ و خوش شرف نسازیم و از سر خفیم شنو و سیف را خوش فرن و سیف مرا خوش زن و خون ریز سام فش و زمی فنا سر خوشم و از سر طرح ذرا غور سے بہت سے جملے اور بھی حاصل ہو سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ مصدر سے اشتقاق مطلق مضارع کا ہوتا ہے اور اوپر یہ بات ثابت کر دی گئی ہے کہ وہ امر حاضر عرفی کی صورت پاتا ہے تو یہاں اس اشتقاق کی بحث میں وہ مطلق امر کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا۔

## باب الالف

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات۔ تبدیل۔ اسقاط۔ اثبات یعنی بہر صفت علامت مصدر جو بنائے امر کے لئے ایک ضروری امر ہے اس صیغہ کو جس ہیأت میں ہو اسی ہیأت و صورت پر ثابت رکھنے اور اس میں کسی نوع کا تصرف نہ کرنے کو ہم اثبات کہتے ہیں۔ جیسے کشادہ سے کشا و کشائی۔ زادہ سے زاول نامی۔ جانا چاہیے کہ جو کلمات کہ الف اور واو مدہ پر ختم ہوتے ہیں بوقت ترکیب ان پر تحمل حرکت کے لئے بائے لازمہ ضرور لائی جاتی ہے اور اور بعد انحال اور قبل ترکیب وجود اس یا کا کچھ ضروری نہیں سمجھا جاتا پس یہاں بھی یا کے تھ اور بغیر یا دونوں طرح استعمال جائز ہے اول جیسے شہر کشائی تیر خرگان و بریز خون حافظہ کہ چنان کشندہ راکشند کس انتقامی فانی یعنی بغیر یا طالب آملی شعر بکشاکین فتنہ بانگیز غمزہ و در تاز خوش ناز سے و شبیر غمزہ و اور جب انکے اخیر میں ضمائر وغیرہ ملحق ہوتے ہیں تو صرف تحمل حرکت کے لئے اس یا کا دخل کرنا واجب ہو جاتا ہے جیسے کشاید کشائی کشایم و کشاندہ مگر چونکہ اس یا کا وجود اس اشتقاق میں ضروری نہیں ہے اصل قاعدہ کے زیادات میں اس کو شمار نہیں کیا۔ دوسرا تبدیل یعنی بعد حذف علامت مصدر اس الف کو ہا رہوز سے بدل دینا جیسے داوہ سے وہ

باب الالف  
قاعدہ اثبات  
بعض صفت

جس کا الف  
اسکے یا زائد  
جی لازمہ ختم

عن کین الین  
کین کشادہ یا کشا  
کین تازہ یا تاز  
مب  
نسطہ لازمہ غمزہ  
اکثرت را برا کو  
ہم

قاعدہ تبدیل

الف کا بار ہوز سے بدلتا غیر منکر بلکہ دستورِ مستمر ہے اور فتح وال کو کسرف سے بدلتا اسی قانون کی پابندی ہے جو فارسی میں اکثر ماقبل ہا ز ظاہر کا کسور رکھا جاتا ہے مع ہذا رفع التباس وہ عدوی سے ہوجاے بعض وقت اس ہا مبدلہ کے قبل کا فتح اصلی بحال رکھا جاتا ہے جیسے زہ بالفتح جو حاصل بالمصدر زہیدل کا ہے چنانچہ اسکی تحقیق بیان اضافت میں گزر چکی ہے تھقہ میں کے کلام میں خاص اس دادان کے اشتقاق میں بجائے ہاے ہوز کے ہاے تختانی بھی لائی گئی ہے۔ رودکی کا شعر ہے شعر آئندہ از پنج یافتیش بدل + تو آبساں از گدازد لیش + لے مدہ اور اور یہاں ان مصادر کے معانی سے بحث نہیں کیا کیونکہ انشاء اللہ تعالیٰ اگر زمانہ مسامتہ کرے اسکے دوسرے حصہ میں جو ان معانی اور ضلالت کے لیے مختص ہوگا عجیب و غریب نکات معنی اس میں بیان ہونگے۔ تیسرا اسقاط یعنی بعد حذف علامت مصدر بقیہ صیغہ میں سے اور بھی کم کر دینے کو اسقاط کہتے ہیں جیسے استادان سے است اگر مصدر مشع ہے اور بھی مشع ہوگا جیسے استادان سے است سعدی ۴ شعر ہمر اگر شتاب کند در سفر بایست + دل در کے بمنکر دل بستہ تو نیست + کبھی اس مصدر میں قاعدہ اثبات کا بھی جاری ہوتا ہے یعنی کشاد و زادان کے الف کی طرح اسکا الف بھی بحال رکھا جاتا ہے رضی الدین نیشاپوری کا شعر ہے شعر اسپ چہ طاقت تو دار و دین برگزیدہ + تخت چہ درخور تو باشد بر چرخ استاے + اور اس کے پہلے کا الف جو صدر کلمہ ہے گرا دینا بھی جائز ہے مشع میں جیسے مولوی معوی ۴ کا شعر ہے شعر مادین درگہ ملولان فیستم + تاز بعد راہ ہر جا بیستم + اور غیر مشع میں جیسے امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا شعر ہے شعر بنزدان ترک تاز ہمچو بادش + بجز از حد ترکستان سناوش + اے اقا تیش ولہ ساتی بر خیزد یار نشین + کاین شستہ و آن ستادہ باید + اور ایک مصدر اسی صورت کا یعنی مراد گرفتن بھی آتا ہے مگر ماہ الامتیا معنوی ان دونوں میں یہی ہے کہ جو بمعنی توقف و اقامت ہے وہ الیستادان و استادان کا مخفف ہے اور جو بمعنی گرفتن ہے وہ کسیکا مخفف نہیں اور تفرقہ لفظی یہی ہے کہ اول میں بعد حذف الف اس کا لفظ لعل کر کے سین کو دیا جاتا ہے اور ثانی مضبوط بضمہ اصلی رہا کرتا ہے نظامی ۴ کا شعر ہے شعر کہ خشنہ خبر دار و زادان + نہ آنکس کو پذیرفت امتدادان + شاہ داعی شیرازی شعر ماسر بغیر حضرت تو در نیا دیم +

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

دستورِ سندھی  
تیسرا اسقاط

سلطان زربندہ تو نیار و ستاد باج و مگر اسکا استعمال بہت کم ہے اور اسکی مخفف شدن  
 ہی کا استعمال بحث مصدر میں اور اسکے مزید علیہ ستادن ہی کا بحث مضارع میں اکثر ہے اور  
 شدن میں تا مفرشت مضموم نہیں بلکہ بعد حذف الف اسکا فتح بحالہ باقی ہے طاہر وحید کا شعر ہے  
 شعر درین بارگہ بگے گواہ و سندیہ بود گرم بازار داد و ستد بہ آب صاحب درفش کاویانی جناب غالب  
 دہلوی کے اس اعتراض کو بیز اسکے اور کیا کہا جاوے کہ جناب نے تحقیق نہیں فرمائی ہے صاحب  
 برہان پر صرف پناغصہ اتارا ہے جہاں فرمایا ہے "ستادن کا معنی رفتن کجا سخن اینست کہ  
 ایستادن و استادن ستادن بمعنی قیام آمدہ است انہ" دوسری جگہ فرماتے ہیں "ستاد و مخفف  
 ستادہ نحو اہلگفت مگر کور سواد و ستادن استادن رایکے خواہد ہست مگر کور مادر زاد" اگر ستاد کو مخفف  
 ستاد کا نہ کہیں بلکہ اصلی اور مستقل اور کامل بلا تخفیف و حذف مصدر مانیں جس طرح وہی فرماتے  
 ہیں "اما ستادن مصدر لیت دیگر بسین مضموم و تاہ مضموم و معنی با رفتن مراد و مضارع ستادن  
 و امر آن شان" انہ علاوہ برین کہ خلاف تحقیق ہے اور یہ بات بھی لازم آئیگی کہ ضابطہ اشتقاق  
 گیاہ باب پر نہ تھیک بلکہ ایک اور باب بارہوان تاہے قرشت کا زیادہ کرنا ہو گا یہ خلاف راہ  
 جہود و استقرار ہے واللہ تعالیٰ اعلم و یا لہ کو آپ اور استادن کا مصدر مضارعی استانیدن بھی  
 مستعمل ہے مولوی معنوی رح شعر مرکب استانید و پس آواز دادہ آن سلام و آن امانت باز دادہ  
 اسطرح فرستادن سے فرست بعض وقت اسکا دوسرا حرف تا بھی حذف کیا جاتا ہے مگر استعمال  
 اس مخدوف الحرفین کا شیعہ میں اکثر ہے جیسے فریں فریبندہ بحث مصدر اس شیعہ کی مستعمل  
 نہیں اور بحث مضارع شمع اگر چہ متعل ہے مگر غیر شمع ہی فصیح مانئی گئی ہے واللہ تعالیٰ اعلم یا صواب۔

### باب النحیاء

اس باب میں صرف تبدیل کا ایک قاعدہ جاری ہے لیکن تبدیل کبھی زامی مجملہ سے جیسے  
 آرموختن سے آموز۔ اس لفظ پر ایک بات یاد آگئی کہ اکثر فارسی قواعد نگاروں کا یہ قول ہے کہ آرموختن  
 لازم اور متعدی ہر دو آتا ہے چنانچہ مصنف قواعد فارسی روشن علی انصاری نے لازم اسکو بتلایا  
 ہے جس کا ترجمہ ہندی میں سیکھنا ہے اور متعدی جسکا ترجمہ سکھانا اسطرح مرزا غالب دہلوی  
 فصیح آہنگ میں فرماتے ہیں "آرموختن ہم لازمی ہم متعدی است انہ یہ ناصواب ہے کیا معنی کہ

تکون کج  
 مخفف شدن  
 اسکا مزید علیہ ستادن  
 کا باج

ستادن معنی رفتن  
 پر نہ انخاب  
 اسکا معنی کیا ہے

استادن کا مصدر عربی  
 استانیدن آتا ہے

فرستادن کی مضارع  
 صنف اور بیادنی  
 یا کج ساہ و فریں کو  
 فعل متعل ہے مگر  
 فعل نہیں ہے  
 باب النحیاء

آرموختن کو متعدی  
 کہنا سزاوارم  
 تو فرمایا ناصواب ہے



جیسے خوردن یعنی کھانا کسی نہ کسی خوردنی چیز کا ہوتا ہے سیکھنا بھی کسی نہ کسی علم و ہنر کا ہونا ہو۔  
 خلاصہ کلام یہ ہے کہ باعتبار معنی اول متعدی بیک مفعول اور باعتبار معنی ثانی متعدی بدو مفعول ہوگا۔  
 مان معنی اول کو نسبت معنی ثانی کے لازم کہہ سکتے ہیں مگر یہ لازم اضافی ہوگا نہ حقیقی اور ان موضع  
 میں جہاں کہیں لازم مطلقاً بیان کیا جاتا ہے تو اس سے فرد کامل یعنی لازم حقیقی مراد ہوتا ہے ورنہ  
 کردن لیسید کو (جیسے فردی پر کا شعر ہے شعر پہر دین در زمان کردہ است) گم در پیش گیتی بر آوردہ است  
 اے سپہر دین در زمان ساختہ است) نسبت کردن مولف کے جیسے حضرت خسرو کے اس شعر میں شعر  
 دیدہ کج راز مشرہ دام کن و دیدہ ز صاحب نظران وام کن کسی نے لازم کہا لیکن سراج المحققین  
 مصنف چراغ ہدایت جناب آرزو نے اسکا لزوم معنوی اور طرح ثابت کیا ہے اسکے حاصل معنی  
 خوگر رفت یعنی عادی ہونے کے بتلاے ہیں جہاں فرمایا ہے ”اموختن معروف و این کا ہے متعدی  
 آید و کا ہے لازم اول مشہورست دوم آنجا کہ حرف با بر مفعول آید چنانکہ رانم گید شعر در فضل بار و چون  
 بہر تن آموختن است و ہر قسم بکہ بخجیازہ کشیدن آموخت و تماشائے تو ترسم کہ نظر کشاید دیدہ  
 نے روے تو از بس بہ ندیدن آموخت“ میری گزارش یہی ہے کہ میرزا سعد الدین راقم کے ان  
 اشعار میں لفظ آموخت اپنے مشہور معنوں میں مستعمل ہوا ہے کیا معنی کہ شعر اول میں ضمیر نہ مکلف  
 جو ہر قسم کے متصل ہے آموخت کا مفعول اول ہے اور چونکہ یہ آموخت متعدی بیک مفعول ہے  
 بواسطہ باد تعدیہ جو بخجیازہ میں ہے متعدی بدو مفعول بنا دیا گیا یعنی حسرت مرا بخجیازہ کشیدن  
 آموخت۔ اسی طرح شعر ثانی میں نظر مقدم مفعول اول بہ ندیدن بواسطہ با سے تعدیہ مفعول ثانی یعنی دیدہ  
 کہنے روے تو آن نظر را ندیدن آموختہ است۔ اور نظر کا دیدن کے ساتھ افتساب کلام اساتذہ میں  
 موجود ہے چنانچہ پاک بین دور بین کے ساتھ اسکو متصف کرتے ہیں صائب کا شعر ہے شعر  
 در وادی کہ رو بقفا میر و ند خلق و در قعر چاہم از نظر دور بین خویش و خصوصاً دوسرے شعر میں  
 اکثر اشخون میں بجائے باد تعدیہ زاسی ثانیہ ہے اسوقت یہ آموخت ثانی بحالہ اپنے ایک مفعول  
 بر تافع ہوگا اور وہ مفعول بھی محذوف جسکا ندیدن بیان پڑا ہوا ہے یعنی دیدہ کہ در فراق رو  
 تو ندیدن آموختہ است۔ ترسم کہ تماشائے تو نظر کشاید۔ اور ممکن ہے کہ مفعول ثانی کشیدن ہوا و  
 بخجیازہ اشکا متعلق۔ اور اس قسم کا تعدیہ جو بواسطہ ردا بط ہو کلام عرب میں کثیر الوقوع ہے

مثال کردن بسط

مثال کردن یعنی

جانب آموختن

آموختن کو لازم کہ

بدو مفعول کی کہ

مثال

کلمہ آموختن

کا دو مفعول

ہوگا

جیسے

یہ علم اسکا

لاصواب

دوسرے شعر میں

جگہ کا ہونے

زادہ

تعدیہ

اور فارسی میں کم جیسے زادون لازم با می تقدیر کے ذریعہ سے متعدی بنا لیا گیا فردوسی کی سر  
 کے ولادت کی داستان میں لکھتے ہیں شعر <sup>۱۲۰</sup> در ایوان آن پیرو سر بہ سزہ بڑائی کی پیغمبر فراموش  
 دوسرا تبدیل سین مہلہ کے ساتھ جیسے شناختن سے شناس - تیسرا تبدیل شین منقوطہ کے ساتھ  
 جیسے فروختن بالضم بمعنی بیع سے فروش اور سینے فروختن بمعنی اضافت اور بمعنی بیع میں یہی  
 مابہ الامتیاز ہے کہ بمعنی اضافت محذوف الالف افروختن کا مخفف ہے بعد حذف الف کا فتح نقل  
 کر کے فاکو دیا گیا اور جو بمعنی بیع ہے وہ کسی کا مخفف نہیں اس پر ضمہ حملی ہے پس اب یہ بات  
 کہ جو بمعنی بیع ہے اس کے مصدر اور بحث ماضی سے حذف الف کو واجب جانتا جیسے فروختن و فرو  
 اور جو بمعنی روشن کرنے اور روشن ہونے کے ہے اُس پر سزہ کا وجہ ضروری سمجھنا جیسے افروختن  
 و افروختن بطرح مصنف پنج آہنگ جناب غالب مصدر افروختن کے ذیل میں فرماتے ہیں لیکن بحث  
 مصدر حذف الف نتوان کر چہ اندران صورت افروختن و افروخت فروخت و فروخت میگردد  
 و آن سخنے است جداگانہ بمعنی جداگانہ "انتہی بجز اسکے اور کیا کہا جائے کہ محض عدم اعتدال ہے اور  
 بس نظامی فرماتے ہیں شعر سکندر ز گرمی چنان بر فروخت کہ آتش دل ز بانش بسوزت  
 امیر خسرو شعر آتش مے گر چہ جہان بر فروخت پنبہ قرابہ ز آتش نسوخت مولوی معنوی شعر  
 آفتانے کر دے این عالم فروخت اندکے گریش آید جملہ سوخت و لہ عشق آن شعلہ است  
 کو چون بر فروخت ہر کہ جزو عشوق باقی جملہ سوخت و اور یہ مصدر چلا دینے اور صیقل کرنے کے  
 معنی میں بھی آیا ہے نظامی شعر نشانندش بدانش آموختن کہ گوہر شود سنگ ز افروختن و سطح  
 و دوشن بمعنی سینا یعنی خیاطہ اور بمعنی دھونا یعنی غلب ان دونوں معنی میں مستعمل ہے بمعنی اول  
 جیسے نظامی شعر قبا سے دو عالم ہم دوختند و زان ہر دو یک زیور افروختند و امینی ثانی ہے  
 سراج الدین راجی کا شعر ہے شعر شیر ہر اس دوختند بیرش و وام افلاس توخت احسانش  
 اسکا مخفف و دوشن بھی آیا ہے فردوسی شعر سر انجام چن شیر از دوختہ شد و زن و دم و از کار  
 پر دوختہ شد مابہ الامتیاز انکی امر میں کیا معنی کہ امر بمعنی اول و زار اسم آلہ دوزنہ یعنی ٹھیکڑا سے  
 سوئی آتا ہے اور امر بمعنی ثانی دوش اور اسم آلہ دوشتہ بمعنی غلب اسے دھونا مستعمل ہے  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب گختن کی بحث امر موع نہیں اکثر قواعد نگاروں کی یہی تحقیق ہے کہ

باقی تقدیر سے  
 زادون لازم کا سہی  
 بھانا  
 دوسری معنی  
 دوسری معنی  
 دوسری معنی  
 دوسری معنی  
 دوسری معنی  
 دوسری معنی

دوختن بمعنی سینا  
 اور بمعنی دھونا  
 و دوشن میں  
 جہاں نشان

گشتہ کی کتاب  
 سر

آفتن اور آہن متعصب بن انکا مضارع یا استعمال نہیں کرنا چاہئے غم نے آزاد اور آہن نہ تھا  
 فرمایا ہے فردوسی <sup>۱۳۱</sup> شعر گہرا کہ از فرزدان بود و نیاز و بد دست و بد نشو و اسکا مصدر مضارع  
 آزدن بھی متعل ہے فردوسی <sup>۱۳۲</sup> شعر نیاز زد گین میلاد دست و بدان راہ رفتن میان را بست و  
 اس میں یا ہی تختانی ہوت ترکیب بانون نافعالف کی بدل لائی گئی ہے جیسے آید سے نیاید کہتے  
 ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یا غن بالیا سے بغیر ترکیب آفتن کا بدل ہو چنانچہ فردوسی کا شعر  
 شعر زمان تازان دست بردافتی و سرکش زمرگان میندختی و کمال ہمیل شعر ہر فردیہ کہ  
 اسوسے بلندی یازد و زود برگرد و دوسر زیر شود چچ بخار و اسبطح آہن بھی متعصب نہیں  
 اسکا مضارع آہن بانات خا و جمہ آتا ہے میر معری کا شعر ہے شعر چون بزم اندر بر آہنی  
 تو تخی از نیام و چون بصید اندر تواز ترکش کشی تیر گزین و بستہ گرد و سر کشان راست خصمان را  
 دہن و خستہ گرد آہوان و چشم و گوران راستین و اسکا مصدر مضارع آہنیدن بھی متعل ہے  
 ابوالمود شعر چون بر آہنیدن تیغش بدید و رتن شیریان شدنہر آب و اسی سے ہوم آہن  
 یعنی آڑو کہ بدم بسوسے خود کشندہ است و دود آہن و دوش مطبخ و حمام وغیرہ و عالم آہن بادشاہ  
 کی صفت ہے کہ وہ عالم کو اپنے زیر حکم کھینچتا ہے۔ اور اسکا مخفف آہن تنجیف یا اور پختن و پخت  
 الف بھی متعل ہے فردوسی <sup>۱۳۳</sup> شعر ز آہن تنجیف تیغہ از غلاف و کہ قاف را در دل آفاد کای و  
 ابو شکور شعر چنانچہ مرغ ہوا پرو بال بر ہند و تو بر خلائی بر پر مروی بر تیغ و مگر چونکہ یہ تصریف  
 استمالات شاذہ سے ہے باب النہا میں قاعدہ اثبات کو نہیں بڑایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

آفتن در این  
 متعصب بہن  
 مضارع آزاد  
 آہن کلام اساذہ  
 بن الہ بن

چون آہن  
 آہن  
 خستہ بن

## باب الرابع

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں اثبات و زیادت و اسقاط مع الزیادۃ۔ اول یعنی  
 اثبات جیسے گستر دن سے گستر خوردن سے خور اور یہ مصدر بمعنی لازم بھی آیا ہے فردوسی کا  
 شعر ہے <sup>۱۳۴</sup> شعر رانداخت تیغ پرند آدرش و ہیخواست از تن گسستن سرش و سر تیغ برگردن  
 رخن خور و ببر برگستان نہر و جبکا حال معنی مکرانے اور لگنے کے قریب قریب ہو۔ اور ہی  
 سن لیجیہ کہ خوردن اور کسی ہر دو ہشتین (بوجہ داو معدولہ) بفتح فائے جمعہ چاہئے اسکو ضمہ کے ساتھ  
 پڑھنا ماصواب ہے سعدی <sup>۱۳۵</sup> شعر کن نماز بران ہچکس کہ ہیج نکرد و کہ عمر در تحصیل مال کو خورد

باب الرابع  
 آہن تیغ  
 خوردن ہی لازم

اور کبھی جو اس ہملہ مضموم القابل کا قافیہ واقع ہو جاتا ہے جیسے فردوسیؒ شعر ترازین جهان  
روز بر خور دست و نہ ہنگام تیار و پرم دوست و مولوی معنویؒ شعر ہر کہ تریاک خدائی را بخورد  
گر خور و زہرے گلوش کہ بعد و زلالی شعر چنان ساغر کہ در خون غلہا خورد و بہ تحفہ پیش شاہ غزویؒ  
ولہ تعریف عصا میں لکھتے ہیں شعر زرنگ زند و اش فیروزہ مردہ و رگ کان زمر و نیش خود  
اس سے دھوکا نہ کھائیں کہ خوردن بالضم متعل ہے بلکہ یہ وہی تغائر حرکت قابل روی ہے جسکو  
قصائے شاخین نے بھی جائز رکھا ہے جیسے ہش مخفف ہوش کا خوش کا قافیہ کر دیتے ہیں۔  
فردوسیؒ شعر پس ہم اشکش تیز ہش و کہ بارے دل بود بانغ خوش و اور اسی قبیل سے ہے کہ وہ  
برودہ بالضم کے ساتھ قافیہ کرنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ دیدہ اندانچہ سن کردہ ام و غم درخ سختی کہ کن برہم  
ولہ ازان دشمنان بگندہ شصت مرد و نماید یکے پہلو سے دستبرد و اور اسی قبیل سے ہے کہ وہ بالسر  
گرد بالضم کا قافیہ پڑنا۔ فردوسیؒ شعر ہمہ پاک در پاس گرد آمدند و بردخمہ یزد گرد آمدند و اسطرح  
کرد بالفح کا گرد بالسر کے ساتھ قافیہ واقع ہونا خاقانیؒ شعر از صنعت چرخ دوست کر دوش و درخ  
نیر و حیم گردش و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب دوسرا زیادت یعنی تیل راے ہملہ کے یا ہجتمانی  
زیادہ کیجاتی ہے جیسے مردن سے میراوریہ مشہور ہے استنبہا کی ضرورت نہیں اور کبھی بغیر اس  
زیادتی کے اسکا مضارع مرد بھی متعل ہو جاتا ہے امیر خسروؒ فرماتے ہیں شعر زندہ باقی کہ چہا  
آفرید و کے مرگ آن زندہ کہ جان آفرید و مولوی معنویؒ شعر بہر یزدان میزیدے بہر گنج  
بہر یزدان می مرکز و خوف و درخ و فردوسیؒ شعر مگر خاریا سنگ خارا خورد و چورومی سراپد  
خورد و مرد و مولوی معنویؒ شعر صد چراغت ارمند اربیتند و باش فلن چوں یک گاندہ نیستند  
ولہ قطبان تک میرزا تنگی و از بے ادبیر خود یا بدگی و ولہ محف لے سگ چلن منافق اپتی و  
ہم منافق می مری تو چستی و ولہ اگر سر ہمہ سوسے خنجر بریم و بردمی یزدایم و درومی مریم و  
اسکو میر کا مخفف کہنے میں سراسر تکلف ہے کیا ضرورت ہے کہ مردن سے میر و در میر و سے  
پھر مرد بنایا جائے تیسرا اسقاط مح الزیادۃ یعنی بعد اسقاط علامت مصدر را ہملہ کو حذف  
کرنے سے فقط ایک حرف کاٹ باقی رہ گیا تو اس پر نون زیادہ کر دیا جاتا ہے جیسے کردن سے  
کنن بالضم اور یہ نون کی زیادتی ویسی ہی ہے جسے جسے نون سے زن مین ہے اور خلاف

خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی

خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی

خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی

خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی

خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی  
خودن کا کبھی

خودن کا کبھی

قیاس فتح کانت کو ضمیمہ سے اس لئے بدل دیا کہ اس تفسیر غیر قیاسی پر وہ دلیل ہو اور نیز امر کنند کے ساتھ التباس کا کھٹکا نہ رہے۔ اور اسکی بحث امر باثبات رائے مہملہ بھی بطریق شذوذ مستعمل ہو جیسے کرندہ مراد فتنہ سالان پنجم اپنی ہتھیار آزو ساتیر کے نامہ حمشید بن کہتا ہے "و تو بشید کنندہ و کرندہ کردہ و آن سریدہ رائے مینی و مینیانی" و اللہ تعالیٰ اعلم بالحقائق۔

## باب الزراء

اس باب میں مصادر کثیر الاستعمال ہیں سو ایک مصدر زون کے اور مصادر قلیل الاستعمال ہیں سو اسے آزون کے پانہین کیا۔ اور اس باب میں فقط زیادت مفرد کا ایک قاعدہ جاری ہو اور وہ زیادت صرف ایک حرف لون کی زیادتی ہے جیسے زون سے زن اور آزون سے آزن۔ فردوسیؒ شعر نیز ویک آن گرگ باید شدن و سر و چشم اورا بہ تیر آزون و فرخیؒ شعر چشم مخالفان بیازن بہ تیر و ہچون کف دلے ہزار آزدی و سید و الفقار علی شروانی شعر کشف کردار ہر کور کشید از طوق امت سر و بسان خارش پیش کردشت چرخ تیر آزان و اورجم کے ساتھ آجدن اسکا مبدل ہے اور زون مخدوف الصدر اسکا مخفف بھی آیبہ فردوسیؒ شعر نیز ویک آن گرگ باید شدن و ہمہ چرم اورا بہ پیکان زون و اسے پیکان خستن۔ اور یہ مصدر رنگ کرنے اور استرو وغیرہ سے بن پر زخم لگانے اور سیل اور کچی وغیرہ پڑنا کی لگانے اور تیر یا نیزہ پڑوئی وغیرہ چو نے کے منون میں آیبہ باعتبار اسی اخیر معنی کے بحجہ زون و اٹو ہر جامہ کشیدن سے کنایہ کرتے ہیں۔ فردوسیؒ شعر ہزد نیزہ بر میان دودہ و کہ شد سنگ نارا بخون آزدہ و ولہ ہمہ راہ ہیرا گنبد زودہ و جہان شہ چو دبیا ہزار آزدہ و ولہ بداغ جگر شان کنی آزدہ و کہ بخشایش آرد برایشان دودہ و گرزون بمعنی خستن و بمعنی ضرب میں بھی فرق ہے کہ اول آزون کا مخفف ہو اور ہزارے فارسی مثلثہ کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور ثانی یعنی زون بجئے ضرب کا ل لفظ بلا تخفیف ہے اور یہ لون زیادتون میں اکثر داخل ہوتا ہے خواہ افعال ہوں خواہ اسما۔ افعال جیسے کون و دانستن و مانستن کی بحث امر اور اسمون میں جیسے نازنین کی زنا اور ہنگنان کے کاف کے بعد۔ کسواسطے کہ اصل نازنین کے لفظ ناز پر یادون نسبت کا لگا گیا ہے زمین کی طرح اور اصل ہنگنان کی ہمہ ہر الف و لون جمع کا ہے چنانچہ ہنگان کو بھی فصحاے عجم نے اپنے کلام میں برتا ہو۔ بنوچہری کا

لکھنؤ میں

سلطان مدین

زنگ داس

شاہی کسکوت

عندی امتیاز

مساکن ہنگان

دور ہنگان

ہنگان ہنگان

کامزید علیہ ہے

شعر ہے شعر ہون ہنگان را غرض و صلت ملک و اور اغرض و صلت شاہ گہان ست و سید  
حسن غزنوی شعر آرمش و رامش ہنگان بکدر راست و نر و ہنگان صورت ابن حال عیان ست و  
اور اس میں کاف عجی بہہ کی ہائے مخفی کا مبدل ہے۔

باب السین

## باب السین

اس باب میں تین قاعدے جاری ہیں۔ تبدیل اور حذف صرف اور حذف مع الزیادۃ۔ اول یعنی  
تبدیل سین بنائے مجھے جیسے خاستن سے خیز جیکا الماہ فیستن بھی آیا ہے یہ نورانیوں کا محاورہ ہے  
اور اسی الماہ کے ساتھ بحث امر متعل ہے سین اور زاء مجھے بوجہ قرب مخرج ایک دوسرے سے  
بدل پڑ جاتے ہیں جیسے ایاز و ایاس اول تو مشہور ہے ایاس جیسے شیخ عطار کا شعر ہے شعر  
گر تو مروطالے و حق شناس و بندگی کردن بیاموز از ایاس و دوسرا یعنی تبدیل سین بلام جیسے  
گسستن سے گسل۔ لام اور سین میں کوئی قرب مخرج بھی نہیں اور نہ ہی معلوم کیا مناسب تھا  
ہے کہ ایک دوسری کا بدل پڑ جاتا ہے چنانچہ صاحب جواہر الہود نے یہ دو لفظ سچ و سچ  
بعضی رخسار سی مباہلت کی سند میں پیش کیے ہیں اور ممکن ہے کہ یہاں حذف مع الزیادۃ ہو یعنی  
بعد حذف سین مہملہ لام زیادہ کیا گیا۔ اور لام کا زیادات اور دعامون میں حروف علت کی طرح  
داخل ہونا ثابت ہے جیسے لفظ الف میں جو ایک حرف کا نام ہے یعنی قاف و کاف میں حروف  
علت اور الف میں لام دعامہ پڑا ہے تو اب گسستن کو گسل کی بحث کی طرح حذف مع الزیادۃ کے  
قاعدہ میں درج ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالاصواب تیسرا تبدیل سین بہ ہائے ہوز جیسے کاستن  
سے کاہ و خواہستن سے خواہ جستن و رستن لفظیما سے جہ درہ۔ یہ تبدیل موافق قیاس ہے  
جیسے خروس و خروہ اماں و اماہ۔ اور کسرۃ ناقبل ہا، بضرورت ہائے ظاہر ہے اسکی تحقیق  
بیان اضافت میں آچکی ہے خصوصاً جو میں یہ بھی ممکن ہے کہ جیستن اسکی اصل ہو بعد حذف  
یائے تحتانی و تبدیل سین با ہجہ رگیلا مولوی معنوی کا شعر ہے شعر چون بدیدم صبح روت  
وز زمان بر جہیتم گرم و رخسار آدم موقوف مطرب بیتم ثانی حذف جیسے دہستن سے دان ہاستن  
سے مان زلیستن سے زلی آراستن و پیراستن سے آرا و پیرا آرا سے دیرا سے (یہ وہی یائے  
زائدہ ہے کہ جبکا حال کشادہ کے ضمن میں بیان ہوا) اور گر لیتن سے گرمی و ریتن سے ری

سین اور لام  
میں مباہلت

حذف حرف

اور ریدن مصدر جمعی ہے اور استعمال اسی جعلی کا اکثر ہے رستین اور اسکی بحث ماضی ذرا کم متعل  
 ہے شیخ اوحدی کا شعر ہے شعر رستین گیدت ز خوردن رشت و بدرت باید آمدن ز بہشت و  
 تاج بہا شعر باقناعت ہمیشہ باید رست و بربروت طبع بیاید رست و ثالث حذف مع الزیادۃ  
 یعنی بعد حذف سین کبھی حرف ایک حرف نون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے شکستن سے  
 شکن اور نون کا زیادات میں دخل ہونا باب الزاء میں بیان کیا گیا کہ کبھی حرف واو زیادہ کیا جاتا ہے  
 جیسے جستن و رستن و شستن بضمہا ہے جو جوئے و رود و زوئے و شو و شوئے بضمہا یعنی بعد اسقاط  
 علامت مصدر سین بھی حذف کر دیکھی حرف ایک حرف مضموم رہ گیا تو بنا سبت اسی ضمہ کے حروف  
 زیادات علیت میں سے واو زیادہ کر دیا گیا اور یہ ممکن ہے کہ یہاں واو سین کا سبیل ہوا میں کوئی  
 مناسبت خاص ہے کہ جس سے ایک دوسرے کا بدل پڑ جاتا ہے اور بعض اسموں میں بھی یہ مبالغہ  
 واقع ہے چنانچہ صاحب جہاں الحروف نے اسی کی سند میں یہ دو لفظ بآش و با تو بمعنی ترنج پیش کیا جو  
 اور یہ تکلفات اس لئے کیے جاتے ہیں کہ کیف و التفق کسی حرف کو کسی حرف کا بدل قرار دیدینا غلط  
 تحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ یاے تختانی بعد ان واؤن کے زائد محض ہے جملط الف  
 مدہ کے بعد زائد ہوتی ہے اور کبھی دو حرف زیادہ کیے جاتے ہیں اور وہ کبھی نون و وال نہونگے  
 جیسے بستن سے بند پیوستن سے پیوند اور کبھی با و نون جیسے نشستن سے نشین و اسکا تہذیب نشستن  
 و نشاستن و نشاستن و نشاندن آتا ہے۔ فووسی شعر بکرام شانہ بنو خوش و بنو خوش بر تخت  
 بنشافش و اسدی شعر ہم از تخم شہ بادشاہی نشاست و برورسم پاژانچہ بکر دراست و مولوی  
 معنوی شعر اکنون کہ بدانستم چند اکلہ توانستم و بہر تو نشانستم از مات سلام اللہ و نظامی شعر نشاندش  
 بانش در آموختن و نگوہر شودنگ زافروختن و اور اس مصدر اور اسکے کل مشتقات سے نون  
 اول اصلی حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نشستن سے شستن و شستن و نشین اور اسکا تہذیب شاندن آتا ہے  
 امیر خسرو شعر شست صراحی بدوزاں بدیش و دقرد شانہ بنو فوسے خوش و نظامی شعر کہ بندو  
 بیداری بخت بین و کلہداری کن سر تخت نشین و مولوی معنوی شعر بہر این مقدار آتش شاندن  
 آب پاک و بدل یکسان شدن و اسکا متعلق جو در اصل اسکا مفعول ہے اکثر حروف صلبہ پرورد کے  
 ساتھ متعل ہوتا ہے یہ ظاہر اور معروف ہے اور کبھی بغیر حرف صلبہ جیسے شعر مذکور میں سر تخت نشین

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون

حذف نون





بحکم ضرورت کسر و او فتح سے بدلہ یا جاتا ہے اسکی بحث مصدر مجلے و از بابے موصدہ کے سچ  
 بھی متعل ہے جیسے بشتن بشتہ وغیرہ اور بشتن بالکسر سے (جو کہ تاکہ وغیرہ کے کاتے کے  
 معنوں میں ہے) ریس اور ریسیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔

## باب الفار

اس باب میں چھ قاعدے جاری ہیں اثبات و نہات و تبدیل فقط و تبدیل مع الزیادۃ و حذف فقط  
 و حذف مع الزیادۃ۔ اول اثبات جیسے بافتن سے بان و شگافتن سے شگان اور شگفتن بھی اسی  
 قاعدہ میں داخل ہے کسو اسطے کہ شگفتہ اسکا مضارع آتا ہے فردوسی کا شعر ہے شعر و چشم گزن  
 و دایر دکان و گزشتی ہی بگفتہ ہر زمان و شگفتیدن اسکا مصدر مضارعی آیا ہے۔ فردوسی شعر چو نامہ بر بزم  
 یزدم رسید و زشادی رخس ہر گل بگفتید و اور شگفتن متعدی بھی آیا ہے باقی کا شعر ہے شعر اے غل بادہ گو  
 چگفتی و دے خار جناح گل شگفتی و مولوی معنوی شعر سید الاحمال بالنبات گفت و نیست  
 خیرت بے گلہا شگفت و اسکا امر بحسب قیاس شگفت ہونا چاہیے تھا مگر وہ متعل نہیں جیسے بودن کا  
 مضارع بود۔ اور حال مصدر پوش متعل مگر اسکا امر بحسب تیاس پوش متعل نہیں۔ دوسرا زیادت جیسے  
 خفتن بالضم معنی نوم سے خفتن بالضم سوائے اس ایک حیثیت امر کے اور بحث مضارع مسموع نہیں  
 سہمی و فرماتے ہیں شعر شتر بچہ باورش خویش گفت و پس از رفتن آخزمانے بخت و ولہ سراز  
 خواب بر کردہ شوریدہ گفت و مرافتہ خوانی و گوی خفت و یہ خلاف تیاس با وجود التباس حیثیت نہی  
 جائز رکھا گیا ہے جنہوں نے اسکو خفتیدن سے فرمایا ہے یہ انکا عدم اعتنا ہے بلکہ خفتیدن خود اس  
 خفت سے بنا ہے یعنی خفتن کا مصدر مضارعی ہے اور خفتن کا امر خواب قرار دینا بھی نہیں چاہیے  
 کیا سنی کہ خواب مصدر جعلی خوابیدن کا امر ہے اسکا تعدیہ خوابانیدن اور اسکا مخفف خوابیدن متعل  
 ہے نظامی ہر شعر سہی سروش بالین خوابیدہ و سرشک از لالہ و گل بر میدہ و اسکا بیان بحث  
 مصدر میں گز چکا ہے۔ اور غیب بھی ایک جدا گانہ امر ہے جبکہ مصدر وغیرہ متعل نہیں میندوبین  
 کی طرح کہ انکی بحث مصدر موجود نہیں اور خسپیدن مصدر جعلی ہے۔ اور خفتن بالفتح معنی خنیدن کہ چٹان  
 مقضب ہے اسکی بحث امر میری نظر سے نہیں گزری ناصر خسرو شعر امر از ہی ضیف بینی و این بہت  
 خفتہ نزارم و میر غری شعر اے دانت تنگ و دلفت ففتہ از بہر ہست و ہست من چون زلف داری

نوشتن میں و او  
 باد موصدہ سے  
 و لک بشتن بھی  
 ہو جائے

۱۔  
 الفار

قاعدہ اثبات فا  
 بی قاعدہ اثبات فا  
 و تبدیل فقط  
 و تبدیل مع الزیادۃ  
 و حذف فقط  
 و حذف مع الزیادۃ

دوسرا قاعدہ زیادت

خفتن بالضم معنی نوم  
 سے خفتن بالضم سوائے  
 اس ایک حیثیت امر کے

خواب بر کردہ شوریدہ  
 گفت و مرافتہ خوانی  
 و گوی خفت

جائز رکھا گیا ہے جنہوں  
 نے اسکو خفتیدن سے  
 فرمایا ہے یہ انکا عدم  
 اعتنا ہے

کی طرح کہ انکی بحث  
 مصدر موجود نہیں اور  
 خسپیدن مصدر جعلی ہے

مقضب ہے اسکی بحث  
 امر میری نظر سے نہیں  
 گزری

ولم یحزن وان + تیسرا قاعدہ تبدیل فقط اور یہ تبدیل کبھی تو باوجود سے جیسے کو فتن سے کوب  
یا فتن سے یاب اور یہی مصدر کبھی واو کے ساتھ بھی متعل ہے حکیم نزاری قہستانی شعر یک غزوک جانش  
بکا دو + شوگم دروے وغور نیا دو + اسے نیا بد - ایس طرح شیفتن بمعنی دیوانہ و پریشان شدن بھی  
جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث امین واو اور باوجود ہر دو کے ساتھ متعل ہے حکیم اسدی  
شعر زخاری در بختے کہ آید شیب + کہ گیتی چنین است بالا و شیب + فردوسی شعر چو در خوروز  
بگرفت شب + ہمیرفت شیوان دل و خشک لب + کبھی صرف واو سے جیسے رفتن سے رو بافغ  
کافتن سے کا و رفتن سے گو اور گوے شفتن سے شنو جانا چاہیے کہ شنون و شنیدن ان ہر دو کا جدا  
مستقل مصلوہ اصلی قرار دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کیا معنی کہ شفتن سے بقاعدہ تبدیل رفتن و رفتن کی  
طرح امر شون حاصل ہوا اور بحسب ضابطہ مشہور ام حاصر اور علامت مصدر کے درمیان یاے تختانی کی بنا  
سے مصدر جعلی شنوین بنا لیا گیا چنانچہ قدما کے کلام میں یہ بھی متعل ہے اور نو شنیدن بمعنی سمع اور اس کا  
مزید علیہ نو شنیدن اسی شنوین کا قلب ہے مولوی معنوی شعر لیک نادانستہ آرم این زمان + تاکہ ہر  
گوشتے نو شنیدن نہان + وگہ توچہ دانی تانوشی قاشان + زانکہ پہانست بر تو حاشان + وگہ  
ما بری از دعوت و دعوت تراہ + مانوشیم این دم تو کا فزایہ مرا سکا مزید علیہ نو شنیدن کثیر الاستعمال ہے  
یہ قاعدہ قلب کا اور مصدر دن میں بھی جاری ہے جیسے نکستن بضم نین گستن کا قلب ہے مولوی  
معنوی شعر گندم ار شکست وزیم و شکست + بروکان آد کہ نک نان درست + فردوسی شعر غل و  
بند در ہم گستم ہمہ + دوان آمد پیش شاہ رمہ + ممکن ہے کہ نو شنیدن مصدر جداگانہ مستقل ہوا و  
نو شنیدن بمعنی سمع اسکا مخفف و لد تعالیٰ اعلم - سوہی شنوین کبھی تخفیف واو سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور کبھی تخفیف یاے تختانی سے شنون اور کبھی بحکم ضرورت واو اور یاے تختانی دونوں  
حذف کر دیئے جاتے ہیں فردوسی شعر گزراں ببالا چرا بر شدی + چو آواز شیر تیراں لب شدی +  
اور کبھی بزایدی الف اشنیدن بھی کہا جاتا ہے مولوی معنوی شعر دیدہ صد چندان کہ وصف اشیدہ بود  
کے بود خود دیدہ مانند شنوہ + مگر شفتن صرف سمع لئے سننے کے معنوں میں آتا ہے اور شنون  
و شنیدن سننے اور سو گنگنے کے ہر دو معنوں میں متعل ہے جیسے فیضی کا شعر ہے شعر فیان کہ تقیم  
بیشہ بودند + بوسے زردنگان شنوند + فردوسی شعر کہ دانکہ گیتی چہ اور انود چہ گویم کہ گوش

تیسرا قاعدہ تبدیل فقط  
اور یہ تبدیل کبھی تو باوجود  
سے جیسے کو فتن سے کوب

یا فتن سے یاب اور یہی مصدر  
کبھی واو کے ساتھ بھی متعل ہے  
حکیم نزاری قہستانی شعر یک  
غزوک جانش

بکا دو + شوگم دروے وغور  
نیا دو + اسے نیا بد - ایس  
طرح شیفتن بمعنی دیوانہ و  
پریشان شدن بھی

جس سے شیفتہ مشتق ہے بحث  
امین واو اور باوجود ہر دو کے  
ساتھ متعل ہے حکیم اسدی  
شعر زخاری در بختے کہ آید  
شیب + کہ گیتی چنین است  
بالا و شیب + فردوسی شعر  
چو در خوروز

بگرفت شب + ہمیرفت  
شیوان دل و خشک لب +  
کبھی صرف واو سے جیسے  
رفتن سے رو بافغ  
کافتن سے کا و رفتن سے  
گو اور گوے شفتن سے  
شنو جانا چاہیے کہ  
شنون و شنیدن ان ہر دو  
کا جداگانہ مستقل  
مصلوہ اصلی قرار دینا  
میری سمجھ میں نہیں  
آتا کیا معنی کہ شفتن  
سے رفتن و رفتن کی  
طرح امر شون حاصل  
ہوا اور بحسب ضابطہ  
مشہور ام حاصر اور  
علامت مصدر کے  
درمیان یاے تختانی  
کی بنا سے مصدر  
جعلی شنوین بنا لیا  
گیا چنانچہ قدما کے  
کلام میں یہ بھی  
متعل ہے اور نو  
شنیدن بمعنی سمع  
اور اس کا مزید علیہ  
نو شنیدن اسی  
شنوین کا قلب ہے  
مولوی معنوی شعر  
لیک نادانستہ آرم  
این زمان + تاکہ ہر  
گوشتے نو شنیدن  
نہان + وگہ توچہ  
دانی تانوشی قاشان  
+ زانکہ پہانست  
بر تو حاشان + وگہ  
ما بری از دعوت و  
دعوت تراہ +  
مانوشیم این دم  
تو کا فزایہ مرا  
سکا مزید علیہ نو  
شنیدن کثیر  
الاستعمال ہے  
یہ قاعدہ قلب کا  
اور مصدر دن میں  
بھی جاری ہے  
جیسے نکستن بضم  
نین گستن کا  
قلب ہے مولوی  
معنوی شعر  
گندم ار شکست  
وزیم و شکست  
+ بروکان آد کہ  
نک نان درست  
+ فردوسی شعر  
غل و بند در ہم  
گستم ہمہ +  
دوان آمد پیش  
شاہ رمہ + ممکن  
ہے کہ نو شنیدن  
مصدر جداگانہ  
مستقل ہوا و نو  
شنیدن بمعنی  
سمع اسکا مخفف  
و لد تعالیٰ اعلم -  
سوہی شنوین  
کبھی تخفیف واو  
سے شنیدن کر لیا  
جاتا ہے اور  
کبھی تخفیف یاے  
تختانی سے  
شنون اور کبھی  
بحکم ضرورت واو  
اور یاے تختانی  
دونوں حذف کر  
دیئے جاتے ہیں  
فردوسی شعر  
گزراں ببالا  
چرا بر شدی +  
چو آواز شیر  
تیراں لب شدی +  
اور کبھی بزایدی  
الف اشنیدن بھی  
کہا جاتا ہے  
مولوی معنوی  
شعر دیدہ صد  
چندان کہ وصف  
اشیدہ بود کے  
بود خود دیدہ  
مانند شنوہ +  
مگر شفتن صرف  
سمع لئے سننے کے  
معنوں میں آتا ہے  
اور شنون و  
شنیدن سننے اور  
سو گنگنے کے ہر  
دو معنوں میں  
متعل ہے جیسے  
فیضی کا شعر ہے  
شعر فیان کہ  
تقیم بیشہ  
بودند + بوسے  
زردنگان  
شنوند +  
فردوسی شعر  
کہ دانکہ گیتی  
چہ اور انود چہ  
گویم کہ گوش

این تیار و شنود و اور شنیدن کے دو فون سنی اس ایک شعر سے واضح ہیں حافظہ شعر ہے خون  
تو بہ کر ز با و صبا و شنید و از بارش ناخدا شناسید و چنانچہ تبدیل مع الزیادۃ یعنی نے کہا و وجہ  
سے بدل کر قبل اس لیے کے فون زیادہ کیا جاتا ہے جیسے سفتن ہا سمن سے سنب شعر خیر اور سمن گزیش  
ہو گردن شکن و تیر او پولاد سنب روح او سندان گزار و سبیدن اسکا مصدر مضارعی ہے۔ پانچون  
حذف فقط جیسے زیر فتن سے زیر۔ چنانچہ حذف مع الزیادۃ جیسے گرفتن سے گیر یہاں یاے  
تخانی اشباع کسر سے پیدا ہو گئی۔ چنانچہ چاہیے کہ اس لفظ گرفتن کی حرکات میں اختلاف ہوگا قول تحقیق  
کسر و کاف فارسی و فتح را و ہملہ ہے چنانچہ فروسی و فرماتے ہیں شعر سر و دل پرانگیہ کر و برفت و  
تو گوئی کہ عہد فریدون گرفت و کبھی بکلم ضرورت ان الفاظ کے ساتھ ہم قافیہ کر دیا جاتا ہے جنکاف  
مائل ردی کسور و مضموم ہے۔ مولوی معنوی در شعر یک یک را حاجہ بستن گرفت و ناپید آید گہر  
بنگر گشت و فروسی در شعر بک و شبنان گوشہ ہا گرفت و غریبان از و ماند اندر شگفت و اسکے  
نظار بہت ہیں جیسے رفتن کو خفتن و آشفتن کے ساتھ ہم قافیہ کرنا فروسی در شعر چو رفتند بیدار  
دل فتنہ بود و کہ بخت چنان بادشہ خفتہ بود و ولہ سیاوش گفت آن کبار فتنہ بود و دزان کو سودا ہ  
آشفتنہ بود و ولہ شبار روز مادر می خفتہ بود و زنی خفتہ ہم زہش رفتہ بود و واللہ تعالیٰ اعلم  
اور یہ مصدر لازم بھی آیا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں شعر گرفت ہچو لالہ دلم در ہواسے سرو و اے مرغ  
وصل کے شوی آخر بد لیم ما و ولہ گرفت در تو گریہ حافظ ہیچ رو و حیران آن دلم کہم از رنگ غار نیست و

## باب المیم

اس باب میں سوائے ایک مصدر کے اور کوئی نظر نہیں آیا اور اس میں صرف ایک حذف مفوکا  
قاعدہ جاری ہے جیسے آمدن سے آ اور آ می یہاں بھی زیادتی یاے تخانی کی اسی قسم کی غیر واجب  
ہے جسکی تحقیق کر سہ کر لفظ خدا یا کی تحقیق اور بیان اضافت اور اسی بحث کی باب الف میں مصدر  
کشان کے ضمن میں گز چکی ہے حاشا و کلا یہ (ے) ہرگز نیم کے بدلے میں آئی ہوئی نہیں ہے  
جیسے اور قواعد گارون نے عدم اعتنا سے لکھ دیا خصوصاً مصنف جو اہل الحروف محقق فرزانہ بہار اور  
انکے اتباع صاحب تحقیق القوانين صاحب ہفت قلام صاحب قوانین و شگیری وغیر ہم سے سخن تعب  
کہ وہ تحقیقات کے لیے درپے اور پھر انہوں نے بلا سبب کیسی آنکھ بند کی آ می میں جو آمدن سے

یہ قوافی قاع  
تبدیل مع الزیادۃ

پانچون قاعدہ  
حذف صرف کا  
تبدیل مع الزیادۃ  
گرفتن کی سے  
کی حرکت کا بیان

رفتن یعنی رفتن  
باضم کے ساتھ  
ہم قافیہ ہوا

گرفتن یعنی  
لازم کی سند

باب المیم

آوردن کے احوال آری اور آتش و جہنم  
کے احوال آری اور آتش و جہنم  
کے احوال آری اور آتش و جہنم  
کے احوال آری اور آتش و جہنم

امر حاضر کا صیغہ ہے) یا ہی تختانی کو ہم کا بدل کہہ دیا اس طرح آراے و پیرے میں (جو آراستن و پیراستن سے امر حاضر کے صیغے ہیں) یا ہے تختانی کو سین مہلہ کا بدل کہہ دیا ہے یہ خلاف تحقیق ہے یہ وہی یا ہے زائدہ ہے جو الف مد کے بعد در صورت عدم ترکیب جواز جیسے آوای آرا و آرا پیرا و پیراے اور وقت ترکیب ثعل حرکت کے لیے وقایہ و جواز زیادہ کی جاتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔  
انکہم علی الصواب کہ جمعی بحکم ضرورت اس مصدر آمدن کا ایک الف حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنوی شعر رحمت اندر رحمت آید تا بر سر بریکے رحمت فروماے پسر پراے فرد میا۔

باب وزن

## باب النون

اس باب میں حرف ایک اثبات کا قاعدہ جاری ہے جیسے انگندن سے آنگن انگندن سے آکن کندن سے کن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الواو

## باب الواو

یہ باب دو قاعدوں کو مشتمل بر اثبات اور تنبیل۔ اثبات جیسے خذون سے خذو بعد ہی شعر  
نقدم زان رو خیا لش را نمی بینم خواب و دید و گریان میں یک شب غمخوئی کا شکے و بودن کا  
صیغہ امر حاضر متعل نہیں لیکن قیاس یہی چاہتا ہے کہ بوا اسکا اور ہو کیونکہ بود بوسے بوم اسکا  
مضارع متعل ہے فردوسی شعر کہ تامن گیتی بوم زنده را و ز ترکان اگر شاہ و گربند و راہ  
اور بوجو یعنی آرزو داشت تیاق آتا ہے وہ بویہ کا مخفف ہے چنانچہ بویہ بھی خود متعل ہے فردوسی  
شعر ترا بویہ دخت مہر اب خاست و دلت خواہش سام یزم بکاست و اس طرح اصل بالمصدر  
بوش یعنی تقدیر اساندہ کے کلام میں متعل ہے کیا سننے کہ یہ حاصل بالمصدر امر حاضر پرشین  
قابل کسور لاتی کرنے سے حاصل ہوتا ہے فردوسی شعر بہ بنشود یزدان نیکی دہش دیکے بودنی  
داشت اندر بوش و ولہ نوشتہ چنین بودمان از بوش و برسم بوش اندر آمد روش و اور اسکا  
مخفف بدان اور اسکی تمام بحث اسی تخفیف کے ساتھ بھی متعل ہے مولوی معنوی شعر ہرست  
دنیا زندہ غافل بدان دہنے قماش و لقرہ و فرزندوزن و فردوسی کہ کا بجویہ شعر ہے شعر چو پیہم  
دارش بند در نژاد و زوہیم داران نیا در و یاد و اگر ماور شاہ بانوبے و مریم دزتا بنو بے  
ولہ کہ پیش از تو شاہان فردان بدند و ہمتا جداران گہان بدند و ولہ بایران گفت بیدارید

ترجیم کا ایک  
بخش ہے  
غرضی و جملہ

قاعدہ اثبات  
ترجیم کا ایک  
بخش ہے

بہی آرد و نشان  
بویہ کا مخفف ہے  
بودن و نشانی

بودن و نشانی  
بویہ کا مخفف ہے

کہ من کردم آہنگ دیو سپید : ثانی تبدیلی جیسے نمودن سے نما اور نما سے یہاں امر میں فتح  
 زن کا ضمہ سے بدل گیا اور اوامبدلہ پر ولالت کرے اور ہاودن سے پالا اور پالائے یہاں بھی یک  
 تحتانی بعد مدہ نامہ ہے جگائی باز ذکر ہو چکا ہے یہاں ایک بات یاد کرنے کے لائق ہے کہ ہاودن  
 پانی شراب تیل جیسے مایات کے چنانے صاف کرنے کو کہتے ہیں اگرچہ وہ بالفعل مائی نہیں بعد  
 بنگلانے کے ان میں مائیت سیلان پیدا ہو جیسے سونا چاندی نظامی در شجر گہرقت نتوان باسودگی :  
 بود نقرہ محتاج ہاودگی : بعض وقت مطلق پاک و صاف کرنے کے سنون میں استعمال کیا جاتا ہے  
 فروسی در شجرہ واد پاک بنووشان : زاکو دگیا ہاودوشان : جسطرح پختن آٹے خاک راکہ  
 جیسے خشک چیز کو چھاننے صاف کرنے کو کہتے ہیں بعض وقت مطلق کسی مسئلہ کے تفتیش کے  
 موضع میں مستعمل ہوتا ہے ۔ جاتا چاہیے کہ ایک قاعدہ زیادتی کا بھی اس باب میں جاری ہو چونکہ وہ  
 مصادر شاذۃ الاستعمال میں سے ہے بنے اسکو ذکر کیا جیسے ہوسودن سے ہپساود اس میں  
 دو طرح تخفیف کیجاتی ہے ایک تو باے موصدہ کو حذف کر کے ہوسودن کہتے ہیں دوسرا باد فارسی  
 کو حذف کر کے ہوسودن کہتے ہیں ابو الفرج کا شعر ہے شجر ہون عدل توصیاد عدل ہپساود :  
 سرودن آہوے نخچیر بے وسیلہ دام : ولہ کوہ ہپسود زخم تیرش گفت : صاعقہ است این  
 نہ تیر داغ و نا حکیم سوزنی شجر بخاک وادی آن چہرہ کہ آبلہ کرد : باستین حریر ارچہ نرم ہپسوی  
 فروسی در شجر نہ کرد پیکار دوہل مست : و خروشان چور عد و ہپساوان دو دست : ولہ تان یا  
 بشاہ نوا میں نمود : کہ بودند چون گوہر نابسود :

## باب الیاء

اس باب کے مصادر مستعملہ میں فقط دو قاعدے حذف مفرد اور زیادت مفرد کے میرے دیکھنے  
 میں آئے۔ اول حذف جیسے رسیدن سے رس بریدن بالضم سے بر بالضم بمعنی قطع گزیدن  
 بالفتح سے گز۔ دوسرا زیادت مثلاً گزیدن بالضم سے گزین اور ہریدن بالضم بمعنی قطع کا  
 امر جیسے بر بالضم مخدوف الیا آتا ہے جیسے قاعدہ اولی حذف میں عرض کیا گیا بریدن بالضم زیادت  
 نون بھی آتا ہے جس کا حاصل بالمصدر برینش و برین مستعمل ہے مولوی معنوی شجر چون برید  
 او داد اور ایک برین و ہچو شکر خروش و چون انگبین و نظامی در شجر بے باید اندیشہ تازہ ترند :

قاعدہ تہیل

ہاودن مایات کے  
 چھاننے کے لئے  
 ہاودن مایات کے  
 چھاننے کے لئے

ہاودن مایات کے  
 چھاننے کے لئے

ہاودن مایات کے  
 چھاننے کے لئے

ہاودن مایات کے  
 چھاننے کے لئے

قاعدہ ہپساودن کی تحقیق

باب الیاء

قاعدہ حذف  
 قاعدہ زیادت

برائش نیاید ز تشبیه کند + جانتا چاہیے کہ اسی باب الیائین دین ایک ایسا مصدر ہو کہ باعتبار  
بحث امر کے مقصود ہے یعنی دین مصدر اور ہے بین شتق اور لے کے باہم کچھ تعلق اشتقاق نہیں ہے  
دین کا مضارع اور امر نہیں آتا اور بین کا مصدر اور ماضی نہیں آتا مان معنون میں مترادف ہے اس  
بارہ میں مولانا صہبائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہمزبان ہوں چیدین سے چین اور یہ مصدر مع کل شتقا  
بتخفیف یا چدن و چد و چن بھی کلام فصحا میں مستعمل ہے فردوسی <sup>۳۲۱</sup> شعر بھی گل چیدن ارب رود بارہ رخا  
چو گلستان دگل و کنارہ ولہ <sup>۳۲۲</sup> تر آرزو جنگ و پیکار نیست + اگر گل چنی راہ نے خاندست + ولہ  
بہار آمد از گلستان گل چمن + زدوے زمین شاخ سنبل چمن + وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ +

## بحث الحرف

جو کلمہ کہ اپنے معنون پر بنفسہ ولالت نکرے یعنی اپنی مفہومیت میں مستقل ہو کیا معنی کہ جب دوسرے کلمہ  
اسکے ساتھ نہ لے اسکا معنی کچھ نہ سمجھا جائے وہ حرف ہے جیسے از و در و بر حروف کئی قسم کے  
ہیں حروف جر - حروف مشبہ بالفعل - نہ ونے مشبہ بنیست - نہ نفی جنس کا - ناو بی کہ جنکی ترکیب سے  
وہ مرکبات صفت مشبہ منفیہ کا کام دیتے ہیں بطرح لفظ با صفت مشبہ مثبتہ کے معنی پیدا کرتا ہے -  
حروف نواصب اسم - حروف شرط - حروف جارمہ - حروف عاطفہ -

اول حروف جر چونکہ یہ حروف معنی فعل کو اپنے متصل و مایکی تک پہنچا دینے کے لیے مرفوع  
ہیں حروف صلہ و روابط بھی انکو کہا جاتا ہے اور جر یعنی کشیدن بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو  
اپنے لمخی و متصل تک پہنچ لاتے ہیں اور جر عربی میں ایک اعراب مخصوص کا نام بھی ہے یعنی  
کلام عرب میں کسی کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ میں ظاہر  
ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ اسکو قلب کرتے ہیں چونکہ اعراب کی بحث زبان عرب کے ساتھ  
مختص ہے اعجام ان دقیقوں سے بے بہرہ ہیں پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ مخصوص بزبان  
عرب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلمہ بالاصواب اور حروف جر میں سے ایک تو لفظ آ رہے اور ہکا مخف  
تر یہ کئی معنوں میں مستعمل ہے ایک از ابتدائئہ اور از ابتدائئہ ایک امر متد کی ابتدا کے لیے  
موضوع ہے یعنی از اور اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ متعلق ہو وہ فعل امر متد ہونا چاہیے  
مگر عام ہے کہ مثلاً بنفسہ ہو جیسے عربی کا شعر ہے شعر از در دوست چہ گویم بچہ عنوان از ختم +

مصدر دین  
مشتق

چین  
چیدن  
چد و چن

جنت الحرف

حروف کا بیان  
حروف کا بیان

معنی فعل کو اپنے  
متصل تک پہنچا دینے کے لیے  
مرفوع ہیں حروف صلہ و روابط بھی  
انکو کہا جاتا ہے اور جر یعنی کشیدن  
بھی ہے تو یہ حروف بھی معنی فعل کو  
اپنے لمخی و متصل تک پہنچ لاتے ہیں  
اور جر عربی میں ایک اعراب مخصوص کا  
نام بھی ہے یعنی کلام عرب میں کسی  
کلمہ پر ان حروف کے داخل ہونے کا  
اثر اس اعراب خاص کے پیرایہ میں  
ظاہر ہوتا ہے تو حروف جر کے ساتھ  
اسکو قلب کرتے ہیں چونکہ اعراب کی  
بحث زبان عرب کے ساتھ مختص ہے  
اعجام ان دقیقوں سے بے بہرہ ہیں  
پس یہ تسمیہ اس وجہ کے ساتھ  
مخصوص بزبان عرب ہوگا واللہ  
تعالیٰ اعلمہ بالاصواب اور حروف  
جر میں سے ایک تو لفظ آ رہے اور  
ہکا مخف تر یہ کئی معنوں میں  
مستعمل ہے ایک از ابتدائئہ اور  
از ابتدائئہ ایک امر متد کی ابتدا  
کے لیے موضوع ہے یعنی از اور  
اسکا مجرور جس فعل کے ساتھ  
متعلق ہو وہ فعل امر متد ہونا  
چاہیے مگر عام ہے کہ مثلاً  
بنفسہ ہو جیسے عربی کا شعر ہے  
شعر از در دوست چہ گویم بچہ  
عنوان از ختم +

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم کیا معنی کہ رفتن خود ایک امر متدہ ہے نظامی رح شعر  
 زو وانشہ سدرہ مناسق عرش قدم ہر قدم عصمت انگندہ فرش قدم ہر قدم خود امتداد پر  
 وال ہے یا منشا اور سبب کسی امر متد کا ہو جیسے نظامی رح شعر برون جست ازین گنبد چار بندہ  
 فرس راند برفت چرخ بلند کیا معنی کہ باہر کو دجانا امر متد نہیں اس واسطے کہ ایک ہی پھلانگ  
 میں باہر کو دجا سکتے ہیں بلکہ دوسرے کسی ایک امر متد یعنی فرس راندن برفت چرخ کا سبب ہے  
 اور فرس راندن بلاشبہ امر متد ہے اور ابتدا اس امر متد کی (جسے محو پر از دلالت کرتا ہے)  
 مکان یا زمان یا سوال کے کسی تیسری شے سے بھی ہو سکتی ہے مگر علمائے سخا کا اہمین اختلاف  
 ہے بعضے غیر زمان میں اسکا استعمال حقیقت اور زمان میں استعارہ اور مجاز جانتے ہیں۔ اور  
 خیر زمان خواہی مکان ہو یا غیر مکان جبے نظامی رح شعر گرائی زجاے نگہدار جائے و وگرنہ  
 سپاہم سرت زیر پایے اور غیر مکان کوئی شخص وغیرہ جیسے نظامی رح شعر بے منزل آمدن میں  
 تا بتو نہ نشاید ترا یافت الا بتو اور بعضے صرف مکان کے لیے حقیقت باقی زمان ہو یا غیر زمان  
 میں استعارہ اور مجاز مانتے ہیں اور بعضے تینوں حالتوں میں اسکا استعمال کو حقیقتہ جائز رکھتے ہیں۔  
 واضح ہو کہ لفظ ابتدا سے خود یہ بات سمجھ میں آگئی ہوگی کہ جو شے لابدیۃً لہ ہوگی اس پر  
 از کالانا محال ہے جیسے لہ نہایۃً لہ پرتاے انتہائیہ لانا باطل ہے پس از ازل تا اب جیسے  
 نظامی رح کے اس شعر میں شعر محمّد کا زل تا اب ہر چہ بہت و بآرایش نام او نقش بست و  
 متاقل ہے یعنی اول خلقت سے آخر خلقت تک کی مدت طویل کو ازل اور اب کے ساتھ ساتھ  
 کر لیا اس واسطے کہ آپ کی ذات پاک صاحب لولاک لما خلقت الافلاک باعث کائنات سبب  
 وجہ و مخلوقات ہے اور کل کائنات اور جمیع مخلوقات میں سے کوئی بھی ازلی اور ابدی نہیں  
 ازل اور اب ایسی کی ذات تبارک و تقدس ہے واللہ تعالیٰ اعلمہ سیطرہ غیر مکان وغیر زمان  
 سے مکانیات و زمانیات مراد ہیں نہ کہ جو شے مکان و زمان سے باہر ہو پس از لامکان  
 یا تا لامکان کہنا جیسے مولانا المولوی المعنوی کے اس شعر میں شعر آن سیدیزان شد از بزل  
 او و می و مید از لامکان ایمان او و متاقل ہے یعنی بڑی بعید سافت کو لامکان کے ساتھ  
 استعارہ کر لیا اس واسطے کہ لامکان ایمان کا محزن نہیں صرف یہ بات ثابت کرنی ہے کہ ہمارے

ایمان کی طرح لوث نہیں نور بیان مقرران حضرت زردان جل جلالہ کے ایمان کی طرح اس کا ایمان بھی نے لوث اور کامل تھا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝

واضح ہو کہ ان کا استعمال جب کئی معنوں میں ہوتا ہے تو جد اشناس اور علامات خاص اس معنی بلند بہ کی یہ ہے کہ اسکے مقابلہ میں تا انتہائیہ یا جو اس لفظ معنی نکالو اگرے لانا درست ہو اول ظاہر ہے جیسے از خانہ تاجسجرفتم ثانی جیسے نظامی ۛ کے اس شعر میں شعر سرفہ در میت اقصا کساد ۛ زانف زمین سرباقصا نہاد ۛ اے ازانف زمین تا اقصا رفتند جسطح خات عرب نے اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ میں تاویل کی ہے چنانچہ شیخ رضی استرآبادی شرح کا فیہ میں فرماتے ہیں لایعنی معنی اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ وافر الیہ فالباء مھنا افادت معنی الانقضاء اور کبھی یہ از ابتداء لغیرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی ۛ شعر محمد کازل تا ابد ہر چہ بہت ۛ اے کرازل تا ابد انم ولہ سکندر کہ کہ آن ہمارگری ۛ کچانا کماستہ اسکندری ۛ احوار کجا تاکما۔ اسی قبیل سے ہے سرتاپا اے از سرتاپا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝ دوسرا از بیانیہ جو ایک امر مبہم سے مقصود منظم کیا ہے اسکے انہار و تبیین کے لیے موضوع ہے یعنی از اپنے مجرور کے ساتھ ملکر منظم و منسوس میں اس امر مبہم کا بچانا ہے جو مقصود ہے اور وہ امر مبہم ہی قبل از بیان کے ہو جیسے اس شعر میں نظامی ۛ شعر ہر انگشت رزمے چو بارندہ منخ ۛ ہلک گشت نیکان و باران ز تیغ ۛ خواہی بعد جیسے اس شعر میں سعدی ۛ شعر ہر گل تیغ از نم انتادہ لالی ۛ ہجو عرق بر خدار پشیا بغضبان ۛ جامی ۛ شعر بشیر زنی و چینی از ز بانم ۛ نہادی لقمہ خوش درد بانم بیان لالی اور لقمہ کا بیان نم اور زبان ہیں۔ علامت اور جد اشناس لفظی اسکا یہی ہے کہ جبکہ اسکے موصول مع مقضیات لایا جائے تو معنی میں کوئی قیاحت نہ آئے جیسے امثلہ مذکورہ میں اسی لالی کہ آن نم مست و لقمہ کہ آن زبان من ست و تکرگ او کہ پیکان ست و باران او کہ تیغ ست اور یہ از بیانیہ لغیرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے مولوی معنوی ۛ شعر تابرون آردین فلک نگ ۛ ہر چہ اندر حب دار و صل و سنگ ۛ اے از صل وازنگ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْاَصْوَابِ ۝۔

تیسرا تبصیضہ اور وہ حرف از ہے کہ جس اسم پر وہ از داخل ہوتا ہے اسکے قبل یا بعد جو اسم مرفوع یا منصوب مذکور ہو وہ اس مجرور ان کے بعض افراد میں سے ہو اول یعنی مرفوع جیسے یزید بن

وہ کہ جب تک

از ابتداء لغیرینہ مقام حذف بھی کیا جاتا ہے۔

از سرتاپا اے از سرتاپا

از سرتاپا اے از سرتاپا



سعدی در شعر ملک صلح از بادشاہان شام و برون آمدی صمدی م باعلام و ثنائی یعنی منصوب  
 جیسے اس شعر میں ولہ کیے راتب آمد رضا جہلان و کسے گفت شکر تجوہ از فلان و یہاں اسم مفعول  
 یعنی ملک صلح مجرور یعنی بادشاہان شام کے بعض افراد میں سے ہے۔ اس طرح اسم منصوب یکے  
 یعنی جس شخص کا حال بیان کرتے ہیں صاحب دلو کے بعض افراد میں سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 چوتھا از انشراح یہ وہ یہ ہے کہ مجرور از سے صرف موضع انفصال و انشراح کا ظاہر کرنا مقصود منظم  
 یعنی اس سے سببیت کسی امر متد کے بیان کرنی مقصود نہ ہو اور اسکو انفصالیہ بھی کہہ سکتے ہیں  
 جیسے سعدی در شعر ز گوشت پیہ برون آرد او خلق بدہ و اگر تو سے ندی داور روز داوے ہست و  
 نظامی در شعر ستانی زبان از قبیان راز کہ تار از سلطان نکوین باز و ولہ زہر شاہ کا مد جہان را  
 پدیدہ بدست تو داو آفرینش کلید و یعنی ہر بادشاہ کہ در وجود آمدہ کلید سلطنت از دست او گرفتہ  
 تو سپرد و کبھی بقرینہ مقام یہ از انشراح یہ حذف بھی کیا جاتا ہے سید حسین خالص کا شعر ہے شعر  
 وعدہ وصلہ کہ اے سہ پارہ یاد رفتہ است و چارہ در دین بچارہ یاد رفتہ است و اے از یاد  
 رفتہ است پانچواں از اعراض جیسے اس شعر میں سعدی در شعر گفتم میان عالم و عابد چہ فرق بود و  
 تاکردی اختیار از این فریق را و ولہ دل آراے کہ داری دل در بندہ و اگر شرم از ہنہ عالم و بندہ  
 چٹا تفضیلیہ جو بفضل علیہ پر لایا جاتا ہے تا بفضل کا اپنے وصف مقصود میں مفضل علیہ سے  
 بڑا چڑھا رہنا ثابت ہو سعدی در شعر سر ہنگ لطیف خوسے دلدار و بہتر ز فقیہ مردم آزار و  
 نظامی در شعر تونی کا ذیری ز یک قطہ آب و گہر ہاے روشن تر از آفتاب و کبھی مفضل کو  
 کبھی مفضل علیہ کو بوجہ کسی نکتہ کے مذکور نہیں کرنے مثلاً اعلام اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ  
 اسکی عوینیت حصر بیان کو مانع ہے وغیرہ ذلک اول یعنی حذف مفضل سعدی کے اس شعر میں  
 شعر جو دانشور این در معنی بسفت و گفت این کہین بہ بحالت گفت و اے چہرے بہتر از این  
 اور ثنائی یعنی حذف مفضل علیہ جیسے نظامی کے اس شعر کے مصرعہ ثنائی میں شعر کو ان خیر  
 جانا شد گر و چآن خیر گفتمی آن خیر و اے خیر از ہمہ چیز چنانچہ عربی میں اللہ اکبر ہے  
 اکبر من کل شیء - واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی مفضل علیہ مفضل پر مقدم بھی ہوجاتا  
 مگر بہ حال میں حرف تفضیل کا اتصال مفضل علیہ کے ساتھ ضرور ہے فارسی میں اداۃ تفضیل تر

از انشراح

از انشراح  
تلفظ عربی و فارسی

از اعراض

از تفضیلیہ

فضل مفضل علیہ  
کے صفت میں کہی  
نکتہ مقصود ہر ایکجیسے سعدی کا شعر  
تونی کا ذیری ز یک قطہ آب  
و گہر ہاے روشن تر از آفتاب  
مفضل کو بوجہ کسی نکتہ کے  
مذکور نہیں کرنے مثلاً اعلام  
اس امر کا منظور ہوتا ہے کہ  
اسکی عوینیت حصر بیان کو مانع  
ہے وغیرہ ذلک اول یعنی حذف  
مفضل سعدی کے اس شعر میں  
شعر جو دانشور این در معنی  
بسفت و گفت این کہین بہ  
بحالت گفت و اے چہرے  
بہتر از این اور ثنائی  
یعنی حذف مفضل علیہ جیسے  
نظامی کے اس شعر کے مصرعہ  
ثنائی میں شعر کو ان خیر  
جانا شد گر و چآن خیر  
گفتمی آن خیر و اے خیر  
از ہمہ چیز چنانچہ عربی  
میں اللہ اکبر ہے اکبر من  
کل شیء - واللہ تعالیٰ  
اعلم بالصواب اور کبھی  
مفضل علیہ مفضل پر مقدم  
بھی ہوجاتا مگر بہ حال  
میں حرف تفضیل کا اتصال  
مفضل علیہ کے ساتھ ضرور  
ہے فارسی میں اداۃ تفضیل  
تر



ہنا دیے جاتے ہیں مولوی معنویؒ شعر کہ برودا خود ز تو چہاں تریم و چون تیغ گردیم ہر یک سر و دم  
 اے پاسبان ترو منی تریم و تم ولہ ایک ازان فرعون تر آندہ پید و ہم در ہم کہم اور در کشید و  
 اے مکار تر نظامیؒ شعر سنہاے از تیغ ہوا در تر و زبان از سخن سخت بنیاد تر و اے از تیغ سخت  
 و تیز تر۔ واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب سآ تو ان استعانت کے لئے صائب کا شعر ہے شعر کی شویہ  
 غبار کلفت از دل عند لیبان را و در ان گلشن کہ از خون خود رخساری شویہ و اے بخون خود نظامیؒ  
 شعر مگر شاہ زان داد چو کان بن و کہ تاز کو شمش ملک بز خوشن و اے تابہ کو شمش۔ اس شعر میں معنی  
 استعانت کے جب ہی درست ہو گئے جب معنی مجبور کا چو کان کو بنا میں اور اگر شاہ کی جانب ضمیر  
 راجع ہو تو از انتراعیہ یا ابتدائیہ مجہاج کا لگا کر تقدیر اول یا جمع ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر  
 زیادہ ہو گا اس واسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہاں تقدیر اول پر لے سکتے ہیں تقدیر  
 ثانی پر جب زونکی ضمیر مجبور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا  
 مطلق چوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سوا اس کے  
 ملک کے تمام جہاں کہاں سے لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب۔ آٹھواں اجلیہ یعنی  
 یعنی برائے۔ اور سی شعر دیدہ فتح جاے سازی و انکور سی دشمنان لوارا و اے برائے کو  
 کردن دیدہ دشمنان کذا فی اللہ۔ تو ان سببیہ سعدیؒ شعر ہر آنکس کہ عیش نگویند پیش و  
 ہنردانداں جاہلی عیب خویش و ولہ آگینہ ہمہ جایابی ازان نے محل است و محل دشوار بدست آید  
 ازان است عزیز و ولہ اسیر بند شکم را دوشب نیک و خواب و شے زعدہ سنگی شے زول تنگی و اے  
 بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ میں فرق یہ ہے کہ مجبور از اجلیہ کا فعل مذکور  
 کے لئے علت غائی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل سے مؤخر ہے اور مدخل از سببیہ کا فعل مذکور کی  
 علت مؤثرہ فاعلی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل پر مقدم ہے جیسے اشلہ سے ظاہر ہو واللہ تعالیٰ  
 اعلمہ بالصواب و سواں از محملہ اصناف۔ راے محملہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا ہے  
 اور رمضان کا مقدم مؤخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سبب طرح جائز ہے لیکن بہان اس  
 عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہو اگر قی ہے جیسے پاس از خدا و غم از سبب  
 و خدا از تقصیر فردوسیؒ شعر پاس از خداوند خورشید واد و کہ دیدم تر از زندہ و جایگاہ و

از تیغ ہوا در تر و زبان از سخن سخت بنیاد تر و اے از تیغ سخت  
 و تیز تر۔ واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب سآ تو ان استعانت کے لئے صائب کا شعر ہے شعر کی شویہ  
 غبار کلفت از دل عند لیبان را و در ان گلشن کہ از خون خود رخساری شویہ و اے بخون خود نظامیؒ  
 شعر مگر شاہ زان داد چو کان بن و کہ تاز کو شمش ملک بز خوشن و اے تابہ کو شمش۔ اس شعر میں معنی  
 استعانت کے جب ہی درست ہو گئے جب معنی مجبور کا چو کان کو بنا میں اور اگر شاہ کی جانب ضمیر  
 راجع ہو تو از انتراعیہ یا ابتدائیہ مجہاج کا لگا کر تقدیر اول یا جمع ہے کیا معنی کہ مبالغہ اس تقدیر پر  
 زیادہ ہو گا اس واسطے کہ ملک سے مراد مطلق ملک یعنی تمام جہاں تقدیر اول پر لے سکتے ہیں تقدیر  
 ثانی پر جب زونکی ضمیر مجبور شاہ یعنی دارا کی طرف راجع ہوئی مضاف الیہ ملک کا محذوف مانا جائیگا  
 مطلق چوڑا نہ جائیگا اے ملک شاہ ملک دارا پس ظاہر ہے کہ دارا کے پاس سے سوا اس کے  
 ملک کے تمام جہاں کہاں سے لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلمہ بالصواب۔ آٹھواں اجلیہ یعنی  
 یعنی برائے۔ اور سی شعر دیدہ فتح جاے سازی و انکور سی دشمنان لوارا و اے برائے کو  
 کردن دیدہ دشمنان کذا فی اللہ۔ تو ان سببیہ سعدیؒ شعر ہر آنکس کہ عیش نگویند پیش و  
 ہنردانداں جاہلی عیب خویش و ولہ آگینہ ہمہ جایابی ازان نے محل است و محل دشوار بدست آید  
 ازان است عزیز و ولہ اسیر بند شکم را دوشب نیک و خواب و شے زعدہ سنگی شے زول تنگی و اے  
 بسبب گرانی معدہ و بسبب تنگی دل۔ اجلیہ اور سببیہ میں فرق یہ ہے کہ مجبور از اجلیہ کا فعل مذکور  
 کے لئے علت غائی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل سے مؤخر ہے اور مدخل از سببیہ کا فعل مذکور کی  
 علت مؤثرہ فاعلی ہوتا ہے جبکہ وجود اس فعل پر مقدم ہے جیسے اشلہ سے ظاہر ہو واللہ تعالیٰ  
 اعلمہ بالصواب و سواں از محملہ اصناف۔ راے محملہ کی طرح یہ بھی مضاف الیہ پر لایا جاتا ہے  
 اور رمضان کا مقدم مؤخر بلا فاصل اور فصل کے ساتھ ہونا سبب طرح جائز ہے لیکن بہان اس  
 عمل تحلیل سے اکثر تخصیص مضاف الیہ کی مطمح نظر ہو اگر قی ہے جیسے پاس از خدا و غم از سبب  
 و خدا از تقصیر فردوسیؒ شعر پاس از خداوند خورشید واد و کہ دیدم تر از زندہ و جایگاہ و

اسے پاس خداوند سعدی در شعر تعلیم پارس را غم از آسیب دہر نیست و تا بر سرش بپوش تو اسے  
 سایہ خدا و اسے غم آسیب دہر و کہ بندہ ہمان بہ کہ رقصہ خویش و عذر بد گاہ خدا آورد و اسے  
 عذر رقصہ خویش۔ بیان اس تخیل سے سامع کو چو نکات نظر ہوتا ہے تادہ سامع اس فقید و قدید  
 پر تفصیلی اور واضح طور پر نظر ڈالے جو در صورت ترکیب اضافی اجالی نظر کو مقصی بھی کیا معنی کہ اضافت  
 میں فقید یعنی مضاف الیہ خارج ہو کر تا ہے اور فقید داخل تو شاید سامع اس فقید پر توجہ کرے اس  
 فقید کو واقعی سمجھے تو وہ بندہ اضافت یعنی فقید از کے ساتھ کھول دیتی ہے کہ چونکہ صحت اضافت  
 کے لیے مناسبات شئی ہیں (یعنی کوئی مناسبت ہو صحت اضافت کے لیے کافی ہے) کہیں یہ از  
 محلہ رائے مقصد کے معنی دیگا جس طرح عربی میں لام تخصیص جیسے پاس از خداوندین یعنی پاس جو  
 خاص خداوند عالم کے لیے ہے۔ اور کہیں سبب کے معنی دیگا جیسے غم از آسیب دہر میں یعنی غم جو سبب  
 آسیب دہر کے ہو اسی طرح اور مناسبات کو قیاس کر لین پس از مادی کو (جبکایان بھی ایک گمانہ لگتا)  
 اسی محلہ کی قسم میں داخل کر سکتے ہیں مگر اسوجہ سے کہ اضافت میں اضافت حقیقی اصل ہو اور نہ  
 حقیقی میں مقصود مضاف ہی ہو اگر تا ہے اور مادی میں مضاف کا مقصود ہونا ضروری نہیں  
 مادی کو قسم کا نہ بنا دیا واللہ تعالیٰ اعلم یا لکھوا۔ گیارہواں ازادوی وہ از ہے جو مادہ پر دخل  
 ہوتا ہے ملاحظہ ہو گا کہ جو اسم ماقبل از مذکور ہے مجرور از اس کا مادہ ہے خواہی یہ مادہ حقیقہ ہو یا  
 ادعاے محض امل جیسے اس شعر میں سعدی در شعر شمشیر نیک ز اہن بد چون کند کسے و ناکس  
 بہ تربیت نشود اسے حکیم کس و ثانی جیسے اس شعر میں نظامی در شعر ز لعل در زور گردن و گوش پر  
 لب از لعل کافی و دندان زور پر یعنی لب و دندان کا مادہ ادعاء بیان کیا جاتا ہے کہ لعل و دندان  
 اس زکوہم از آسیب و عذر از تفصیر کی طرح محلہ اضافت نہیں کہہ سکتے کسوا سطر کے محلہ مضاف الیہ  
 پر داخل ہوتا ہے اور مادی کا حال یہ ہے کہ اگر مجرور از مادہ حقیقہ ہے اور اس سے بعد حذف  
 حرف جر ترکیب اضافی بنائی جائے تو محلہ کی طرح مجرور از اپنے قبل کے اسم کا مضاف  
 الیہ ہوگا جیسے شمشیر از اہن انگشت از زر سے شمشیر اہن انگشت زر اور اگر مادہ ادعائی ہے مجرور از  
 اپنے ماقبل کے اسم کا مضاف ہوگا جیسے مثال مذکور میں لب از لعل و دندان از زر سے لعل لب  
 و دندان مرکب اضافی ہوگا غرض ما بالاتیناز مادی حقیقی اور ادعائی کا بھی وہی ہے کہ اصل

اس تخیل کو  
 سمجھنا ضروری ہے

صحت اضافت  
 کے لیے مناسبات  
 شئی ہیں

ازادوی

جو مادہ حقیقی  
 ہو یا ادعائی

مین مقصود اور محط نظر وہی اسم ہوگا جو ماقبل از کے مذکور ہو اگرچہ مرکب اضافی بنانے کے بعد مادی حقیقی مین مضاف مقصود ہو جاتا ہے جو قبل ترکیب اضافی ماقبل از کے تھا اور مادی و ادائی مین مضاف ایہ مقصود ہو کر تاسے جو قبل ترکیب اضافی یہ بھی ماقبل از کے مذکور ہوا ہے جیسے مثلہ سے ہو یا ہے اور اضافت ان ہر دو قسم مادی یعنی حقیقی و ادوائی کی اضافت بیانیہ کہلاتی ہے **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوْبِ** بارہواں از برلے قسمت و توزیع یہ وہ انسہ کہ جو مقسم علیہ پر لایا جاتا ہے میرے رضی کا شعر ہے شعر برادرانہ بیاضے کینم رقیب : جہان و ہرچہ در دست از تو یار از من : اے ہمہ جہان قسمت تو دیا ر قسمت من - خواجہ فضل الدین کاشی رباعی ابراز دہقان کہ نالہ میر ویدازو : دشت از بخون کہ لالہ میر ویدازو : طوبی و بہشت و سلسیل از زابہ : مادی کی کہ نالہ میر ویدازو : تیرہواں از جو بجائے رائے مفعولی کے مستعمل ہوتا ہے سعدی رح شعر شب سہوشان برده از دیدہ خواب : چو چرا باہل کنان از آفتاب : اے آفتاب بعض نخون مین بغیر زے کے نال کنان آفتاب ہے - مفید یعنی شعر چون گزم از آن شوخ ہوناک مفید : من کہ لکچون صدف ابلہ دندان دارم : اے لب آن شوخ را - لیکن یہ کہ یہاں از اذائدہ مفعول پر پر لایا گیا ہو - چودہواں از جو بجائے مستعمل ہوتا ہے نظامی رح شعر چہل روز خود را گرفت ز نام : کا دیم از چہل روزہ گرد تمام : پندرہواں از جو بجائے استعمال کیا گیا ہو نظامی شعر نشست از بارہ روزہ : برکست لشکر برسم بندہ : شعر فریب خوش از خضم ناخوش بہرست : برافشا ندل آب ز آتش بہرست : خسرو شعر اے پسر از ملک و جوانی منازہ : نازد و کن کہ شد او بے نیازہ واضح ہو کہ ہرچہ ناز کا صلہ واقع ہوتا ہے وہ دوشی پر آتا ہے ایک کو کوئی کمال یا محال وغیرہ جسکے سبب انسان قتلہ اوزار کرنا ہے جیسے شعر از بن دولت نال کن : انصاف صاحب میرزا بن : دوسرہ کہ اسکے ناز و خورگشت کرنا ہے جیسے مصرعہ از بن کن کہ خریدارست : دشت امل مین بر روی حقیقی یعنی استعمال کیا ہے یہاں کہ بے بیس جواز کہ منع اول مین مستعمل ہو اسکوئی برقرار دینا نہیں چاہیے بلکہ اس موقع مین اگر خود مستعمل ہو اسکو مین از کہنا مناسب ہوگا **وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْغُیُوْبِ** سو کہ ہواں از جو بے مرکبہ اتصالیہ کی جگہ مستعمل ہوتا ہے جمال الدین بلخان کا شعر ہے شعر جان زندگی از چشمہ پر نوش تو دارد : و لبسکی از منیل گلپوش تو دارد : اے و لبسکی یا منیل گلپوش تو لہ - سترہواں از جو صفت یعنی وہ حرف از کہ در اصل صلف صفت

از برلے قسمت

از بعضی مادی مفعول

از کہنے در

از لہ

سعدی رح

عالم ہوا

فرمانہ صلف

ناراضی و غیظ

من از خوش

لے خود

از منے یا تو

مرکبہ اتصالیہ

جو صفت

اور مرکب وصفی کے درمیان میں لایا جاتا ہے جیسے دست اذکار رفتہ آب از سرگزشتہ کی معنی کہ  
در اصل اور حقیقت کے اعتبار سے دست اور آب موصوف ہے اذکار رفتہ و از سرگزشتہ صلیہ موصول  
مخذوف کا۔ موصول صلہ کے ساتھ ملکر دست اور آب کی صفت ہوئی جسکی تقدیر دست کہ اذکار رفتہ  
است و آب کہ از سرگزشتہ است ہے اس صورت میں موصوف کسرۃ توصیف سے ملے نیاز ہو جاتا  
اور جب اس مجموعہ سے صیغہ صفت کا بنایا جاتا ہے کاف موصولہ اور است رابطہ اسنادی جو علامت  
جملہ ہے حذف کر دیا جاتا ہے تا یہ مرکب کلامی قوت میں مفرد کے ہو جائے اس واسطے کہ صیغہ  
صفت مشبہ کے نوع کلمہ سے بین آب و زعفران کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حروف و رابطہ مطلقا  
جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں کوئی خصوصیت حرف اذکی اس بارہ میں نصیح صلیح صاحب جوامع الحروف  
نے فرمائی ہے سمجھ میں نہیں آتی چنانچہ درو بر و بار موصودہ و بار مرکب برابر جزو صفت واقع ہیں  
جیسے پائے در ماندہ چشم در راہ گوش بر آواز سر بر زانو نہادہ۔ دل باہر ساختہ۔ دست بدل اسکا ذکر  
صفت مشبہ کے بیان میں گزر چکا واللہ تعالیٰ اعلم یا الصواب۔ کبھی یہ از جزو صفت بقرینہ مقام  
حذف بھی کیا جاتا ہے صائب کا شعر ہے شعر بر دست کار رفتہ نباشد گرفت و گیر چون بہکند  
در کمر لاریکنم اگر مجھ سے پوچھیے اس اذکو جزو صفت قرار دینا ایک اصطلاح جدید بحث کلفت ہے اور  
وحقیقت انترجمہ انفعالیہ از ہے جو صلہ گردش متن و رفتن کا واقع ہوا ہے۔ اٹھارہواں از جو صلہ  
بعض افعال کا واقع ہوتا ہے جیسے پرسیدن فراموش کردن یا آمدن یا و کردن یا دو یا نیدن وغیرہ  
اگر یہ فعل لازم ہے مجرور از فاعل ہوگا جیسے جامی شعر جواہر ایش دادیوسف کاے پر ز ادب نیاید  
باتوس را از پری یاد اے در مقابل تو کے را پری یاد نمی آید۔ اگر متعدی ہے مجرور از مفعول  
ہوگا سعدی شعر کیے پرسید زان گم کردہ فرزند کہ اے روشن گہر پر خرمندہ بہ بہانہ اپنے پرسیدن  
کے مفعول اول پر واقع ہوا ہے ورنہ اکثر مفعول ثانی پر لایا جاتا ہے سعدی شعر حکیمے را پرسیدن  
از سخاوت و شجاعت کہ کدام بہتر است۔ حافظ شعر کلک شکن تور و زیکہ زایا دکنندہ بہرہ و جود و صد  
بندہ کہ آنا دکنندہ باقر کا شای شعر تو خود کے می کنی از من فراموش کہ کجا جان سے کند اتر فراموش  
اس حرف صلہ کو نہ بمعنی راے مفعولی سمجھنا چاہیے نہ زائد محض اگر بمعنی مفعولی ہوتا فعل لازم پر بمعنی  
فاعل کے نہ دیتا بلکہ یہ از خصوصیات محاورہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اُنیسواں از زندہ اور یہ وہ حرف ہے

جو حذف و رابطہ مطلقا  
جزو صفت واقع ہو سکتے ہیں  
اس باب میں

از جزو صفت  
کا حذف

از صمد

جو صمد پر بیان  
و قیاس کا فاعل  
اور مفعول اول اور  
ثانی پر لایا گیا ہے

کہ اگر وہ کلام سے حذف کر دیا جائے معنی میں کوئی خرابی نہ آئے۔ لیکن اس کا اٹانا فائدہ ہو خالی  
 بھی نہیں کچھ نہیں تو اپنی جنس کی تاکید ہی اس سے حاصل ہوتی ہے چنانچہ جمال بن لہیر نے شرح  
 حسامی کے من زائدہ کے حاشیہ میں فرمایا ہے وہی ما لوا سقط استقام المعنی وفائدہ  
 التأكيد غالباً لکھا ہوا نشان الحروف الزائدة جیسے ازہر ازہر سے ازہر بلکہ اس کے ساتھ  
 جو معنی برائے کے ہو زائد لایا کرتے ہیں چونکہ ان کو اپنے مجرور سے مقدم اور کو مؤخر ہونا ضروری ہو  
 ازہر سے کی طرح از اور متصل نہونگے اپنے مجرور کے آگے اور پیچھے رہیں گے جیسے مولوی معنوی  
 کا شعر ہے شعر سحران باموسی از استیزہ راہ برگرفتہ چون عصلے او عصا نہ اسے برائے استیزہ۔  
 ازیر اور اس کے مخفف زیر امین بھی از اور اسی قسم کے ہیں اس واسطے کہ اصل اسکی ازین راوین راہ  
 جسکو بعد حذف نون ازیر زیر کہا کرتے ہیں مولوی معنوی یہ شعر گیدول را کہ رگدغیم نگردد ازیر  
 غم ز خوردن کم نگردد یہ حسن اشرفی شعر از عیب بہرین زمانہ بخود آسائے پڑا کہ خردمند نیا سود  
 زا غم را اور یہی مخفف زیادہ مستعمل ہے۔ بلکہ یہ تینوں حرف ایک مجرور پر داخل ہو جاتے ہیں جیسے  
 میر معزی کے اس شعر میں شعر ازہر ترا تو بہ دو گوشت سکسم بہرکت قرح بادہ نہادیم در گریج اے بہر تو  
 انور می شعر فاتحہ دغش از زمانہ ہی خواست و شیر سپہ ازہر لوج سزین را اے برائے لاج سزین  
 مولوی معنوی شعر نامہ خواند از پے تعلیم راہ حرف گوید از پے تفہیم راہ اور اسی قبیل سے ہیں  
 از اول از نخست از آغاز از پیش از پس از عقب از کجا از ناگاہ مولوی جامی کا شعر ہے شعر ہماں  
 صورت کہ اول ز در و راہ و در آمد بارخے روشن تر از ناہ و اے اول بار۔ نظامی یہ شعر طراز سمرنامہ بود  
 از نخست و بنا سے کز و نامہا شد درست و فروسی یہ شعر از آغاز نبشت نام خدا ہے کہ بودست ہواہ  
 باشد بجائے و حافظ یہ شعر ہر خلاص کجا باشد آن غلبے را کہ سل محنت عشق ز پیش و پس باشد  
 سعدی یہ شعر برگ عیش گبور خورش فرست و کس نیار و پس تو پیش فرست و حافظ یہ شعر گرم  
 نہ پیرمغان در بر سے بکشاید کہ دام رہ بزم چارہ از کجا جویم اے کہ دام جا جویم یعنی در کہ دام جا جویم  
 کمال سحیل شعر چہ لطف بود کہ تشریف دادی از ناگاہ و کدیادت ایں رنج زونا تو ان آورد کہ کہ کتاب  
 شریعت بطلع مسعود و باوج ہج سعادت ز ناگہاں آمد کہ کیا معنی کہ اول و نخست و پیش و پس وغیرہ  
 ظرف کے صفین ہیں بلا واسطہ حرف جرم فعل فیہ واقع ہو جاتے ہیں اب اگر یہ از عبارت سے

کلام میں تو یہ لفظ  
 فائدہ دے گا  
 خالی نہیں رہتا

ازیر اور زیر کی  
 تفریق

از اور را اور را  
 یا بہر وغیرہ ایک  
 جگہ جمع ہو جاتے  
 ہیں

از اول اور از  
 پیش و عقب  
 و از کجا

حذف بھی کر دیا جائے معنی نہیں طرح بنے رہیں گے استقامت معنی میں ذرا فرق نہ آئیگا جیسے اسٹلہ سے  
 ہویدا ہے اور یہ از انشی معقول فیہ دانے معنی طرفی کی تاکید بھی کر دیتا ہے جو ان ظروف سے ضما منہم  
 بن پس اس صورت میں یہ از بمعنی ہوگا چنانچہ خود لفظ اور اس موقع میں متصل ہے حضرت امیر خسرو  
 فرماتے ہیں شعر بود در اول کس ازو پیش نہ ماند و آخر کس ازو پیش نہ حافظہ شعر ہر کس پیش تان  
 از سر جان می سوزد و نہ سے تکلف تن اولائی قربان نشود و لہٰذا پس آئید طوطی صفتم آشتہ اندہ انچہ است اول  
 محفت ہمان می گویم مگر فرق ان دونوں از نا نہ میں یہ ہے کہ جواز کہ بر اسے وہبر ورا کے ساتھ  
 آتا ہے اُس برے وہبر ورا کے معنون میں ہوتا ہے جو اسکے متصل صریح مذکور ہیں اور جواز کہ ان ظروف  
 کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے وہ در (یعنی فی) کے معنون میں ہوتا ہے جو کہ ان ظروف سے ضما نیچے  
 جاتے ہیں اور یہ بھی سن رکھیے کہ لفظ گاہ میں گاہ بمعنی وقت ہے جیسے محرک گاہ میں اور نافی کے  
 لیے تو نا گاہ ملے وقت کے معنون میں ہوا اور جو فعل اچانک بفتہ ہوتا ہے وہ بھی وقت ہی ہوتا ہے  
 امیو جہ سے اس لفظ کو مفاجات میں استعمال کرتے ہیں اور مفاجات بھی بمعنی محبت ہے چنانچہ مصباح  
 میں ہے فاجاہ مفاجاۃ ای عاجلہ اور اس قسم کی ترکیبیں عربی میں بھی مستعمل ہیں جیسے کہتے  
 ہیں جاء فلان فی حاجتہ ثم رجع من غورہ کما فی المصباح اسے رجع فی ساعۃ الی وصل فیہا  
 چنانچہ بخاورہ اردو میں نے الفور کہا جاتا ہے غرض از نا گاہ اور از نخست از آغاز میں ایک ہی طرح کی  
 زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالحق واپ اور یہ از وجب اپنے ماقبل کے کسی کلمہ کے ساتھ اتصال  
 پاتا ہے فتح حمزہ نقل کے ماقبل کو دیا جاتا ہے جیسے کو دوزن نظامی شعر ہر آن فتح کا قبائلش آورد  
 پیش و فضل خدا وید ز جہد خویش امیر خسرو شعر منکہ سپاہو غاراندہ ام و نرسر بازی ووغا  
 راندہ ام چنانچہ ضمائر متصلہ کے بیان میں بطور نظیر کے اسکا بھی کچھ بیان کیا ہے ۔

الثانی ہمارے مرکب یہ کئی معنون میں مستعمل ہے ایک تو انتہائی سادہ بلانضین معنی موصول شرطی اور  
 یہ از ابتدائیہ کے مقابلہ میں آتا ہے تو یہ بھی ایک امر متبدالذات یا بالعرض کے لیے موضوع ہوگا  
 امی طرح اسکے استعمال کو مکان اور زمان جیسے ازو ملی ناگرہ و از صبح تا شام اور غیر مکان و زمان  
 میں از ابتدائیہ پر قیاس کر لینا چاہیے جملات اور جدا شناس تا انتہائیہ کا یہ ہے کہ اسکے مقابل  
 میں از ابتدائیہ کا لانا درست ہو نعمت خان عالی کا شعر ہے شعر کے بشر کہ فردا است کوچ تا دہلی و

از سر جان می سوزد  
 اول کس ازو پیش  
 نہ ماند و آخر کس

چو گاہ اچانک  
 معنی کس ازو پیش

آزاد گاہ کے ساتھ  
 موصول ہوا ہے انتہائیہ کی حالت  
 سے کراہت کو راہ ہے بن

تا انتہائیہ سادہ

علامت تا انتہائیہ



توان بجز حدیث چل روز یا دو ماہ رسیدہ اسے از بخا تا دلی صاحب شعر جاتے میر وی کر دل بد گمان  
 من پتا باگشتن تو بصد جان نمی رود پ اسے تا زمان مر جیت تو غیر مکان دران جیسے مولوی معنوی  
 شعر پس سلیمان از دلش آگاہ شد کہ کر دل او تامل اورا شدہ حافظ شاعر شعر فرق ست آب خضر  
 کہ کلمات جاتے است پتا آب آکہ معش اللہ کہہ ست پ اور بوقت قیام قرینہ اسکا حذف کر دینا بھی  
 جائز ہے عثمان خان بخاری کا شعر ہے شعر ملکش ز جهان چندان کہ مہند بہ قیطنین پ اسکا بہ قیطنین  
 یہاں بار موجد یعنی تانہین ہے بلکہ وہ یاے موجد ہے جو تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا  
 شعر ہے منزل آمد زن تا توبہ ل شاید ترا یافت الا توبہ دوسرا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا تانہا  
 اس کے مقابل تانہا  
 نائب مناب کہ کا بخاتا ہے تو لفظ کہ کی طرح اپنی ابتدا اور انتہا سے زمانی کے ساتھ معنی ہو سکتا  
 کو بھی تضمن ہو جاتا ہے اور یہ دونوں تانہا  
 ساتھ شخص بین غیر زمان بین خواہ مکان ہو یا غیر مکان اسکا استعمال سموع نہیں ابتدا تانہا  
 شعر تاعشق تو در سینہ مکان کہ در اجاہ کس دید در آفاق یک شہر دور اجاہ اسے از زمانیکہ عشق  
 تو در سینہ من النعم چونکہ یہ موصول معنی شرط کو تضمن کر تو جملہ تاعشق تو در سینہ مکان کہ در شرط ہوگا  
 اور کہ اجاہ استفہام انکاری یعنی دیگر کس را دران سینہ جاتے نماذ اسکی جزا اور جب کہ یہ تانہا  
 معنوں کو شامل ہے فقط حرف از اسکی جگہ نیابت کے لیے کافی ہو نہیں سکتا یعنی تاعشق تو در سینہ  
 کی جگہ صرف تاعشق تو در سینہ کہنا درست نہ ہوگا تانہا  
 نظامی کہ کا شعر ہے شعر چراغے کہ تا او نیف وخت نور پ چشم جہاں روشنی بود دورہ شعر تانہا  
 در جہاں بود ممکن ذات پاکت ہمیشہ باقی باوہ اسے تا زمانیکہ جہاں با بقاست اور یہ جملہ شرط پر  
 ذات پاکت باقی باوہ اور لفظ ہمیشہ کا تاکید معنی شرط کے لیے لایا گیا دو اہمیت معنی شرطی  
 سے اشارہ مفہوم بین نہ مفہوم تا واللہ تعالیٰ اعلمہ چوتھا ان معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جہاں  
 عربی میں حتیٰ مستعمل ہوتا ہے جیسے عربی شیرازی کے اس شعر میں شعر منم آن قطرہ کہ صدینہ  
 دل کہ دم داغ پتا ز لوک مشرہ غلطیہ بد امان رقم پتا پانچراں تا علت و سبب کے لیے یعنی دخول  
 اس کا علت غائی اور سبب فعل ہو کر تا ہے عربی شعر تانہا

حدیث تانہا تانہا

نائبہ تانہا تانہا

تانیہ تانہا تانہا

تانیہ تانہا تانہا

تانیہ تانہا تانہا

تازو سب

دینہ بر پیش زدن کی غرض کہو علت غائی کہو حکمگان معشوق کے ساتھ جو کر کرنا ہے چچھا تازو میرہ  
 جو کہ دوام دل میں شدت التزام پیدا کرنے کے لیے لایا جاتا ہے جس سے معلوم ہو جا کہ درصورت  
 وجود اول ترتیب امر ثانی میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی جیسے گلستان میں ہے نشر  
 فراش باد صبا را گفت تا فرش زمر دین بگستر دو دایہ ابر بہاری را فرمود تا نباتات را در ہندوژن  
 سپرد و لیکن گستر دو پروردگار کو بسکون راضی نہ ماضی پڑھنا چاہیے نظامی رح شعر لفرمود تا کوس ربون  
 زوند ہر سر ہمدہ بر پشت پروین زوند ہر کیا معنی کہ گفت و فرمود کا مفعول یعنی مامور بہ ہنوز مذکور ہوا  
 تھا کہ ترتیب امر ثانی کا ہو گیا جس سے معلوم ہو جا کہ منہ سے بات پوری نکلنے نہیں پائی کہ  
 تعمیل اسکی ہوجاتی ہے اسی قبیل سے ہے تا اس شعر میں نظامی رح شعر نشد بتے تا پیر خورش  
 نزو بر سرے تا نیند خورش یعنی دشمن پر جانے نہیں پاتا کہ جگہ اس سے خالی کر دیتا ہے یا اس  
 تن کو جان سے خالی کر دیتا ہے اور کسی سر پر مارنے نہیں پاتا کہ اس سر کو گردا دیتا ہے غرض حمل تا  
 اور اس کے ماقبل میں ملازمہ ہونا چاہیے اگر وہ ادعائی ہی کیوں نہ ہو ادبیہ تازو میرہ تا بیانیہ کی طرح  
 کاف کے ساتھ بھی متعل ہے نظامی شعر دروئی رفت چون تند باد کہ تا چشم بر ہم نہ ہر نہا  
 مختل ہے کہ مصرعہ ثانی روئی کی صفت ہو اور کاف صلیہ یا صفت کا ہو جو جگہ کہ تاویل مفرور نے  
 کے لیے لایا جاتا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ سا توان بیانیہ جو کہ کاف بیانیہ کے قائم مقام  
 ہوجاتا ہے جس طرح کاف تا کی جگہ استعمال پاتا ہے نظام دست غیب کا شعر ہے شعر شب  
 بیا و او چہ چند در محفل زوم ہر سینہ کندم القدر تا ناخن بر دل زوم ہر اسی القدر کہ ناخن بر دل زوم  
 لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر مقام مقام استغراب و تردد و انتظار نہیں ہے تو کاف اصل اور تا اسکا  
 نائب سمجھا جا یگا جیسے نظام دست غیب کے شعر سے واضح ہے اور اگر مقام استغراب و انتظار کا ہو  
 تو اسکا عکس یعنی اصل اور کاف اسکا قائم مقام سمجھا جا یگا جیسے بہ بنیم کہ چہ معاملہ پیش آید نظامی  
 شعر دیران مگر تا برز سپید قلم چون تراشد از شک بید ہر ادبہ اور کاف ہر دو ایک محل میں  
 جمع ہوجاتے ہیں اس وقت کوئی کبیکا نائب ہوگا وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ نظامی رح شعر  
 بہ بنیم کہ تا کار جہان و دین آشکارا چہ دارد نہاں شعر جہد ناما کہ بجای سے سی و در و کبش تا  
 بہ دو اسے سی و اول میں کاف مقدم ہے ثانی میں موخر۔ آٹھواں تازو میرہ اپنے متعلق کے

تایا سب

تازو میرہ تا کبیکہ

مضمون جملہ کی تاکید کرتا ہے سعدیؒ شعر نصاب غرض تا سخن نشنوی، اگر کار بندی بپشان  
شوی، اور تا زہنہا یہ اکثر شفی پر داخل ہوتا ہے اور کبھی مثبت پر بھی آجاتا ہے سعدیؒ شعر بران  
باش تاہر چہ نیت کنی، و نظر و صلاح رعیت کنی، چنانچہ خود لفظ زہنہا را و ہر گز جل ہتہ پر داخل ہوتے  
ہیں سعدیؒ شعر غم زہر دستان بخور زہنہا، بہترس از زہر دتی روزگار، صاحب شعر در ملک خویش  
رخنہ فلکن عقل نیست، و زہنہا بہتہ دار زبان سوال را، نظامیؒ شعر گراڑے شدم ہرگز آلودہ کام  
حلال خدا بر نظامی حرام، محفل ہے کتاہر چہ نیت کنی مین تا بران کا بیان ہو۔ لہذا تا اسی جگہ کا جو طرف  
اور سوے کیا جاتا ہے حضرت امیر خسروؒ معراج مین فرماتے ہیں شعر باز کشادست در آسمان، پایہ رون  
نزمین تا زبان، اے بسوے زبان بطرف زبان یہاں زبان سے تسمیۃ الشئ باسم کلامہ آسمان  
مرا ہے کیا معنی کہ مقدار گردش آسمان کا زمانہ نام ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تاکیدی ہوتی ہے

الثالث۔ لفظ در استعمال اسکا ظرفیت کے لیے یعنی مجرور اس در کا ظرف مکان یا زمان ہو استعمال  
حقیقی ہے جیسے آب در کوزہ خواب و شب اور استعمال غیر ظرف مین مجاز ہو گا جیسے نجات و صدق  
ست اور کبھی براہ الی اور لامفعولی وغیرہ کے معنوں مین مجازاً استعارہ کر لیا جاتا ہے اور اس اختیار  
مجاز یعنی غیر معنی حقیقی کے لیے استعارہ کرنے مین مقصود مکالم کوئی نہ کوئی نکتہ ہوتا ہے جیسے اس کے  
ظاہر ہے۔ اول یعنی براہ خسروؒ شعر عمر باد بعیش اندیش، و این غزل اندر لب خیاگرش، اے  
بر لب خیاگر نظامیؒ شعر بغوغاے لشکر درآمد شکیب، کہ دست از عکافت و پا از کب، اے بسبب غوغا  
لشکر صبر و شکیب بیرون رفتہ خصوصاً جب اس کے دخول کے صلہ مین از واقع ہو نظامیؒ شعر طلب  
چین درآمد زوشینہ خواب، و دماغ پر آتش دہانے پر کب، و لم درآمدن نالہ ناگی، گرا اندیش پر گشتم  
از خود تہی، و لہ غمہ تن مردم از رخ تاب، نظر بر زانے درآمد خواب، و شغالی شعر زہر کو دکان  
غمہ غار شغالی، و کو حوصلہ کعبہ این ناز در آید، اے بآید۔ مدار قافیہ ناز و راز پر ہے دوسرے یعنی الی  
سعدیؒ شعر غم از تو ملاؤ و لمہا ہم نیست، ہم در تو گریم اگر گریم، اے سوے تو گریم۔ نظامیؒ  
شعر چنان دید و رقا صد راہ رخ، کہ از جوش دل مقرر آید بر رخ، اے جانب قاصد۔ تیسرا یعنی  
قرب (جسکو اردو مین پاس کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں) آتا ہے۔ امیر خسروؒ شعر دل تہو دادست  
نشانی مرا، و در تو رسم گر بربانی مرا، تیرے پاس پہونچ جاؤں، چہ تھا یعنی پیش نظامیؒ شعر

بیان لفظ در  
ظرف مکان یا زمان  
استعمال یعنی مجاز  
میں در کا  
بار

دوسرے

تیسرے

دریغی از مفعول  
دریغی از مفعول

در اتصال

در ضمیمہ

در تائید تاکید

مشوعاصی اندر خداوند خویش و خداوند مکمل بیوند خویش و ولہ زلس زنجی کشتہ بر خاک راہ و زمین  
گشتہ در آسمان و سیاه و آنے پیش آسمان و پانچوان جو بجایے راے علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے  
نظامی و شعر ز تو آیتے درن آموختن و درن دیو را دیدہ بردوختن و اسے از تو آیتے مرا آموختن۔ چھٹا  
تیمیزیہ جو معنی تمیز کے دیتا ہے سعدی شاعر بنی آدم اعضاے یکدیگر اندہ کہ در آفرینش زیب جسم اندہ  
اسے ازوے آفرینش۔ ساتواں در اتصال جو بجایے باے اتصال مستعمل ہوتا ہے مولوی معنوی شاعر  
خیمہ درخیمہ طناب اند طناب و شک آنکہ کہ در بیدارم خواب و نظامی و شعر سنان در سنان رستہ چون کو  
خار و سپر بر سپر بستہ چون لالہ زار و لیکن آئین نسبت باے الصاق کے زیادہ مبالغہ ہو کیا یعنی کہ  
خیمہ و طناب اس کثرت سے جمع ہو گئے تھے کہ الصاق و اتصال باہمی تو کیا ہے ایک دوسرے میں  
بوجہ تنگی مکان گھس گئے تھے مختل ہے کہ یہ در ضربی ہو مگر مصرعہ ثانیہ کے مقابل کی وجہ اتصال کی  
مؤید ہے۔ آٹھواں ضربی جو دو مقداروں کے بیچ میں ضرب کے لیے لایا جاتا ہے وہ مقداریں  
خواہی کم منفصل ہوں خواہی متصل گر یہ دونوں مقداریں یعنی مضروب و مضروب فیہ ایک نوع کے  
ہونی شرط ہے جیسے وہ در وہ گرد گرد کم منفصل جیسے فردوسی کا شعر ہے شعر نہ اندر نہ کہید اندر چہاں  
و کم متصل جیسے نظامی کا شعر برا قاف کشور کشائی کنی و جہاں و جہاں بادشاہی کنی و کوسا  
کہ بیان وسعت ملک و ممالک زیر فرمان کا بیان کرنا منظور ہے اسی قبیل سے ہرچون و چہاں  
صحرا و صحرا اور یہ کثرت و انوہ سے کتا یہ ہوتا ہے اسکو اتصال نہیں کہہ سکتے چونکہ اتصال  
پر دلالت کرتا ہے اور در ضرب پر اور جمع اور ضرب میں جو فرق ہے ظاہر ہے مثلاً صد کو صد کے  
ساتھ جمع کریں دو صد حاصل ہوئے اور اگر صد کو صد کے ساتھ ضرب دیں دس ہزار حاصل ہوئے  
تو ان در زادہ تاکید یہ جو بعد اسم مجرور بہ بایا در کے آتا ہے اور اسے بایا در کے معنوں کی تاکید  
کرتا ہے۔ اول جیسے بدریاد اس شعر میں شعر بدریاد و رنافع بشارت و در خواہی سلامت  
بر کنار است و دوسرا جیسے مولوی معنوی و شعر در شود چون ماہی اندر آب در و انہیں میں شود  
زیر و زیر و بلکہ کبھی تاکید پر تاکید بڑا دی جاتی ہے ولہ صدر ہزاران طفل می کشت از برون و سو  
اند صدر خانہ در ورون و اور کبھی اہل حرف کو حذف کر کے اسی تاکید کو باقی رکھتے ہیں جیسے  
مولوی معنوی کا شعر ہے الت زرگر بدست کشش گر و ہجودانہ کشت کردہ یک در لے و دیگر

وزیر اعلیٰ سندھ

وسان زائد جو نیت کلام کے لئے اکثر مصداق در آن کے مشقات پر زیادہ کیا جاتا ہے جیسے درختان و درواں و سحری و شعر گرد و بدیک و سلائے کریم و غزازیل گوید نصیب برم نظامی و شعر زمانہ سینین پیشہا بر دہد یکے درستانیکے در دہد کہ کبھی بقرینہ مقام حذف بھی کر دیتے ہیں نظامی و شعر زن آن بر کہ زیور بود پایے او پے لے درپایے او۔ اور یہ حذف اکثر اسما سے ظروف میں چونکہ وہ خود متضمن معنی در و بر ہو کر تے میں جاری ہے امیر خسرو و شعر نیم شب آن پیک آہی ز دور و آمد و آورد و براتی ز نور و اے در نیم شب نظامی و شعر نیم خلوت بدی کا فریش نہ بود نہ چون کر دہ شد بر تو ز محبت فرو دے اے در خلوت الخ مولوی مخدومی و شعر جان بابا چونکہ ساحر خواب شد کار او نے رونق و بے آب شد و اے در خواب شد۔

لفظ برکات  
مغلاں  
برسی یعنی فوق  
اس پر تسمیہ لگا کر  
برہ کہے ہیں  
یعنی از دل  
برسی و حریفی  
میں ماہر الاتیاء

السرابع لفظ پر ایک تو اس لفظ کا استعمال استعلا کے لئے حقیقت ہے جیسے بادشاہ بر تخت نشست۔ ہت اسکا مزید علیہ ارجحی آیا ہے فردوسیؒ شعر ابرارہ جنگوئے سوارہ بدون رفت از قلعه دیوسارہ دوسرا یہ برہی بھی ہو اگر تا ہے بمعنی فوق جبہ اودات تفضیل لنگار کہ برتر کہتے ہیں اور تارے نسبت و تسمیہ کے الحاق سے برہ وابرہ واکبرہ بمعنی رومی جامہ مقابل آستر کہا کرتے ہیں عسری کا شعر ہے شعر عارضش را جام پوشیدت نیکوئی و فرہ جامہ کا زابرہ مشک است و آتش آستر پتیسر ابرہ اسی بمعنی نزدیک بھی آیا ہے۔ نظامیؒ مصرعہ کہ بسیار ناید براند کہ اور ما بہ الفرق حریفی و اسی میں یہ ہے کہ معنی اسی میں خواص اسم کے عروض کا وہ تحمل ہوتا ہے جیسے اواد تفضیل و ما تسمیہ و نسبت کا الحاق جس طرح اوپر گزرا اور اسکا مضاف واقع ہونا اور علامت اضافت کا قبول کرنا فردوسیؒ شعر فرمان بزدان میان را بہ بست و نشست از بر خش چون پیل مست و اے فوق پشت رخس - نظامیؒ شعر نشست از بر بارہ رہ نورد و بر آہست لشکر برسم نہرو پ چو تھجا استعلا مجازی یعنی بمعنی ذمہ و لزوم بھی مستقل ہو جیسے سعدیؒ شعر برتست پاس خاطر پیا کارگان و شکرہ بر باد و برضا سے جہاں آفرین جزا کہ کیا معنی کہ استعلا سے حقیقی یہاں خصوصاً بر خدائی میں محال ہو پانچواں برسبب جو سبب پر داخل ہوتا ہے یعنی مجبور برائے متعلق کے لئے سبب واقع ہو مثلاً کسی نے اپنے نوکر کو گالی دی اُسپر نوکر نے نوکری چھو دی تو کہہ سکتے ہیں کہ فلان برو شتم ترک ملازمت کرتا نظامیؒ شعر معنی و گربارہ ہوا ز رود و بیاد آرزان خضکان در سرود پ ہمیں سوزن نمازہ کن ساز نواد

بر لڑو میسر  
بر سیم

مگر خوش تجسیم برآواز نو؟ اسے آواز بوسبب خوش خفتن شود و کہے ناب می خورد بر بانگ رود؟  
 فلک ہر زمان می رساندش درود؟ و کہ نہ پیچیدان پس سر ازاداد؟ ہمہ سال سے خورد بر یاداد؟  
 یعنی حرفان گذشتہ کی یاد اور راگ و رنگ کا سامان طبیعت کو مے خوری پر اچھا رہا ہے اور بزم کو  
 پرستی کا سبب بنجا تا ہے چھٹا برا جلیہ جو یعنی برائے کے آتا ہے نظامی شعر فرستاد نرلی منراواراؤ؟  
 کہ بہت بر خدمت کا راو؟ اسے برائے خدمت کا راو۔ ماہ الہامیاز سبب اور اعلیہ بیان زمین مذکور ہو چکا  
 ہے۔ ساتواں بر اتصالیہ جو یعنی باے اتصال کے مستعمل ہوتا ہے نظامی شعر زبں موی؟  
 کہ آن زن نمود؟ زبان کبرکش سے ستود؟ ملک را بدیدار آن دنواز؟ زمان ہر زمان بیشتر  
 نیاز؟ آٹھواں جو یعنی مقابل و پیش و نزو کے آتا ہے نظامی شعر بجائے میاؤ کہ جنم زجا؟  
 نذر و پریش بر پیل پاس؟ اسے مقابل پیل ثبات ندارد و کہ بزاری نمود از پے زخرو؟ بنالید  
 برمد و گوہر فروش؟ اسے پیش مرد و کہ بفرمان شہ کرد روسی شتاب؟ رسانید مدہ را بران آفتاب؟  
 اسے نزد آن آفتاب و کہ یکے بر صد آید نہ صد بر یکے؟ اسے یک نزد صد آید نہ صد نزدیک خلیل  
 کہ یہ براسی ہو بیان فک کسر و اضافت کے ساتھ مستعمل ہوا ہو۔ نوان بر یعنی الی حافظہ شعر  
 مژد سیاحت ارگرد بر خون ما اشارت؟ ز فریب او میندیش غلطی کن بکارا؟ جدال سعدی شعر  
 حور بہشتی رلود و لیگا کرد؟ کے التفات کند بر بتان لیلی؟ اور اسی معنی میں ہے۔ برین منگر بر کم  
 خویش نگہ؟ نظامی شعر سندر بتار یکی آرد شتاب؟ رہ روشنی خضر یاد برآب؟۔ دسواں بروج  
 بمعنی در ظرفیہ متعل ہوتا ہے علی خزین شعر ساقی تنگدل مرا چند بہانہ میدہی؟ بادہ ناب کفیت  
 شور شراب بر سرم؟ اسے در سرم دار قافیہ شراب و کباب وغیرہ پر ہے۔ نظامی شعر جناح  
 از ہوا بر زمین بروہ پنج؟ پس آہنگ شہ در زمین چار پنج؟ اسے در زمین پنج بروہ۔ گیارہواں  
 بر مفعولی جو بجائے را علامت مفعول کے مستعمل ہوتا ہے۔ صائب شعر ہر جرم من بخش کہ آرد  
 شفیع؟ اشک ندامت و عرفی افعال را؟ اسے جرم مرا بخش الم بار ہواں بر یعنی با وجود نظامی  
 شعر بران فعلی اسکندر فلیقوس؟ نکرد التفاتے بچندین عروس؟ اسے با وجود مردی و مذکر کی  
 تیز ہواں بر نازندہ تاکید یہ چوبعد آم مجور رہا با مجور رہے کے آتا ہے اس سے محض تاکید معنی پایا  
 جار سابق مقصود ہوتی ہے اول جیسے بد پسر براس مصرعہ میں چون تاختر رستم مکرزی بد پسر

بر جلیہ

بر اتصالیہ

بر جلیہ مقابل  
و پیش و نزو

بر جلیہ الی

بر جلیہ

بر مفعولی

بر جلیہ

بر تاکید

دوسرا بر لب بر روی کے اس شعر میں شعر و امش دو بوسہ بر کجا بر لب بر لب بد نہ چہ عشق  
چون بد چو شکر کہ فدوی شعر ہر دے آہن گرفتہ بزرگ درفش سیہ بستہ بر خود بر کبھی اٹکدیری  
بر کو باقی رکھ کر اہل ہر کو کہ حذف کر دیتے ہیں مولوی معنویؒ شعر چون نویسی کا غذا سپید بر آن  
نوشہ خواندہ آید در نظر ہاے بر کاغذ سپید مولوی معنویؒ شعر اسی بلال خوش نوا سی خوش صہیلؒ  
بہ زندہ بر روی بلبل حیل ہاے بر زندہ چو دیوان بر زائدہ تزیینہ جو زینت کلام کے لیے خیال  
پر لایا جاتا ہے فدوی شعر سزا گیر ی سرش در کنار زانی بر آسانی از کارزار و ولہ کہ بر گوی  
ہاں کہ آن شیر مرد چگونہ خراہد پشت نہروہ اور بوقت قیام قرینہ یہ لفظ بر حذف بھی کر دیا جاتا ہے  
مولوی معنویؒ شعر عار و توباد و ادوی در جہان ہاے او فگندی در عذاب و اندان ہاے اسی بر باد و ادویؒ  
فدویؒ قتل کاموں کے داستان میں لکھتے ہیں شعر غنائ را پیچید و اور از زین ہاے نگون اندر  
افگندہ روے زمین ہاے بر روی زمین یعنی بر سطح زمین واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

بر زائدہ تزیینہ

الخامس۔ رامکب۔ یہ کنی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو بمعنی براے تخصیص یعنی مفید معنی  
تخصیص سعدیؒ شعر ہر چہ درویشان راست وقف محتاجان ست اسے ہر چیز مخصوص بدیشان  
است الخ اور جیسے منت مرزا نے راجع و جل ترکیب اسکی بعینہ الحمد للہ کی سی ہے یعنی منت مبتدا  
خداے راجع و متعلق فعل یا شبہ فعل کے ہو کر خبر چونکہ یہاں تخصیص اسے حاصل ہے لفظ مرکب  
بعضوں نے زائد محض جانا اور کسی نے کاتب کی غلط نویسی پر عمل کیا مگر میرے نزدیک نہ وہ زائد  
محض ہے نہ زائد قلم کاتب بلکہ اسی لاکے اختصاصیت کی بیان اور تاکید ہے کیا معنی کہ اختصاص  
کلی مشکک ہے کمی و زیادتی یعنی شدت و ضعف کی اس میں گنجائش ہے تو یہ مرہی مزید اختصاص کا افادہ  
کر چکا چنانچہ صاحب مہربت غلطی نے اس کی تصریح کی ہے یعنی در باب تقدیم مفعول و زیادتی مر  
(کہ ہر دو امر مفید حصہ ہیں) فرماتے ہیں گو یہ تخصیص امریت کہ قبول شدت و ضعف و اور پس نصرت  
کہ از تقدیم ہم افادہ حصہ ہو انتہی پس بیان بھی قبل از الصاق مخصیص ضعیف تھی بعد اسکے قوی  
ہو گئی خصوصاً گلستان میں غلطی کاتب کا احتمال ہو نہیں سکتا کیا معنی کہ لفظ گلستان میں اساتذہ  
سے مروی ہے جیسے شعر چو دید از دور آن گلگون قبارا گلستان گفت منت مرزا را اگرچہ یہاں گلستان  
سے کتب مخصوص مرو نہیں مگر تاہم ایک تلخ لطیف ہے مولوی معنویؒ شعر بلبلان را جامی میزین چن

بیان را

لاہنی باحو

خدا ہر چہ  
دراختیار  
کے  
تخصیص  
سے





ولہوئی شعر ختم کبرم نشان سینہ را بہ پشت در صحبت ویریزہ را بہ اسے در سینہ نظامی شعر کہ چن  
 صبح را شاہ چین بار وادہ عروس عدل در بیدار وادہ اسے در صبح۔ سلطان را یعنی از نظامی شعر کہ  
 ناکشا وہ لب آگیرہ کہ آید لب غنچہ را بوسے شیرہ اسے از لب غنچہ بوسے شیر آید ولہ لب غنچہ را کایش  
 بوسے شیرہ بکام گل سرخ در دم عبیرہ استہبا داس شعر ثانی سے ایک امر طیفن پر مبنی ہے یعنی  
 کما یزیش میں شین ضمیر متصل منصوب مفعول ہے اور باقی ضائرین بفعولیت پر علامت لفظ را ہے جو  
 یہاں بسبب تعذر کے لاحق نہیں ہوئی چنانچہ حالت انفصال میں اور اور کہتے ہیں پس کایش کی  
 تعبیر کا یہ لو را ہوگی جیسے در لہجہ آدم میں در لہجہ آدم کے ساتھ تعبیر کہ جاتی ہے اور یہاں اور امین را  
 اپنے معنی مفعولیت پر نہیں بلکہ از کے معنوں میں ہے یعنی لب غنچہ را کہ آید از بوسے شیر چنانچہ چنان  
 کن واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب آٹھواں را یعنی بابہ شعر کا شعی شعر ختم الرسل اگرچہ بخود وادت از کرم  
 آن نسبت کہ داشت مارون کلیم را اسے با کلیم۔ روان را محملہ اضافت وہ یہ ہے کہ اسکا مضاف الیہ  
 پر داخل کرنا ترکیب اضافی کو تحلیل کر دیتا ہے جس طرح عربی میں لام اختصاص مضاف الیہ پر داخل  
 ہوئی ہے جیسے غلام خرید سے غلام خرید اب یعنی بعد تحلیل مضاف کو مضاف الیہ سے  
 مقدم و موخر لفصل و بلا فصل سب طرح بلا کٹکٹہ لاسکتے ہیں تا تحلیل بخوبی متحقق ہو جائے سعدی  
 شعر شہزادہ تختان آرزو خواہند و مقبلان را زوال نعمت و جاہ اسے زوال نعمت و جاہ و مقبلان کہ  
 کسانرا نشہ ناوک اندر حیرہ کہ گفندی بدوزند سندان بہ تیرہ اسے ناوک کسان نظامی شعر کہ ارندہ  
 صرف گوہر فروش و سخن را بگوہر برآمد گوشت اسے گوشت سخن ولہ چہل روز خود را گرفت نامہ اسوز نام  
 خود۔ دشوان را نہ محض جو کسی معنی کا افادہ نہیں کرتا صرف برائے بیت آتا ہے خواجہ جمال الدین  
 سلمان کا شعر ہے شعر امید زندگانی را کہ داروہ تن رنجور من جان روان ست اس امید زندگانی  
 کہ داروہ اگر غور کیجئے تو اس قسم کی ترکیبوں میں چونکہ علامت مفعول کو ظاہر نہیں کرتے تو یہ را  
 را نہ قرار دیا گیا۔ و نہ در اصل داروہ فعل اس میں ضمیر متر جانب کہ راجع اسکا فاعل اور امید زندگانی  
 را مضاف مضاف الیہ ملکہ داروہ کا مفعول ہے اور را علامت مفعول کا مفعول پر لا نا را نہ نہیں کہلاتا  
 واللہ تعالیٰ اعلم سبط رح سید حسن اشرفی کے شعر میں شعر بدب بے ساز کہ آن سرور ان را بہ  
 آرد بر بخت علی الغم جہاں را اسے علی الغم جہاں یہاں محمل ہے کہ مجموعہ علی الغم کو ایک لفظ

را بنے از

را بنے با  
را محملہ مضاف

را نہ محض

دیکھ یعنی عکس کی ترکیب سے قطع نظر کہ کے را کو بمعنی برقرار دیا ہو اور سٹے کو جز و لفظ جامع ہر کلمہ قرار دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ لیکن کا و جو ہر کلمہ قرار دیا نہ عاطفہ چنانچہ اسکا بیان حروف مشبہ بافضل میں آویگا افتاد اللہ تعالیٰ غرض اہل فارس اپنے استعمالات میں عربی الفاظ میں تصرفات کو جائز رکھتے ہیں جیسے جو کو جو و جمع کا صیغہ ہے الف و نون لگا کر اپنے قاعدہ پر جمع کر لیتے ہیں مصرعہ جو راں بہشتی را و زخ بود اعراف و اور کبھی اس را اور اس کے مغل میں فصل بھی واقع ہوتا ہے سعدی شاعر و انکہ را با و شہر میندا و کہش از نخل خانہ نواز و اسے نزاکہ حافظہ شاعر محرم را نزل شید آخودہ کس نے بنم ز خاص و عام را اے کس را نے بنم صاحب قوانین و سنگیری وغیرہ نے قاعدہ فصل پر توجہ نہ کی را نہ محض کہ یاد اللہ تعالیٰ انکے بالوصو اور کبھی سیاق و سباق کے اعتماد پر را علامت مفعول حذف بھی کر دیا جاتا ہے مولوی معنی شاعر مصطفیٰ آماجیات سوے اوڈ اے برائے عیادت الخ اور جیسے طعام غروم۔ آب نوشیدم سعدی شاعر روزگار سلامت شکستگان دیاب و کہ جبر غل مسکین بلا گردانہ اے شکستگان را دیاب و بار اگردانہ و لہ مرا یکدم بود برداشتند و بکشتی و درویش بگذاشتند و اے درویش را بگذاشتند

مختصر سناری

السادس حروف صلہ و رابطہ میں سے کاف یعنی کہ بھی ہے اور کی یعنی معنوں میں متصل ہوتا ہے ایک تو کہ حلیہ جو علت پر دخل ہوتا ہے یعنی مغل کاف اپنے قبل کے لئے علت ہوتا ہے اور وہ عام ہے خواہ علت موثرہ اور سبب ہو خواہ علت خالی جسکو غرض کہتے ہیں اول کاف تعلیل و سبب ہی کہلاتا ہے جیسے حافظہ کا شعر ہے شاعر بے سجاد و رنگین کن گرت پیرمغان گوید و کہ سالک پیچہ بود ز راہ و ہم منزلہا کیا معنی کہ سالک کی خبر داری اور نشیب و فراز راہ سے آگاہی اسکی اتباع اور پیروی کرنے میں تاثیر رکھتی ہے اسکی علت اور اسکا سبب ہے۔ دوسرے کہ غائیہ جو غرض اور غایت فعل پر دخل ہوتا ہے سعدی شاعر غریب آشنا باش و سیاح و سیاح جلاب نام نکوست و لہ انکو لو آوردہ ترش طعم بود و روز دوسہ صبر کن کہ شیرین گردد و کیا معنی کہ سفر کے ساتھ موت کرنے کی غرض اور علت خالی اپنی نیک نامی کا اشتہار ہے اسید طرح صبر کی علت خالی شیرینی انگور ہے اور کاف علت وقت قیام پر غرض حذف بھی کر دیا جاتا ہے نظامی شاعر اگر نیک بشناختم شاہ را و شناسد لب ہر کے ماہ را اے کہ بشناسد ہر کے ماہ را یعنی اگر من شاہ را بخوبی بشناختم عجب نیست

بیان کاف کا  
کاف علیہ

کاف غائیہ

حذف کاف علیہ

کاف تشبیہ

ہر کہ ہر کس در شب ماہ را بشناسد تیسرا کہ تشبیہ چو جملہ تشبیہ پر داخل ہوتا ہے بعضیہ یہ کاف علیہ کی طرح ہے مگر وہ علت پر آتا ہے اور یہ تشبیہ پر سیدل شعر کن گردن فرازی تانسا زو دہر ہا مال و کہ نے آفرینم کس شہ با بویا گرد و غنی شعر اگر شہرت ہوس داری اسیر دام عزلت شو کہ در پرواز وارو گوشہ گیر ہی نام عفار اہ چو تم کاف تفریعہ جسکو عربی میں فا کے ساتھ اردو میں تو کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں نظامی در شعر سو خزان آورد اول پیچ کہ کہستی نکر دم وان کار پیچ و لینے کہتے ہیں مخزن الاسرار چو کہ میری اول تصنیف ہے میں تازہ دم تھا تو میں نے اس میں رضامین لطیف و معافی نازک کے ایراد میں ذراستی نہ کی۔ اس طرح اس شعر میں نظامی در شعر ہنریا سے پند و زیران

کاف تفریعہ

کاف شرطیہ

شدند کہ از جملہ دور گیران شدند و پانچواں کاف شرطیہ چو جملہ شرطیہ پر آتا ہے یعنی دخول اسکا شرط ہوتا ہے نظامی در شعر نہ خلوت بدی کا فریش نبود و نہ چون کردہ شد بر تو حجت فروز و اے وقتیکہ آفریش نبود۔ عاتی کا شعر ہے شعر گفتہ بودم کہ بیام کہ بجان آئی تو دہ من بجان آدم اکنون تو چرا سے نائی و اے ہر گاہ کہ بجان آئی تو۔ اور کبھی اس محنی کی تمہیں تعین کے لیے لفظ ہر گاہ جو مضمون معنی شرط ہے اس کے ساتھ لایا جاتا ہے جیسے مصرع ہر کہ گفت گزربکویت و چٹھا کہ جزائیم جو جزا پر دخل

کاف جزائیہ

ہوتا ہے تا شرط و جزائین ارتباط پیدا کرے جس طرح عربی میں فا اور قدیم اردو میں لفظ تو۔ اس فا کے لیے جملہ اسمیہ کا واجب ہونا خصوصیات زبان سے ہے صائب شعر گر ہمہ خانہ کعبہ بہت کہ تعبیر کن و تا توان کرد عمارت دل ویرانی را و اے اگر خانہ کعبہ بھی ہے تو تعبیر نہ کر۔ اس طرح جملہ کہ مرلج نہ نشینی مرزا اخیل کے شعر میں شعر بر خیز چنان از سر دنیا کہ پس از مرگ و گزشت کنندت کہ مرلج نہ نشینی و مگر صاحب جواہر الحودث محقق فزانہ بہار اس کاف کا زہناریہ نام رکھتے ہیں اور اسکے قابل ان صلیبہ اور مابعد فعل منفی ذہنی کا ہونا شرط و کرتے ہیں میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی ایک تکلف سا حلوم ہوتا ہے خصوصاً شرط مابعد کے منفی ہونے کی صرف معنی زہنہار کی رعایت سے ہے حالانکہ لفظ زہنہار اور ہرگز جملہ شہ پر آتے ہیں جس طرح بیان تازہناریہ میں عرض کر چکا ہوں چنانچہ اس شعر میں دیکھیے سی قسم کا کاف جملہ شہ پر موجود ہے شعر رہزن دہر سخت ست مشواہن اند و گر خود امرو نہ دہرت کہ فردا بہر و یعنی اگر آج نہ لگیا تو کل لیجا ایگا جناب بہار کی را سے پر یعنی اگر زہنہار یہ کہا جاوے یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر آج نہیں لگیا ضرور کل لیجا ایگا کیا معنی کہ زہنہار و ہرگز شہ میں معنی ضرور کے دیتا ہے جیسے

صلحہ تمام لفظوں  
ال کاف زہنہار کی  
اور چہ نہ شہ  
سہ قسم دہ لکھتے ہیں

غیر زیر دستان بخور زہنبار اسے ضرور طہر و کچی غنوار سی کر اور اگر تمہارا حکم ہے کہ قلعہ کن زہنبار یہ کہنا اور اگر خود امر زہنبارہ است کہ فردا بہر دو کو نہ کہنا حکم ہے و امد قبالے اعلم بالصواب ساتھ ان کا کہ یہ جو دو جلوئے کے درمیان داخل ہوتا ہے جن میں باہم علاقہ علت و معلول کا ہو یعنی باقبل و بعد کے لیے علت ہو اور بعد اسکا معلول جس سے داخل کاف اپنے باقبل کے لیے لازم ہو جیسے عربی کا شتر و شجر ہر سوختہ جانے کہ کبشمیر در آید ہر مرغ کباب است کہ بابال و پرایہ آٹھوان کاف فجا ئیہ جس کو اتفاقہ بھی کہتے ہیں وہ ایسے دو جلوئے کے درمیان داخل ہوتا ہے کہ جن میں ایسا علاقہ نہیں ہوتا کہ جس داخل کاف کو اپنے باقبل سے استلزام ثابت ہو جیسے عربی کا شجر ہے شجر شہ گشتہ بزلفونہادہ بودہم کہ او فتاد خرو را دران خرابہ گرہ اسے ناگاہ افتاد الخ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ لزومیہ میں جلوئے باقبل کے لیے داخل کاف لازم ہوتا ہے اور باقبل کاف و بعد کی علت یعنی بہان کشمیر میں آ نیکو بابال ہو جانا لازم اور بابال و پرایہ ہو نیکی داخل کشمیر علت اور مرغ کباب است جلوئے معرضہ جلا ف فجا ئیہ کہ اس میں باہم اتفاقی نسبت ہوتی ہے علاقہ لازمہ اس میں نہیں ہوتا یعنی بہان سر بزلفونہادہ اور اگر کردن خرو میں کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جس سے حکم استلزام کا لگایا جائے با معنی اسکا اتفاقہ نام رکھنا نامنا سب ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اور کبھی تمیین و تعیین معنی فجا ئی کے لیے کاف کے ساتھ لفظ ناگاہ بھی بڑھا دیا جاتا ہے امیر خسروؒ دل گم گشتہ را در ہر مرغ فلفش بھی جستم کہ ناگہ چشم بدخوسوے رویش رفت و جان گم شدہ اور معنی اتفاقی مفاجات کے کوئی منافی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ لہذا کہ عاطفہ جس کا ترجمہ عربی میں لفظ بل کے ساتھ کر سکتے ہیں اور یہ دو معنوں میں مستعمل ہوتا ہے ایک تو وہ کہ جس میں البطل معطوف علیہ و انشبات معطوف کا کیا جاتا ہے اور پھر یہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا تو بلا قصد ترقی ہوگا جیسے اس شعر میں سعدیؒ شجر نہ از جہل مے بشکنم پائے خرہ کہ از جر سلطان پیدا و گرہ اسے بلکہ از جر سلطان از یاساں میں ترقی مطلوب ہوگی جیسے سعدیؒ شجر ز قند سے کہ مردم بصورت خوردہ کہ ارباب معنی بکاغذ بندہ امی بلکہ ارباب معنی الخ چونکہ بہمن معطوف علیہ سے ایک نوع کا اعراض کیا جاتا ہے اس کاف کا اثر آہ نام رکھتے ہیں کیا معنی کہ اضرب یعنی اعراض ہے چنانچہ کہتے ہیں اضرب علیہ ای امر معنی کما فی المنہی الارباب اور اضرب علیہ اعرضت عندہ ترکا و اھالہ و دوسرا مقصد البطل

کاف لزومیہ

خارجیہ اتفاقیہ

کاف لازمہ

کاف لازمہ

کاف لازمہ

کاف لازمہ

صرف ایک بات سے دوسری بات کی طرف ہل دیتے ہیں اس وقت اسکا استعمال بھلے  
 وادعاطفہ ہوگا سعدی در شعر اسے بسا سبب تیز رو کہ بماند کہ خرننگ جان بنزل بردہ سے  
 و خرننگ نام ممکن ہے اس شعر کو بھی پہلی قسم میں داخل کریں مگر اس وقت اسکا معطوف علیہ متاویل ہوگا  
 یعنی ماند سے جان بنزل نبرد کے معنی مراولین بسا سبب تیز رو جان بنزل نبرد بلکہ خرننگ  
 جان بنزل بردہ اور عربی میں بھی لفظ مبتدئ صرف وادعاطفہ کی جگہ مستعمل ہر جیسے اس آیت شریف  
 میں بعض مفسرین کی رائے ہے کَمَا قَالَ عِزَّةٌ وَجَلَّ وَاللَّهُ مِّنْ قَرَارِئِهِمْ مَّحْطٌ بَلْ هُوَ  
 قَرَارٌ مَّحْطٌ اے وہو قرآن مجید۔ یہی سن لیجئے کہ جبکہ یہ کان کئی معنوں میں مستعمل تھا نبرد توفیق  
 و تیسین معنی خاص اضرائی کے لیے لفظ بل جو عربی میں اضرب کا کلمہ ہے اسپر لا کر ملکہ کہا کرتے ہیں  
 جیسے کان نتیجہ کے ساتھ تائے نتیجہ بھی لایا جاتا ہے اور جسطرح را بمعنی برائے یا از بمعنی براہ کے  
 ساتھ ہر دو برائے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ مطلقاً کان عاطفہ پر بل زیادہ کر کے بلکہ کہا کرتے ہیں  
 نظامی در شعر بریشم تنے بلکہ لولو سے و روندہ چو لولو برابریشے و یہاں صرف عطف بلا قصد  
 ترقی ہے۔ اور کبھی اس صل کان کو حذف کر دیتے ہیں صرف کلمہ عربی لفظ بل کو باقی رکھتے ہیں  
 امیر خسرو در شعر ہدیہ بسے بہر خداوند تاج و ہدیہ نبل ملکے را خراج و یہاں ترقی مقصود ہے اور کبھی  
 وقت قیام قرینہ کان مع لفظ بل حذف کیا جاتا ہے سعدی در شعر ترا با چنین تندی و سرکشی و  
 نہ ہندارم از خاک ازا آتشی و بلکہ ازا آتشی عربی شعر بچا سوئے سخن نقد را بچی وارم و نہ بچو ماہ ز لاند  
 آفتاب عیار اے بلکہ آفتاب عیار۔ اور یہ لفظ بلکہ بعض وقت فصحا سے متاخرین نے باشد و شاید  
 کی طرح موضع ظن میں استعمال کیا ہے بظہر اشعر گر بطیر نظر سے بکنی امر و بکن و بلکہ از و فراق  
 تو لغیر و از رسد و فیاض لا بچی شعر و سر و گل و یا سین آن تور ندیدم و ہنگامہ رخاں چمن بلکہ اشک  
 محمد سعید اشرف شعر گر آد خط مشوہ لگیر و بلکہ خیریت و لان باشد و اور فارسی قدیم میں یہ لفظ  
 وکن بفتح واد اضرب کیلئے مستعمل ہو و اللہ تعالیٰ اعلم یا اللہ صواب۔ و سوال کہ تفصیلیہ بر فضل علیہ  
 پر داخل نہا ہے جیسے اس شعر میں سعدی در شعر از دست توشت برد و نامان خوردن و خوشتر کہ دست  
 خویش نان خوردن و ولکہ کم آواز ہرگز نہ بینی بخل و جسے رشک بہتر کہ یک تودہ گل و اور باقی  
 حالات کو از تفصیلیہ کے حالات پر قیاس کریں و اللہ تعالیٰ اعلم یا اللہ صواب۔ گیارہواں کان مقولہ

وقت قیام قرینہ  
 حذف کان

کان تفصیلیہ

وقت قیام قرینہ

جو جملہ مقولہ پر داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل اس مقولہ کا مقدر ہونا شرط ہے سعدیؒ شعر بخندید  
 و ہمتان روشن ضمیر کہ پس حق پرست من است اے امیرؒ اے گفت کہ پس الزولہ بھی گفت گریان  
 بر احوال طے ہے بسیر رسول آمد آواز دے و پنجشید بزبان تہم و دیگر عطا کہ ہرگز کرد اصل گوہر خطا  
 اے پنجشید و گفت کہ ہرگز اصل حیل خطا کند۔ یہاں ذرا سی توجہ سے یہ بات سمجھ میں آجائیگی کہ یہ کاف  
 مقولہ بننے لگفتن نہیں بلکہ بحسب اقتضائے مقلم کوئی شق اس گفتن سے پہلے مقدر ماننا ہو گا یہ  
 کاف سے اپنے دخول کے اسکا مقولہ یعنی مفعول ثانی بن جائے پس جس صورت میں کہ فعل گفتن کو  
 ہوتا ہے یہ کاف اسی مقولہ پر داخل ہوتا ہے اگر مقدر ہو اسی مقولہ پر گرا دل ہی کو کاف مقولہ اور ثانی  
 کو بیان یہ کہنا صرف اصطلاح ہے۔ غرض دراصل کاف مقولہ وہ کاف ہے کہ جملہ مقولہ پر جو اس  
 فعل کا مفعول ثانی ہے داخل ہوتا ہے چونکہ شان مفعول افراد ہے بذریعہ اس کاف کے یہ  
 جملہ مفرد کی تاویل میں کر لیا جاتا ہے جس طرح عربی میں لفظ ان سعدیؒ شعر فریدون گفت  
 نقاشان چین را کہ پیرامون خرگاہش بدوزند نقاشان چین مفعول اول ہے اور جملہ مفعول  
 کاف مفعول ثانی یعنی مقولہ فریدون چونکہ جملہ صلاحیت مفعول بننے کی نہیں رکھتا کاف مصری  
 اُسپر لایا جاتا ہے تا وہ فعل مصدر کی تاویل میں ہو کر مفرد بن جائے اے دوشن پیرامون خرگاہ پنی  
 فریدون نے نقاشان چین سے پیرامون خرگاہ سینے کو کہا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس مادہ صا  
 کے فعل کا مفعول ثانی مقولہ کہلاتا ہے تو بوجہ مجاورت مقولہ اس کاف کا نام بھی کاف مقولہ کہلایا  
 گیا در نہ اور جملوں پر بھی جو مفعول بعض افعال کے واقع ہیں اور وہ افعال بھی اس قول یعنی گفتن کے  
 مادہ سے نہیں یہ کاف مصدری لایا جاتا ہے اور وہاں بھی یہی تاویل مقصود ہوتی ہے جیسے  
 خواہم کہ ترانہ بینم اے خواہم نادیون ترانہ سعدیؒ شعر شنیدم کہ مردے براہ حجاز بہر خطوہ کردی  
 دور گشت نماز اے شنیدم نماز گردن مردے بلکہ تمام حکایت کے جملے تاویل میں مفرد کے ہو کر اسطوف  
 سطوف علیہ بنکر شنیدم کا مفعول ہو گئے اسطرح ولہ بامید بیثی ندا و نخورد و خورند و اند کہ ناخوب  
 و ناخوب کرد تاویل میں مفرد کے ہو کر و اند کا مفعول ثانی کیا معنی کہ و اند افعال قلوب سے ہے  
 جو وہ مفعول کو چاہتا ہے اور مفعول اول مضمون مصرعہ اول یعنی بامید بیثی ندا و نخورد و خورند پس  
 مناسب تھا اس کاف کا مصدر یہ نام رکھتے اور موضع استواء کو معنی قول کے ساتھ مخصوص کرتی

اس کاف مقولہ کا مصدر یہ نام  
 رکھنا مناسب ہے

جیسے عمل میں اس ان کا مصدر یہ نام ہے اور اس ان کی بدولت بڑے بڑے قصے کی قیل  
 کے مفعول واقع ہو جاتے ہیں۔ اگر خصوصیت معنی قول کا محاذ کیا جائے تو اس کو ان للتفسیر کی طرح  
 کاف تفسیر کرنا چاہیے قولہ تعالیٰ وتبارک۔ مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مِمَّا كَفَرْتُمْ بِهِ إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ  
 اور تَادِیْنَا اَنْ یَّآبِزْ اِهْنِمْ اور کبھی وقت قیام قرینہ یہ کاف مصدری حذف بھی کیا جاتا ہے  
 سعدی شعر حذر کن زانکہ دشمن گوید ان کن + اے گوید کہ ان کن یعنی گوید کہ ان کن + اے  
 میں ان مصدری حذف کیا جاتا ہے مع البقائے عمل طرفہ بن العبد شاعر زانہ جاہلی کا شعر قصیدہ  
 ثانیہ سبع معلقہ میں ہے شعر اَلَا اَلَيْکُمْ اَللّٰہُ یَحْضُرُ الْوُجُوْا وَ اَنْ اَشْهَدُ اَللّٰہُ اَحْیَ  
 هَلْ اَنْتَ مُحْلِلِدِیْ + اے اَنْ اَحْضُرُ الْوُجُوْا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بارہواں کہ دعائیہ جو  
 جملہ دعائیہ پر داخل ہوتا ہے سعدی شعر زعبد پدر یادم آید ہی + کہ باران رحمت بروہرومی +  
 نظامی شعر مرزاں کریان صاحب زمان + توئی مازہ باقی کہ باقی بان + ولہ غنّین شملے  
 جہاندار گشت + کہ باد اہاندار با کام جنت + اگر غور کیجئے تو یہ کاف دعائیہ بھی مفسر ہے یعنی خول کا  
 فعل محذوف کے مفعول مقدر کی تفسیر ہے اور اس کی تقدیر یہ ہے کہ دران حال یاد میکنم پدر را بے  
 کہ تفسیرش باران رحمت بروہرومی اور نیز مفعول مقدر عام بھی نکال سکتے ہیں یعنی دعا میکنم  
 را بچیز کے تفسیرش اینست کہ باران رحمت از مفسر الفتح کو تفسیر سے عام رکھنے میں کوئی قباحت  
 نہیں جیسے اس آیہ دانی بدایہ میں ماک کی تفسیر ان اقد فیہ سے کی گئی اِذْ اَوْحٰیْنَا اِلٰی اٰیٰتِکَ  
 مایوسی اَنْ اَقْذِیْنِیْ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب + اور کبھی یہ کاف حذف بھی کیا جاتا ہے  
 نظامی شعر ہرگ ہمہ شہر زین شہر دور + نگہ یکے در بود نا صبور + اے کرین شہر دور باو تیر ہوا  
 کاف قسمیہ جو جواب قسم یعنی مقسم پر آتا ہے نظامی شعر ہر اے گیتی و دانے راز + کہ دارم  
 بہر بود وارا نیاز + شیدا شعر مرا کہ نیت بدور لبست ہولے قدح + بجان بادہ کہ جان مریدیم ہر  
 قدح + اور کبھی یہ کاف قسم حذف بھی کر دیا جاتا ہے شعر برخندہ آذباتا وژند + بخورشید وژن  
 بچرخ بلند + بروم اندر آرم زگر و سپاہ + کہم چشم خورشید روشن سیاہ + اے سوگند بخورشید روشن  
 کہ دروم سپاہ آرم از چوہر ہواں کہ تشبیہ چو تشبیہ مرکب میں مشبہ پر داخل ہوتا ہے وحید کا شعر ہے  
 شعر عیان از غم نیل آن مگس لب + کہ فانوس ناینج و تیرہ شب + اے چنانکہ فانوس ناینج از غم غلطی

ان کاف اور مصدر  
 خصوصیت معنی قول  
 کاف تفسیر کرنا چاہو

کاف دعائیہ

حذف کاف دعائیہ

کاف قسم

حذف کاف قسم

حذف تشبیہ

شعر کے پیشہ درگوش از چو بہ تیر کہ باشد گیا برب آگیزہ اسے چنانکہ باشد چنانچہ یہ کاف لفظ  
چنان کے ساتھ موجود ہے نظامیؒ شعر گر آسودہ ورناتوان میزیم چنان کافریدی چنان نیزیم  
اگر ذرا غور کیجئے اس کاف کا تشبیہی نام رکھنا اطلاق تجویزی ہے ورنہ یہ کاف میانہ ہے جو بعد لفظ  
چنان کے واقع ہوتا ہے بلکہ یہ کاف ابھی موصولہ ہے اور لفظ چنان جو تشبیہ مرکب میں متعل  
ہوتا ہے وہ یہاں ان امثلہ میں مقدر ہے پس چنانکہ میں بعینہ ترکیب اور معنی لفظ کما کے سے  
ہونگے کما کے لفظ چنان کافریدی کا ترجمہ عربی میں کما اختلفتہ کیا جائیگا ظاہر ہے کہ  
اس میں کاف حرف تشبیہ اور موصولہ ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب چنانچہ ہوان کاف میانہ جو  
کسی امر بہم کے جملہ میانہ پر داخل ہوتا ہے نظامیؒ شعر چنان وارم اسے داوہ کار سازہ کوڑین  
بانیان زان شوم نے نیازہ ولہ چنان گرم کن عرم رایم ہو کہ خرم دل آیم چو ایم ہو کہ آد کہی یہ کاف  
حذف بھی کیا جاتا ہے شعر چنان برعشر تم قاسم فضلے آسمان تنگست بہر جا جست سنگے از  
فلاخ رو بجاوردہ اسی کفضلے آسمان الن صاحب جواہر الحروف نے نظامیؒ کے اس شعر میں شعر  
جز آدہر کے باتوسر میزندہ چوزلف تو سر بر کر میزندہ اسے ہر کے کہ باتوان کاف میانہ حذف  
مانا ہے مگر میرے نزدیک اس کاف کو میانہ کہنا درست نہیں بلکہ یہ کاف محذوف کاف موصولہ  
چنانچہ اس کا بیان موصول کی بحث میں گذر چکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب سولہاں کہ تردید  
جو بجائے لفظ یا حرف تردید کے متعل ہوتا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آنہ آن اذین  
بہترست و این ازانہ اسے حسن معشوق بہترست یا آن معشوق حافظہ شعر چشم صاحب نظر  
در پے و نیاست کہ نیستہ سر خط سادہ دلال نقش تناست کہ نیستہ اسے در پے و نیاست  
یا نیستہ و نقش تناست یا نیستہ یہاں اس تردید سے کمال تقریر مطلب ہے جو نتیجہ اس نفی  
و اثبات حصہ کا ہے اور کبھی اس معنی کی تعین و تبیین کیلئے لفظ تردید یا کے ساتھ بھی یہ کاف  
متعل ہوتا ہے جیسے شعر یا کہ قلم مونیڈم سے نوشتہ یا کہ رگ ابرسیہ بود وشتہ واللہ تعالیٰ  
اعلم بالصواب سترہواں کہ زائدہ مولوی معنویؒ شعر اینچنین تھل گران رالے وودوہ  
کہ تواند جز کہ فضل تو کشودہ اسے جز فضل تو کہ تواند کشودہ ولہ جز کہ صاحب ذوق نشاء طعمہ  
شہد رانا غورہ کے دانی نرمہ ہاتھیؒ شعر طرازندہ داستان کہن چین شعلی بند بکری سخن

حذف میانہ

کاف تشبیہ

کاف تلمذہ



کہ از فرو اقبال شامش بھی کہ از فتنہ شد آن مالک تہی ۱۰ اسے از فتنہ الہی سعدی در شعر باریک بینی گشت  
 این سخن باریک بینی کہ از سنکرائین ترم کز مرد ۱۰ اسے از مرد الہی اگر غصہ کیجائے ان کا فون میں تاویل  
 کیجا سکتی ہے جس سے وہ زیادہ محض سے نکل جاتین اور یہ بھی سن لیجئے کہ سوا سے ان  
 حرفی کا فون کے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں کاف اسی بھی ہوتا ہے جس کا بیان بحث اسم میں گزیر چکا  
 اور وہ یا تو صرف موصول ہوتا ہے جیسے اس شعر میں سعدی در شعر گزند کانش نیاید پسند ۱۰ کہ ترسد  
 کہ در ملکش آید گزند ۱۰ اسے کیسکے ترسد الہی کبھی اس کاف سے تہم و تکیہ مراد ہوتی ہے جیسے کہ راجا دواں  
 ماندان امید نیست۔ اور کبھی استفہامیہ اور اس سے یا تو استخبار نظر ہو چکا یا اثبات یا انکار مگر باعتبار  
 مفہوم لفظ استفہام اسکا استعمال معنی استخبار میں حقیقت ہے کیا معنی کہ یہ معنی طلب کو تخصیص ہے  
 جیسے در خاکہ کبیت۔ اور باقی اثبات و انکار میں معنی طلب اپنی حقیقت پر نہیں ہے اول یعنی اثبات  
 میں تقریر طلب مقصود ہے جیسے اس شعر میں انوری سلم کہ بر فروزد بہر باد او مطلع صبح ۱۰ سعدی در شعر  
 بامش وجود از عدم نقش بست ۱۰ کہ داند جزا و کرون از نیست ہست ۱۰ یعنی وہی ہر باد او مطلع صبح روشن  
 کرتا ہے اور وہی نیست سے ہست کرنا جانتا ہے یعنی تسکے سواد سر کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ اس  
 معیار کے اختیار کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ اس سے صحر کا افادہ ہو کیا معنی کہ جب ماسوا سے اس حکم  
 کی نفی کی گئی تو نقطہ اسی کے ساتھ وہ حکم مقصور و محصور رہ جاتا ہے تو اسی کے ساتھ اس حکم کا  
 اثبات لازم آجاتا ہے چنانچہ اس مثال میں از نیست ہست کرون کہ داند غیر انونی و لہ کے مساوی  
 ہے اور وہ متلازم ہے از نیست ہست کرون ہم او داند کو۔ اور استفہام انکاری میں جمیع افوا سے  
 انکار مقصود ہوتا ہے نظامی در شعر کرا در خور سے باشد بلند و نگویہ خنہاے ناسود مند ۱۰ اسے  
 کسے رابا ہر کر ایضے جتنے افوا بذریعہ اس کاف کے مسؤل ہیں ان سے شکم مضمون جملہ دخول  
 کاف کا انکار ثابت کرتا ہے اور مضمون جملہ دیگر کا جو اسکا ضد ہے ثبوت دیتا ہے جیسے اشعر  
 میں غنیمت شعر کہ سیکوید کہ بر غم سفر بست ۱۰ قتل عاشق مسکین کہ بست ۱۰ یعنی کوئی بھی نہیں کہتا  
 کہ معشوق نے سفر کے لیے کمر باندھی ہے اس نے عاشق مسکین کے قتل کے لیے کمر باندھی ہے  
 یہاں منظور یہی نکتہ ہے کہ افوا نافی کی تعیم حاصل ہو جائے۔ دوسرے یہ تاویل بھی ممکن ہے کہ بیان کہ  
 استفہامیہ زجر و توبیخ کے لیے لایا گیا ہو یعنی معشوق کے کمر باندھنے پر سب نے یہ خیال کیا بلکہ کہد یا ہو کہ

کہ نفی موصول

کہ استفہامیہ  
کہ تقریری

حرف زحاک

استفہامیہ  
دوسری تاویل

بعض سفر کرنا بھی ہے تو حکم سب کو ثابت تاتا ہے اس غلط خیالی سے پھیر لاتا ہے مگر معنی اول  
 بہ نسبت اس معنی ثانی تو بخوبی کے ابلغ ہیں اس واسطے کہ یہاں صرف ایک حکم نہایتاں ہے اور اول  
 میں جمیع افراد یک زبان منکر ہیں غرض استفہام انکاری میں تعریف ایک امر کی مطلوب ہے اور تعریف میں  
 تخصیص ایک امر کی (جو مساوی حصے) مقصود ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم کہ بالاصواب دافع ہو کہ  
 کاف استفہام ذوالعقول کے لیے موضوع ہے اور اس کے مقابل لفظ چغیر ذوی العقول کے لیے اور  
 جہاں ہی العقول اور غیر ذوی العقول میں تعین نہ ہو سکے وہ بھی (بحکم انکہ نتیجہ تابع خس کے ہوتا ہے)  
 غیر ذوی العقول میں مندرج ہوگا جیسے دور سے ایک شے معلوم ہو مگر یہ نہ معلوم ہو کہ انسان ہے  
 یا غیر انسان تو یہاں سوال میں ایزن چیست کہا جائیگا و این کیست۔ اور یہ بھی سن لے کہ جب  
 یہ کاف چ کے ساتھ جمع ہوتا ہے یہ مرکب معنی برائے چ کے دیتا ہے ظہوری شعر در عرگرسہ  
 چشمے بخوان تو بنشت و مراگزشت چنین پشت دست غای کہ چہ ہ سید اشرف شعر زہر دو چشم  
 میکنی بیار کہ چہ نگد و سپہ جوانی بلا لزار کہ چہ چہ اے چرا۔ اگرچہ بحث حروف موقع کاف ہی کا تھا  
 مگر نظر توضیح ہمنے ذکر دیا۔ اور کبھی دو کاف دونوع کے ایک جگہ جمع پڑتے ہیں مگر یہ شاذ ہو  
 مولوی معنوی م شعر سوے نہر لہا دوید و بانگ دشت کہ کہ بروردانہ ام غارت گماشت و ای و بانگ  
 دشت کہ کہ رام کس بروردانہ ام لغز و۔

الشابعم بے مفرد یہ حرف چند معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے کبھی الصاق کے لیے یعنی خمل  
 و حور و بے کے ساتھ الصاق ثابت کیا جاتا ہے خواہی بصوق حقیقی ہو خواہی مجازی اول بصوق حقیقی  
 جیسے علمی یعنی عنہ شعر در دہل بودش و سودا بسر و خورد غم نغم ترش چون شکر و دوسرے الصوق مجازی  
 جیسے حافظہ شعر آخر بزم گزرن اید و ست و انگار کہ خاک استانم و بیان بصوق حقیقی نہیں کیا معنی  
 کہ در حقیقت گزرن نامہ کے قریبے ہوگا نہ عین سے دفع ہو کہ مثال اول درو بدل و سودا بہتر  
 بعینہ ایسی ترکیب ہو جیسے عربی میں یہ داء چنانچہ علامہ رضی اللہ عنہ لہا کی شرح فرماتے  
 ہیں نحو بہ داء ای التصبیق بہ و قولک مہمات بہ ای الصقت المرہ بہ مکان یقر بہ  
 مگر باعتبار مذاق فارسی بدل و بسر کی با کو ظنیہ یعنی در دل و در سر بھی کہہ سکتے ہیں۔ دوسرا با اتصالیہ  
 نظامی و شعر خداوند مانی و باندہ ایم و بنیر وے کو یک یک زندہ ایم و لے یک متصل یک۔

سہرا و صغیر  
 کا بیوع و خمل

سہرا و صغیر  
 جمع ہو کر  
 دینے ہیں  
 صغیر کا  
 پورے میں  
 بارہین میں

دینے کی  
 ایک بار

بائے الصاق

بائے الصاق

اس کوکل افرادی سے کنایہ کرتے ہیں یعنی ہر مہم زندہ ایم۔ ولہ رحمہند لشکر بہ لشکر فراز بہ نواز و کینہ  
کشتا و باز بہ تیسرا ہے مصاحبت و معیت جسکا جو رہا ہے فعل کے ساتھ تعلق رکھنے میں دوسری ایک شے  
کا ساتھ دیتا ہے جیسے کہا جاتا ہے اسپ را بزم خردم اے بزمین و مہراہ زین خردم الہامی شعر بجز و چوسو  
تربت من گامے چند کہ گفت این گور فلانیت بد شائے چند بہاے اتصالہ اور معیت میں فرق بھی ہو  
کہ باے معیت و مصاحبت کی جگہ لفظ مہراہ یا مع بیان کیا جائے معنی میں کوئی فرق نہ آئے مہراہ یا معیت  
عام ہے اور اتصالہ خاص کیا معنی کہ اتصال کیلئے معیت و مصاحبت لازم ہے اور مصاحبت کیلئے اتصال  
لازم نہیں جیسے مثال مذکور اسپ را بزم خردم یعنی اسکے یہ معنی ہیں کہ بزمین کا اشتراک اور معیت اسکے  
ساتھ صرف خریداری میں ہے اور یہ ضرور نہیں کہ وقت اشتراک گھوڑے پر بزمین کسی ہوئی بھی ہو چوتھا بار  
استعانت جو دخول با فعل متعلق کیلئے آئے ہوتا ہے یعنی فاعل اپنے فعل میں مجبور یا سے مدد لیتا ہے  
نظامی شعر ہائے تین نامہ تیز و خیز بہ نوشتہ بجزین قلم بہ تیز بہ بیان قلم آئے نوشتن ہے اور  
نویسنہ اپنے کہنے میں قلم سے استعانت لیتا ہے ولہ بشمشیر لاش برآورد آب بہ میاں بجی کندا برآورد آب  
سعدی شعر گرد و گنجان روزگار بلی بہ گرد و نش از رخ بگسلی بہ پانچوان باتوسلی جو دخول با سے  
مہات میں وسیلہ پکا جاتا ہے شیخ ابو سعید الوافیر ربا علی یارب برسات رسول التقلین بہ یارب فزرا  
کنندہ بدو چنین بہ عصیان مراد و نیمہ کن در عرصات بہ یہی سخن بخش و نہی محسن بہ اے لطفیل  
حسن و وسیلہ صین رضی اللہ عنہا چھٹا یا معنی برائے جسکا مجبور غایت اور عرض فعل متعلق کی ہوتا  
اور جسکا وجود خارج میں فعل متعلق سے موخر ہوتا ہے جیسے شعر اگر بے چمن میروی قدم بردار بہ کہ  
ماہجور رنگ خامی رود بہار از دست بہاے برائے سیر چمن یعنی قدم برداشتہ چلنے کے بعد سیر چمن کا  
حصول ہوگا۔ سا توان با عدلت و سبب جسکا مجبور عدلت و سبب فعل متعلق کی ہوتا ہے جس کا  
وجود اس فعل سے مقدم ہوتا ہے۔ امیر خسرو شعر بیک آمدن ربودی دل دین صد چنسر و چند  
اگر بدینسان دوسرا بخراہی آمد بہ نظامی شعر مشوران بخود کامی ایام را بہ قلم در کشند شہ نام  
اے لعلت خود کامی یعنی خود کامی پہلے سے شخص میں موجود ہے جو مشورین کا سبب ہی طرح  
محبوب دلر کا آنا پہلے ہے اور دل لیجانا بعد میں اس طرح نظامی کا یہ شعر شعر بیاساقی آن طم  
یا قوت بار بہ بیا و شہنشتہ بکام سار بہ یہ اسی قسم کا بابیہ ہے جو بر سبب میں مذکور ہوا انھوں ان کا

بائے مصاحبت

بائے اتصالہ اور  
بائے معیت کا  
بابہ الامتیاز

بائے استعانت

بائے توسل

چوتھا بجز

چوتھا سبب

بائے مشمولہ و مقاب

با وسع و مضبوطی و مقابلہ جسکا جو و لیک دوسری شے کے مقابلہ و معاوضہ میں واقع ہوتا ہے نظامی  
 شعر گر اس نامہ راسن بزرگفتی و بفرے کجا گوہر سے شمی و اس عوض و ولہ بدریا کند بیج دریا  
 پدیدہ کہ دریا بدریا توانی خرید و توان بمعنی موافقت حافظہ شعر ساقی بنور بادہ برافروز جام و  
 مطرب بگو کہ کار جهان شد بکام و اسے موافق کام و عارض اصفہانی شعر شاید بہ عاصی کو گویم حکایت  
 یکبار عرض حال مرا میتوان شنید و اسے موافق معاشے تو۔ دشوان با کلیات جیسے شعر صاحب کلون  
 کہ در دبیر مان نامزد است و آن کہ راہ چارہ و تدبیر سپہ سرم و اسے لایق دستان پیری۔ گیار جوان با تو صرف  
 سعدی و شعر چنانکہ دست بہ دست آمدست ملک با و بدستہاے و اگر بچین بخوار دفت و او صرف و دستہا  
 و اگر از حقیقت میں یہ با ظریف ہے مگر معنی صرف اور قبضہ کے اس عبارت سے بطریق کنایہ لئے گئے ہیں  
 بارہوان با ہر قدر یہ جو بیان عدد و قدر کے لئے لایا جاتا ہے یعنی اسکا جو اکثر کم مفصل موصول کی  
 تعیین مقدار کا افادہ کرتا ہے سعدی و شعر بہ نیم بیضہ کہ سلطان تم رطارد و زندہ لشکر بانش ہزار مرغ  
 بہ سخ و نظامی شعر بجمی سازند و حقان پیر و بن می فرستد بدیوان میر و اسے قدر جو قدر میں سعدی  
 شعر اگر بایقان بنایش شفیق و لغزنگ بگزید و ازوے رفیق و کبھی مقدار کمی کے غیر میں مستعمل  
 ہوتا ہے جیسے نظامی و شعر نہ من ز بہن شدم کاژد با و بخاریدن سرگردش رہا و اسے قدر زمانہ غایب  
 اور کبھی لفظ قدر و مقدار کا صریحاً اس بار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے جیسے سعدی و شعر اگر ختم گیری  
 بقدر گناہ و بد و رخ فرست و تر از و خواہ و ولہ اگر جرم بخشی بمقدار جو و ناماند گرفتاری اندر و جو و۔  
 تیر جوان با تو نیز سر حکام دخل ایک امزہ ہم کا نفع ابہام کرتا ہے نظامی شعر درختے ہی سرور باغ  
 شمع و زینے باصل آسمانے بفرع و اسے ازوے اصل و ازوے فرع۔ ولہ و شاقان موکر و  
 زودخیز و بدیدار خوب و برقرار تیر و سعدی و شعر بخیل ارچہ باشد تو نگہ مال و بخواری چو خلخس و گونہا  
 چو دہوان با تو قسم و قسم بہ پر و دخل ہوتا ہے جیسے بایز و اس شعر میں نظامی و شعر گردنہ باز و کتا بودہ ام  
 سے دامن لب نیالودہ ام و پندہ جوان با ابتداء جیسے شعر بنام جہاندار جان آفرین و حکیم سخن  
 بزربان آفرین و اگر غور کیجئے تو یہ بایں الصاق ہے جو معنی قسم و معنی ابتدا کو مقسم بہ و مبتدا تک  
 پہونچانے اور اس کے ساتھ متصل کر نیکی لئے لایا جاتا ہے پس بایں نہ معنی قسم کے ہیں نہ ابتداء  
 بلکہ معنی اس کے متعلق کے میں و اللہ تعالیٰ اعلم و بالاصواب سولہوان با بمعنی تا انتہا یہ نظامی و شعر

بارہوا مضبوطی

بارہوا صرف

بارہوا بکلیات

بارہوا صرف

بارہوا مقدار

بارہوا شعر

بارہوا درستی و نامہ فارسی

بارہوا درستی و نامہ فارسی

بارہوا نامہ

بارہوا نامہ

بارہوا نامہ

بارہوا نامہ

سر آہنگ تا ساق از تیر و تیغ + بر آرد و کوہے زور یا بسخ + ولہ چنانست فرمان کہ فردا بگاہ + برابریم  
 بے زماہی بیاہ + کبھی تا انتہائیہ اوریہ با دونوں ایک جگہ جمع پڑ جائے بین نظامی + شعر بے تزل  
 آدھین تا جوہ نشاید تریافت الا تو + ستر ہوان با یعنی الی یعنی سو وطن نظامی + شعر بے تزل ترا  
 رہنمون کردہ اند + کہ مال ترا حکم خون کردہ اند + اسے بسوے دانش + سعدی + شعر حکم النفاۃ  
 بال نخیل + مہر نام مال و منال نخیل + اٹھارہوان با یعنی پیش شیدا کا شعر ہے شعر مر کہ نیست  
 بدور لبست ہواے قدح + بجایہ بادہ کہ جان میدہم براے قدح + اسے پیش دولبت + کبھی لفظ تزل  
 اس باکے ساتھ مذکور بھی ہوتا ہے نظامی + شعر کہ مگر تاجداران دہر + پیش جہاندار پیروز بہر + ہنسوان  
 با یعنی نزو نظامی شعر کہ نایم خاصان دارا پس + بدارازا خاص ترینست کس + اسے نزو دارا ہوئی  
 معنی + شعر میر بہر دن جست و دلبوسی بدست + نیم شب آمد بزاہد نیم مست + اسے نزو زائد کبھی  
 لفظ نزو بھی اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے سعدی + شعر اسے سیر ترانان جوین خوش نہ نماید + نزو  
 مست آنکہ بنزدیک تو رشت مست + میسون با یعنی زیر نظامی + شعر چنین تا بمقدار ہمتا مرد + بہ تیغ آمد  
 از رویان در نہر + اسے زیر تیغ و تحت سیون + کبھی خود لفظ زیر بھی اسکے ساتھ مذکور ہوتا ہے نظامی  
 شعر زبون تر زین صیدے آدر زیر + کہ چرنی غیز و زہیلوے شیر + اکیسوان با + شبہی چو شبہی پر  
 داخل ہوتا ہے فردوسی + شعر ببالاے تو در چین سرو نیست + چو زخار تو تابش پرو نیست + اسے  
 مانند بالاے تو سعدی + شعر مگر ملائکہ بر آسمان و گر نہ بشر + بحسن صورت او بر زمین نخواہد بود + ای  
 چون حسن فیضی شعر نطقش بہ بہار شادمانی + قہر ش بسوم قہر گانی + اسے مانند بہار و بکر دار سموم  
 اور کبھی کلمہ شبیہ خود اس باکے ساتھ مذکور ہو جاتا ہے فردوسی + شعر لبانش با شندیک داندار +  
 بیاوردہ از بہت کہ گار + ولہ بیالاکر وار سر و بلند + دوا برو کمان و دو گیسو کند + بائیسوان با  
 ظرفیہ جو در کے معنی دیتا ہے یعنی دخول اس کا ظرف واقع ہوتا ہے نظامی + شعر بہر گوشہ کا فتم  
 ثنا خا نعمت + بہر جا کہ باشم خدا دانست + اسے در ہر گوشہ و در ہر جا + اور کبھی لغتین و کتبین معنی  
 ظرف کے لیے خود لفظ اکثر بعد دخول باکے آتا ہے جیسے شعر مشہور "بدر یاد و منافع بیشمارست"  
 میں اور کبھی اس باے ظرفیہ سے مقدم بھی ہو جاتا ہے فردوسی شعر لعلگون و بیجام بلور +  
 بخوردند تاور سرفا و دشور + نظامی شعر کہم با کاکار سے درین کا زار + کہ اندر گیزی بسورخ مار +

بابتی الی

بابتی بہر

بابتی نزو

بابتی نزو

بابتی شبہی

بابتی شبہی

دوبیتی کی با

ظرفیہ سے تعظیم

اور کبھی یہ بائے ظرفیہ بمع کلمہ مبتدئہ صفت بھی گرد یا جاتا ہے۔ مولوی معنوی <sup>۱۳۱</sup> شعر دیگر را علم و فن  
 آموختن و دادن تیغ است دست را بنزن و اسے بدست را بنزن یعنی بعض نخون میں وادن تیغ بدست  
 را بنزن ہے مگر اول نسخہ صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب تیسواں باب استعمال بمعنی بر نظامی ۷  
 شعر بنہ بست زین کوے ہفتاد راہ بہ ہنتم فلک برزدہ بار گاہ و اسے بر ہنتم فلک۔ کبھی مجبور بلکہ کبہ  
 تبیین تعیین معنی استعمال کے لئے لفظ بر زائد بھی لایا جاتا ہے۔ فردوسی <sup>۱۳۲</sup> شعر منم کہ خدایہ جان  
 سر سبز و نشاید نشستن بیکجاے بر و اسے بر یکجاے سعدی <sup>۱۳۳</sup> شعر تو کے بشنوی نالہ داد خواہ و یکجاں  
 برت کلمہ خواب گاہ و اسے بر یکجاں کلمہ خواب گاہ تو۔ چوتیسواں باب تعدیہ جو کہ فعل لازم کے اصلی فاعل پر  
 داخل ہوتا ہے اور اعتبار معنی تصویر سے وہ فعل لازم متعدی بنا لیا جاتا ہے اور یہی خصوصیت  
 معنی تصویر کی ہے کہ سوائے بائے مفرد کے اور حروف کو تعدیت کے ساتھ ملقب ہونے نہیں جاتی  
 ورنہ تعدیت بمعنی ایصال سب حروف جر کو حاصل ہے فردوسی <sup>۱۳۴</sup> کا شعر ہے شعر در ایوان آن  
 پیرو سر پر ہنر و بزائی کیخسرو نامور و در اصل یہاں زادن یعنی پیدا ہونا لازم تھا اور کیخسرو اس کا فاعل  
 اب باب کے داخل ہوئیے معنی جتنا متعدی ہو گیا اور دخول بافعلول بہ واللہ تعالیٰ اعلم پچیسواں  
 باب صلتہ جو بعض افعال کا صلہ واقع ہوتا ہے جیسے دم بدر ویشان داد۔ جان بجاناں رید۔ پیر دم  
 بتو یا یہ خویش را بہ گفتہ بتو نومہ برید و غیرہ اور جو ان افعال کے معنی میں ہو جیسے بخشیدن و حاکم کردن  
 یعنی وادن شعر اسے دوست اگر جان طلبی جان تو بخشم و از جان چہ عزیزست بگو آن تو بخشم  
 ع۔ بخون حوالہ کروم ہمہ کار و بار خود را و غیرہ واللہ تعالیٰ اعلم چھبیسواں بابے زائد اسم فعل چون  
 ان ہر سے نفع کلمہ پر داخل ہوتا ہے جیسے جزو بیسان و بہ تہا و بہ بیزار و بہ بسیار و جزو وغیرہ و ظاہر  
 شعری کوست حلا سے ہر غم کشی و نیدہ جز آفتاب آتشی و ولہ شنیدم کہ رستم سوار دیر و بہ تہا  
 تگاپے کردی چوشیر و النومی شعر رکندائی خود آچنان بہ بیزارم و کہ کاشکے پدم نہ رکند اندشی  
 نظامی <sup>۱۳۵</sup> شعر زن ازم و موزی بہ بسیار بہ سگ ازم و دم مردم آزار بہ فردوسی <sup>۱۳۶</sup> شعر ز توران  
 نخواہم یک تن مرد و کہ یکسر زمانند اند نہ و ولہ ابانکہ کاموس روزنہ و بہی پلتن را نذر دیر و  
 ستا یسوان باب معنی بائے مرکب۔ نظامی <sup>۱۳۷</sup> شعر چشہ کار خاقان ز قیصر ساز و بلشکر گر خوشیش گشت باز و  
 اسے کار خاقان یا ساز شد۔ آٹھایسواں نمونی باد جو۔ نظامی <sup>۱۳۸</sup> شعر چو فدہ بگرد بزرگان و میدہ جان

خدا با ظرفیہ

باب استعمال بمعنی ۷

بابے تعدیہ

اور وہی صفت  
کے ساتھ ملقب ہونے

بابے صلتہ

بابے زائدہ

بابی باد جو  
یعنی باد جو



ایہ خسرو شعر با بہرین قوت و جوش سپاہ و نیمہ اندر پئے آثار شاہ و اسے با وجود این بہر قوت و جوش  
 گیارہواں بابستہ تقابل و پیش - امیر خسرو شعر با تو برابر نشوم در صاف و گرچہ بدوزم لبسان کوہ قاف و  
 فردوسی شعر کہ خرد غلامی چو باغ بہشت و کہ باو نماید رخ حور زشت و اسے پیش او و مقابل او با ہوا  
 با معارضہ کے لئے خواجہ تصنیف شعر فرما دیکوہ غم را با جان نمی فروشد و مسکین گران خریدہ است از ان نمی فروشد  
 تیرہواں باب استعانت کے لئے حکیم سنائی قدس سرہ شعر کہے با چشم دل بنگر درین زندان خاموشان و کہ انجا  
 صد نہ اران کس نہ میان دم بینی و مولوی مخدومی شعر کہ بیا در مظهرہ انجا بہ پیش و تابشوی چہ لہر بادست  
 خلیش و اسے بہت خوشی و محمد سعید اشرف شعر خط شکن آلت قطع محبت میشود و با سیاہی طفل را  
 مادر لہستان می برد و اسے لہیا ہی - چو دیوان باکے عاطفہ چو بجاسے و معنی داو عاطفہ ہے علی خراسانی -  
 شعرے دو دیوان باد بر شیب و فراز این جہان و پیش عاشق و طریقت کوہ با صحرایکبیت و اسے کوہ و  
 صحرا - فردوسی شعر فرنگیس بارنج دیدہ پس سر و بخواب اندر آوردہ بود و سر و اسے فرنگیس و پسرا و -  
 یعنی بودند کا صیغہ جمع لانا با معنی داو عطف ہونے پر دلالت کرتا ہے - پندرہواں باب جو با مفرد کی طرح  
 صلہ بعض افعال کا واقع ہوتا ہے سعدی شعر ہر آرد و سر مرد بسیار دان و چنین گفت با خضر کاروان  
 شعر با طلف ساتھ دید بیضائی رسد و پیش لب سخن بیجانمی رسد و مصرعہ گفت با سن فروش باغ را  
 اسے فروش با سن ہمنے ان بیانات کو محل طور پر ذکر کیا ہے مثلاً با معنی از کہد یا اور اس میں یہ تخیل نہیں  
 کی کہ از تو کئی قسم کا ہوتا ہے یہاں کس معنی میں ہے چونکہ بیان از میں ایک ضروری تفصیل نہ کر سکتی  
 ہے اگر اس پر توجہ اور نظر رہے تو خود مبتدی اس معنی کی تعیین کر لے سکتا ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور یہ بات بھی بخوشن رکھیے کہ یہ حروف جب مکر کسی اسم پر وارد ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک  
 حذف کر دیا جاتا ہے خزن کا شعر ہے شعر بنام سر نے نظارہ حسنہ کہ شکم را و چو آب تیغ از دہان  
 چکیدن باز میدارد و یہاں دوازا چاہیے ایک صلہ چکیدن کا دوسرا باز میدارد کا - حکیم سنائی  
 قدس سرہ فرماتے ہیں شعر زہر جا بگزم اہل ملامت و نمایندہ باباب سلامت و کہ این در کردہ  
 در گاہ عشق است و ز چشم افتاد و گان شاہ عشق است و یہاں ایک از بعضیہ دوسرا افتاد و گان کا صلہ  
 اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اس بارہ میں دونوں حروف ایک جنس کے ہونہ کوئی شرط نہیں بلکہ دونوں  
 مختلف کے و حروف کا اجتماع بھی ایک کے حذف کا باعث ہو جاتا ہے سعدی شعر ہند است

بابے کرب  
 پیش تقابل  
 بلکہ کربنی سادہ  
 بلکہ کربانی شگفت

بابے کرب عاطفہ

بابہ کرب صلہ





کے تصور نہیں یعنی حیدر ماضی ثبوت و تحقق کے لیے موضوع ہے اور معنی مضارع تجدد و حدوث پر وال ہیں پس ثبوت امر تحقق کا ماضی سے بخوبی ہوگا ایسوجہ سے امر متین الوقوع بجائے مضارع صیغہ ماضی کے پیرایہ میں بیان کیا جاتا ہے سعدی ہر شعر گزشت انچہ درنا صوابی گوشت و درین نیز ہم در نیابی گزشت و اے در نیابی بگزرد کی جگہ در نیابی گزشت فرمایا غرض اگر فعل متعلق بسا غیر ماضی ہو جانب ماضی متادل ہوگا نظامی ہر شعر بسا شیر درند و سہنک و کہ از نوک خارے در آید نجاک و یعنی بہت سے شیر و درند ہیں کہ یک لوک خار سے خاک میں ملگے ہیں سعدی ہر شعر بسا نامہ کوئی پنجاہ سال و کہ یک نامہ شش کند پائل و اے کرد پائل چنانچہ مخاوع نے آدی اللہ ہادیہ و کجا یوؤ الذین کفرُوا کَاؤُوا مَسْلُومَیْنِ مین یوؤ کو یعنی و کجا تاویل کی ہے حارث بن طرہ یاشکری شاعر ابام جہلی صاحب قصیدہ ہفتم بمعہ معلقہ کہتا ہے شعر اذ شتبا بکینھا اکماء و دبت کاد و بکل سینہ النواء و اور بھی وضع ہے کہ اسکی جواب میں کاف کا لانا لفظاً ہو بقدر واجب سجا گیا ہوا دل جیسے اور کے اشلہ سے مستشہد ہوا دثانی یعنی تقدیر ایسے سعدی ہر شعر بسا اہل دولت بیاری نشست و کہ دولت قبش بیاری درست و کو بسا اہل دولت کہ بیاری نشست یعنی بہت دو تندر کہ ہو و لو ب مین پگئے تو انکے ہاتھ سے دولت نکل گئی یہاں کاف اول جو جواب بسا ہے مخدوف ہے اور کاف ثانی جو مذکور ہے جزائیم ہے و اللہ تعالیٰ اعلم بِالْاَصْوَاب و اور کبھی لہار تاسف و تحس و غیرہ کے قصہ سے اسپر حرف مذاہبی لایا کرتے ہیں جیسے ع اے بسا از نوک خاک شدہ و کبھی الف بسا کا اسکے مدخول پر لاحق کرتے ہیں انہیں ایسی وحدت مان لی جاتی ہے کہ گویا یہ مع مدخول کے ایک کلمہ ہے و لوی معنوی ہر شعر بس کسا کہ نان خورد و لاشا و او و مرگ او گرد و بگیہ و در گلو و اے بسا کس کہ از اس باب میں ایک نکتہ بس بھی ہو جیسے اس رباعی میں جو فرو دسی نے بفرا بایش سلطان محمود غزنوی ایاز کے سیر و عارض و خط خسار کی توصیف میں لکھی ہے رباعی مست و تاج شہم تو تیرہ بدست و بس کس کہ ز تیرہ چشم مست تو بخت و گر پوشد حاضر زہ عذرش ہست و کہ تیرہ ترسد بہ کس خاصہ زست و سعدی ہر شعر بس قاسم خوش کہ زیر چادر باشد و چون باز کنی مادر و مادر باشد و ولہ بس نامور نیز زمین دفن کردہ اند و کہ بہشتیتر بروے زمین یک نشان نامند و یہاں کاف جوابی مقدر ہے یعنی بس نامور کہ انغم اور بے کو بعض اس باب میں اخت مستقل جانتے ہیں اور بعض بس کا مزید علیہ مانتے ہیں جیسے عربی میں اسی

ع  
نہاں شاعر اسکا  
نویسندہ کی جگہ  
از شعر میں مدخل  
سجلا و بیان غلب  
نقد ہوا اسکا ماحم  
ہے

بکے جواب میں  
کاف کا مدخل  
نقد ہوا اسکا

انہا نامہ و غم  
کے نامہ و غم  
بھی لایا کرتے ہیں  
بکے بیان

ع  
نہاں ہر شعر  
بکے نامہ و غم  
بھی لایا کرتے ہیں  
بکے بیان

دُب کے باب میں آٹھ نجات مروی ہیں چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافیہ میں اسکی تصریح فرمائی ہے  
 فی باب ثمانی لغات اشھارھا ضم الراء وفتح الباء المشددة الی اور انکا دخول مفرد و جمع دونوں  
 طرح متعلق ہر مفرد کی اشہاد پر مذکور ہوئیں جمع کی مثال جیسے سعدی شعر بسا خوب رویان نوخاستہ  
 بسا نوح و سوان آراستہ و ولہ بساتند گردان لشکر لشکر بسا شیر مردان شمشیر زن و نظامی شعر بیا گفتیہا  
 کہ باشد ہفت و بدگیر زبان بایزش بازگفت و اسبطرچے میں مفرد و جمع دونوں استعمال جائز ہیں  
 نظامی شعر کران آب صافی بے سانحہ و بہ بینی بہر اندران کس نخورد و ولہ بے سالیہا نہ کہ گہر پرت  
 نیاوردین گونہ گہر بدست و خصوصاً اس لفظ بے کا استعمال صدر کلام کے ساتھ مخصوص نہیں چنانچہ اوپر  
 کی مثالوں سے واضح ہے یہ بات بھی یاد رکھنے کا کہ بس اسی بمعنی بسیار کے آتا ہے اور اسکا مفید علیہ  
 بے اور بسا بھی متعلق ہے چونکہ یہ حرف دُب کے معنوں میں نہیں ہے اُن شرطوں کے ساتھ شعر  
 بھی نہیں سعدی شعر ندایم غیر از تو فریادرس و توئی عاصیا از خطا بخش و بس و اسے خطا بخندہ بسیار  
 در صورت عطف یعنی خطا بخش و بس۔ یہاں بس بمعنی کافی کے ہونگے اب یہ لفظ عربی الاصل ہوگا  
 فارسی ندر میگا ولہ در اقصاے عالم بگشتم بے و بسیر بر دم ایام باہر کے و بے بسیار گشتم و نظامی  
 شعر نظامی بسا صاحب آوازہ و کہن گشتی و بچنان تازہ و بے بسیار صاحب آوازہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الحادی عشر** و اقسامہ واضح ہو کہ محاورہ عرب میں و اقسامہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے  
 مقدمہ کا اہم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی  
 شعر نہ بین نالہ و فغان بلہم و سن و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں  
 کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر و اقسامہ جو کہ اصل میں و او عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی کو  
 معنی ازوم کے لیے گئے ہیں اور یہی معنی ازومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الثانی عشر** حروف جرین سے حروف تشبیہ ہیں جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جانا چاہیے کہ  
 ایک شے کی شئی آخر کے ساتھ کسی حتی میں کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجه الاستعارہ  
 و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جبین عین مشبہہ او  
 لازم مشبہہ کے مذکور ہوں جیسے فردوسی ہفت خوان رستم کی پہلی منزل میں لکھتے ہیں شعر کنید  
 کیانی بینداخت شیر و بخت انداز گھڑی دلیر و اور کنائی جس میں عین مشبہہ اور لازم مشبہہ پر مذکور ہو

و اقسامہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے مقدمہ کا اہم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی  
 شعر نہ بین نالہ و فغان بلہم و سن و جان آفرین کہ جان بلہم و اسی قبیل سے ہے جو محاورہ اردو میں  
 کہتے ہیں میں جانوں میرا خدا۔ بتقدیر و اقسامہ جو کہ اصل میں و او عاطفہ ہی ہے۔ اس ترکیب عطفی کو  
 معنی ازوم کے لیے گئے ہیں اور یہی معنی ازومی اس مرکب کے معنی قسم کو لازم کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
**الثانی عشر** حروف جرین سے حروف تشبیہ ہیں جیسے چون اسکا مخفف چو۔ جانا چاہیے کہ  
 ایک شے کی شئی آخر کے ساتھ کسی حتی میں کسی غرض سے مشارک ہونے کو علی غیر الوجه الاستعارہ  
 و تجرید بتلانے کا نام تشبیہ ہے۔ استعارہ بھی خواہ تحقیقی خواہ کنائی۔ تحقیقی وہ جبین عین مشبہہ او  
 لازم مشبہہ کے مذکور ہوں جیسے فردوسی ہفت خوان رستم کی پہلی منزل میں لکھتے ہیں شعر کنید  
 کیانی بینداخت شیر و بخت انداز گھڑی دلیر و اور کنائی جس میں عین مشبہہ اور لازم مشبہہ پر مذکور ہو

و اقسامہ کا صدر کلام میں واقع ہونا اور اُس کے مقدمہ کا اہم ذات ہونا واجب ہے اور فارسی میں دو اسموں کے درمیان میں لایا جاتا ہے غالباً ہوی

تقریب تشبیہ  
 استعارہ تحقیقی

استعارہ بالکنایہ

جیسے نظامی شہر زنگر گران سنگ چائگار ان زمین راہی سودہ شد استخوان + یعنی زمین کو  
 دل میں جانور ذی ہمد کے ساتھ تشبیہ کیا اسکے لئے استخوان ثابت کیا ایسا شہر مکان کثیر و بزرگان  
 تیرہ پستان چوٹن برآوردہ شیرہ اور استعواء تخلیہ بوجہ فقدان مشارکت سرے سے داخل جنس تعریف  
 تشبیہ ہی نہیں جیسے مثال مذکور میں زمین کے مشبہ بہ ذہنی کے لئے استخوان ثابت کرنا استعارہ تخلیہ کو  
 اور تجربہ دیدہ ہے کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے جو اتصاف میں اسی ذی صفت کے مثل ہو  
 انتزاع کرین تا معلوم ہو کہ متفرع عنہ اس صفت میں ایسے کمال ہے کہ اس سے ایک اور شے جو  
 اسی صفت کے ساتھ ہو حاصل ہو سکتی ہے جیسے حکمی عنہ شہر بارہے تو آفتاب دیدم + از لطف تو  
 پیچ و تاب دیدم + ولہ شہر زخار و گیسوے پر پیچ و تاب + بیاوردہ اندر کند آفتاب + اس جگہ چہرہ  
 کی تجلی اور نورانیت میں بالانہ منظور ہے یعنی فروغ تجلی چہرہ اس درجہ کو پہنچا کہ اس سے ایک آفتاب  
 حاصل ہو گیا سعدی شہر و زخار اے سفیلان کشیدہ تیغ + گوئی کہ خود بنود و دین بوستان گلے + نظامی  
 شہر رخس پونش گل انداختہ + ہنوشہ گجیان گل ساختہ + یعنی خسار باعتبار گنجینی و ناز کی اس کمال کو  
 پہنچا ہے کہ اس سے ایک گل نکل سکتا ہے تجربہ کے بھی اقسام ہیں اگر منظور ہو علم بدیع کا مطالعہ فرمائیں  
 اب معلوم ہوا ہوا کہ تشبیہ میں پانچ چیز کی ضرورت ہے اول تو وہ دو شے جو باہم مشارکت میں جنکو طر میں  
 تشبیہ بھی کہتے ہیں جن میں سے اول کا مشبہ ثانی کا مشبہ بہ نام ہے تیسری وہ جو اس مشارکت کی دلالت کے لئے  
 آہ ہے یا یون کہیے کہ وہ کلمات کہ ایک کو دوسرے سے اندک کر نیکا واسطہ میں جنکو اداءۃ التشبیہ  
 ہیں جو تھے وہ معنی جو اس مشارکت کی وجہ ہیں ان دونوں مشارکوں کے ساتھ قائم اور ان میں موجود  
 اثر تشبیہ میں اسکا وجود شرط مانا گیا ہے اگر یہ نہ پایا جائے ایک کو دوسرے سے مشابہت نہ ہو اسکا  
 وجہ الشبہ اور وجہ التشبیہ نام ہے پانچوں غرض تشبیہ جو اس فعل تشبیہ کی علت غائی ہے اگر یہ نہ ہو  
 تشبیہ ایک فعل عبث طعنے والے کے آراکان و طجراے تشبیہ جارہی مانے گئے ہیں غرض تشبیہ جو کہ  
 علت غائی ہوا غایت کا خارج ہونا اگر یہ آراکان میں داخل نہ ہوں سکتی یعنی تشبیہ کا جز نہیں سکتی لہذا بیان رحمہ اللہ  
 مذہب محقق یہی ہے جنہوں نے اس بات پر غور نہیں کیا غرض خارج کو کرکٹ یعنی جزو داخل تشبیہ کا ہوا یا  
 غرض یہ پانچ چیزیں تشبیہ کے لئے اگرچہ ضروری ہیں مگر ان میں سے دوہی شے اصل ہیں ایک تو مشبہ  
 دوسرا مشبہ بہ اور اداءۃ التشبیہ اسکے تسبیہ سے ظاہر ہے کہ وہ فقط ایک آہ ہے نظامی یہ فرماتے ہیں شہر

استعارہ تخلیہ  
 و تشبیہ

تشبیہ میں پانچ  
 چیزیں ذکر ہوا ہیں

۱۔ تشبیہ میں پانچ چیزیں ذکر ہوا ہیں  
 ۲۔ تشبیہ میں پانچ چیزیں ذکر ہوا ہیں  
 ۳۔ تشبیہ میں پانچ چیزیں ذکر ہوا ہیں  
 ۴۔ تشبیہ میں پانچ چیزیں ذکر ہوا ہیں  
 ۵۔ تشبیہ میں پانچ چیزیں ذکر ہوا ہیں

تشبیہ میں دوہی  
 شے اصل ہیں

آلتی خواہاں و خواہی نہ ہاں اور وہ بہتلا عرض ہے جو اطراف کے ساتھ قائم اور انہیں سے ملوذا و منسرح ہے گر مشبہ بہ بین یہ بات بطریق اصالت اور مشہدین بطور فریعت کے موجود ہوتی ہے اور غرض تشبیہ وہ علت غائی اس فعل تشبیہ کی ہے وہ اس سے خارج ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جب ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دیجاتی ہے تو ناقص کو کامل کے ساتھ ملتی کر دیتا مقصود ہوتا ہے اسی وجہ سے مشبہ بہ کا بہ نسبت مشبہ کے رتبہ میں اقویٰ اور اکمل ہونا ضروری سمجھا گیا ہوتا ہے ناقص مشبہ بہ کامل کے ساتھ ملتی ہو جائے اور اس لحاظ کی بدولت وہ ناقص اس کامل سے صورت پذیر کمال ہو جیسے نید چون شیرست میں زید کو شیر کے ساتھ ملتی ہوئی ہے جرات اور دلیری جو وصف مشہدین کے زید میں بھی معتبر ہوگئی۔ مگر جس جگہ کہ مشبہ سے اقویٰ اور اکمل کا وجود حقیقہ ہو یا عادۃً محال ہو ضعیف اور ناقص ہی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے مگر وہ ضعیف و ناقص مخاطب کے نزدیک وصف مقصود میں زیادہ مشہور ہونا ضرور ہے جیسے اللہ سبحانہ تعالیٰ شانہ کو آقا کے ساتھ تشبیہ دینی حاجی محمد بن فروا نے بن شعر وجودش آن فروزان آفتابست کہ ذرہ ذرہ ازوے نور یابست ہاں اور اسی قبیل سے پہلوتہ سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صلوتہ سیدنا ابراہیم علیہم السلام کے ساتھ تشبیہ دینی جیسے اللہ صلی علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم فانک محمد مجید اللہ واسطے کہ جیسے آپ کی ذات اکمل اور سائر انبیاء علیہم السلام سے افضل ہے آپ پر انعامات بھی اسی نسبت اکمل اور افضل ہیں مگر چونکہ یہاں مشبہ اس کمال تنہا اور تمام فضیلت میں ہے کہ بغیر تنزل فہم کرنا معتذر کیا محال تو ایک وجود حقیقی اور کمال اصلی کو ناچار وجود مجازی کمال ظنی مشہد کے ساتھ تشبیہ دی تا ہماری فہم میں آجائے اور حوصلہ اور اک کو خرق نہ کرے اور وہ رحمت نامتناہی جو ہمارے حضرت ہمارے سوار ہمارے ہادی ہمارے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی عقل قاصر اور اک متناہی اسکے دریافت کرے سخت عاجز ہے تو ناچار اس رحمت الہی کے ساتھ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے شامل حال تھی اہم سابقہ اور عریکے نزدیک مشہد تھی تشبیہ دی کہ تا سمجھ میں آجائے ۵

آن فضا لمہا ہے پہاں شان کہ آن ہاں در نیاید در حواس و در بیان ہاں ہاں اوصاف جلال ہاں کس نداند جز بآثار کمال ہاں کمال و آن جلال و آن وجود ہاں بر نذر اند ز قہر ش نار و پود ہاں اور کبھی مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے معلوم ہو جائے کہ اس سے افضل تو کیا مساوی الرتبہ بھی موجودات میں حقیقہ ہو

ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ تشبیہ دینے سے کیا منظور

اقویٰ اور اکمل کا وجود محال ہونا یا اقویٰ اور اکمل ناقص کی کو تشبیہ بہ بنادینا

کبھی میں مشبہ بہ بنادیا جاتا ہے

یاد نام محکم کے نزدیک موجود نہیں گویا اپنے عزیز و نارسائی کی حیرانی میں عین مشبہ کو مشبہ بہ بنا دیتا ہے  
 اول جب نظامی مرتبہ میں فرات تین شہر گزین کر دہ ہر دو عالم توئی و چوڑ گسے باشند ہم توئی و  
 ثانی یعنی اعلیٰ محض نھوری کا شعر ہے شہر مراد تماشائے نظر ہے اوہ سراپاے اوچون سراپاے اوہ  
 واللہ تعالیٰ اعلم آدم بر سر مطلب تشبیہ میں پانچ چیزوں کا وجود واجب ہے اور پھر ہر ایک ایک میں  
 کئی کئی حیثیتیں ہیں انہیں حیثیات شے کے اعتبار سے تقسیم تشبیہ کی جڑ سے جڑ سے طریقہ پر ہو سکتی ہے  
 مثلاً باعتبار ذکر و حذف ارکان اربعہ یعنی چاروں رکن مذکور ہوں یا بعض مذکور ہوں اور بعض مخدوف  
 مگر ہر حال میں اثبات مشبہ بہ داننا واجب ہو گا مگر تشبیہ کا سب اس کے وجود پر ہے اس واسطے کہ تشبیہ  
 مقصود یہی ہے کہ مشبہ ناقص میں مشبہ بہ سے اکتساب کمال کرتے سطح اوپر مذکور ہوا اسکی کئی صورتیں ہونگی  
 کیا معنی کہ مشبہ یا تو مذکور ہوگا یا مخدوف بہر تقدیر وجہ تشبیہ مذکور ہوگی یا مخدوف ان چاروں تقدیر پر حرف  
 تشبیہ مذکور ہوگا یا مخدوف یہ آٹھ شکلیں حاصل ہوں یا تین تفصیل ایک تو یہ کہ چاروں رکن مذکور ہوں  
 جیسے زید چون شیرست در شجاعت فردوسی در شہر پوشیدہ نو جامعہ بندگی و دودیدہ جو بارے بیارندگی و بہان  
 دودیدہ مشبہ چون تشبیہ ابر مشبہ بہ بیارندگی و دوسرا مشبہ مخدوف باقی مذکور مثلاً کسی کے  
 پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے چون شیرست در شجاعت یا اور کوئی سیاق و سباق ذکر مشبہ سے ملے یا نہ  
 کر دیوے نظامی شہر جواب فرات اشکارا نواز و چوسر حشمہ نیل بہان گماز و تیسرا اداۃ تشبیہ مخدوف  
 باقی مذکور جیسے زید شیرست در شجاعت بندہ کمی غفرلہ شہر رخس در رخندگی آفتاب و لبش برگ گل  
 خوی چونوشین گلاب و چوتھا جب مشبہ مخدوف باقی مذکور جیسے زید چون شیرست نظامی در شہر رخس  
 چون گل و برگ آرد وہ خوی و بین داد جامی پر از سرخی و پانچواں مشبہ اداۃ مخدوف باقی مذکور  
 جیسے لغزینہ سوالیہ یعنی پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے شیرست در شجاعت بندہ کمی غفرلہ شہر چری  
 ہستی زنیبا قاسمی اوہ بے سرنہی سہی سر لب جوہ چھٹا صرف مشبہ بہ مذکور باقی سب مخدوف جیسے وقت  
 قیلم قرینہ مقالیہ یعنی کوئی پوچھے زید چیست جواب دیا جائے شیرست یا سیاق و سباق اسپر دالات کر  
 بندہ طکی عفی عنہ شہر چر گیم کہ چنست در روز خون و ہنگے شتا و بدیداروں و ورنہ استعارہ مطلقہ  
 ہوگا اس آٹھویں قسم کو تشبیہ بلغ بھی کہتے ہیں اور فرق اس تشبیہ اور استعارہ میں یہی ہے کہ تشبیہ میں مشبہ  
 اور مشبہ بہ میں وجہ مشترک من وجہ مختار سمجھے جاتے ہیں مہمدا اداۃ تشبیہ چونکہ رکن مانے گئے ہیں

۱۷  
 شہر گزین کر دہ ہر دو عالم توئی و چوڑ گسے باشند ہم توئی و  
 ثانی یعنی اعلیٰ محض نھوری کا شعر ہے شہر مراد تماشائے نظر ہے اوہ سراپاے اوچون سراپاے اوہ  
 واللہ تعالیٰ اعلم آدم بر سر مطلب تشبیہ میں پانچ چیزوں کا وجود واجب ہے اور پھر ہر ایک ایک میں  
 کئی کئی حیثیتیں ہیں انہیں حیثیات شے کے اعتبار سے تقسیم تشبیہ کی جڑ سے جڑ سے طریقہ پر ہو سکتی ہے  
 مثلاً باعتبار ذکر و حذف ارکان اربعہ یعنی چاروں رکن مذکور ہوں یا بعض مذکور ہوں اور بعض مخدوف  
 مگر ہر حال میں اثبات مشبہ بہ داننا واجب ہو گا مگر تشبیہ کا سب اس کے وجود پر ہے اس واسطے کہ تشبیہ  
 مقصود یہی ہے کہ مشبہ ناقص میں مشبہ بہ سے اکتساب کمال کرتے سطح اوپر مذکور ہوا اسکی کئی صورتیں ہونگی  
 کیا معنی کہ مشبہ یا تو مذکور ہوگا یا مخدوف بہر تقدیر وجہ تشبیہ مذکور ہوگی یا مخدوف ان چاروں تقدیر پر حرف  
 تشبیہ مذکور ہوگا یا مخدوف یہ آٹھ شکلیں حاصل ہوں یا تین تفصیل ایک تو یہ کہ چاروں رکن مذکور ہوں  
 جیسے زید چون شیرست در شجاعت فردوسی در شہر پوشیدہ نو جامعہ بندگی و دودیدہ جو بارے بیارندگی و بہان  
 دودیدہ مشبہ چون تشبیہ ابر مشبہ بہ بیارندگی و دوسرا مشبہ مخدوف باقی مذکور مثلاً کسی کے  
 پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے چون شیرست در شجاعت یا اور کوئی سیاق و سباق ذکر مشبہ سے ملے یا نہ  
 کر دیوے نظامی شہر جواب فرات اشکارا نواز و چوسر حشمہ نیل بہان گماز و تیسرا اداۃ تشبیہ مخدوف  
 باقی مذکور جیسے زید شیرست در شجاعت بندہ کمی غفرلہ شہر رخس در رخندگی آفتاب و لبش برگ گل  
 خوی چونوشین گلاب و چوتھا جب مشبہ مخدوف باقی مذکور جیسے زید چون شیرست نظامی در شہر رخس  
 چون گل و برگ آرد وہ خوی و بین داد جامی پر از سرخی و پانچواں مشبہ اداۃ مخدوف باقی مذکور  
 جیسے لغزینہ سوالیہ یعنی پوچھنے کے وقت جواب دیا جائے شیرست در شجاعت بندہ کمی غفرلہ شہر چری  
 ہستی زنیبا قاسمی اوہ بے سرنہی سہی سر لب جوہ چھٹا صرف مشبہ بہ مذکور باقی سب مخدوف جیسے وقت  
 قیلم قرینہ مقالیہ یعنی کوئی پوچھے زید چیست جواب دیا جائے شیرست یا سیاق و سباق اسپر دالات کر  
 بندہ طکی عفی عنہ شہر چر گیم کہ چنست در روز خون و ہنگے شتا و بدیداروں و ورنہ استعارہ مطلقہ  
 ہوگا اس آٹھویں قسم کو تشبیہ بلغ بھی کہتے ہیں اور فرق اس تشبیہ اور استعارہ میں یہی ہے کہ تشبیہ میں مشبہ  
 اور مشبہ بہ میں وجہ مشترک من وجہ مختار سمجھے جاتے ہیں مہمدا اداۃ تشبیہ چونکہ رکن مانے گئے ہیں

لفظاً ہو یا تقدیراً ان کا اعتبار تشبیہ میں ضرور ہے بخلاف استعارہ اگرچہ اس میں بھی علاقہ تشبیہ موجود ہے مگر شکم چونکہ انہی معیت کا اذکار تاسے اداۃ تشبیہ لفظاً تو کیا تقدیراً بھی بیان نہیں کیے جائینگے جیسے فروسی <sup>۱۹</sup> شعر شمشیر برد آزمان شیر دست و چپ رنک چینیان رنکست و ساتوان مشہاد و مشتبہ مذکور باقی محذوف جیسے زید شیرست نظامی <sup>۲۰</sup> شعر سکنہ محیط است دین جوئے آب و منہ تہمت سایہ بر آفتاب و آسمان مشتبہ بہ مع اداۃ مذکور ہو باقی محذوف مثلاً کوئی پوچھے زید چگونہ است در شجاعت جاب دیا جاسے چون شیرست - بندہ مکی عفی عنہ شعر باہج خودی چو سر خوش ستی - سو گند حق کہ بت پرستی و اسے با شخص نام نہ خود۔

مشتبہ و در مشتبہ  
مذکور باقی محذوف

مشتبہ بہ مع اداۃ  
مذکور باقی محذوف

ارکان تشکیلی ازا  
در ترکیب و تقدیر  
اعتبار تشبیہ و تشبہ

بمعنی ارکان تشبہ

کبھی ارکان تشبہ یعنی اطراف و وجہ شبہ کی افزاد و ترکیب و تقدیر کے اعتبار سے تقسیم کی جاتی ہے الاول افراد جیسے زید و ولی عی چون شیرست۔

الثانی ترکیب اس میں ایک تو یہ ہے کہ جمیع ارکان تشبہ مرکب ہوں جیسے حکمی غفرلہ شعر بہام بلورین سئل لعل ناب و بونار سیال و دب تآب و فروسی <sup>۲۱</sup> شعر شست از بر سینہ پلین و پراز خاک چگال و دیو و دین و بکر و شیر کہ بگر نر و زند و گور اندر آید بر و دوسر بعض مرکب - اور بعض مفرد نظامی <sup>۲۲</sup> شعر شود چہرہ مارا فروخت و چو تاج درو علیہا دوخت و اس مثال میں مشبہ چہرہ انار و مشبہ بہ تاج مرکب یعنی مقید باوصاف مذکورہ - یہاں مشبہ مفرد ہے و جب مشبہ اور مشبہ بہ مرکب اس کے جمیع اقسام اور احد الطرفين کی ترکیب سے و جب مشبہ کا مرکب ہونا ضروری ہے یا نہیں اور اس طرح تعدد کا مفرد مرکب بھی ہو سکتا ہے یا بعض مفرد بعض مرکب اسکی بھی کسی شکل میں نکل آتی ہیں (اگرچہ علمائے بیان سے کسی نے اسکا تعرض نہیں کیا) اسکی تفصیل و تحقیق علم بیان کا وظیفہ ہے میں نے اپنے اس مختصر سے رسالہ میں ان امور سے بحث نہیں کی تا بہ الامتیاز متعدد مرکب میں یہ ہے کہ متعدد میں الگ الگ ایک تشبہ کے ساتھ تشبیہ مقصود ہوتی ہے جیسے زید و عمرو چون شیر و دیا اندر شجاعت و خات و بخات مرکب کہ آہیں کسی چیز میں مجتمع ہو کر صورت و صفاتی حاصل کرتی ہیں پس در صورت تعدد اگر بعض کو ذکر کریں اور بعض کو چھوڑ دیں معنوں میں بعض باقی کے کوئی خرابی نہ آئیگی افادت معنی باقی میں بجا رہے گا اور در صورت ترکیب اگر اسقاط بعض کیا جائے مقصود تشبیہ قتل ہو جائیگا واللہ اعلم بالصواب آپ نے تعدد ایک طرفین یعنی مشبہ و مشبہ بہ میں ہوگا جیسے حکمی عفی عنہ مع ہمان مونس و روش چو لیل و نہار و

بعض مرکب  
اور بعض مفرد

مشتبہ و مرکب ہیں  
کیا مشتق ہو

تعدد طرفین

تعدد وجہ

دو ستر تعدد وجہ شبہ بین نظامی در شجر شکر خندہ راست چون نیشکر و لطیف خوش و سبز و شیرین و تر و  
 یہاں شکر خندہ یعنی معشوق مشہد چون حرف تشبیہ نیشکر مشہد یہ دونو مشہد مشہد بہ واحد بین مگر وجہ شبہ  
 متعدد ہے جن پر لفظ راست و لطیف و خوش و سبز و شیرین و تر و دلالت کرتے ہیں اس بطرح آئینہ کو  
 آفتاب کے ساتھ تشبیہ بینی باعتبار گولائی اور چمک کے تعدد فی الوجہ ہے بندہ محلی غفر لہ واللہ شجر جبین  
 بکشاوہ و تابان چو ماہ و چہ ماہی خاصہ ماہ نیم ماہ ہے و اور کبھی باعتبار طریقین فقط تشبیہ کو ملفوف و مفروق  
 پر تقسیم کرتے ہیں۔ ملفوف وہ ہے کہ چند مشبہ ایک جگہ اور آنکے مشبہ بہ ایک جگہ بیان کیے جائیں پھر اگر  
 بہ ترتیب لفظ شبہات انکے مشبہ بہ کا نشر کیا جائے ملفوف مرتب کہلاتا ہے محلی غفر لہ ع لب و دندان  
 اور چل و گوہر و اگر نشر بہ ترتیب لفظ نہ ہو غیر مرتب ہے خواہ معکوس ہو خواہ ہی منتشر محلی غفر لہ ع  
 لب و دندان اور چون درو مرغان و منتشر کیلئے دوسے زیادہ تعدد چاہیے اگر صرف مشبہ بین تعدد ہو اس کا  
 تشبیہ الجمع نام ہے اور یہ تعدد صرف بطریق عطف بھی بیان کیا جاتا ہے اور تعدد کے ہر فرد پر واہ تشبیہ  
 جدا کا بھی لے آتے ہیں جیسے ان اسلہ بین نظامی در شجر چناندار چون ابرو چون آفتاب و باندا خند  
 ہم آتش ہم آب و سعدی در شجر دو پاکیزہ پیکر چو روبری و چو خورشید و مہ از سہ دیگر بری و ان مثال  
 میں حرف تشبیہ اور عطف ہر دو ہیں۔ جامی قدس سرہ شجر عارض است این یاقوت بالالہ مرست این و شائع  
 شمس بالآئینہ دلہا مست این و اس مثال میں صرف عطف تزدیدہ ہر فرد پر ہے۔ اور تشبیہ مفروق وہ ہے کہ  
 ہر مشبہ کے ساتھ اسکا مشبہ بہ ذکر کرتے چلے جائیں۔ بندہ محلی غفر لہ الہ یہ شجر و چشم آہو و لطف و مشکا ہو  
 رخس مہر و جبین ماہ و قمر و و لہ غنی عنہ لبش ہچو یاقوت و دندان چو در و اور یہ تعدد وجہ شبہ  
 میں بھی ہوتا ہے طریقین میں تعدد ہونا ہوا اور پھر اس کے اجزا کل حسی ہوں یا کل عقلی یا بعض حسی یا بعض عقلی  
 اول جیسے آئینہ کو چاند سے تشبیہ بین وجہ شبہ بضاوت و تدویر یہ دونو جز حسی ہیں۔ نظامی در شجر حیریم  
 دندان بلکہ آتش زن است و کہ مریم صفت بکروا بستن است و یہاں وجہ شبہ بکارت اور بستن یہ دونو  
 امر سی ہیں۔ دوسرا جمیع اجزاء عقلی ہو جیسے کیکو و سکی تیزی نظر اور چمکے پن اور انسانی جماع کے  
 اعتبار سے کوہ ہے کے ساتھ تشبیہ بین یہ سب امور عقلی ہیں۔ تیسرا مختلف یعنی بعض حسی بعض عقلی نظامی  
 شجر گہ خردن نے چوں خلن بہ خواہ و گہے نکہ زدن برسند شاہ و یہاں وجہ شبہ ایک تو مرنی  
 رنگ جو حسی ہے دوسرا مرغوب طبع ہونا جو عقلی ہے۔ اس بطرح ارکان کے حسی یا عقلی ہونے کے اعتبار سے

تقسیم تشبیہ  
 باعتبار طریقین  
 تعدد تشبیہ  
 تعدد فی وجہ

تقسیم مفروق  
 باعتبار حسی و عقلی  
 باعتبار حسی و عقلی  
 باعتبار حسی و عقلی  
 باعتبار حسی و عقلی  
 باعتبار حسی و عقلی



حسی سے ہماری  
ہونا کیا مراد ہے

جدی تعلیم کی جاتی ہے اور حسی سے یہاں ہماری مراد یہ ہے کہ وہ انہماک و خیال ان کا مادہ اگر خارج میں موجود ہو بلواسطہ حواس خمسہ ظاہر و مذکر ہو پس خیالات یعنی اگر ان کو بحیثیت اجتماع دیکھا جائے معدوم ہیں اور جو ایک ایک کو الگ الگ جو مادہ اس مجتمع کلبہ دیکھا جاتا ہے مذکر باکس الظاہرہ ہیں جیسے فردی شعہ زین شد بکر و دریا سے تیرہ ہمد موجش از خنجر و گرز و تیرہ نظامی مد شعہ بر اینخت رزے جو بارندہ منیع پنگر گش ز پیکان و باران ز تیغ پد کیا معنی کہ دریا جدا اور قیر جدا مذکر بحسب بصیرت مگر بحیثیت اجتماعی لینے دریا قیر کا ہونا اسپرہ یہ کہ خنجر و گرز و تیرہ اسکی موجیں ہوں کسی نے نہیں دیکھا البتہ موج و خنجر و گرز و تیرہ جدا جدا مذکر بحسب ہیں اس طرح مگر گ و پیکان و باران و تیغ الگ الگ محسوس ہیں لیکن ابر سے اولے کی جگہ پیکان پانی کی جگہ تیغ برستے ہوں کم عدم سے وجود میں نہیں آئے پھر اس حیثیت اجتماعی کے ساتھ محسوس ہی کب ہوں گے یہ محض تخیلات ہیں اسی قبیل سے ہے شعر نظامی مد شعہ گیا مان نورستہ از آب پر پد پر شلغ دینا بر آلودہ درہ اور دہیات جیسے اس شعر میں مکی فخر لہ لوالہ یہ شعر بدل ہول شنبہ جبران چنان بود کہ انجم جو چشم غول بنمود پد پس ابن تشبیہ تخیلی مدعی میں فرق بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تشبیہ خیالی میں یہ بات ہو کر گئی ہے کہ مذکرات حسیہ کی صورت میں جو بواسطہ حواس خزانہ خیال میں جمع میں قوت متغیہ بقدر ضرورت ان میں سے لیتی ہے صرف ایک ترکیب اپنی جانب سے ان میں اختراع کرتی ہو پس معلوم ہوا کہ تشبیہ خیالی کے لئے ایک اصل ہے لینے خارج میں اس کے اجزاء کے لئے وجود متحقق ہے مگر اس مرکب اختراعی کا وجود خارج میں نہ ہوگا بخلاف تشبیہ ہی کہ وہ محض نئے اصل ہونی ہوگا لا جود لہ ولا عقیق لہ فالخارج اس پر صادق ہے کیا معنی کہ وہاں سرے سے من جانب تخیلہ ایک نئے اصل گھڑت ہونی ہے اسی واسطے الوہم مخلصی کہا جاتا ہے لیکن با اینہم مختصرات و ہمیں جیسے چشم و دندان غول کا اور اک فرض کیا جائے تو وہ ضرور مذکر بحسب ہوں گے تو جیسے خیالات داخل نوع حسی ہیں دہیات بھی داخل شتی حسی رہینگے عقلی وہ ہے جو اس طرح مذکر نہ ہو اگر وہ خارج میں موجود بھی ہو مذکر جو اس ظاہر نہ ہو چونکہ محسوسات اصل معقولات ہیں یعنی معقولات انہیں محسوسات سے منتزع ہوتے ہیں محسوس از دوسے دلالت اقوی سمجھا جاتا ہے اور شبہہ اگر چہ ادعا ہو ہی کیوں نہ ہو شبہہ سے اکمل اور اقوی ہونا چاہیئے باین وجہ محسوس کو معقول کے ساتھ تشبیہ نہیں دیتے اگر کہیں اس قسم کی تشبیہ واقع ہوئی بھی ہے وہاں مشبہہ معقول بمنزل محسوس بنایا گیا ہے غرض تفریق حسی و عقلی کا بیان مجمل یا بہر تشبیہ بہر لفظ

تشبیہ وہی  
تقدیر ہی خیالی

تشبیہ خیالی و حسی  
سواء بالانسان یا بالشیء

خیالات کی حالت  
و بہت حسی ہیں

مفسرین کی مشعل  
کیا تشبیہ  
نہیں ہے کی وجہ

تشبیہ مجموع اجزاء  
حسی

تقسیم مجموع اجزاء  
عقلی  
بعضی  
بعضی  
تشکیل اور تخیل  
سکے کہ بنے ہیں

حسی ہوگی جیسے حکمی عقلی عنہ شعردو عارض جو خورشید اندر فروغ و یا بجمع اجزاء عقلی جیسے حکمی غفلت و لولالہ  
شعردو علم آدم برزبر افلاک کہ علم پنچ حیات آمد و اوداک و یا بعض حسی بعض عقلی حکمی غفلت و لولالہ شعردو لطیف  
چو در بہار باران و سر سبز جهان اندو چو بستان و بیان شط پلطف ممدوح ہے وہ کیفیت خاص نفسانی یعنی  
امر عقلی ہے اور باران بہاری مشبہ بہ وہ ایک امر محسوس یعنی مبصر شے ہے۔ جانتا چاہیے کہ جس تشبیہ میں  
کہ وجہ شبہ چند امور سے متفرع ہو یعنی وہ وصف مرکب ہو مطلقاً حسی ہو یا عقلی جمہور کے نزدیک اس  
تشبیہ کا تمثیل و ضرب المثل نام ہے اور امام فن شیخ الہدی شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہر مرکب  
تمثیل نہیں بنتا بلکہ ان کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً حقیقی ہو یا غیر حقیقی تمثیل کہلاتا ہے اور سکا کی رحہ کہ کہ  
مزدیک مرکب کا فقط عقلی ہونا بھی کفایت نہیں کرتا بلکہ اس مرکب کا غیر حقیقی ہونا یعنی وہ وصف جس  
محقق ہونے علاً تمثیل کے لئے ان کے ان شرط ہے پس یہ اشعار نظامی شعردو مشکین زکال تش لعل  
رنگ و در آفتاب چون عکس گوہ رنگ و ولہ شعردو آتش بران شوشہ مشکینج و چواریہ برہر کان گنج  
عند الجہور تمثیل ہیں۔ اور یقطعہ سعدی کا قطعہ عالم اندر میانہ جہاں و شلہ گفۃ اندر صدیقان و شاکہ  
در میان کو امانت و مصحفی و گزشتہ زندیقان و سب کے نزدیک تمثیل ہے اسی قبیل سے ہیں یہ اشعار  
شعردو تو نیکان نگیرد و ہر کہ بنیادش بدست و تربیت ناہل را چو گردگان برگبدست و ولہ شعردو  
اگر آب زندگی بار و ہرگز از شاخ مید بر نخوری و با فرومایہ روزگار مبر و کز بے بویا شکر نخوری و  
ولہ شعردو محقق بودند و دانشمند و چارپایے برد کتابے چند و ولہ شعردو فائدہ ہر کہ عمر در بخت و  
چیزے نخورد و زینبیداخت و بیان وجہ شبہ المانع کے انتفاع سے بے نصیب و محروم ہونا باوجود  
سخت تکلیف و تعب اٹھانے کے سو یہ وصف مرکب عقلی ہے اور چند امور سے متفرع ہے چونکہ  
مرجع اس وصف کا جانب تو ہم ہے اسکو وصف حقیقی نہیں کہہ سکتے اور اگر وجہ شبہ ایسی ہی ہووے  
تو وہ تشبیہ غیر تمثیل کہلائیگی یعنی جمہور کے نزدیک تمثیل کے لئے وجہ شبہ کا مطلقاً مرکب نہ ہونا  
چاہیے اور شیخ کے نزدیک مرکب عقلی مطلقاً نہ ہو اور سکا کی کے نزدیک وجہ شبہ مرکب نہ ہو یا مرکب ہو تو  
وہی یا اعتباری نہ ہو بلکہ وصف حقیقی ہو۔

تقسیم اعتباری  
تقسیم مجمل

باعتبار وجہ شبہ و طرح بھی تقسیم تشبیہ کی کی جاتی ہے کیا معنی کہ وجہ شبہ یا تو مجمل ہوگی یا منہصل  
تقسیم مجمل وہ ہے کہ جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو ادا مذکور ہوں یا نہ ہوں جیسے زید چون شیرست

دعوت کمال غلام

دعوت کمال غلام

یا نید شہرست۔ اور یہ اجمال کنی باتوں سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وجہ تشبیہ اس میں ایسی غلام  
 ہو کہ ہر کسی کا ذہن اس پر ٹکرائے جیسے روئے چون آفتاب میں چمک دمک زید چون شیر میں شجاعت  
 یہ ایسے امور ہیں بغیر ذکر و تجرید یہ سانس کا خیال اس پر ہونچ جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وجہ تشبیہ ایسی پوشیدہ  
 کہ بجز خواص بلغا و سرون کی نظر وہاں تک نہ پہنچے جیسے حکمی غفرلہ و لوالدیہ شہر کے بارگاہ کے مثل آفتاب  
 و دیگر بارگی ہجو دریا سے آب و بہان خیمہ بادشاہ کو آفتاب تشبیہ کی گئی اور گھوڑے کو بھرتے اور جو  
 تشبیہ اول میں بارگاہ کی وسعت میں مبالغہ کہ آفتاب کی طرح مشرق سے مغرب تک اُٹکی طنائیں کشتین  
 چنانچہ نظامی اس وجہ کا اظہار فرماتے ہیں شہر زہے بارگاہ ہے کہ چون آفتاب و زرشق بمغرب کشیدہ  
 طناب و فردوسی و نیز تشبیہ بارگاہ کی توصیف کرتے ہیں شہر کے خیمہ داشت افزایاب و زرشق  
 بمغرب کشیدہ طناب و دوسرے مصرعہ میں گھوڑے کی سرعت میں مبالغہ کیا جاتا ہے کہ وہ گھوڑا طواف  
 عالم ہوتا ہے اور ٹھہرا ہوا بھی معلوم ہوتا ہے دریا کی طرح بحیثیت موج زنی روان بھی ہے اور بحیثیت  
 احاطہ ارض یک جگہ قائم بھی۔ یہی کیفیت شعلہ جوالہ میں موجود ہے یہ کمال سرعت پر وال ہے۔  
 اسی قبیل سے ہے شیخ علی خزین کا نالہ کو مشکین پرندے اور طالب آملی کا شبیدز سے تشبیہ دینا  
 شب بھران سیاہ در و راسخو خرتین تو و درفش کاویان از نالہ مشکین پرند آرد و طالب آملی  
 شہر کشش کرد انقدر با پیچہ غم جانب غلت و کہ دل دزیر بار نالہ ام غرق سیاہی شد صاحب شہر  
 ہر نئے قیمت نالہ شہر برا و مروتے باید کہ داند قدر این شبیدز را و یہ امور ایسے ہیں کہ بجز خواص اور  
 کسی کا ذہن نہیں پہنچتا۔ تیسرے یہ کہ طرفین سے کسی کا وصف مذکور نہ ہو جیسے زید چون شیرت  
 چوتھے فقط مشبہ کا وصف مذکور ہو نظامی شہر براق شبانہ زیرش چو برق و ستامش چو خورشید  
 و نور غرق و پانچویں فقط مشبہ کا وصف جیسے حکمی غنی عنہ شہر چو خورشید روشن و نور خاراگان  
 دو گیسو کند و بڑا کمان و چھٹے یہ کہ وصف طرفین مذکور ہو جیسے نظامی شہر بگل چیدن آمد  
 عروے بباغ و فرزندہ روئے چو روشن چراغ و یہ بھی واضح رہے کہ یہاں وصف سے وہ وصف  
 خاص مرلو ہے جس میں جانب وجہ تشبیہ ایک لطیف ہونہ وصف مطلق جیسے اشلہ بالا میں مذکور ہوا  
 اب زید علم چون شیر سیاہ است باوجود وصف طرفین مطلق شملت ہی رہیگا نظامی شہر نشہ  
 ہمارا گر تیغ بر درع شاہ و بعتیر زنگی چو ایر سیاہ و اسی قبیل سے ہے اسواسطے کہ یہاں عرش بیان

نالہ کو مشکین پرند  
 اور شبیدز سے  
 تشبیہ دینا بھی  
 اسی قبیل سے ہے

طرفین سے کسی کا  
 وصف مذکور نہ ہو  
 جیسے زید چون شیر  
 چوتھے فقط مشبہ کا  
 وصف مذکور ہو نظامی  
 شہر براق شبانہ زیرش  
 چو برق و ستامش چو  
 خورشید و نور غرق و  
 پانچویں فقط مشبہ کا  
 وصف جیسے حکمی غنی  
 عنہ شہر چو خورشید  
 روشن و نور خاراگان  
 دو گیسو کند و بڑا  
 کمان و چھٹے یہ کہ  
 وصف طرفین مذکور  
 ہو جیسے نظامی شہر  
 بگل چیدن آمد

یہاں وصف  
 کو خاص مرلو ہے

تفصیل

کرتی ہے ایسے کا شصت بنیاد ہونا وجہ مقصود کا افادہ نہیں کیونکہ تشبیہ تفصیل وہ ہے کہ جس میں خود وجہ بہرہ  
مذکور ہو یا جو ذکر وجہ شبہ و تشبیہ کے ساتھ ذکر کیا جائے جو کہ وجہ شبہ و تشبیہ کے لئے لازم ہوا ول جیسے در چنان شہرت و مشہرت  
وہ جیسے کلام فصیح و جلی شہرت و رشیدی بہان وجہ شبہ میلان طبع ہی وجہ شبہ ہی کو لازم ہے بندہ حکمی عفی عنہ شہر سخن از  
دولت و ولادت چنانکہ وقت مذکور شکر بارہ ولہ صبر ماند صبر باشد تلخ و سوم نظامی در شعر سبق برود از  
آہوان و شتاب و گبری چو آتش بزمی چو آب و یہاں وجہ شبہ سرعت ہے یہ اوصاف حرکت سے ہے  
اور حرکت کو گرمی لازم غرض یہاں مسامحہ وجہ شبہ گرمی بیان کی گئی ہے اور حقیقت میں سرعت وجہ  
شبہ ہے جو گرمی کا لازم ہے اسی طرح نرمی کو قیاس کیجئے

تفصیل غرض ثابت  
تشبیہ و تشبہ کو وجہ

تشبیہ و تشبہ

باعتبار وجہ شبہ اور طرح بھی تشبیہ کو تقسیم کر سکتے ہیں کیا معنی کہ بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں  
وجہ مشابہت بوجہ زیادہ ظاہر ہو نیکی جلد سمجھ میں آ جاتی ہے اسکی وجہ سے مشبہ سے مشبہ کی جانب  
انتقال کرنے میں ذہن و نظر کو کوئی وقت اٹھانی نہیں پڑتی اس حالت میں اسکو تشبیہ قریب بمثل کہتے  
ہیں نظامی در شعر مرد روشن از تیرہ شب تافتہ و چو آئینہ روشنی یافتہ و مشبہ یعنی آئینہ ایسی شے  
ہے کہ ذہن میں اکثر اسکی صورت کا حضور رہتا ہے اور بعض تشبیہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں بعد تدقیق  
نظر انتقال ذہن ہوتا ہے اور اسکو تشبیہ غریب بعید کہتے ہیں جیسے نظامی در شعر چارم علم بر بڑا  
زول و چو خورشید لشکر بہ تنہا زول و ممدوح کو خورشید کے ساتھ تشبیہ دی اور وجہ اس تشبیہ کی  
ایسی انتزاع کی کہ نظر ذرا وقت سے اس تک پہنچتی ہے یعنی جیسے آفتاب تنہا تمام لشکر ثابت و سیا  
کو ایک دم میں ہلاک یعنی معدوم کر دیتا ہے ممدوح بھی لشکر دشمن کے لئے تنہا کفایت کرتا ہے  
اور بعض وقت بوجہ تفصیل کے تشبیہ میں غرابت پیدا ہوتی ہے جیسے نظامی در شعر جنبش نش  
یکدم آئیم گیر و چو سیاب بردست مفلوج پیر و یہاں وجہ شبہ ایک تفصیلی امر ہے جو بوجہ کثرت تفصیل  
بادی الاسے میں سمجھ میں نہیں آتا اور قاعدہ ہے جو شے بعد جد و طلب کے حاصل ہوگی لذیذ تر ہوگی  
اور اسکا حسن اور اس کی بلاغت بحسب لذت اور بقدر اسکے لطف خیر سی کے ہوگی پس تشبیہ غریب  
بعید قریب و مبتدل سے حسن و باطن ہوگی اسبطر ح ابتذال و غرابت کے بھی مدارج ہیں اس کے  
قدرو اندازہ پوشیدہ کے حسن و بطن میں تفاوت ہو کر تا ہے کسی تشبیہ قریب بمثل کو متوڑے سے  
نظر بعید غریب بنا لیتے ہیں جس سے اس میں اور بھی حسن و بلاغت پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ حکیم

تشبیہ و تشبہ

اوصد الدین انوری کی تشبیہ بتدل کو جو اس شعر میں بیان کی گئی ہے شعر ہر دے جوامہ آسمان  
 داری + قد چہ سر و پستان داری + شیخ شیراز حضرت سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک ذرا سے لطیف تصرف  
 کے ساتھ بلخ و بلند کر دکھا یا ہے جہاں کہا ہے شعر سرورامانی و لیکن سرور افتار نیست + ماہ را  
 مانی و لیکن ماہ را گفتار نیست + مختاری کا شعر ہے شعر ماہی اگر ماہ را از سر بود قد + سر دے اگر گڑا  
 از ماہ بود بر + کیا معنی اگر تشبیہ مشوق ماہ و سرور کے ساتھ قریب و مبتدل تھی مگر اس شرط نے اسکو اوج  
 غزب تک محدود بلاغت پر پہنچا دیا۔ اور کبھی ایک آدھ دور کی مناسبت و جہشہ ہوتی ہے اس وقت باوجود  
 بعد وہ تشبیہ پایہ بلاغت سے گر جاتی ہے فروسى کا شعر ہے شعر سپاہش بدینسان ہمہ ہمگرہ +  
 ہمہ حاکمہ دندانکہ + وجہشہ ہیئت ثباتی لشکر ہے لینے جیسے کہ اپنی جگہ سے نہیں ملتا سپاہ بھی  
 نہایت صبر و استقلال کے ساتھ لڑتے ہیں چنانچہ دوسری جگہ رسم کی رجز میں اس امر کو ظاہر کیا ہے  
 شعر گوبیلین گفت جنگی ستم + باورد گہہ مرد رنگی ستم +

کبھی باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ تشبیہ کو قوی و ضعیف پر تقسیم کیا کرتے ہیں جیسے وجہشہ او را واد  
 اور شبہ ینولن کا حذف یعنی وقت قیام قرینہ مقالیہ فقط مشبہ کا ذکر اقوی ہے مثلاً شیرست اگر قرینہ  
 سوالیہ موقع اخبار نہ ہو اسوقت وہ استعارہ طالعہ سمجھا جایگا جیسے فروسى سودا بہ کے بال کھسوٹنے  
 منہ نو پنے کو کس لطف سے بیان کرتے ہیں شعر بشکین کند اندام کند چنگ + بفندق گلان را  
 بخون داو رنگ + یا نقطہ مشبہ شبہ کا ذکر جیسے فروسى در ستم و سہراب کی کشتی کی داستان میں  
 لکھتے ہیں شعر یکے نعرہ بزد بزد برا ز شتم و کین + بزد رستم شیر را بر زمین + بندہ حکمی عفی عنہ شعر ستم  
 شیر غرزدہ وقت بزد + بیوشیم چہ مردی چہ یکدشت مرد + یہ دونوں قسمیں اقوی ہیں کسواسطے کہ ادا کے  
 حذف سے مشبہ شبہ میں عمل موافقاتی درست ہو جاتا ہے جس سے عینیت ادعائی حاصل ہو جاتی ہو  
 اور چارون کن کا ذکر کرنا جیسے زید چون شیرست در شجاعت تشبیہ کو بوا اضعیف تر کر دیتا ہے اور  
 باقی شتین قوت و ضعف میں بین بین بین اس میں وہ شق بھی آگئی جو فقط ایک کن یعنی ادا کے  
 حذف سے حاصل ہوئی ہے جیسے زید شیرست در شجاعت یہ بجملة اقسام قوی ہے اور حذف ادا مع الوجہ  
 اقوی ہے حالانکہ کمابیت تشبیہ جو ادعای عینیت ہے جس کا سبب حمل موافقاتی ہے فقط ادا کے  
 حذف سے حاصل ہے وجہ کے ذکر و حذف کو اس میں کچھ دخل نہیں پھر ایک کو قوی دوسرے کو قوی تر کیے گا

وہ تشبیہ کی مناسبت  
 عین جہشہ کمال ہو  
 بہ نسبت جہشہ  
 کہ جاتی ہے

تبدیل قوی و ضعیف  
 باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ  
 حذف مشبہ ہو  
 باقی ارکان حذف  
 تشبیہ جہشہ ہو  
 برقی خلوت

دونوں قسمیں  
 اقوی ہیں

تبدیل قوی و ضعیف  
 باعتبار حذف و ذکر ارکان ثلثہ  
 باقی بین بین بین  
 و میان ضعف و قوت

سبب ظاہر اصول قیسم و جبر مشہد مع اختصار لفظ ہے سو یہ امر حذف و جد ہی سے حاصل ہوتا ہے اور قیوت کے اعتبار سے قیسم نہیں ہو اگر قیوت کو سوا سے کہ تشبیہ جو دیجاتی ہے مشبہ کے خص و اکل و اشہر اوصاف میں دیجاتی ہے ورنہ شیرین گندہ و دہنی چار پانوں اور دم کار کنا بھی وصف ہے یہ سب نہیں لئے جاتے اسی طرح ہر شے کے بیشمار اغراض ہیں بلکہ اس کے مشہد اور خاص اور کمالیہ وصف جرات و دلیری میں تشبیہ دیجاتی ہے لیکن غلط اس قاعدہ اور اصل کو (کہ حذف موضع ذکر میں مقتضی قیسم ہے) نظر میں رکھ کر یہاں بھی نہ اس کا حکم لگا دیا گیا کہ یہ بنیاد ترکیب سبب مزید تقویت تشبیہ ہے ان علوم میں اتنا سہارا نہیں علوم عقلیہ میں بال کی کمال کھینچی جاتی ہے ایسی مسامحتوں کا وہاں دخل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

آدھی انہیں امکان کے مقید غیر مقید ہونیکے اعتبار سے جدی قیسم کیجاتی ہے۔ ایک یہ کہ طوفان اور وجہ مطلق ہوں ان میں کوئی قید نہ لگی ہو جیسے زید چون شیر و رخ چون گل۔ دوسرے یہ کہ دو مقید ہوں جیسے مصرعہ تربیت نااہل را چون گردگان برگنبد است، کیا معنی کہ مشبہ مطلق تربیت نہیں بلکہ نااہل کی تربیت اس طرح مشبہ مطلق گردگان نہیں بلکہ گنبد پر کا گردگان۔ تیسرے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ و جو شہم اند غضب ہ چون مشعل و یہاں فقط مشبہ مقید ہو مطلق و جو شہم نہیں بلکہ شہم غضبناک جوتھے یہ کہ فقط مشبہ مقید ہو جیسے حکمی عفی عنہ مصرعہ رخسار چرخشید و غیرہ فووسہ ہر شہر و در خسار زیبا بش مثل قرہ و جو شہم ستارہ بوقت سحر و یہاں مشبہ مطلق ستارہ اور مطلق خورشید نہیں بلکہ بوقت بنیموز و مقید بوقت سحر ہے۔ اگر غور کیجئے وجہ تشبیہ بھی مطلق و مقید و فو ہر سکتی ہے اول جیسے بندہ حکمی عفی عنہ و جو خورشید ریش بر خندگی و دوسری یعنی وجہ تشبیہ مقید نظامی ہر شہر جو پسیدہ جو ہے کہ در کج باغ و فروزندہ باشد لبث چون چراغ و یہاں وجہ تشبیہ رنگی مطلق نہیں بلکہ وہ جو شہ کے ساتھ بوقت ہے پس اگر وجہ تشبیہ کے اطلاق و تعقید کا لحاظ کیا جاتا ہے ان چار اور ان دھکے ضرب سے آٹھ قسمن حاصل ہوتی ہیں پر شیدہ نہ ہے کہ یہ تعقید اس توصیف سے عام ہو جو تشبیہ محل میں بیان لگی ہے کیا معنی کہ اوصاف والہ سے وجہ تشبیہ پر بھی یہ تعقید صادق آتی ہے اور غیر والہ پر بھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

چونکہ ہر شے کی غرض علت غائی اس شے کی ہو اگر قیوت ہے اس کا متعلق اور وجہ خارجی اس شے سے مؤخر ہو اگر تا ہے تو ہم نے بیان عرض تشبیہ کو نہایت اور اقسام تشبیہ کے مؤخر کر دیا پس

مشبہ کے  
مشبہ کے  
مشبہ کے  
مشبہ کے

مشبہ کے  
مشبہ کے  
مشبہ کے  
مشبہ کے

مشبہ کے  
مشبہ کے

مشبہ کے  
مشبہ کے

مشبہ کے  
مشبہ کے

مشبہ کے  
مشبہ کے

جاننا چاہیے کہ غرض تشبیہ کی کہیں مشبہ کیطرت واضح ہوتی ہے اور کہیں مشبہ کی طرف تخیل کی  
مقصود اور غرض تشبیہ سے مشبہ کے کسی حال یا کیفیت کا بیان کرنا ہوا سکواراج بسوے مشبہ کہیں گے  
اور جو مقصود بیان حال مشبہ ہو راجع بسوے مشبہ کہلاتی ہے اور ہر ایک اپنی کیفیات و حالات  
کے اعتبار سے کئی قسم پر ہے مثلاً مشبہ لیا اور غریب ہو کہ اگر اس کے امتناع کا دعویٰ کیا جائے محکم  
پہونچ جائے اس وقت غرض اور مقصود تشبیہ یہ ہو کہ اس کا امکان وقوعی ثابت کر دکھلائیں جیسے حکمی  
غفرلہ دلوالدیہ کے اس لغتہ شعر میں شعر مکنے ذمکات افضل چنانکہ مشک نے اپنے ہونہ خون کہہ رہا ہے  
یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے کس واسطے دعویٰ یہ ہے کہ ممدوح کی کمکات سے برتر ہے اور مکن بھی ہے  
کمکات سے برتر ہونے سے معلوم ہو کہ وہ بنفسہ ایک جنس کمکات سے الگ ہے اور براسہ یک مل جہاں  
ہے جب مشک سے تشبیہ کی کہ وہ خون ہے مگر وہ اپنی خوبیوں کی وجہ سے ایک جنس بنفسہ اور ایک  
اصل براسہ بن گیا ہے اب احکام خون کے اسپر جاری نہیں کر سکتے غنی کا شعر ہے شعر دیال گردن  
خود گشت بال خویش مرا ہسان سنج کہ اندر زہیہ خود بگدازہ ولہ شعر جو دوری زانہنسان نشاطی  
گر طبع دای و چوی بینی جلا ازیکہ گر لہا ہے خندان را پہلے شعر میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اپنا تن  
دوش اپنا وبال جان ہے ظاہر یہ امر متنع معلوم ہوتا ہے جب شمع سے تشبیہ دی اور اس کا اپنے  
پہو کی بدولت گلنا بتلا دیا خیال امتناع جانا را اور اس طرح دوسرے شعر میں دعویٰ کیا ہے کہ  
صول نشاط دوری یاران ہمجنس پر موقوف ہے سو یہ امر بھی ظاہر نظر میں متنع معلوم ہوتا ہے  
کواسطے کہ چند دوست احباب خصوصاً یاران ہمجنس کا ایک جگہ جمع ہونا موجب نشاط سبب بنتی ملا  
ہونا ہے جب لہاے خندان کی دوری سے تشبیہ دی خیال امتناع اٹھ گیا پس اس نوع تشبیہ  
میں مشبہ کا اعرف و مشہر ہونا اور انگلی امکا نیت کا مسلم ہونا شرط ہے۔ دوسرا یہ کہ اسی طرح  
اور کوئی حال یا کیفیت مشبہ کی یعنی مشبہ کس وصف کے ساتھ تصنف ہے اور اس کی کیا کیفیت ہے  
بیان کرنا اس تشبیہ سے مقصود ہو مثلاً ایک شے کو دوسری شے کے ساتھ انکی سرخ یا سیاہ رنگت کی وجہ  
تشبیہ دین اس وقت فقط مشبہ کی رنگت پر واقعیت سامع کی بشرط ہے۔ ہندہ حکمی شعر بلیش قوت  
مرا جان یا قوت را و چوی کہ جو ان کرد و فرقت را ہ اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ مشبہ بہین و مشہر  
بہت ظاہر اور بہت مشہر ہو نہ کہ حال مشبہ کا اچھی طرح سے واضح ہو جائے۔ تیسرا یہ کہ مقدار کیفیت

نہیں راجہ کسویہ نے  
کیا ہے نہ جی ہمار  
عرب معنہ الذوق  
معلوم ہو رہا ہے اسکو  
مکان الذوق ثابت کرنا

ع  
بے خوف اور ہر قسم کی  
فزع و ہراس کے بغیر  
شے اس سے کہہ دیا  
کہ میں نے تم کو  
اپنی جان سے زیادہ  
پیارا رکھا ہے۔  
میں نے تم کو  
اپنی جان سے زیادہ  
پیارا رکھا ہے۔  
میں نے تم کو  
اپنی جان سے زیادہ  
پیارا رکھا ہے۔

نصف شیعہ ہوں  
نصف سنی بیان کرنا  
اوس نصف کا نام  
نصف سنی کی کیا عینیت

مفتاح الیقین

یا کیت مشتبہ کا بیان مقصود ہوا یا وہ مقدار میں کم ہے یا زیادہ قوی ہے یا ضعیف مثلاً بڑا ہلکا ہے کے  
سفید بالوں کو برف اور کاغذ سے اور چوٹی کے موٹے سیاہ کو پرزخ و مشک سے تشبیہ دینا نظامی شعر  
مراہف بارید بر پزخ و نشاید چربیل تاشاے بارغ و حکمی شعر چو شکین سرنگاہ کاغذ زاد کفن آرد  
آہنیم سیاہ و اسی طرح ہے کہ باریک کو موٹے سے جیسے موٹے میان اور چوٹے کو خون سے تشبیہ  
دینا۔ فردوسی کہنے ان رودادہ کا نال کی تعریف کرنا بیان کرتے ہیں شعر دو چشم چو دو رگس ابگون  
لبانش چو پستہ رخانش چو خون و انوری شعر حدیث سرزن میثاں چو گیم و کہ وہ یہ است کہ ہے مطلق بکلمہ ہے  
اس شعر میں سرزن و میان اور کوہ و کاہ مین باعتبار شدت فرہی و لاغری تشبیہ ضمنی ہے اس نوع  
کی تشبیہ میں چاہیے کہ شبہ کا حال (اگرچہ ادعا ہی کیوں نہ ہو) مقدار میں ہلکا کم کاست شبہ یہ کے  
حال کے برابر ہو تاکہ شبہ کے حال کی مساوات جیسی ہے ویسی ہی معین کیجائے۔ چوتھا یہ کہ تشبیہ نے  
سے غرض یہ ہو کہ مشبہ کا حال بخوبی سننے والے کے دل نشین ہو جائے مثلاً ایسے کام میں سہمی کرنے کو  
جس سے کوئی نتیجہ نہ نکلے وہ عام سہمی اور کوشش عبث اور بے فائدہ ہو یا درشت پیمودن سے  
تشبیہ دیجانی ہے سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں شعر ہر تو نیکان نگیر و ہر کہ بنیادش بدست و پزیت  
ناہل را چون گر و گان برگنبد است و تربیت ایسے شخص کے کرنے کو جس پر اثر اس تربیت کا کچھ  
بھی نہ ہو ایک گول شے کے گنبد پر ٹھیرانے سے تشبیہ دی ہے جس سے بخوبی ذہن نشین ہو گیا کہ  
جیسے اسکا ٹھیرنا متعذر ہے ویسے ہی نااہل کا تربیت پانا عاۃً محال ہے۔

اس نوع کی تشبیہ میں چاہیے کہ معقول کو محسوس سے تشبیہ دینا اگر شبہ بمعقول بھی ہو اس کو بہتر لہ  
محسوس کیا جائیے کہ سوا سطلے کہ نفس انسانی بہ نسبت معقولات کے محسوسات سے بالطبع زیادہ مالوف  
ہے اور نیز اس قسم میں وجہ شبہ کا زیادہ کامل اور بہت مشہور ہونا بھی مشروط ہے اور یہ شعر ہر تو نیکان  
نگیر و ہر کہ بنیادش بدست و پزیت الہ مثال تشبیہ تمثیل کی بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی تناقض نہیں تمثیل  
باعتبار ترکیب حال و وجہ شبہ ہے اور یہ بیان باعتبار غرض تشبیہ فلا مفاہات پانچواں سامع کی نظر  
میں مشبہ کی خوبیوں کا مزین کر کے دکھلانا دینا یا اس کی برائیوں کا مستحکم کر دینا مقصود ہو اور واقع  
میں مشبہ کے اندر وہ برائیاں اور بھلائیوں ہوں یا نہ ہوں اول جیسے چہرہ خوب زلف مرغوب  
کو گل و سنبل سے اور چہرہ مسکاکو چشم آہو دشب قدر کے ساتھ تشبیہ دینا بندہ حکمی غفر لہ و لا الہ

یہ تشبیہ  
میں چاہیے  
کہ شبہ کا  
حال (اگرچہ  
ادعا ہی کیوں  
نہ ہو) مقدار  
میں ہلکا کم  
کاست شبہ یہ  
کے برابر ہو  
تاکہ شبہ کے  
حال کی مساوات  
جیسی ہے ویسی  
ہی معین کیجائے۔

فوق را چون گر و گان  
برگنبد است و تربیت  
ایسے شخص کے  
کرنے کو جس پر  
اثر اس تربیت  
کا کچھ بھی نہ  
ہو ایک گول شے  
کے گنبد پر  
ٹھیرانے سے  
تشبیہ دی ہے  
جس سے بخوبی  
ذہن نشین ہو  
گیا کہ جیسے  
اسکا ٹھیرنا  
متعذر ہے ویسے  
ہی نااہل کا  
تربیت پانا  
عاۃً محال ہے۔



شعر چہ نامہ سوادش ہمہ مشک بود و شب قدر را روشنائی فزود و اور ثنائی یعنی ساح کی نظر میں  
 مشبکی برائی کا جمادینا ہو جیسے بد بیات ٹپکھل کو شیطاں اور دیو سے تشبیہ میں جیسے سعدی و شعر  
 شمع نہ چنان کرینے نظر کہ زرتشتی اور خرتوان داد و گندہ غلبش نحو زبانشہ و مردا بکافاب فزاد و نظر  
 زراچی ہیات کا خاکہ آثار تہین اشعار سید ماسے افسون گر کے درو و سر آسامی از سر زنگی درو  
 و بان فراخ و سید چون لوید و کرد چشم بینندہ گشتی سفید و خمے از خم آہن بر آگینہ و ہنجماسکا ہن بروختہ  
 چٹنا شبہ کے طرفہ اور نادر ہونے کا ثبوت مقصود ہو کہ محب عادت ولسا ہونا ممکن نہ ہو اور پہرہ ندرت  
 و انتظار مشبہ بکا جسکی وجہ سے مشبہ میں ندرت آجاتی ہے فی نفسہ نادر ہو جیسے شراب کو یا قوت  
 مذاب سے تشبیہ میں از روئے عادت یا قوت کا لکھلکرا یاات میں سے ہو جانا محال ہے اگرچہ عند العمل  
 محال نہ ہو خاقانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خضر کی تعریف میں لکھتے ہیں شعر آن شبیت دعو را غوا نش  
 چون برف تنیدہ گز آتش و اندوے عادت آتش کے آس پاس برف کا جمانا ممکن ہے عصری  
 کا شعر ہے شعر صبح را بنگاہ پس پرین بدان ماند دست و کرپس بسین تدروے بشدین عنقا ستاین  
 یہ اکثر تشبیہی اور خیالی میں پایا جاتا ہے یہاں اس بات کو جان لینا چاہیے کہ مشبہ میں ندرت اور  
 طرنگی دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک تو مشبہ (جس سے مشبہ تحصیل کمال استفادہ ندرت کرتا ہے)  
 یا فی نفسہ نادر اور طرفہ ہو جیسے لعل مذاب اور برف تنیدہ گرد آتش وغیرہ چنا نچہ ابھی بیان ہوا۔  
 یا فی نفسہ آسین کوئی ندرت اور اعجوبگی نہیں مگر وقت موجودگی و حضور مشبہ طرنگی و ندرت متحقق  
 ہو جاتی ہے مثلاً کوئلے بھنے افروختہ اور بھنے غیر افروختہ کی ہیات اعجوبہ اور اسکی خوشنائی بیان  
 کی جاتی ہے نظامی شعر آتش بران شوشہ مشک سنج و چو مار سید برسہ کان گنج و ولہ شعر و خان  
 از بر شعلہ آذری و جو بر سرخ گل بگ نیلوفر و کیا معنی کما رسیلہ کا کان زہر اور نیلوفر گل سرخ  
 پر ہونا ایسا طرفہ اور نادر نہیں کہ آتش کے آس پاس برف کا جمانا اور سیدی عنقا کا سین تدرو کو کھچا  
 کرنا نادر اور طرفہ بلکہ متع ہے لیکن مشبہ کے حضور اور موجودگی سے البتہ ایک ندرت اور اعجوبگی پیدا  
 ہو گئی ہے غرض ان دونوں حالتوں میں مشبہ بہ سے جس طرح کتساب کمال کرتا ہے تحصیل  
 ندرت بھی کر سکتا اور ان اخیر شعروں میں مشبہ بکا اکل و اشہر ہونا شرط نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 یہاں تک بیان ان اقسام کا تھا کہ جن میں غرض تشبیہ مشبہ کے ساتھ تعلق کھیتی ہے

نظر میں  
 مشبہ کی  
 مشبہ کی  
 مشبہ کی  
 مشبہ کی  
 مشبہ کی

مشبہ میں ندرت  
 اور طرنگی کیسے  
 حاصل ہوتی ہے

مشبہ نادر ہونا

مشبہ نادر ہونا  
 محروقت و عود  
 حضور مشبہ  
 معلوم ہونا







اس میں اتنا استقلال پیدا نہیں ہوتا جس سے اور اسموں کی طرح اس کی اضافت کہاے جاسی  
 شعر برسان مردک درویدہ نشست و زفرندان دیگر ویدہ بر بیت و فردوسی در شعر پر آشت برسا  
 شیرریان و یکے تیغ تیزش بر و برسیان و ولہ نے نے بود برسان گروے سوار و ہمیشہ جنگ اندرون ناما  
 اور یہ زیادتی کچھ اسی کے ساتھ مختص نہیں اسکے اور اخوات یعنی ان اسموں پر جو تضمن معنی تشبیہ میں جائز  
 رکھی گئی ہے جیسے ہانند و بعینہ و بکروار و برسان و بر مثال و بر مثال - ملاقام مشہدی شعر لاف از  
 نسب مزک کہ ہانند آئینہ و آدم نمی شود کسی از روے دیگران و رضی تیریزی حدائق العشاق میں کہتے  
 ہیں نشر و نگار خانہ تصویر چہ پشان آہو نگاہ آرزوے کہ خامرا از مژدہ ایشان ترتیب کند بر مثال مگر کان  
 بتان و در نظرش صف می کشند - مگر چونکہ لفظ سان میں حیثیت حرفی غالب ہو بوقت اضافت یہ استناد  
 واجب سمجھا جاتا ہے بخلاف اور اداۃ اسمیہ کے کہ وہاں کوئی واجب نہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور ان سب میں کثیر الاستعمال لفظ چون ہے اور اس کا مخفف چواس کا استعمال تشبیہ مفرد میں حقیقی ہی  
 جصلح تشبیہ مرکب کے لئے لفظ چنانکہ موضوع ہے جیسے نید چون شیرست و چو شیرست اور کبھی تشبیہ مرکب  
 میں مجاز استعمال ہوتا ہے نظامی در شعر بکبک دری چون در آمد عقاب و چگونہ جہد بر زمین آفتاب و  
 ازان تیز تر خسرو بیلین و بہ بندی درآمد بران اہرمن سعید اشرف شعر چون نماید یک خیابان  
 باغ آرائینہ و بہت ملک و افرت وزیر گردون آبخنان و اسے چنانچہ نماید - صائب شعر چون  
 لباس غنچہ تنگی میکند بردوش گل و بر فراز این عمارت بر نیان آسمان و چنانچہ لباس غنچہ الفم ولہ  
 شعر رشیشہ چون گذر درنگ می بگم عنانی و رشیشہ خانہ عشرت بان شتاب گزشم و اسے چنانچہ  
 گزرو الفم نظامی در شعر فروگفت لختے سخنہاے سخت و چو گوید خاوند شیر و تخت و اسے چنانکہ گوید  
 فردوسی در توحید میں فرماتے ہیں شعر ستودن نذاکس اورا چو بہت و میان ہنگی را بیا بست و  
 ولہ شعر یکے تیر باران بگردار سخت و چو باد خزان بر دزد بردخت و بیان مرکب مراد اصطلاح علم  
 بیان نہیں بلکہ مرکب مصطلح علم نحو ہے - اور کبھی یہ حرف چون و چو تشبیہ تفہیم و تعلیم کے لئے بھی  
 آتا ہے نظامی در فرماتے ہیں شعر بنا کرد شہری چو شہر ہری و کز انسان کند شہر کم و دیگری و  
 اس واسطے کہ تشبیہ حقیقی کے لئے منارت طرفین از روے تحقیق و از روے قصد واجبات سے ہے  
 جیسے نید چون شیر من شیر سے عین ذات نید مراد نہیں اور یہاں تشبیہ تفہیم میں عین ذات مشہ

حرف تشبیہ چون  
 اور اسکے مخفف  
 چو کا بیان

مراد ہے یعنی ہنگامہ شہر ہے چوتھریں تین یہ مقصود متکلم نہیں ہے کہ اور کوئی شہر شہر ہوتی جیسا کہ نام کرنے کو تبادلا ہے بلکہ اسے شہر ہرات کا ہنگامہ جیسا کہ خیابان اور عظمت اعرف واشہر ہے تبادلا مقصود ہے الحاصل جب مشبہ جیسا کہ شہریت و اعرفیت سے مشبہ میں کمال حاصل ہو سوائے اس مشبہ کے حاصل نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ یہی مشبہ اعرف و اکمل و افخم ہے اور کبھی اس نوع میں مشبہ حذت بھی کیا جاتا ہے۔ انوری کا شعر ہے شہر مقدری نہ بہ اکت البدرت مطلق و کندہ شکل بخاری چو گنبد ارزق و اے گنبدے چو گنبد ارزق لیکن محبت تشبیہ کے لئے (جو مناسبت طرفین شرط ہے) ایک کا مطلق ایک کا مقید ہونا پس اسے اور سوائے موافق تشبیہ کے ایک شے کی کیفیت و سبب کی طلب اخبار کے لئے بھی آتا ہے صاحب کا شعر ہے شہر آئینہ کے چہرہ شہنشاہ رسد چلن آب ایسا وہ بہ آب روان رسد اے چو گنبد مولوی سنوئی در شہر گردن چشپوش مرا لشکر نمود می نیام گفت چون پر ہول بود اے چو گنبد و یہ کیفیت پہل برو۔ میر خیزی شہر طبرستان بہت تو تازہ چل شدت و گرے بہت تو چو باد بہار نیست و جام ہماک مگر تو شلہ چل شدت و گر خاک و گر تو چو زر عیار نیست و اے تازہ پر سبب شدہ است و شاد چو سبب شدہ است۔ اور بجائے چہ استفہامیہ بھی متعل ہوتا ہے عربی کا شعر ہے شعر طے کم یں نامہ را گر کنم چل کنم و حوصلہ خامہ نیست تاب رقم داشتن و اے اگر طے کنم چہ کنم۔ اور کبھی مضمون معنی شرط بھی ہوتا ہے سعدی در شعر سگ بدیاریے ہفت گاہ بشوے و چونکہ ترشہ پلید تر باشد و اے ہر گز کہ ترشہ اور اگر کی طرح حرف شرط بھی ہے چنانچہ آگے آجے گاہ

## الحروف المشبہة بالفعل

ہما آسکا مخفف آنا و مگر و گویا و گویا و آرتک و بلکہ و لیکن اس کا مخفف ایک و لے و کاش اس کا مبدل کلاچ اس کا مزید علیہ کا شکے و کاشی و آیا ہے۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل ہیں ان میں ہما تحقیق مضمون حمل کے لئے آتا ہے جیسے عربی میں ان مشدود۔ سعدی در شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

چون شہر ہما کہ در پار افشائے سن و چو مشک است بے قیمت اند ختن و نظامی در شعر بردشاہ اگر یک شب خون کند و زکلاش ہما کہ بیرون کند و بعض متفنین نے لفظ خود کو بھی حروف مشبہ بالفعل قرار دیا یہ نظامی شہر سکندر نہ خود گرد بود کوہ قاف و کہ باشد کہ با مشدود ہم مصاف و ولہ زمانہ جزا بن خود

زمین صواب کہ این را کذب و انرا خراب و شجر خود چو طوقی وانی و من و بیش ازین عشوه شنید  
 شین و مگر میری سمجھتین یہ بات نہیں آتی کیا معنی کہ یہ لفظ خود تاکید کے لیے لایا جاتا ہے تا مخاطب کے  
 ذہن میں اس کا بتووع اسطرح متحقق ہو جائے کہ اس کے سواے اور کسی کا دم نہ جائے جیسے عربی میں  
 لفظ نفس مگر عربی میں الحاق ضمائر کا اس کے ساتھ واجب ہے مثلاً غائب کے لیے نفسہ و خطاً  
 کے لیے نفسک متکلم کے لیے نفسہ اور فارسی میں واجب نہیں جو ان کے وجہ میں ہے جیسے خوش ہو تو  
 خودم اب اس خود کے بعد ضمائر کا لانا نہ لانا دونوں برابر ہے یہ بھی سن لیجئے کہ لفظ خود بحسب اقتضا  
 مقام و سیاق کلام اگر ضمیر کو متضمن ہے (تا اپنے متبوع کے ساتھ ربط پیدا کرے) تو یہ ضمائر متعلقہ  
 اس پر زائد سمجھی جائیں گی۔ اور اگر متضمن معنی ضمیر کو نہیں ہے یعنی صرف نفس کے معنی میں ہے تو  
 الحاق ضمائر کا بھی واجب ہوگا لفظاً ہو یا تقدیراً کیا معنی کہ جہاں ضمیر بن خود کے ساتھ لفظاً ملحق ہیں  
 ملحق ہیں جیسے خوش خودت خودم میں اور جہاں ملحق نہیں وہاں تقدیراً لانا پڑیگا۔ غرض محاورہ  
 عرب کی طرح یہاں بھی وجوب ثابت ہو گیا مگر وہاں ذکر ضمائر کا لفظاً واجب ہے اور فارسی میں  
 عام ہے لفظاً ہو یا تقدیراً۔ الحاصل امثلہ مذکورہ میں لفظ خود شعر اول میں کوہ قاف کی تاکید اور شعر  
 ثانی میں زانہ کی تاکید بخلاف ضمیر غائب اسی طرح تیسرے شعر میں منفصل خطابی توئی تاکید کے  
 لیے بخلاف ضمیر خطاب لایا گیا ہے۔ اور اس باب میں خصوصیت ضمائر متصلہ کی کچھ نہیں متصلہ و  
 منفصلہ ہر دو ضمیر بن اس پر لاحق ہو سکتی ہیں جیسے خوش کہنا دست ہے خود او بھی کہہ سکتے ہیں  
 واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ جانتا جا رہے کہ ہمارا جس طرح موضع متضمن و متعلق میں متعلق ہوتا ہو  
 موقع ظن میں بھی متعلق ہوتا ہے جامی در شعر ہمارا پیش چشم او نگوئیست و ازان رو خاطرش را  
 میل اوئیست و سلطان ابراہیم ذرا جو جامی شعر شنیدم کہ چشم تو دارو گزندیست و ہمارا کہ افشاں و  
 در منہ و آسکا مفت مانا شیر الدین خسیکی کا شعر ہے شعر مانا کہ خلد پروہ ز خسار برگرفت و  
 یاسا و گشت ریشور و مرا خدا را واضح ہو کہ ایک لفظ مانا بے ماندہ اور ہے جو انست تشبیہ سے متعلق  
 جسطرح ذہن سے دانا چونکہ معنی تشبیہ کو متضمن ہے بجائے اداۃ تشبیہ کے متعلق ہوتا ہے مگر اسکے  
 صلہ بن باے موصوہ آیا کرتا ہے جیسے خوش مانا جو خیر شد۔ اور ایک لفظ مانا اور ماندن سے متعلق جو  
 جو فارسی قدیم میں نجلہ اسمائے طیبہ الہیہ ہو جو کو عربی میں باقی کے ساتھ ترجمہ کر سکتے ہیں مگر

لفظ خود نفس میں  
 ضمیر ہضمائر کا  
 الحاق زائد ہو

لفظ خود غیر متصلہ  
 منفصلہ خطاب  
 ہو سکتے ہیں  
 ہمارا کی متعلق

مانا محنت مانا  
 مانا اداۃ تشبیہ  
 ہوتا ہے اس  
 بحث سے خارج ہو





کاش مکملات و  
تمنحات عقلی  
و عادی ان پادشاه  
مال بیت مثل بزرگ  
بدون روزن  
کاش مکملات و

بطریق آرزو و حسرت کسی چیز کا طلب کرنا منظور ہو استعمال کرتے ہیں۔ اور مطلوب خواہ مکملات  
ہو خواہ تمنحات سے اور وہ بھی عقلی ہو یا عادی جیسے عربی میں لیت۔ اور اسپر اپنی کمال آرزو و تمام  
خواہش و تناکہ اظہار کے قصد سے حرف مذاہمی لایا کرتے ہیں جیسے عربی میں یا لیتنے گنت ترابا  
شعرے کاش گوش رختیم احوال بدی چوتھم و تاہر گچہ گفتی انکو کر شنیدی و نظامی در شعر مراے  
کاشکے مادر بنی نادر اگرے زاد پس شہم نے داد و سعدی در شعر کاج کاناکہ عیب بن گفتند  
نویت اے داستان بدیدنی و حکیم نزاری قہستانی شعر حفظ گوہر بر افشانی تو باری و مر کاشی کہ  
بودی یادگاری و ولہ کنون در دست ماند از دوست یادے و ککاشے ہرگز از مادر نزارے و ساتوان  
آیا و آیا بالمد و القصیر یہ لفظ جہان بطریق رجا و امید کسی چیز کا طلب کرنا مقصود ہو استعمال کیا جاتا ہے  
جیسے عربی میں لعل شعر آنا کہ خاک را بنظر کیما کنند و آیا بود کہ گوشہ چشمے ہما کنند و اس لفظ کا صدر  
جملہ میں لانا کوئی ضرورت نہیں جیسے شعر بود آیا کہ در میکد ہما کشایند و گرہ از کار فرد لبہ ہما کشایند  
یہ کہہ کبھی استعجاب و استفہام کے لیے بھی آتا ہے جیسے شعر آنا کہ بصد زبان سخن مے گفتند و آیا چہ  
مے شنیدند کہ خاموش شدند و

آیا و آیا۔

بکے کے صدقہ  
واقع ہوا ہندو کی یاد

آیا استعجاب و  
استفہام کی خبر

## نہ وئے مشبہ بہ نیست

نہ وئے نیست کے مشابہ ہو نیچے یہ معنی ہیں کہ جیسے نیست اسم و خبر کو چاہتا ہے یعنی جیسے نیست جملہ  
اسم پر داخل ہوتا ہے یہ نہ وئے بھی جملہ اسم پر داخل ہوتے ہیں جس طرح عربی میں ما و لا  
مشبہ ہستان بلیس سعدی در شعر نہ پاے چو ہیندگان راست روہ نہ گوشہ چو مردم نصیحت شنوہ  
نظامی در شعر غرہ نسرین نہ زیاد صبا و آن اثر لطیف توشہ توتیا و ولہ ہستی تو صورت دیویدنے  
تو کس کس ہوا متدنے و فیضی فیاضی شعر بر ترز ہود و بودوش نے جوہر نے عرض ہوڈٹ  
اے اورا پاے راست رو نیست و گوش نصیحت شنو نیست۔ غرہ نسرین از یاد صبا نیست و جوڈٹ  
جوہر نیست و وجودش عرض نیست۔ کبھی اسکا اسم حذف بھی کیا جاتا ہے نظامی در شعر نہ آہوولے  
نافا ز تشک پرہ چو دندان آہو بر آموودہ در اے نیست آن برات آہو لیکن الخ

بیان نہ وئے  
مشبہ بہ نیست

کبھی یہ کلمات  
لفظی محذوف الہام  
بھی آتے ہیں

## نہ نفی جنس

نہ نفی جنس وہ ہے کہ اپنے اسم دخول کی ماہیت سے جنس کی نفی کرتا ہے حامی در شعر نہ وک

بیان نہ نفی جنس

سایہ غیر از شب تار نہ دروے سایہ غیر از شب تار نہ دروے بسترے جز نشتر خار بہ نظامی ہم شعر نہ دولت نہ دنیا نہ دارا داشت  
 بہ سان از سرنگ خار اگر داشت نہ چونکہ نہ نفی جنس کے اسم کا نگہ ہونا واجب مانا گیا ہے کیا معنی کہ  
 اعلام جنسیات ہو کر تے بین جنس کے لیے کلیت ضروری امر ہے تو نہ دارا اگر داشت متادل ہو گا یعنی  
 مانند دارا یا کوئی بادشاہ جو دارا کے وصف مشہور تکبیر و بزرگاری کے ساتھ متصف ہو مراد ہے یعنی سکند  
 نے نہ دولت کو بغیر حال کیے چھوڑا نہ دنیا کو بلاتح کیے نہ کسی بادشاہ متکبر کو بدون مغلوب کیے  
 چھوڑا چنانچہ عربی میں صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کا قول مشہور جب کوئی قضیہ جس کا فیصلہ  
 دشوار ہو پیش ہوتا فرماتے قضیہ لا باحسن لھا ای لا فیصل لھا بحکم ارشاد ہدایت بنیاد  
 نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اقتضا کہ علی حضرت خاتم الخلفاء علی کرم اللہ وجہہ فیصل نے الحکومات تھے  
 اور اس طرح دنیا سے اقلیم و ممالک مراد ہیں اور فرق نفی جنس اور شبہ بنیت میں یہ ہے کہ نفی جنس  
 اپنے اسم کی ماہیت یعنی جنس کی نفی کرتا ہے اور شبہ بنیت اسکے اسم کے وصف و حال نہ کہ کی  
 نفی کرتا ہے پس اگر کسی جگہ جنس اسم یعنی اسکے کسی فرد کا وجود نہ ہو وہاں نفی جنس متعل ہوتی ہو  
 جیسے مسئلہ مذکور نہ دروے سایہ غیر از شب تار الخ میں مطلقاً جنس سایہ اور شب کی نفی ہے اسی طرح  
 نہ دولت نہ دنیا نہ دارا الخ میں مطلقاً جنس دولت جنس ممالک جنس جبابرہ کی نفی ہے اور جس جگہ  
 مطلقاً اس اسم کی نفی نہیں بلکہ اسکے وصف مذکور کی نفی ہو یعنی اس اسم کے ساتھ اس وصف کے  
 اتصاف کی نفی کیا ہے تو وہاں مشبہ بنیت استعمال کیا جاتا ہے جیسے مسئلہ مذکور نہ پائے جو بینگان  
 راست رو الخ میں مطلقاً پامی اور گوش کی نفی نہیں بلکہ اس وصف راست روی اور نصیحت شنودگی  
 کے ساتھ متصف ہونے کی نفی ہے اسی طرح نے جو ہر ونے عرض وجود میں مطلقاً وجود کی  
 نفی نہیں بلکہ اسکے جوہر و عرض ہونے کی نفی ہے اسی طرح تیسرے شعر میں براق کی نفی  
 نہیں بلکہ اسکے آہو ہونے کی نفی ہے کیا معنی کہ جب براق کے لیے مختصات آہو یعنی نانہ شک  
 وغیرہ ثابت کیا گیا تو یہ تو ہم پیدا ہوتا تھا کہ شاید وہ آہو ہو تو یہ فرمایا نہ آہو واللہ تعالیٰ اعلم یہ کہ ہم  
 خواہ نفی جنس ہو خواہ مشبہ بنیت ہائے مخفی کے ساتھ ہونا چاہیے مگر کہیں باظہار ہائے ہوتعل  
 ہو جاتا ہے حضرت امیر خسرو دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شہر رقیب ارکش خسرو مستہ زبان را  
 دران رخصت نہ مذہ ولہ چن خستہ جان ماے داسے بران عاشق ہ کرانے جان چیرے

نہ نفی جنس  
 نہ نفی جنس  
 نہ نفی جنس

نہ نفی جنس  
 نہ نفی جنس

نہ نفی جنس  
 نہ نفی جنس  
 نہ نفی جنس

بروے تو نہ کر وہ + یہ دونوں شعران غزلوں میں ہیں جنکا مدار قافیہ رہ و ابلہ وغیرہ پر ہے واللہ  
اعلم بالصواب

## ناوے نافتان

نا اکثر آن اسموں پر داخل ہوتا ہے جن کا محل اپنے موصوفات پر بطریق مواظات ہو سکا یعنی مغل کو  
نا کا صیغہ ہے صفات سے ہو جیسے ناہور و نادرست کیا سنی کہ مصوف ان صیغوں کا جنکا ناہور  
و نادرست کے ساتھ وصف کیا گیا ہے اس پر اگر داخل نا کا محل کیا جائے بلاتاویل صحیح ہو مثلاً  
کسی راہ کو ناہور است کہنا بلاتاویل حل بالمواظات ہے اسی راہ کو ہوا درست کہنا بلاتاویل بالمواظات  
حل صحیح ہو سکتا ہے خواہ اس میں اشتقاق کی راہ سے معنی صنفی حاصل کیے گئے ہوں جیسے تراشیدہ  
نا تراشیدہ میں اور روان نا روان میں سعدی رح شعر بیک نا تراشیدہ در مجلس و بر بخود دل پر خوشنما  
پسے + انوری شعر کا نجاسہ سبز نے رخ سبز + چون سیم سیاہ نا روان است + اسے نارنج است  
خواہ کسی اور ترکیب وغیرہ سے جس طرح صفت مشبہ کے بیان میں عرض کیا گیا معنی صنفی اس میں  
حاصل کیے جائیں جیسے تو ان بین و خداترس - نا تو ان بین و خداترس میں اسم اور امر کی ترکیب  
اے کہیکہ خداترس ہر شخصے کہے را تو نا دیدن نمی تو نا یعنی حاسد عبد الغنی قبول شعر چشم او دید  
دست من بوسیدہ آن کہے گفت نا تو ان بین است + جو انحر و نا جو انحر و بین دو اسموں کی ترکیب سر  
سعدی رح شعر اگر زن نا جو انحر دم کبردار + تو بر من چون جو انحر و ان گزر کن + تو نا نا تو ان بین روانا  
روا میں صیغہ امر پر الف فاعلی کے لاحق کر نیسے جامی رح شعر تعلق المذہبے قیوم وانا + تو نا فی و  
ہر نا تو نا + طاہر وحید شعر آب گہر گرچہ بسے با صفاست + سکے موجش نبود نا رواست + بود نا بود  
انفلس ہوشمند ناہوشمند میں آم پر کلمہ نسبت من کے الحاق سے صاحب ہاے ہاویں کا شعر ہے شعر  
بو کو تادہ دستی و نابود مند + مزن دست در شاخ سر بلند + انفی رح شعر فریاد کج بین ناہوشمند +  
منازند در شاہ و دلکش گزند + ستار کلمہ نسب دار کے الحاق سے نامزدار میں مہر خیزی شعر تراست  
ملک و مزار و آں قوی یقین + خداے ملک بیخند بنامزداری + بسامان غنغٹ یا یعنی با سامان  
(حرف با میں جس کا ذکر ہو گیا ہے) نا بسامان میں یعنی کوئی شے جو سلمان و اسباب اپنے ساتھ  
نہ رکھے اسکو نا بسامان کہتے ہیں صاحب شعر برگ کا ہے نسبت کشت نا بسامان تراہ خوشنما

بیان ناوے  
نافتہ کا

جیسا کہ  
ناکا داخل ہونا

اسما غیر مستقر  
کسی اور ترکیب  
معنی صنفی حاصل  
کر کے داخل کرنا



ناتوا فیست  
بہاں نالفا فیست  
یاس صدی نالفا  
اس دوسری نالفا  
اور جو کہ ہے

نادرش مجازا  
سے غرض اور  
نکاحی کہتے ہیں

ناتوا فیست  
نادرش مجازا  
نادرش مجازا  
نادرش مجازا  
نادرش مجازا

بقدرت الف ناک  
منہ بھی کیا جاتا

نادرش مجازا

سعدیؒ شعر ہنگام سختی مشو ناسید کہ ابرسیہ بارو آب سفید و البوطالب کلیم شعر رو ارام  
نشان ناسید  
بعرے کہ ہجران گزو و کاروان از رہ ناسن شتابان گزو و مزراکانی خلخال شعر درو یارے کہ  
توئی بودم آجناک فیست و آرزو مے و گر غایت نالفا فیست و امیر لاجبی شعر ہر دلے کو دالہ  
و حیران حسن یار شدہ از غم دنیا و دین آزاد و ناپروا بود و نظامی شعر بہاں خود کان ناتراش و گرہ  
چنین چند را خاک غارید سر و البوطالب شعر دل نداشت پرزخون باشد و ساغر عیش او نکلن باشد  
اے دل مغلس یہ لفظ مجازا ہے غیرت اور بچ کے معنی میں متعل ہوتا ہے جیسے ہندی میں ہنگا کہتے  
ہیں نظامیؒ شعر چنین آمدست از نقیبان پیر و کہ باہج نداشت کشتی گیکہ و ولہ سپاس خدا  
کن کہ برنا سپاس و نگوید شنام و دیزو شناس و محمد جان قدسی شعر شب دل ناکس آرم باخیز  
نداشت و سینہ صد پرکان چشید و دست از افغان نداشت و طاهر وحید شعر بسکہ بود از غم و ناکس  
غچہ گل گشتہ دل غذلیب و سید حسن اشرفی شعر صوابست باو شدن سوی گل و اگر چند گوید  
بے ناصواب و سبک کاشی شعر فلک ناخفا و نافرمان و یک نفس کے اطاعت کم و دست و  
ناخفا و معنی بیجا و مے شرم و نظامیؒ شعر دزان خشت زرین شد او عا و چہ آمد بجز و دل نام و  
با باغانیؒ شعر صدار تیغ تہر کشیدی و بچان و می آید از پے تو دل ناہر اس میں و اے دل  
مے باک میں و ناساز و ناقبول بھی اسی قبیل سے معلوم ہوتے ہیں کہ چونکہ خود لفظ ساز بمعنی سازگار و  
سازند و قبول بمعنی مقبول استعمال ہے دالہ ہر وہی شعر بازی عیش مخور سخت تنک حوصلہ است و  
کلید ہو وہ کن غم بطبیعت سازست و اسی موافق است۔ میر حسن دہلویؒ شعر اے کو کمال حُسن تو  
حیران شدہ مقول و درینہ نامعزیزی و دروید ناقبول و اے مقبول۔ اور کبھی بضررت الف ناکا  
حذف بھی کیا جاتا ہے جیسے نپاس بجائے ناپاس فردوسیؒ شعر برین نشست کروا باید سپند و کن  
جانت نپاس دول رانزند و بہاں خلاف مقتضائے قیاس سے میری یہ مراد ہے کہ بہاں قیاس  
مے نافیہ کو مقتضی تھا نانا فنیہ کا بہاں استعمال کرنا خلاف قیاس ہے۔

اورنے اُس جگہ متعل ہوتا ہے جہاں مدخل مے اپنے موصوف پر بلا تاویل بطریق موامات محمول  
نہ ہو اشتقاق یا اور کسی تاویل کے ساتھ حمل صحیح ہو مثلاً زید بے دانش عمرو بے عقل اب گردانش اور  
عقل کا زید اور عمرو پر بلا تصرف اشتقاق حمل کیا جائے درست نہوگا البتہ اشتقاق یا کسی تاویل کے ساتھ

(جیسے دانندہ یاد آشنید یا دانشور یا صاحب دانش اور عقل یا عقلمند یا صاحب عقل) کئی درست ہوگا  
پس احتساب ہے اوب ہے اصل ہے انجام ہے انتہا ہے پایاں ہے پاک ہے برگ ہے سال  
ہے بصر ہے بہا ہے قیمت یعنی گران بہا ہے بہرہ ہے پایاب ہے پرکار یعنی بے قاعدہ ہے پرواہ ہے  
ہے ترم ہے تہ ہے جرأت ہے حساب ہے حضور ہے داد ہے رگ یعنی بے حمت ہے شرم ہے رو  
یعنی بے مروت ہے روزگار یعنی بے کسب ہے زہار یعنی امان ندر بندہ ہے پاس یعنی ناؤگر  
ہے شکوہ یعنی شکوہ کنندہ ہے شار ہے طاقت ہے طراوت ہے فرمان ہے نور وغیرہ حسن بیگ  
رفیع شعر از عشق بے مشقت لذت نمی توان یافت + مے را نکو ندانم بے احتساب خوردن + ابو طالب  
کلیں شعر با ماکین سپہ را نیم پیداست + ناسازی بخت بے ترم پیداست + چون خشکی آشیانہ دگر گیند  
ہے بگی مایان مردم پیداست + مولوی معنوی قدس سرہ شعر گوہر کنی خرمہر و زانہرہ در ی بندہ را  
سلطان کنی بے بہرہ را شاہ اس اے سلطان ماہ سعدی شعر وقتے در آئے تاسیان دستی و پاس  
میندم + اکنون ہمان پنداشتم دریا سے بے پایاب را + فوٹی یزدی شعر فوٹی از گردن بر پشت  
خندہ زوارہ مرو + عشرت او بچو قول کون دان بے تہ بود + اسے بے حل بود - بے حساب یعنی  
بے شمار شہور ہے اور چونکہ حساب دشوار معنی معاملہ بھی آیا ہے جیسے نظامی ح کا شعر ہے شعر  
گر نہ ہی ما دین اسے شہر یار + با تو رود روز شمار این شمار + ملا قاسم مشہدی شعر عشق آمد و شدم  
ز نواب و عقاب پاک + دل از دو کون شستم و در دم حساب پاک + اور حساب و کتاب معاملہ کا حسن اور  
خوبی ہے اور اسکی نفی قبح تعبد ہے حساب بمعنی بدر معاملہ یعنی بے حساب سے پیدا و دظلم کے معنی بھی  
لئے جاتے ہیں (جیسے بے رگ و بدرگ بے غیرت و بدسرشت اور ناخوان و بدخوان ایسے خطا کو کہتے ہیں  
جسکا پڑ بہاؤ شوار ہو - باقر داماد اشراق کا شعر ہے شعر بود بہ بندم فلک بدرگی + حادثہ نگار شت از ان  
صدیکے + محمد رفیع واعظ شعر جوہر از تیغ زبان شد یخت تا دندان مرا + گفتگو شد بچو سطرے فقط  
بدخوان مرا) یا یہ کہ حساب و کتاب داد و انصاف کے لئے لازم ہے جیسے روز حساب روز انصاف کہ  
کہتے ہیں بے حساب یعنی بے داد یعنی ظلم کے لئے گئے مخلص کاشی شعر شاہ کہ بریت خود بے حساب  
سیلاب گشت و خانہ خور خراب کر دے + داد جیسے حکیم ناصر و شعر را کن ظلم و عدل دو اویگزین + کہ  
باشد بیگمان بے داد بیدین + اسے ظالم بیدین باشد - اس بے داد بمعنی ظالم اور اس پر یکا صدی

مثلاً حساب بمعنی پیدا  
و ظلم کی نفی

مثلاً اوی بے ظلم  
و بے ظلم ہر دو  
کی نفی

کے الحاق سے بے داوی کہنا موافق قیاس ہے کیا معنی کہ جس نظام کا وصف یہ ہے داو واقع ہو اب اس پر بغیر تاویل لفظ داو محمول نہ ہو گا میر غزی شعر خیابان از داو او پر گشت و خالی شد نہ سید اوی کہ داو و حقیقت گشت و بے داوی مجاز آمدہ ان بے داو بمعنی ظلم البتہ حسب قیاس نہیں کیا معنی کہ اس کے موصوف پر یعنی وہ فعل و عمل جس پر بے داو و ظلم کا اطلاق کیا گیا ہے اگر حل داو کا جو مدخل بھی ہے کیا جاوے تاویل کی ضرورت نہ ہوگی یہ شان کلمہ ناکہ ہے نہ بے کی و اللہ تعالیٰ اعلم کہ بالحق و آئیم میر غزی کا شعر ہے شعر ہے داو کنی برن دادم ندی ہرگز بے داو تو برجام ہر روز حشر آرد و فردوسی شعر بغزنی مرا گر چون شد جگر ز بیدار آن شاہ بیدار و گر اس بے داو بمعنی ظلم پر کلمات نسبت فاعلی لفظ اگر بند کے الحاق سے بے داو گر بے داو مند کہتے ہیں نظامی مصرعہ تو باو اسے او بہت بیدار و گر امیر خسرو شعر جہا بن ز گردون بے داو مند و چون خسروی و جنین تختہ بند و بے زہار بمعنی پناہ نہ بندہ صاحب شعر زیر پائے چرخ کو فخر چوں خواب کے و درو این یل بے زہار چوں خواب کے و تشنہ خون ست تیغ ابدار کہکشان و زیر این شمشیر بے زہار چوں خواب کے و بے پاس نظامی شعر بجائے شاہر یک بے قیاس و فوار شکر بیا رو بے پاس و بعض موضع میں بے نافیہ خلاف مقتضائے قیاس متعل ہے جیسے بے ہشتا نئے فزانہ بے کس بے یار بے عدل بے نظیر بے ہمتا کیا معنی کہ آتشا و فزانہ و کس و عدیل و نظیر و یار کا اپنے موصوفات پر بلا تاویل حل بالمواظات ہو سکتا ہے سو یہ شان کلمہ ناکہ ہے ابو طالب حکیم شعر ہم آن بیکس و بے آشنائے گنج تنہائی و کہ غیر اند پر تو عمر از دم کس ورنی آید و سعدی شعر خلق بیگویند جاہ و منصب از فزائیگی ست و گو سباش اینہا کہ مارند ان بے فزانہ ایم و نظامی شعر خداوند بے یار و یار ہمہ و بخود زندہ و زندہ وار ہمہ و یہاں ناہو بے سبب میں ایسی تاویل کر سکتے ہیں کہ موافق مقتضائے قیاس کے ہو جائیں مگر یہ در دوسری اور کلفت محض ہے جب انہیں اسما پر جن پر نا نافیہ داخل ہوتا ہے بعض موضع میں بے کے ساتھ بھی متعل ہیں جیسے نا پر وا و بے ہر و ایسا پاس و بے پاس نا فرمان و بے فرمان ناکس و بے کس نا مراد و بے مراد چنانچہ انکے شواہد اور پر بیان کیے گئے ہیں اگرچہ اخیر میں یعنی ناکس و بے کس اور نا مراد و بے مراد میں فرق معنوی بھی کیا جاتا ہے یعنی جس شخص کو کہ باوجود و طلب حصول مراد نہ ہو نا مراد کے ساتھ منصف

بے داو پر کلمات  
نسبت فاعلی کے  
الحاق سے بیدار  
و بے داو مند  
کہنا جائز ہے

بعض موضع میں  
بے نافیہ خلاف  
مقتضائے قیاس  
جائز متعل ہے

کسی کی اسم پر بھی  
و بے ہر و ایسا پاس  
سبب سے معنی  
نامراد اور بے مراد  
میں فرق معنوی

کرتے ہیں اگر وہ کسی مراد کی طلب کسی بات کی آرزو ہی نہ رکھتا ہوا سکوبے مراد کہتے ہیں مولوی معنوی  
شعر عاشقان از بے مراد ہوائے خویش و باغ پرکشند از مولاے خویش و عرض جسکو مرادوں نے ترک  
کر دیا ہو اس کو کم نصیب کو نامزد کہتے ہیں اور جس نے مرادوں پر لات مار دی ہو اس کو خفا کو کہتے  
ہیں اور ناکس وہ کس کے ذوق کی جانب ہم نے اوپر اشارہ کر دیا ہے مگر یہ فرق قاعدہ اصلی عمل مواعظ  
و حل الشقاق میں تفرقہ نہیں پیدا کر سکتا پس مجھ کو سراج الحقیقین جناب آرزو کا قول اس موقع پر بہت پسند  
آتا ہے وہ فرماتے ہیں "پس ہر قدر کہ یہ ثبوت رسد بہرمان گفتا باید که ازین جهت لفظ ناوقت کہ مراد  
ناقوانست نزدیک فقیر بہ ثبوت نرسیدہ" انتہی کلامہ واللہ تعالیٰ اعلم بالحق و حق

معنوی کا معنی  
فنی میں شریک ہے

مراد کے معنی  
فنی میں شریک ہے

اور حروف فنی میں سے الف بھی ہے یہ ہندی اور فارسی دونوں زبانوں میں مشترک ہے جیسے انجری  
بمعنی غیر ارادی اجنبان بمعنی غیر متحرک یعنی ساکن و امیر بمعنی نامیہ بندہ یعنی سخی ہندی میں جیسے  
اماس بمعنی بے ماہ اب نام شب سے ماہ کا مہر گیا۔ بعض وقت لفظ کم و اندک و بیچ فنی مطلق اور معدوم  
عض کے موقع میں استعمال ہوتے ہیں جیسے مصرعہ بخت بد بیا رکھ بافتند نظامی شعر غرور خلق را  
کم شوم رہنماے بہایون نکم دیدن آمد ہماے و ولہ خانہ برب ملک تنگاری است و دولت باقی  
بکم آزاری ست و ولہ شعر مرادوں کیے بود و بیان کیے و درستی فراوان فریب اندک و کیا فنی  
کہ بیان مراد یہ نہیں ہے کہ ہا کبھی کبھی دیکھا جاتا ہے اور فنی الجملہ میرے اندر فریب بھی ہے بلکہ مطلق  
فنی مقصود ہے مگر اس پر ایہ کے اختیار میں نکتہ یہ ہے کہ تا تمثیل متبائن نہ ہو مطابقت بحسب ظاہر  
ہی سہی ہاتھ سے نہ جائے اس واسطے کہ اپنی طرف خلق کی رہنمائی کی مطلق فنی منظور نہیں بلکہ مصرع  
اولے میں کم اپنے معنی حقیقی پر ہے اب اگر دوسرے مصرعہ میں ہمایون زنا دیدن آمد جائے کہا جاتا  
مطابقت لفظا رہتی نہ معنی صنعت استقامت میں ایک ہی لفظ ایک ہی لفظ سے دو معنی حاصل کرتے  
ہیں یہاں تو دو لفظ ہیں نقص نہیں ایک بلاغت خیر صنعت ہے اسی طرح دوسرے جملہ میں  
فنی الجملہ اپنے اندر فریب کا ثبوت دینا مقصود نہیں مگر اس پر ایہ میں ادا کرنے میں یکتہ ہے کہ آدمی  
بمقتضای بشریت ان قسم کے قبائح سے بالکل پاک نہیں رہ سکتا اگر فنی مطلق اور سلب کلی  
کلمہ کھلا کیا جاتا محمول بر صدف خبر نہ ہوتا اسی طرح فردوسی قصہ یوسف زلیخا میں فرماتے ہیں  
زنم ایچ آزار شان بود بیچ و گرفتار کشتم را بیچ و اوزار جانب من بیچ آزار بود واللہ تعالیٰ اعلم بالحق و حق

مراد کے معنی  
فنی میں شریک ہے



## الحروف نواصب الاسم

یہاں حروف نواصب سے وہ حروف مراد ہیں کہ بمقابلہ فارسی کے جب عربی میں انکے ہم معنی حروف متعل ہوتے ہیں اپنے دخول کو نصب دیا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک واو اور اسکی دو قسم ہیں ایک جمعیت محصورہ کے لئے آتا ہے سعدی شعر اگر دعوتم روکنی در قبول پس دست و دامن آل رسول و ولہ اگر جسم اندست این تیز زن پس دوش و ویرانہ پیر زن و ولہ شنیدم کہ میگفت و خوش میگرفت و کہ اے نفس خود کردہ را چارہ چیت و بلا جوے باشد گرفتار از دامن و خانہ من بعد نان و پیاز و دوسرے یہ کہ معطوف معطوف علیہ میں وہ ملازمت پیدا کرے اگرچہ او عائی ہو جس سے ایک علت دوسرا معلول بن جائے ظہوری شعر از شہیدیت نکاہے و زکوة بکاه و درخمدن و یا فقط ملازمہ بغیر علت ہو اور یہ واو حذف بھی کیا جاتا ہے و دون امر اس شعر سے واضح ہیں نظامی شعر زین جستن و در نمودن نتوبہ بجان آمدن جان فروزون ز تو دے بجان آمدن اژدن و از تو جان فروزون واللہ تعالیٰ اعلم و دوسرے حروف نواصب میں سے حروف استثناء ہیں جیسے مگر اور جزا سکے ایرا سے اس امر کا اظہار مطلوب ہے کہ مابعد کے لئے حکم ماقبل کا نہیں ہے کیا معنی کہ استثناء اصطلاح نحو میں ایک شے ذی تعدو میں سے بعض جزئیات یا بعض اجزا کے خارج کر دینے کا نام ہے اور وہ تعدو کل ہو یا کلمی جہاں سے اجزایا جزئیات خارج کئے جاتے ہیں مستثنیٰ منہ کہلاتا ہے اور یہ جزایا جزئی جو اس سے خارج ہوئی ہو مستثنیٰ کہلاتی ہے پھر اس مستثنیٰ کی دو قسم ہیں اگر مستثنیٰ استثناء کرنے سے پہلے مستثنیٰ منہ میں (خواہ وہ کلی ہو یا کل اور وہ ملفوظ ہو یا مقدر) داخل تھا تو اسکو مستثنیٰ متصل کہتے ہیں ملفوظ جیسے امثلہ تذیل میں اور مقدر جیسے گلستان میں سے نشر قدم برندارم مگر انکہ کہ سخن گفتم شود بجاوت مالوف و طریق معروف اسے قدم برندارم در پیچ گره و پیچ حال مگر انکہ الخ نظامی شعر بچکند سے عطف جائے خوش بہ نہ لیسہ بگردست یا پاس خوش و اے زلیسہ چہرے از بدن خوش دوست یا پای خوشیش اس مقدم کا مستثنیٰ مفرغ نام ہے اور مختص غیر موجب میں ہے اور موجب میں بہت ہی نادر ہے محاورہ عرب بھی اسی طرح ہے چنانچہ علامہ استرآبادی نے شرح کافیہ میں تصریح کردی ہے و المفرغ

حروف نواصب

دو قسم ہیں  
کے لئےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتےدو قسم ہیں  
و معطوف علیہ میں  
علاقہ علت پیدا  
کرتے



نے کرو و دویم و قاصد ز تو آموخت مگر نامہ ہے راہ اور کبھی ہوتے اسید میں یعنی جملہ مامول پر و حال  
ہوتا ہے نظامی و شعر گر کا تھے بر فرزند لعل و دلتش نہ بنداز پے شاہ لعل و اسے اسید کہ آتش بر فرزند  
الوسعی شعر گر صاحب لے روزے ہجرت و کند بر حال سکینان و دلتے و اسی اسید کہ صاحب لے الف  
کبھی موقع استفہام میں متعل ہوتا ہے شعر غر و حسن اجازت مگر ندا وے گل و کہ پریشے کنی عند لیب  
شیدارا و نظامی و شعر گر شہ نماند کہ در روز جنگ و چہ سرا بریدم باقصائے رنگ و کر غلطن سکونال ہیگا  
اور لفظ جزیجیے اس شعر میں نظامی و شعر نشاید ترا جز تو یافتم و عنان باید از ہر درے تافتن و اسے  
نشاید ترا یافتم مگر تو یفوق تو چنانچہ اس جز کو دوسری جگہ لکھا کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں شعر ہے منزل  
آزمین تا تو و نشاید ترا یافت الا تو و اس کا حال بعینہ عربی کے لفظ غدیر کا ہے یعنی یہ مصاف  
بھی ہو جاتا ہے اور آپسے بانے نامہ بھی لانا مطلقاً جائز ہے گریہ کلید ابد اقطع و الاصاف یعنی ہمیشہ  
خفت کسر و اضافت کے ساتھ متعل ہوتا ہے نظامی و شعر نیاید زما جز نظر کردنی و اگر خفتنی باز  
یا خورونی و اور باے نامہ کے ساتھ جیسے اس شعر میں شعر نظامی دران بارگاہ و فہج و نیا روبر جز  
مصطفیٰ را شفیع و آس طرح لفظ گرشت جو باعتبار اصل گوشتن سے ماضی کا صیغہ ہے تجز استثناء  
کے لیے بھی لایا جاتا ہے جس طرح عربی بن عددا و خلاۃ گریہ ایسی جگہ متعل ہوتا ہے جہاں عربی  
میں کلمہ استثناء وغیر و سومی متعل ہوتے ہیں پیشوائے سخن سبحان عنصری کا شعر ہے شعر  
گرشت چتر تو ہر گز کس آسمانے دیدہ و حجاب کردہ و خورشید را زیکہ گیر و اسے غیر چتر تو اسے سوائے چتر  
نظامی و خاقان چین کے سکند کو بہان کرنے کی داستان میں لکھتے ہیں شعر گرشت از خورشہاے چینی  
سرشت و کہ ضوال اندیا پنجان در بہشت و ز شکر ہے پختہ حلوائے نفر و بہادام دہ پتہ را گندہ مغر  
یعنی سوائے خورشہاے چینی سرشت یعنی شغاف چینی کھاوونکے سوا بہت سے حلوائے سے حلوائے او عمدہ  
شیر بنیان مغزیات پڑے ہوئے بھی تھے واللہ تعالیٰ اعلم جاننا چاہتے کہ استثناء میں جیسے  
ما قبل کے حکم سے مابعد الگ کر لیا جاتا ہے کبھی اس کلمہ استثناء کی بدولت بخلاف معنی استثناء کے  
حکم ما قبل کا مابعد کے لیے مع ترقی ثابت رکھا جاتا ہے یعنی حکم ما قبل کو اور افزونی کے ساتھ مابعد کے  
لیے بھی ثابت کیا جاتا ہے جیسے اردو میں اور بھی اور سوا کہا کرتے ہیں نظامی شعر ہر ذرع و تہ  
شان نے گزند و کہ تا بر کشد آن بنار بلند و برائے عمارت بران رخگاہ و بے مال شان واد جز برگ راہ و

یہاں ہر قسم کی  
تولید اور اس پر  
لاجا جاتا ہے  
کلمہ راہ و مقطوع  
الاصاف و اصل  
کلمہ راہ و  
کہاں نامہ  
لفظ گرشت بھی  
کلمہ استثناء ہے

کلمہ استثناء  
کلمہ استثناء  
کلمہ استثناء  
کلمہ استثناء  
کلمہ استثناء

اے درے ساز و برگ راہ یعنی مال بھی دیا اور سامان سفر بھی جا کر دیا یعنی نادراہ کے سوا مال بھی بہت سادیا۔ اس معنی انیہ میں لفظ گزشت بھی متصل ہوتا ہے نظامی ۷ فوشاہ اور اسکی سہیلیوں کی تعریف میں فرماتے ہیں شجر گزشت از پرستیدان کروکار ۷ بجز خواب و خوردن ندارند کار ۷ یعنی عبارت الہی کے بغیر نہات و نوش خواب و خور کے دوسرا کوئی شہوانی مشغلہ وہ نہیں رکھتی یقین محقق فرزانہ صاحب بہار جم نے معنی بعد کے لیے ہیں یہ حال معنی ہیں تختہ فی لفظی نہیں عرض کلہ استثناء لفظ مگر کو اتبا عا میں نے حروف میں داخل کیا ہے ورنہ میرے نزدیک یہ اسماء افعال سے ہے۔ یہ معنی ایک استثنائی کم کے ہونے چنانچہ میرے اس قول کی تائید بعض نخاۃ کے اس قول سے ہوتی ہے جس کو علامہ رضی نے شرح کافین میں نقل فرمایا ہے و قال بعضهم هو منصوب بالانستثنیٰ کما ان المنادى من منصوب بانادى خصوصاً فارسی میں چونکہ اعراب کا جھگڑا سرے سے نہیں مستثنیٰ کے رفع و نصب کے اختلاف پر کوئی شبہ بھی وارد نہیں بلکہ تلف درست ہو جاتا ہے۔

تیسرے حروف نواصب اسم میں سے کلمات ندا میں جیسے اے بالکسر وغیرہ میں نے اتبا عا خانہ عرب، کلمات ندا کو حروف میں شمار کیا ورنہ کلمہ استثنائی طرح یہ اسمی افعال سے ہیں اس کا مفصل بیان بحث اسم میں گزر چکا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۷

### حروف الشرط

ایک مضمون جملہ کے حصول کو دوسرے مضمون جملہ کے حصول کے ساتھ متعلق کرنے کا نام شرط میں شرط ہے اور اس تعلیق کے آلات کو حروف شرط کہتے ہیں حروف شرط میں سے ایک اگر ہے اور اس کے مخففات گوار۔ جاننا چاہیے کہ یہ حرف ماضی ناقص پر لاحق ہوتا ہے تو افادہ معنی لو کا کرتا ہو یعنی بوجہ انتقالے شرط انتقالے جز کو مفید ہوتا ہے اور یہ معنی اس کے لازم موضوع کہ ہیں ورنہ دراصل معنی تعلیق حصول جزا بشو حصول شرط کے لئے موضوع ہے پس جبکہ حصول شرط جو متعلق علیہ ہے منتفی مانا گیا ہے تو حصول جزا کو بھی منتفی ماننا ہوگا اگرچہ بحسب نفس الامر منتفی ہو یا نہ ہو نظامی ۷ شجر گرہ سخن کار میتر شدی ۷ کار نظامی بفکک برد شدی ۷ ولہ گز خوش دیر کے نیستی ۷ ہر کہ بے خودی بے نیستی ۷ ان مثالوں میں انتفا ثبوت کا ہے ولہ گزہ سخن خوب تراز جان بدی ۷ معجزہ عیسے فوقان بدی ۷ اس مثال میں انتفائی کا مانا گیا جو مستلزم اثبات ہے اور یہ لفظ اگر بمعنی اگرچہ بھی متصل ہے جیسے

کلمات استثنائی  
افعال میں  
بجز خواب و خوردن

حروف نواصب  
اسم میں  
ندا بھی ہیں

بیان حروف شرط

توضیح شرط میں  
کی گوار اور اس  
کی تعلیق

انتفا ثبوت کا  
انتفائی کا  
مثال

عربی میں ان وصلیہ اور ایسے موقع میں استعمال ہوتا ہے کہ جہاں یہ بیان کرنا منظور ہو کہ برفیقہ یا  
شرط ثبوت جزا بطریق اولیٰ ہوگا نظامی <sup>۱</sup> شہر تانہ ہندوستان گردو است نہات نہیں  
مگر و عاست <sup>۲</sup> حافظہ <sup>۳</sup> شہر چوریت بخند و گل مشور و دوش <sup>۴</sup> لیل <sup>۵</sup> کہ بر گل اعتمادے نیست  
مگر حسن جہاں دار <sup>۶</sup> جیسے عربی میں ذکیہ <sup>۷</sup> عیسیٰ <sup>۸</sup> و ان کاں فقید <sup>۹</sup> اذ صورت اتفائے فقر  
و حصول غنا اعطائے زید بطریق اولیٰ ہوگا مگر عربی میں ان وصلیہ پر و اذ ضرور لایا کرتے ہیں  
فارسی میں اکثر لفظ <sup>۱۰</sup> او کہی لفظ چند کے الحاق سے یہی معنی حاصل کرتے ہیں نظامی <sup>۱۱</sup> شہر ہم کہو  
پیر کوک شرت <sup>۱۲</sup> بخوبی رونما چہ باشند زشت <sup>۱۳</sup> و لہ ندرم طبع برزد و سیم <sup>۱۴</sup> گرجند یا ہم بلان <sup>۱۵</sup> و شرت  
اے اگر چہ یا ہم فروزی <sup>۱۶</sup> کا مشہور بخوبیہ شعر ہے شہر ہر سنا زیاہ <sup>۱۷</sup> نہ نیاید بکار <sup>۱۸</sup> اگر چہ باشد پیر شہر بار <sup>۱۹</sup>  
اے اگر چہ پیش <sup>۲۰</sup> بادشاہ باشد اور کہی محاورہ عرب کی طرح واد سے یہ معنی حاصل کرتے ہیں نظامی <sup>۲۱</sup>  
شہر بے چارگی تن فرا خاک واد <sup>۲۲</sup> و گر گرد عالم برآمد چو باد <sup>۲۳</sup> اے اگر چہ اطراف عالم الخ اور کہی  
بغیر اس واد وغیرہ کے صرف حرف شرط ہی پر گفتار کرتے ہیں جیسے اوپر حافظہ <sup>۲۴</sup> کے شعر سے واضح  
ہے اور صائب کہتے ہیں شہر می نمایگر نظام ہر دین دولت وسیع <sup>۲۵</sup> و دستگا ہش سائے بال ہماے  
میش نیست <sup>۲۶</sup> اگر چہ دین دولت بظاہر وسیع نماید الخ نظامی <sup>۲۷</sup> شہر گر سخن راست شود جملہ <sup>۲۸</sup> و تلخ  
بود تلخ کہ اخ <sup>۲۹</sup> قر <sup>۳۰</sup> او <sup>۳۱</sup> جب کسی شرط کا وقوع یقینی ہو نہ لا وقوع یعنی اس کا تذبذب اور عدم  
جزم بیان کرنا منظور ہوتا ہے بجائے ماضی صیغہ مضارع کو استعمال کرتے ہیں نظامی <sup>۳۲</sup> شہر گزیند  
حاضریت نوش باد <sup>۳۳</sup> و گرد نہ زیادت فراموش باد <sup>۳۴</sup> کیا معنی کہ حرفون کے جمع ہونے کا جزم و یقین کلام کو  
نہیں کہ وہ جمع ہونگے یا نہیں یا محال عقلی یا عادی کہ شرط ڈالا جاتا ہے جب بھی صیغہ مضارع کہتے ہیں  
کرتے ہیں نظامی <sup>۳۵</sup> شہر اگر برفروزی چو نہ صد چراغ <sup>۳۶</sup> ز خورشید باشد بدنام دلخ <sup>۳۷</sup> و لہ اگر وہ  
سر بر آرد ز گور <sup>۳۸</sup> بگیرد ہمیشہ شہر و بازار شور <sup>۳۹</sup> بخلاف صیغہ ماضی کہ اس میں اس امر کا جزم و یقین ہوتا ہے  
دوسرا حروف شرط میں سے چون اور اسکا مخفف چو نظامی <sup>۴۰</sup> شہر بشرطیکہ چون دین دستگاہ <sup>۴۱</sup>  
سام سرش <sup>۴۲</sup> ز بخورشید و ماہ <sup>۴۳</sup> مرانیز ازو پایگا ہے رسد <sup>۴۴</sup> با نازہ سر کلا ہے رسد <sup>۴۵</sup> ماضی مضارع کے  
صیغون سے جزم و عدم جزم کے بارہ میں اسکا بھی اگر کا سا حال ہے نظامی <sup>۴۶</sup> شہر چون دین  
ولایت کشادہ کرد <sup>۴۷</sup> تو خود از من افرستان خواہ سر <sup>۴۸</sup> چونکہ دارلے ایسا کاری نغم کھایا تھا کہ جان

ہم کہیں نہ کہیں  
نہاں اگر چہ نہ  
با واد بھی لاق  
کہیں نہ

حرف شرط  
نہاں اگر چہ نہ  
سرت نہ  
سے نہ

حرف شرط  
ماضی کے ساتھ  
استعمال ہوتا ہے  
چون

نہ ہوا یقین ہو گیا تھا تو اس امر جزئی یقینی کو صیغہ ماضی کے پیرایہ میں یعنی بجائے کشایم کشاؤم بیان کیا اور کبھی ایک دو کے کی جگہ مستعمل ہو جاتے ہیں ولہ شعر یکایک در قہاے مازین درخت +  
بزیرادفتہ چون وزو باد سخت +

تیسرا حروف شرط میں سے تاسہ جس وقت شدت التزام میں الشرط والجوہریان کرنا منظور ہو یعنی ترتب شرط پر ترتب جزا فرمی بلا توقف ہو جائے تو ایسے موقع میں نالائے ہیں عنی شعر تا بنج کف یابی نفیس دوستی زن + تا سنگ بست آید بر شیشہ ہستی زن + اسکی تفصیل بیان حروف میں گزیر چکی ہے۔ اور کبھی حروف شرط بحکم ضرورت حذف کئے جاتے ہیں مولوی معنوی <sup>۳۴۴</sup> شعر پشتم گزینی شتر بود ترا + در بودا شتر چہ قیمت پشتم را + اے اگر شتر گزینی نظامی <sup>۳۴۵</sup> شعر فر دم کشی ترس باشد لب + نردم غوری چون نرسد کسے + اسے چون نردم کشی لڑو اور کبھی بوجہ ظہور وضاحت جزا کو حذف کر دیتے ہیں نظامی <sup>۳۴۶</sup> شعر اگر نیک بشا ختم شاہ را + شانہد شب ہر کسے ماہ را + اے اگر شاہ را بخوبی بشا ختم محبوبیت + بعض موصولات متضمن معنی شرط بغیر حروف شرط کے مستلزم متضمنی شرط و جزا کے ہوتے ہیں نظامی <sup>۳۴۷</sup> شعر کر اور خرد رہے باشد بلند + نگویہ سخناے ناسودمند + مصرعہ اول شرط مصرعہ ثانی جزا۔ انوری <sup>۳۴۸</sup> شعر چہ باشد میسر ہر دوم فرست + کہ چوں گریہ بر سفر استادہ ام + چہ باشد میسر شرط ہر دوم فرست جزا شعر اول میں کہ موصولہ متضمن معنی شرط ہے شعر ثانی میں چہ موصولہ معنی ہر کہ وہ چہ واھمہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## حروف التعجب

زہ و زہ اور ان کا مزید علیہ زہے و زہے اور ائیت اور آئت اور واہ اور اسکی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پڑ پڑ اور ٹٹلی۔ یہ کلمات تعجب میں جو انشا و ایجاب و تعجب کے لیے وضع کیے گئے ہیں مگر عربی میں انحال و تعجب کے لیے سینے مشتقات فعلیہ کے مَا أَفْعَلُہٗ وَاَفْعِلْ یَہٗ کی میزان کے ساتھ مخصوص ہیں بخلاف زبان فارسی کہ ان کے لیے یہ مشتقات فعلیہ میں نہ کوئی میزان خاص فروسی درستم و اشکبوس کی نرم میں فرماتے ہیں شعر بزد تیر برسیہ اشکبوس + چہ ہر آن زمان دست اودا و بوس + قضا گفت گیر و قدرت وہ + فلک گفت آئین ملک گفت زہ + یہاں أَحْسَنُ غَمَّتْ أَحْسَنُ یہ ہے کہ العین فعل تعجب جسکی میزان أَفْعِلْ یہ ہے نہ کہ أَحْسَنُ وَاَحْسَنَاتُ بفتح سین جیسے شہر عوام ہے۔ بیان سے متوجہ

تاسہ اولیہ  
حروف شرط  
جی کے چکر میں

تیسری جزا بھی  
حذف کیا جاتی ہے

بعض موصولات  
متضمن معنی  
شرط ہیں

حروف تعجب  
کا بیان

شعر شوق گفت آئین ملک گفت زہ  
میں آن زمان اور وہ کی تعجبیت

توجہ سے نہ کاہن

مخدوف ہے اور یہ تعجب نہ کا خد کا کرنا اگر تعجب نہ معلوم ہو جائے رکھا گیا ہے اور محاورہ عرب  
 بھی سبط ہے جیسے اسد جل علاہ فرماتے ہیں اَشْفَعُ بَعْضُهُ وَآخِرُهُ اسے البصر ہم۔ نئی شرح  
 کا فیدہ میں ہے وَإِذَا عَلِمَ الْمُتَعَجِّبُ جَازِئَهُ اور مصرعہ اولیٰ میں لفظ وہ داؤن بمعنی ضرب و  
 قتل سے مشتق ہے حکیم اسدی کا شعر ہے شعر پس از شتم فرمود کوراد سپید پیمہ دستہ را بخون و نہید  
 طائر مرغی اسما اصوات کے بیان میں لکھتے ہیں "کہ دفع اللال و سکون الہاء زجرۃ مطلقاً بمعنی  
 اخرب و اصلہ فارسی "مگر عرب کا کسرۃ وال کو فتح سے بدل دینا تصرف تعریض ہے عربی کا  
 شعر ہے شعر زہے اطاعت حسن ادب نخم طاعت کہ با اجازت مائی ز وصل مابھور <sup>مثال ہو</sup>  
 انوری شعر زہے بقائے تو دوران ملک را مفر نہ خجے لقائے توستان عدل را زیور نہ نظامی  
 شعر اینت فصاحت کہ زبان بستگی است پانت شتابی کہ در آہستگی است پین ان کلمات  
 کو اسمای افعال کہتا ہوں معنی انکے چہ خوش است و چہ عجب است و چہ گفت ست لیتا ہوں پس معنی  
 ان اشعار شالیہ کے یہ ہونگے چہ خوش است اطاعت الخ و چہ خوش است طاعت یعنی کیا خوب اطاعت  
 ہے اور کیا اچھی طاعت ہے اس طرح دوسرے شعر میں چہ عجب است بقائے تو و چہ عجب است لقائے تو  
 اس طرح تیسرے شعر میں چہ عجب است فصاحت الخ و چہ گفت ست شتابی الخ اور اسی کو عربی میں مآ  
 الحسن لقاءکم و احسن بقصاحتکم کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہیں اور ترکیب نحوی ان کی یہ ہوگی شعر  
 اول میں زہے و خجے ہم فعل تعجب اور تعجب نہ اطاعت و طاعت اس کا فاعل۔ دوسرے شعر  
 میں زہے ہم فعل تعجب۔ بقائے تو تعجب نہ ذوالحال۔ دوران ملک را مفر میں را اضافی مضاف  
 مضاف الیہ سے ملکہ حال۔ اور حال ذوالحال کے ساتھ ملکہ زہے کا فاعل۔ اسی طرح خجے ہم فعل  
 تعجب۔ بقائے تو تعجب نہ ذوالحال۔ بستان عدل را زیور مضاف الیہ حال۔ حال ذوالحال  
 ملکہ فاعل خجے کا۔ ہم حال کی بحث میں بیان ہو گیا ہے کہ ہم غیر مشتق جو ضمن معنی صفت کو ہو وہ حال وقوع  
 ہو سکتا ہے۔ تیسرے شعر میں اینت ہم فعل تعجب فصاحت تعجب نہ موصوف۔ کہ زبان بستگی است موصول  
 صلہ ملکہ صفت موصوف صفت کے ساتھ ملکہ فاعل اینت کا۔ اسی طرح دوسرے مصرعہ میں شتابی تعجب  
 نہ موصوف کہ در آہستگی است موصول با صلہ صفت۔ موصوف و صفت ملکہ فاعل آنت کا واللہ تعالیٰ  
 اعلم بالصواب۔ اب را واہ اور اس کی تکرار کے ساتھ واہ واہ اور پے پے اور پانی دراصل یک کلمات ہستی

مثال نہ ہے

مثال اینت دانت  
لکھنا صوابی افعال  
لکھنا کے معنیتیسری نحوی  
شعار شالیہواہ واہ واہ پے  
لکھنا صوابی افعال  
پین

اصوات کی قسم ہیں جو موقع تعجب میں استعمال ہوتے ہیں بحسن تاثیر کا شعر ہے شعر محل شمیم زحمین  
ہمدان تاثیر کہ وہ دادنی غوست شعر دینی ماہ کمال اسماعیل شعر رعایان چہیندا بکار فکر سن و پیر  
زنند دروس نام ضاربند و مسیح کاشی شعر زندہ رود غرہ را دیدم شک و چگفت و گفت پیر نہ بود  
تخت بدین شادابی و صائب شعر از لباس خاک بیرون آمد و نقشہا بر آب بستم قلمی و این غزل را  
صائب از فیض سعید و نے تکلف نقش بستم قلمی و تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جبکہ نحوین نے اس  
اصوات قرار دیا ہے تین قسم کے ہیں ایک تو حکایت آن آواز کی ہے جو غیر فنی روح سے صادر ہون  
جیسے پھر سے پھر کے نکرانے کی آواز کی حکایت عرب طاق و طوق کے ساتھ اور قُب کے ساتھ  
نماز کے مار کی آواز کی حکایت کرتے ہیں علامہ رضی فرماتے ہیں طاق بکسر القاف و طوق کلھا  
حکایۃ صوت وقع الحجارۃ بعضہا علی بعض - وقب حکایۃ وقع السیف علی ضربہ  
اسی طرح طاق کوڑے کی مار کی آواز کی حکایت سے نظامی و شعر طراتے کہ از مقرع خاستہ و برن  
رفت ازین طاق آراستہ و اسی نوع میں باجون کی آواز توپ اور بندوق کی آواز رد کی آواز کی  
حکایت داخل ہے۔ دوسری قسم حکایت آن اصوات کی ہے جو جانوروں کے مانند ہوتے ہیں چون کہ  
مُنہ سے نکلتے ہیں جیسے ہرن کی آواز کی حکایت عرب ماء کے ساتھ کرتے ہیں رضی میں ہے  
مَاءٌ مِیْمٌ مَمَالۃٌ وَهَمَزٌ مَسْکُورٌ بعد الف صوت الطبیۃ اذا دعت ولدھا اور سیطرح  
میں کو ہندی کبھی کی آواز کی حکایت میں استعمال کرتے ہیں سیطرح عو عو کے کی آواز کی حکا  
ہے مولوی مخدومی شعر اسے سگ طاعن چو عو میکنی و طعن قرآن بار و نشو میکنی و جانتا چاہیے  
کہ حکایت کے لئے شرط ہے کہ مطابق اور مثال محلی عند کے ہو مگر یہ الفاظ جو درجہ حکایت میں ہیں جن کا  
اسامی اصوات نام ہے حروف و حرکات فصیح سے مرکب ہیں اور مخارج صمیم انسانی سے نکلتے ہیں  
حالانکہ اصوات جمادات اور حیوانات کے یا وہ آوازیں جو انسان کے مستحسہ باحوال طبعیت نکلتی ہیں  
اور ان میں علاقہ وضع کا نہیں ہوتا جن کے یہ اسامی اصوات حکایت میں داخل وہ اس قابل نہیں  
ہیں کہ اس فصاحت و خوبی مخارج کے ساتھ انکا تلفظ کیا جاوے مگر طوطی اور مینا شاد و نام میں جو کہ  
جانوروں میں الفاظ فصیح نکالتے ہیں وہ بھی بعد تعلیم جب اس شرط مطابقت و مماثلت حکایت  
و محکی عند کا پورا کرنا مستعد ہوا چنانچہ کہتے ہیں ہذہ الاصوات من الکلمات کالانسان

پیر کہ مثال  
قلمی کی مثال

اسامی اصوات میں  
غیر فنی روح کی  
صوت ازین

جانور و انسان  
کی اصوات

بکشی آواز  
کی حکایت کہ  
اسی کی آواز  
حکایت میں  
شرط مطابقت  
یہ امر مستند ہے



من الناس صورتها صورتها وما هيتهما غير ما هيتهما اذ ليست موضوعه  
 في الاصل طبعه كالکلمات پس جہا تک ممکن ہو انسان اپنے الفاظ نصیحہ اور خارج جمیعہ کو  
 بتکلف مشابہ ان اصوات غیر نصیحہ کے بناتا ہے تو ان پر احکام کلمات کے جاری کیے جاتے ہیں  
 بلکہ وہ خطاب اشرف الکلمات اسمیت سے مشرف ہوتے ہیں اور کلام کا جزو معتد بنائے جاتے ہیں  
 جیسے اشلہ سے ظاہر ہے لیکن ایک ہی نوع کی آواز کو بعض قوم کا ایک طرح حکایت کرنا اور بعض کا  
 دوسری طرح یہ اُس جگہ کے ارضی و سماوی تاثیرات سے ہے جو ان کے مخارج پر اثر کرتے ہیں اسی  
 وجہ سے بعض حروف بعض قوم کے ساتھ مخصوص ہو گئے دوسری قوم تکلف ان کو ادا کر سکتی ہے جیسے  
 سنا و مجمر کے ساتھ اور ژا عجم کے اور ٹ ڈ ڈر اور حروف مخلوط بہ ماہند کے ساتھ مخصوص ہیں  
 کیا معنی کہ جس طرح تاثیرات ارضی و سماوی سے ان کے انحراف اور طبائع میں فرق ہوتا ہے جس پر  
 ان کا اختلاف لون و بشرہ و سخن و قوت و ضعف دال ہے اسی طرح ان کے خارج حروف میں اختلاف  
 جس سے اداسے حروف خاص ایک کے لیے سہل اور دوسرے کے لیے دشوار ہوتا ہے چنانچہ بچوں کو  
 جو مولود علی الفطرۃ ہیں ملاحظہ فرمائیے جب وہ اول اول تتلّاتے ہیں جس طرح انکو سہل ہوتا ہے  
 لفظ کو اُس مخرج سے نکالتے ہیں تو ہند کے بچے کاتلانا اور الفاظ میں ہوتا ہے اور عرب کے بچوں کا  
 اور ولایت کے بچوں کا اور غرض اسی وجہ اور اسی علت کی بدولت ایک شے کی آواز کی حکایت میں  
 عرب و عجم ہند کا اختلاف ہے جیسے عرب کو تے کی آواز کو خاق کے ساتھ حکایت کرتے ہیں۔  
 عجم قاکے ساتھ اور ہندی کاکا کے ساتھ حکایت کرتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

تیسری وہ آوازیں جو انسان کے مُند سے صادر ہوتی ہیں اور وہ نفس تکلم کے احوال کو بتلانی  
 ہیں آیا وہ شلاً رنج میں ہے یا خوشی میں تعجب میں ہے یا تنفر میں ان میں علاقہ وضع واضح کا کچھ  
 نہیں ہوتا یا صرف انجبت احداث طبعیت ہوتی ہیں یعنی معنی فی نفسہ پر ان کی دلالت طبعی ہوتی  
 ہے نہ وضعی جیسے آہ درد رنج میں واہ اور واہ واہ اسی طرح خہ خہ تعجب کے ساتھ  
 کسی شے کی تحسین کرنے میں انسان کے مُند سے نکلتی ہیں چنانچہ حکیم انوری کا خہ خہ کو  
 رنج رنج کے ساتھ جمع کرنا جیسے اس شعر میں شہر رنج رنج اے یا رخصہ اے دلدارہ ہم وفادارو  
 ہم جباردارہ اسی راے کا مُند ہے کہ خہ خہ خہ واہ اور واہ واہ رنج اور رنج کی طرح نہیں

ایک ہی شے کی  
 آواز کو بعض قوم  
 ایک طرح سے اور  
 بعض قوم ایک طرح  
 سے کر دیتے  
 اور اس سے  
 ان کا

اسامی اصوات سے ہے جو والد علم احوال نفس المتکلم میں بلکہ حالت انفراد و تکرار دونوں میں بچ اور  
 بچ و واہ اور واہ واہ کے جیسا ہے چنانچہ علامہ رضی الاصوات دالۃ علی احوال نفس المتکلم  
 کے تحت میں فرماتے ہیں ومنہ بچ وھو کلمۃ یقال عند الاعجاب والرضی بالشیئ و  
 تکرر للمبالغۃ فیقال بچ بچ اور جس طرح بچ جب منفرد ہوتا ہے مع التوین والتشدید کسور  
 ہوتا ہے یعنی اس کے اخیر میں ایک حرف کی زیادتی ہوتی ہے اسید طرح خد جب تنہا ہوتا ہے زیادتی  
 یا تھے مستعمل ہوتا ہے اسی قسم میں ہے یلی جو استعجاب کے وقت کہا جاتا ہے یا انسان سے اسکی  
 کسی حالت غربت یا کراہت میں بالطبع ایسی حرکت صادر ہوتی ہے جس سے یہ صوت پیدا ہوتی ہو  
 جیسے کسی شے مسکروہ کے تھوکنے کے وقت منہ سے نف کی آواز نکلتی ہے اسی کو عرب لف کے سٹھ  
 اور ہندی تھو کے ساتھ اور اہل فارس تفواو لف کے ساتھ حکایت کرتے ہیں فردوسی ہر کا مشہور شعر  
 ہے جو سپہ سالار لشکر نیر و جرو رستم خانی کے قول کی حکایت ہے شھر کہ ملک کیان را کند آرزو تفواو  
 برج پٹ گردان تفو و محسن تاثیر شھر آبرو ننگت بھر بکر دینار غنن و خصم مروست لف بر کش ابن طٹا  
 کن و اسی طرح لف بالضم چراغ کو منہ سے پھونکنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کی حکایت ہے  
 سعید اشرف شھر نے ہمیں راخان عزیزان شکوہ چون یوسف کند چراغ ہر کہ روشن در نش  
 پٹ کند اسی قسم میں ہے پٹ یعنی جب انسان کسی شے کی خوبی کے ملاحظہ سے حیرت خیر تعجب  
 میں پڑ کر اس کی تحسین کرنا چاہتا ہے نے ساختہ اپنے ہاتھ کو منہ پر آہستہ آہستہ مارتا ہے جس سے  
 پٹ پٹ کی آواز پیدا ہوتی ہے جیسے عرب بٹ بٹ کہتے ہیں چنانچہ رضی ابن السکیت سے حکایت کرتے ہیں  
 بہ بہ معنی بچ بچ جیسے ہم لوگ بتصدیر ہمہ مفتوحہ آہ بٹ بٹ کہتے ہیں اسی وجہ سے یہ الفاظ یعنی فخر  
 و تہ پ و وقہ ظظ ضابطہ فارسی ہا سے ظاہر مفتوح الماقبل مستعمل ہیں یا باؤز و کے اٹھانے بٹلنے یا بلانے  
 یاداشتے یعنی نجر یا بلانے یعنی تسکین و آرام کرنے یا بھڑکانے یعنی تحریص و تحریش میں ان آوازاں کو  
 انسان اپنے منہ سے نکالتا ہے جیسے بٹنی بضم الباء و سکون ایں عرب بکری کے بلانے کے لئے  
 آواز دیتے ہیں اور اسی آواز کو یہ تبدیل یا موجدہ یا پائے مثلثہ فارسی تکرار لفظ یعنی پٹس پٹس اہل ہند  
 بلی کے بلانے میں استعمال کرتے ہیں اور قوس بالضم کٹے کے دھنکارنے کے لئے عرب استعمال  
 کرتے ہیں چنانچہ رضی میں ہے قوس نرجھ الکلب بسکون السین و قس دعاء لہ جیسے

لفظ آہ اہل فارسی ہرگز  
 سے کسی میں بھی آیا نہ  
 غور فرمادہ فارسی  
 منہ پر دست دندان  
 ایک بیان از زمان  
 ی اکتفہ و قد ہو  
 ابدال میں بیان کی گئی  
 ہمسہ

ہندی ورت اور ورت دت کہتے کے دیکھانے کے لئے اور چھو چھو باجم فارسی خطوط بجا اسکی تحریک  
اور بھگانے کے لئے اونھنے سے بچون کو جو ہر تکلم پر قادر نہیں انکے زبردستیں وغیرہ کے لئے جو آوازیں  
دیجاتی ہیں وہ بھی اسی قسم میں داخل ہیں جیسے کوئی بچہ گنگی وغیرہ میں آواز ہونا چاہے عرب وقتہ بروز  
شعہ کہتے ہیں ہندی چھیا ہی طرح اسکے بجز کے لئے عرب کہنے اور ہندی آواز کے ساتھ آواز  
کرتے ہیں اس طرح بچوں کے کھلانے اور بلانے کے لئے اعجاز میں آواز کے ساتھ آواز کہتے ہیں ہندی  
معنوی شہر بہر طفل نو پرتی کی کندہ گرجہ غلش ہندسہ گیتی کندہ خیرہ تو اسی قسم کی آوازیں ہیں  
جو ترکیب حروف کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں مگر بعض ایسی ہیں کہ صرف سنہ سے ادا کی جاسکتی  
ہیں قلمبند ہونہیں سکتیں یعنی حروف کے ساتھ ترکیب پذیر نہیں جیسے گھوڑے وغیرہ کے تسکین کے سنا  
پانی پینے کے لئے صفیہ یعنی نرم مٹی دیتے ہیں۔

آلا دہلا و ناں دھا و تین وہی اصل انہیں اصوات زجر یہ سے ہیں جو موضع تنبیہ میں استعمال  
کیے جاتے ہیں مگر آلا دہلا وہی عربی الاصل ہیں جو اہل فارس نے اور الفاظ عربیہ کی طرح اپنے کلام  
میں استعمال کر لیا ہے اور یہ دو لفظ ناں اور تین نون کے ساتھ البتہ فارسی میں علامہ ضی بیار  
اسامی اصوات میں فرماتے ہیں ہلا لہر الخیل ای توسعی فی البحر تنہی الارب میں ہے  
ای جو ادا لایقال لھا ہلاہلا اور یہی بھی زخیرل کے لئے مستعمل ہے جیسے ظہوری گھوڑے کی  
تعریف میں کہتے ہیں شہر دم دعویٰ از برق باوے زندہ زندہ شہر تنہی بروہی زندہ ظہر شہر بیا  
تا بخرش طرب ہی کم و سمنہ غم دہر را پے کم و غرض یہ کلمات زجر یہ جواز قسم ہیں موقع تنبیہ میں  
استعمال کیے گئے ہیں دراصل تنبیہ بھی ایک نوع کا زجر ہے مثلاً اور شواہد ان کے بیان کلمات تنبیہ کے  
ذیل میں عرض کیے جائینگے ان شاء اللہ تعالیٰ شاہد اس تقریر سے یہ بات ثابت ہوئی کہ کلمات  
تنبیہ مطلقاً اسامی اصوات کی قسم ہیں جس کا کچھ بیان ان کلمات تمجب کے ضمن میں کیا گیا مگر کلمات  
مع ذمہ جو کذا خاص کلمات تمجب کے ساتھ لفظاً و معنی مناسبت نامہ رکھتے ہیں لفظاً جیسے حالت تنبیہ و جمع  
و تانیث میں جس طرح افعال تمجب میں تصرف نہیں کیا جاتا یعنی احسنوا و احسنوا و احسنے  
و احسن نہیں کہتے افعال مع ذمہ میں بھی نہیں کیا جاتا رضی میں ہے وہی غیر متصرفہ  
لمشاہمتھا بالانشاء للحرک و وہی غیر متصرفہ اور دوسری جگہ فرماتے ہیں

کلمات تنبیہ بھی  
اصوات زجر یہ ہیں

کلمات تمجب  
کلمات تنبیہ  
مع ذمہ  
نقل کنندہ ہیں

لانہا بجمودھا صارت کنعہ و دبس خیر یہ مناسبت لفظی زبان عرب کے ساتھ مخصوص ہے  
 اسے افعال تعجب<sup>۱۲</sup> یہ ہے کہ افعال تعجب مع عام کے لیے موضوع بن جیسے الحسین بزید سے مقصود  
 یہ ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ حسن زید کی تعریف جس طرح چاہو کرو کیا سنی کہ زید میں جس طرح کی خوبیاں کہ جو جو  
 بین چنانچہ کلمات تعجب کے اس مع عام اور تخمین مطلق کے لیے ہونے پر محسن تاثیر کا واہ واہ کو تخمین قرار  
 دینا ایماے لطیف ہو سکتا ہے شعر خجل شدید تر تخمین ہمدان تاثیر کہ واہ واہ نمی خواست شعر و ابی ہا  
 بوجہ اسی مناسبت کے نختہ عرب افعال تعجب کے متصل افعال مع و ذم کو بیان کرتے ہیں خیر یہ کتابتین  
 زبان فارسی کے ساتھ مخصوص ہوں یا نہ ہوں میں ان کلمات مع و ذم کو اتباعا لغت العرب کلمات تعجب کے  
 متصل ہی بیان کرتا ہوں پھر بعد اسکے کلمات تنیدہ کو بیان کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ کس واسطے کہ یہ بھی  
 اسمی صوات و اسمی افعال کی نوع سے ہے جیسے کلمات تعجب و کلمات مع و ذم انواع اسمی افعال  
 سے ہیں جس طرح اوپر مذکور ہوا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

## کلمات المدح والذم

یہ وہ کلمات ہیں جو انشاء مع و ذم کے لیے موضوع ہیں جسے خوشا و بدآ جس طرح عربی میں نعم  
 و دبس خاتانی شعر خوشادرویشیا کو را بود عیش تن آسانی بد اسطانیات کو را بود رخ و دل شوبی  
 یہ دونوں جملے مصدر بکان انکی صفت ہیں جو قائم مقام اپنے مصروف بتدائے مخدوف کے ہیں  
 پس تاویل اس کی یہ ہے کہ مخصوص بالمدح مخدوف درویشی کہ آن را یا دروے عیش تن آسانی بود  
 مبتدا خوشادرویشیا اے خوش درویش ست خبر اس طرح سلطانی کہ آن را یا دروے بنج دل شوبی  
 بو مخصوص بالذم مبتدا مخدوف بد اسطانیات اے بد سلطان ست خبر ضمیر فیضل او کی ذوالعقول و  
 غیر ذوالعقول میں استعمال پانکی تحقیق بیان ضمائر میں گزر چکی اسی طرح عربی میں مبتدای مخصوص بت  
 قیام قرینہ حذف کیا جاتا ہے کہا قال اللہ عزوجل نعم العبد اے ایوب بقرینہ قصہ حضرت ایوب علیہ  
 نبینا و علی الصلوٰۃ والسلام اور نعم الماھدون اے عن بقرینہ سابق قولہ تعالیٰ شانہ و الاض  
 فرشتا نگاہ عربی میں نعم و دبس فعل قرار دیے گئے ہیں فارسی میں میرے نزدیک اسمی  
 افعال قرار دینا بہت مناسب ہے چنانچہ خود عربی میں انکی اسمیت پر (خبر) کہ وہ مبتدا واقع ہوتے ہیں

کلمات مع و ذم

خوشامی و شعر خوشا  
 گزشتہ کی زبان  
 بد اسطانیات

مخصوص بالمدح  
 مخدوف ہی ہو جاتا

فارسی میں کلمات مع و ذم کے  
 اسمی افعال کہنا مناسب ہے

اور لام ابتدا کو قبل کرتے ہیں اور حالت تکبیر و تانیث اور افراد و تشبیہ و جمع میں ایک صورت پر رہتے ہیں تصرف پذیر نہیں ہوتے جیسے شاعر کہتا ہے شعر ہمینا النعم السیدان وجد تمامہ علی کل حال بحیثیت و مبدعہ (بعض ائمہ غاۃ کا ظن ہے چنانچہ علامہ رضی نے شرح کافی میں اسکی تصریح کی ہے) و ہذا الاشیاء ہی الی غرت الفراء حتی ظن انہما فی الاصل امھان و لو کان کذا لہ یکن لرفع ما بعدھا وجہ الا بتکلف عربی میں اسم ما بعد کا اعراب اس بات کو مانع موجب تکلفات لاینبی ہے مگر فارسی میں سرے سے جھگڑا اعراب کا پاکسے پھر بلا تکلف ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیکتے ہیں اور معنی خوشا کے نیکو ست و خوش است و نہایت خوب است کہے ہو گئے اور بد کے رشت است و بدست کے ہو گئے جیسے عربی میں معنی نعمہ الرجل کے رجل فی غایۃ الجودۃ اور نعمہ الرجل نفید کے نفید رجل جید کے لیے جاتے ہیں رضی میں تو فصحا معنی نعمہ جید فکانہ صفة مشبہة و یجوز ذلک لکون جمیع الافعال فی المعنی صفات لفاعلھا۔ اور حید اعلیٰ لفظ ہے جو فارسی میں بھی شعل ہے طفر ارسالہ فردوسیہ میں بعد حمد کے لکھتے ہیں حمدنا شہرے کہ اگر تیسیم گشتناش بطرف پرخشان دزد آب لعل بوسے کباب گیر و

حبنا

## کلمات التنبیہ

کلمات التنبیہ

آلا و بلا و تا و تان و تین و تہی یہ الفاظ کلمات تنبیہ سے ہیں سعدی رح شعر الا اے خوند فرزندہ خوے بہر مند نشنیدہ ام عیب جوے بہ فردوسی شعر ہلا تیغ و گو پالہا بر کشیدہ سپہا چینی بسر کشیدہ بہر چاچ شعر بر شیر خفتہ کہ نہ غافل ز راست بہ بھوشمال مادہ صفت میزنی و انوری شعر لطف توہر ساعتم گوید کہ بین الاعتذار بہ قہر توہر لفظہ ام گوید کہ بان الا جتنا یہاں بان اور بین میں قہر و لطف کا تفرقہ اتفاقی ہے حتمی نہیں۔ انیر لاجبی شعر گفتم کہ سر عشق کسم فاش در جہان بہر خرد آمد و گفتم کہ ہی خوش بہ انوری شعر خویشتن در نظرت جلوہ ہی کرد جہان بہ آسمان گفت کہ رسوا چہ کنی خود را ہی بہ یہ سینے جب میں نے ان کلمات کو اسمائی افعال قرار دیا چاہیے تھا کہ یہ کلمات بحث اسم میں بیان کیے جاتے مگر چونکہ اکثر فارسی کے قواعد ضبط کرنے والوں نے ان کلمات کو حروف ہی قرار دیا ہے اور حروف ہی کی بحث میں مندرج کیا ہے

کلمات تنبیہ و تنبیہ  
چند کلمات تنبیہ  
افعال میں سے  
جس میں تنبیہ  
درجہ ہے

متلاشی ان سباح کا ان کو اسی بحث میں تلاش کرے گا میں نے طالب کی سہرت اور آسانی کے خیال سے مسخ ان کلمات کو بحث حروف میں مچ کر دیا۔

## حروف الایجاب

نعم وبلے و آرسے یہ حروف ایجاب ہیں ان میں سے نعم عربی الاصل ہے جو فارسی میں بھی مستعمل ہے۔ اسی طرح نئے بھی عربی الاصل تلی کا امالہ معلوم ہوتا ہے جیسے لکن عربی کو اہل فارس امالہ کے ساتھ لیکن کہتے ہیں مگر فارسی میں بغیر امالہ الف کے ساتھ مستعمل نہیں ہوجہ ان خاص صرف کے آرسے کی طرح کلمہ فارسی کا شمار کیا جاتا ہے غرض یہ کلمات منجملہ حروف ایجاب ہیں یعنی یہ وہ حروف ہیں کہ جملہ مابین کے اثبات و تصدیق و تقریر و تحقیق کے لیے لائے جاتے ہیں اس کے دو حال ہیں یا تو وہ بلا تصرف اثبات قول مابین کرتا ہے لینے جملہ مابین کو محقق و مقرر کر دیتا ہے اور جملہ مابین خواہ مثبت ہو خواہ منہی۔ مثبت جیسے جدال سعدی میں محاکمہ قاضی کا بیان کیا گیا ہے **شیخ** کہ گنتی تو گر ان مشتغل نہ بنا ہی دست ملا ہی نعم طائفہ ہستند برین صفت کہ بیان کر دی **مخارج** نظم نغزلے بند بار کارش اکتادہ خیالے آمدان ہند بکشاوہ بے ہر جان شاطی یا مالے ست و بگیتی درز خانے یا خیالے ست و **شعر گویند** لعل سنگ شود در مقام صبر و آرسے شود و لیک بخون جگر شود و یہ مسئلہ جملہ مابین مثبتہ کی تعین منفی کو اسی پر قیاس کر لے سکتے ہیں یا یہ اثبات و تحقیق ازالہ نفی مابین کو لازم آجائے سعدی **نثر** گفت تو آن نیستی کہ پیرم تر از قید فرنگ بدہ دینار خرید گفتم بے بدہ دینار خرید و لیسو دینار بدست تو گرفتار کرو۔ یہ بات عربی میں بجلی کے ساتھ مخصوص سمجھی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ و تبارک **النسبت** **عز** **تکلمہ** **قالوا** ابلی اسی وجہ سے اسکا استعمال تصدیق ایجاب یعنی غیر منفی میں جیسے **اقامہ نہایت** جواب میں **بے** **قادر** **ذکر** کہا جائے اور جیسے **بجاری** شریف کی کتاب الایمان میں عبدالرحمن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے **قال** **بینما** **رسول** **اللہ** **صلی** **اللہ** **علیہ** **وسلمہ** **مضی** **ظہر** **ال** **ی** **قبة** **من** **ادم** **یمکن** **اذ** **قال** **لا** **اصحابہ** **اترضون** **ان** **تکونوا** **ربع** **اہل** **الحجۃ** **قالوا** **بلی** **الحديث** چنانچہ یہی واقعہ کتاب الرقاق باب کیف المشرقین عبدالرحمن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے عن

اس کی پیروی کرو  
ایجابی ثبات و  
تجربہ ہے

## حروف الایجا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَرْفَعُ حُرُوفُ الْجَوَابِ  
حُرُوفُ الْجَوَابِ لَا تَصْدُقُ  
قَوْلَ مَنْ كَذَبَ  
فَالْجَوَابُ يَكْفِي  
تَصْدِيقَ مَنْفَعَةٍ  
بَيْنَ يَدَيْ جَوَابِ

تغای در شعر  
چو مینزانه دم  
ترا بهین بازی  
چون خون ترا  
چو لاله بیدار  
چو لاله بیدار

تصديق ايجاب مين شاذست

عبد اللہ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی قبة فقال اترضون ان  
تکونوا رابع اهل الجنة قلنا نعم الحدیث اور اس مثال میں شعر وقد بددت بالوصل  
بینی و بینھا + بلی ان من نزار القبور لیبعدا + شاذ بتلا یا جاتا ہے اور بعض ائمہ نے اس  
شعر میں بلی کو بل اضر یہ کامزید علیہ قرار دیا ہے جس طرح بعض جگہ نفع بلی کی طرح اثبات ماسبق  
بازالہ النفی میں متعل ہے شاعر کہتا ہے شعر الیس اللیل یجمع اقد عمرہ + وایا نافرذک بناتذک  
نعم وتری الصلاک کما ارادہ + وعلوھا الذہاک کما علا فی + اے اللیل جمع ام عمرو  
ایانا نعم۔ فارسی میں یسب باریکیان نہیں ہیں دونوں قسموں میں اسکا استعمال برابر ہے جس طرح  
اشک سے ہوید ہے اور یہ کلمات جیسے صدر کلام میں آتے ہیں وسط میں بھی استعمال پاتے ہیں شعر  
نغم دندان خوش نمار دان لب پر خندہ ما + قیمت افزون می شود آرس عقیق کندہ را + بقصد تاکید مکرر  
بھی لائے جاتے ہیں امیر خسرو شعر خلق می گوید کہ خسرو بہت پرستی سیکندہ آرس می کلام باخلق و عالم  
کار نیست + واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

فارسی میں نظم عربی کے انداز کی بالابتداء نہیں  
کے ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہوتا ہے  
حروف ابجد و  
کلام میں داخل  
ہوتے ہیں  
نظم عربی و فارسی  
کی تکرار

## الحروف العاطفة

واو و با و تاء و جم و یث و یس و یاء و کھ و نھ و نیا و اگر و خواہ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ  
کے درمیان واقع ہوتے ہیں اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے  
لئے استعمال کیے جاتے ہیں خواہ باز ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب یعنی چند اشیا سے ایک شے کو اعلیٰ ترین  
بیان کرنے کے لئے مذہبو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ خواہ ایک ہی زمانہ اور  
ایک ہی مکان میں ہو خواہ جہ سے جہ سے۔

ان میں سے دا و مطلق جمع کے لئے بلحاظ ترتیب استعمال کیا جاتا ہے۔ بلکہ جہان ترتیب محال ہو متعل  
ہوتا ہو جیسے زید و عمرو دونوں نے ملکر ایک غلام خریدا تو کہہ سکتے ہیں کہ ان غلام زید و عمرو است اسی طرح زید  
و عمرو دونوں نے کسی مسئلہ میں بحث کی تو کہہ سکتے ہیں کہ زید و عمرو مباحثہ کردند یہاں ترتیب منجمل ہے بلکہ  
کلام عرب میں اس قسم کی مثالیں بھی موجود ہیں جو کہ باعتبار ترتیب معطوف علیہ سے معطوف کا پہلے ہونا  
ضروری ہے جیسے کلام مجید میں سورہ آل عمران کے چوتھے رکوع میں یہ آیت شریف ہے یا لم یؤمن فی

حرف عاطفہ کا بیان  
۱۔ واو و با و تاء و جم و یث و یس و یاء و کھ و نھ و نیا و اگر و خواہ  
۲۔ یہ حروف عاطفہ ہیں جو معطوف و معطوف علیہ کے درمیان واقع ہوتے ہیں  
۳۔ اور انکو ایک حکم میں کر دیتے ہیں ان میں سے آٹھ حروف مطلق جمع کے  
۴۔ لئے استعمال کیے جاتے ہیں خواہ باز ترتیب ہو خواہ بلا ترتیب  
۵۔ یعنی چند اشیا سے ایک شے کو اعلیٰ ترین بیان کرنے کے لئے  
۶۔ مذہبو۔ اور معطوف و معطوف علیہ کا تعلق اپنے فعل کے ساتھ  
۷۔ خواہ ایک ہی زمانہ اور ایک ہی مکان میں ہو خواہ جہ سے جہ سے۔

لِرَبِّكَ وَاسْمُجِدِّي وَارْتَحَمِي مَعَ الرَّاهِمِينَ۔ اور بخاری شریف کے باب الجنابت وضو  
ثُمَّ يَنْمُو مِنْ عَبْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ ذَكَرَ عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ  
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ تَصَدَّقَ بِالْجَنَابَةِ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأْ وَاغْسِلْ ذَكَرَكَ ثُمَّ نَمْ حَالَا نَكَ بِاعْتِبَارِ تَرْتِيبِ كَرُوعِ بَطْنِ أَوْر  
سجود بعد مین اور اس طرح غسل ذکر پہلے اور وضو بعد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اس طرح معطوف و معطوف علیہ کے ساتھ جو انتساب و تعلق فعل کہتے ہیں ایک زمانہ اور ایک مکان میں  
ہونا شرط نہیں یعنی انتساب و تعلق فعل کا معطوف علیہ کے ساتھ کسی زمانہ میں اور مکان میں ہوا معطوف  
کے ساتھ کسی اور زمانہ و مکان میں ہوایسے موقع میں دو عاطفہ استعمال کر سکتے ہیں جیسے شعر ہر دو  
چون فرو برد تین دست بر بزم کہ خیر نازے ہیں : اس واسطے کہ ہر دو ایک وقت ایک ساعت میں  
نہیں گھٹتے میرے کرم اپنے اس شعر میں چند امور دریافت فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ جائز سورج کے  
گھٹنے کو اُردر کے مگلے کے ساتھ تعبیر کیا۔ دوسرا یہ کہ سوائے کار خیر کے ہر کام سے باز رہنے کو فرمایا لاکہ کرسٹ  
و خسوف موضع خاص میں شمس و قمر کے اجتماع و تقابل سے پیدا ہوتا ہے پھر اس میں اڑتے کا گھجنا  
کیسا اور غف کی کیا بات ہے اگرچہ یہ مسئلہ علم ہیئت سے تعلق رکھتا ہے اور ظم الفاظ شعر بھی غیر  
ہیں مگر اس شعر کو حسن تقریب سے شاہد عدنان سے جانے کو غنیمت سمجھ کر آپ کے شبہات کا جواب مختصراً  
عرض کرنا ہوں تا طلبہ فارسی خوان کو جو ان اعتراضوں کو لا جواب سمجھے ہوئے ہیں فی الجملہ اگہی ہوگا  
پہلے اس بات کو آپ جان لین کہ قمر فی نفسہ منظم ہے رنگ اسکا کیمہ اور اوزق ہے وہ کثیف الجرم بھی  
ہے جسکی وجہ سے کوئی شے اس کے اوٹ میں آجائے یعنی کسیکے درمیان وہ حامل ہو جائے وہ شے  
اسکی کثافت کی وجہ سے ہماری نظر سے چھپ جائیگی مگر ساتھ ہی اسکے وہ اس قابل بھی ہے کہ اگر کوئی  
چیز کثیف الجرم اس کے اوٹس کے درمیان حامل نہ ہو تو وہ ضیائے شمس سے مستفیض ہو جائے  
اور مقدار اس امتضا کی ہمیشہ نصف سے کچھ نکلتی ہوئی ہوگی اس واسطے کہ یہ بات اپنے محل اذفع  
میں دلیل سے ثابت ہے کہ ایک بڑا کرہ روشن اپنے سے خرد کرہ غیر روشن پر بتقدیر محاذات روشنی  
یہ روشنی اس چھوٹے کرہ پر نصف سے زیادہ میں پھیلے گی باقی حصہ کرہ خرد کا مظلم اور تاریک ہی رہے گا  
پس حالت اجتماع شمس و قمر میں قمر کلخ مظلم ہماری جانب ہوگا یہی حقائق اور اس سے اور جب

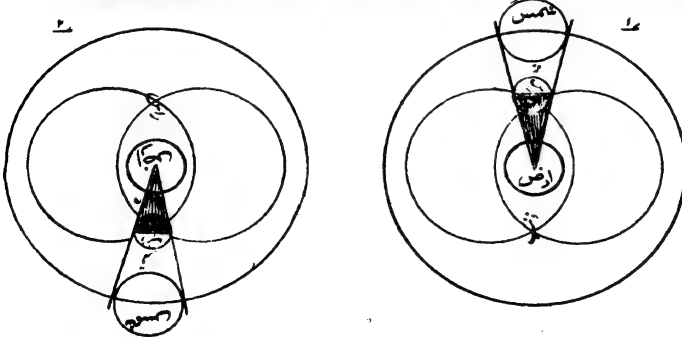
فارسی میں نہیں  
تو درج

بالکل اور بدرازد  
اور مستفیض کی محنت



قمر شمس کے ساتھ کی اجتماعی حالت کو چھوڑنا جاے یعنی شمس سے ہٹتا جاے یہاں تک کہ باوجود  
 یا کچھ کم زیادہ شمس سے قمر نیکیا تو اس قمر کا رخ مستقیم جو ہم سے چہا ہوا تھا ہماری جانب ایک معتد بہ پل  
 کما یگا تو اسی قدر کندہر ہو چکا تھا ہوا نظر آئیگا بس یہی ہلال ہے اور جیسے آفتاب سے ماہ کو دوری  
 ہوتی جائیگی یہ میل بھی بڑھتا جائیگا اس کا حصہ نورانی بھی بڑھتا جائیگا یعنی اسکی تنویر بھی بڑھتی جائیگی.....  
 یہاں تک کہ جب پورا مقابل یعنی کمال بعید شمس سے ہو جاے یعنی ہم ایک طرف اُفق شرقی پر مقرر کو اور ایک طرف  
 اُفق غربی پر شمس کو دیکھیں اسکا کمال تزايد تمام میل انتہا کا بعد یہی ہوگا قمر کی اس حالت کو بدر کہتے ہیں  
 اور بدر باعتبار اشتقاق لفظی مبادرت کو بتلاتا ہے کیا معنی کہ اس دن قمر خلافت اور دنوں کے غروب  
 آفتاب سے پہلے طلوع کرنے میں مساوت کرتا ہے یہاں تک کہ آفتاب اور غروب ہوا نہیں کہ یہ نیکل  
 کھڑا ہوتا ہے پھر بعد اس مقابلہ کے جیسے جیسے تدریجی تزايد حاصل کرتا بدر بنتا تھا وہی ہی منحرف اور  
 آفتاب کے قریب ہونے لگتا ہے تو برعکس صورت اولی اسکا امحاق فور بھی ہونا جاتا ہے ظلام قمر کی  
 بھی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ پھر اجتماع واقع ہوتا ہے اسی طرح قیامت تک یہ سلسلہ قائم رہیگا  
 اور ایک اجتماع سے دوسرے اجتماع تک اُنتیس دن بارہ گھنٹے چوالیس منٹ تین سکنڈ کی مدت  
 صرف ہوتی ہے اور اسی اجتماع اور مقابل میں خسوف اور کسوف ہوتا ہے یعنی چاند اور سورج گھٹتے ہیں چونکہ منطقۃ البروج  
 اور منطقۃ فلک اُبل قمر ہم سطح نہیں ہیں ہر مقابلہ میں خسوف اور اجتماع میں کسوف نیز میں کا نہیں ہوتا اور نہ  
 ہر مہینے چاند سورج گھٹتے ہیں بلکہ اکثر ان کے درمیان چھ مہینوں کا فرق پڑتا ہے ان ہر کسوف کیلئے اجتماع  
 شرط ہے اور خسوف کیلئے تقابل ضروری ہوگا یہ اجتماع نیز میں اکثر یعنی شمس و قمر اس یا ذنب میں  
 اس وضع پر واقع ہو کہ قمر ضیائے شمس کا بالکل حائل ہو جاے

ہکذا

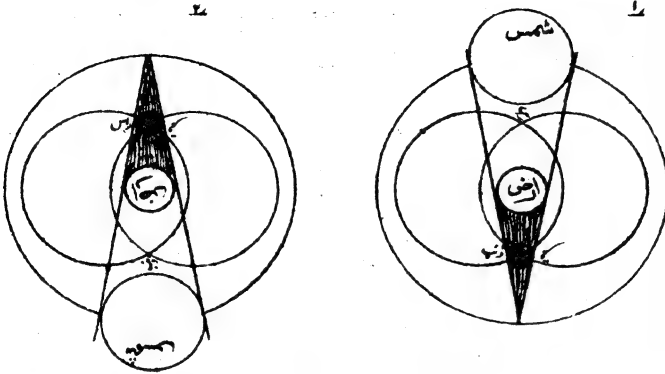


ملاحظہ فرمائیے شکل ۱۷ میں اجتماع میں راس میں واقع ہوا ہے اور شکل ۱۸ میں زمین میں اور اس کو بھی ملاحظہ فرمائیے کہ سورج گرہن میں زمین پر سے آہکی نظر قرص قمر پر پڑتی ہے اور جو نگین پور یا پانی وغیرہ کے وسیلے جو حصہ غیر مستقی مری ہو تا ہے وہ قمر پر شمس غرض اس صورت میں کہ قمر میں راس یا زنب میں ہوا اسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قمر اپنے کمال خفیف میں ہو تو اس وقت قطر سایہ قمر کا جہاں آفتاب نکل لاجراستور اور چھپا ہوا ہے ایک سو اسی میل ہوتا ہے اور قمر بوجہ اپنے کمال سرعت بریدگی کے اس مسافت کو جو ایک سو اسی میل ہے ساڑھے چار منٹ میں طے کر جاتا ہے تو کمال کسوفین کو سطح پر کسی جگہ ساڑھے چار منٹ سے زیادہ نہیں رہ سکتا یا بکل لاجرا یعنی تمام کمال حائل نہو یعنی پورا پورا نہو کچھ حصہ آفتاب کا کھلا بھی رہ جلتے تو اس قدر کھلا ہوا حصہ آفتاب کا رانی کو مبصر مری ہوگا کمال اور نقصان اس گرہن کا شمس قمر کے مرکزوں کے ایک خط ایک سیدہ میں واقع ہونے سے ہوتا یعنی شمس قمر اس طرح جمع پڑیں کہ خط نظر چشم ناظر سے سیدھا ان دونوں کے درمیان سے نفوذ کرتا چلا جائے اور ان کے قطر بحسب رویت برابر بھی ہوں یعنی قطر قمر کا شمس سے بحسب عدیت کم بھی ہو کیا معنی کہ ایک خط مستقیم آفتاب اور ماہتا کے شرفی کناروں سے مس کرنا زمین تک اور اسی طرح ان کے غری کناروں سے ماہوا زمین تک پہنچ سکے پس ان دونوں خطوں کے درمیان قمر کا ایک سایہ لے لے مخروط کی شکل میں زمین پر پڑے گا اس جگہ کے رہنے والوں کے لیے چاند آفتاب کا حجاب بنے گا اگر چاند زمین سے بہت دور ہوتا اور آفتاب اسی جگہ تو زمین اس مخروط واثر ان سایہ کے قاعدہ سے دور تر اس مخروط کے قریب ہوتی تو سایہ تاریک قمر کا زمین پر پہنچنے سے پہلے ختم ہو جاتا پھر تمام روے زمین پر کہیں سے بھی کسوف نام مری نہ ہوتا اور جو لوگ اس راس مخروط کے نیچے ہوتے آفتاب کے کنارہ کو ایک حلقہ نورانی دیکھتے اور اگر زیادہ قریب ہوتا زمین قاعدہ مخروط کے قریب ہوتی تو زمین کا بہت بڑا حصہ قمر کے تاریک مخروطی سایہ میں چھپ جاتا اور جہاں تک یہ تاریک سایہ ہوتا وہاں تک کسوف کمال اس جگہ کے باشندوں کو نمایاں ہوتا۔

ایسے ہی تعاقب راس یا زنب میں ہوتا ہے تمامہ ہو کیا معنی کہ جب چاند آفتاب کے کمال بعد ہوگا اس کو آفتاب سے پورا پورا تعاقب نہیں ہوگا اور یہ پورا تعاقب اگر زمین راس یا زنب میں واقع ہو زمین ان زمین کے درمیان ایسی حائل ہوگی کہ جرم قمر اسکے سیدھے مخروطی سایہ میں بالکل چھپ جائیگا اسلئے شمس

۱۷  
شکل ۱۷ میں چاند  
اور آفتاب کے  
میں سے چھپنے کا  
دیکھنا ہے

اس تک کسی حال میں پہونچ نہ سکیگی ۔۔۔ ہکدا



شکل اول میں تقابل راس میں ہوا ہے اور شکل ثانی میں تقابل ذنب میں غرض ہر حال میں زمین کے مخروطی سایہ کے اندر چاند آجانے سے آفتاب کے شعہ اُس تک نہیں پہونچتے وہ بے نور کاٹے نور رہ گیا جو اس کی اصلی حالت ہے یا تقابل عین راس و ذنب میں نہ ہو تو صرف قدر حیلالت نامی رہیگا یعنی اتنا ہی حصہ چاند کاٹے نور رہیگا۔ اور ذرا واضح طور پر عرض کرتا ہوں آپ جانے میں قہر پئی گردش اجتماعی میں قدر انفاق صرف ستضی نہیں ہوتا اپنی ذاتی اصلی حالت پر فقط بے نور رہ جاتا ہے یہ نہیں کہ جتنا حصہ عیدم النور رہتا ہے جو معدوم الذات بھی ہوتا ہے کیا معنی کہ عدم تنویر کو عدم ذات لازم نہیں ورنہ یہ بات لازم آئیگی کہ چاند ہر راہ میں عدم سے وجود میں آتا ہے یعنی ہر راہ ایک دنیا قمر خلق ہوتا ہے یہ شادہ اور حائثہ کے خلاف ہے تو ظاہر البطلان ہے پس معلوم ہوا کہ جب چاند آفتاب کے ساتھ اس طرح مجتمع ہو کہ ہماری نگاہ کے رخ چاند آفتاب کے شعہوں کے اقبال سے قاصر ہو تو ہماری آنکھوں کے سامنے چاند کی بے نور سلب الضیاء تکلیف صرف اپنی اصلی کموت پر رہ جائیگی یہ اجتماع راس یا ذنب میں واقع ہوگا اسی کو کسوف یعنی سورج گڑبن کہتے ہیں اور یہ بات کہ چاند اپنی کموت و ظلام اصلی کی وجہ سے بے نور ہو کر مرنے نہ ہونا چاہیے تھا اس واسطے کہ اس قدر رویت کیلئے بھی فے الجملہ روشنی کی ضرورت ہے کیا معنی کہ یہ علم مناظرہ میں میر جن ہے کہ رویت میں نور و اخلی یعنی مینائی اور نور خارجی یعنی روشنی خواہ نوری ہو خواہ ناری واسطہ اور سفیر بین تو سطح مناظرہ یعنی کوہ انور چشم (یعنی مینائی) مناظرات ہر گز نہیں ہوتے اس طرح بغیر روشنی اور آجائے کے بھی

مبصرات دریافت ہونہیں سکتے غرض دونوں نور داخلی و خارجی ملکہ فیرویت اور واسطہ النظر فی المنظور  
ہوتے ہیں ورنہ اندھا بھی بینا کی طرح ہر چیز کو چروشن ہو دیکھ لیتا اور بنیاطات میں بھی ادراک جمیع  
مبصرات کرتا یہ خلاف مشاہدہ ہے اس کا بطلان محتاج برہان نہیں پس کسوف شمس میں قمر اگرچہ تاریک  
و مظلم ہے بدولت اُن اشعہ مزلقہ شمسیہ جو قمر کے اس حصہ پر پڑتے ہیں جو شمس کے محاذی ہے اور ہر چو کہ قمر  
کر دی شکل صیقل الجرم ہے وہ پھسلتی ہوئی شاعین قمر کے اس حصہ پر (جو ہمارے محاذات میں ہے) پھیل  
جاتی ہیں تو فقط اتنے آجائے کی بدولت یہ سیاہ ٹکریہ بھی ایک رنگ مری ہوئی ہے جیسے دن میں دھوا  
جب مکان کے صحن میں ہوتی ہے مگر اس سے اچھٹی ہوئی روشنی کی بدولت آپ کے کمرے میں  
بھی آجلا رہتا ہے شب تاریک کی طرح کمر تاریک نہیں رہتا اسی طرح قمر کا اپنے خسوف تمام  
میں مری ہونا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہوا کرۂ زمین کے گرد اگر دسینتالیس میل کے دل میں زمین کو گھیر کر  
ہوئے ہے جب اشعہ شمسیہ اس ہوا سی محیط پر پڑتی ہیں زمین سے کج ہو کر جانب بالا اچھٹے ہوئے  
سایہ زمین کے ساتھ ملکر قمر مخفف پر پڑتی ہیں اسی سبب اگرچہ خسوف تمام ہوا مخفف تانبہ کی شکل  
دکھائی دیتا ہے غرض اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اجتماع میں قمر کا ایک حصہ نصف سے کچھ زیادہ روشن  
رہتا ہے تو کسوف کا کسی جگہ ہونا اور کہیں نہ ہونا ممکن ہے اور زمین کا مخروطی سایہ تمام قمر کو اپنی تاریکی میں  
گھیر لیتا ہے یعنی نے نور کر دیتا ہے تو اس زمین کے کسی موضع میں خسوف کا واقع ہونا اور کہیں نہ ہونا  
ممکن نہیں خیر یہ بات تو طے ہو گئی دوسرے آپ کے شبہات کے جواب باقی ہے ایک شبہ تو یہ کہ کسوف و  
خسوف کی حقیقت تھی جو چھلانگ کر ہوئی پھر اسکو فوہرون تین یعنی اڑو ہے کے نکلنے کے ساتھ تعبیر کی  
وجہ یہ ہے کہ نقطہ فلک مال قمر اور نقطہ فلک مثل کے موضع تقاطع کو جو شمالی ہے اس اور جنوبی کو جنوب  
کہتے ہیں یعنی سر و دم تین کیا مسمی کہ دونوں منطوقوں کے دو نصف حصوں کے درمیان قریب کے جانب  
عذالوہم ایک اڑو ہے کی شکل مشکل ہوتی ہے یہ دونوں موضع تقاطع کے اسے سر اور دم تصور کیے ہیں  
چنانچہ شاعر چینی فرماتے ہیں لافہم شبہوا الشكل الحادث بین نصفی المائل والمائل  
من الجانب الاقرب بالتین فیکون احدی العقدین راسا والاخری ذنباً غرض  
قمر کے عقدہ راس میں آنے کو تین کے نکلنے کی اول حالت سمجھنی چاہیئے اور عقدہ ذنب میں ہونے کو  
آخر حالت جیسے غذا اسفل معدہ میں مسخر ہونے کے ہوتی ہے تصور کرنی چاہیئے غرض جیسے تین کی

لے  
چند نقطہ فلک  
منظور میں  
نقشہ کرنا  
ان دونوں کے  
چند نقطہ فلک  
بین ایک نقطہ فلک  
منظور میں  
اس کے کہتے ہیں  
اس سے کہتے ہیں  
موجز فلک میں  
فصل جملات کرن  
فلک المرءی ہے

کسوف و خسوف  
میں ہونا اور نہ ہونا  
اس کے کہتے ہیں  
اس کے کہتے ہیں  
نیم کسوف

شکل واہر نے گھڑی ہے اس طرح ان عددوں میں سیارہ کے داخل ہونے کو اسکے ٹھکنے کا تصور یاد لے سکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا وہ شہ کہ جب کسوف و خسوف کی حقیقت ہے تو خواہ مخواہ ان اوقات سے ڈرنا معظلات اور مہمات سے تصور کرنا چنانچہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز و عبادات کے لئے ارشاد فرمانا کس لئے ہے تو مختصر عرض کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں ہر فاعل کے لئے مفعول پر شرف دیا گیا ہے سبب شرف و عزت وہی فاعلیت ہے یعنی ذات فاعل میں شرف و عزت وصف فاعلیت کی بدولت ہوا کرتا ہے اسی کی کئی خصوصیت نہیں ہر موصوف ذی شرف میں وصف ہی سے شرف ہے تو مدار عزت و شرف صفت کو کہنا چاہیے مثلاً سلطان اور حاکم کا اپنی رعیت اور محکوم پر شرف ہیں وہ اس وجہ سے نہیں کہ وہ ایک شخص میں الاشخاص ہے بلکہ اسکی وصف حکومت اور سلطنت یعنی غلبے اسکو سب پر شرف دے رکھا ہے اگر کسی جگہ اسکے غلبے میں فوراً اسکے احکام کے انفاذ میں قصور پڑ جائے اور اس کی سلطنت کی دست ررازی حکومت کی قیاد راندازی کسی عائق و مانع کی وجہ سے کہیں پر رک جائے جتنی دیر کے لئے اور جن جہتوں کے لئے مصلوب الوصف ہے مصلوب الشرف والعزۃ بھی ہوگا کس واسطے کہ شرف و عزت کا سبب حکومت یعنی اسکا انفاذ حکم ہی ہے اگر بادشاہ تخت حکومت پر جلوس فرما ہو حسب دستور اپنے فرامین کا اجرا و انفاذ طلب کرے ایسے وقت کوئی امر اسکے حکم کو نفوذ و جریان سے روک دے اور اس حاکم کو مجبوراً اس عائق سے الٹا اثر پذیر ہونا بھی پڑے تو اسوقت اس حاکم کو مصلوب الحکم نہ کہیئے تو اور کیا کہیئے گا معذراہ او بار اگر کسی بڑے سے بڑے متقبل پر پڑے تو بہت بڑے خوف اور عبرت کا مقام ہوگا مارے ہشت کے اپنی اپنی خیر منانی پڑ جائیگی اس سے جو کوئی بڑا بادشاہ اعلیٰ حاکم ہوگا اسکی پناہ دھونڈھی جائیگی۔ پس اب آپ خیال فرمائیے مثلاً بادشاہ اتران نیر خاوان عین اجلاس میں یعنی دن کے وقت جو اس کے اجلاس کا زمانہ ہے اپنے محکوم و رعیت یعنی زمین و زمانوں پر اجرائی حکم و انفاذ فرمان جیسے تنویر عالم تلوین فلذات تجلیہ معانیات تصویر مافی الارحام سے (جن امور پر حکم لگائیں سے اس کو قدرت ملی ہے) کسی وجہ سے تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی وہ عاجز آئے یعنی اس سے یہ اتدارات چھن جائیں العظۃ للہ کیسے خوف اور ہشت کا وقت ہے اسی وجہ سے اس وقت حاملہ عورتوں کے خور و نوش میں احتیاط اور عام طور پر کھانے پینے کا پرہیز کیا جاتا ہے انسان ہی کی

کسوف و خسوف ایک  
نہری چاند و قمر  
کی نسبت بتا سکتے  
چند شمس علیہ السلام  
و الصلوٰۃ اس کے  
کیون فرق و ملت میں  
ان اوقات میں کار کرم  
و عبادات کی کس پناہ  
بابت زعمت و یقین

کوئی خصوصیت نہیں لکڑی پتھر اناج میوہ جس جس پر اسکا حکم اور اسکی اصلاح تھی سو تدبیر سے بلا اثر پڑتا ہے یہ بات کچھ خلاف توحید نہیں آپ دیکھتے ہیں آگ کی مہارت سے گرمی بڑھتی ہے اور بانی کی مجاہدت سرسوی بخش ہوگی اور جس جگہ شل گرمی کی ضرورت تھی بروقت وہ گرمی وہاں نہ پہنچی مزاج اس شے کا کافا ہوگا اور ان میں صفت گرمی و سردی کی ذاتی نہیں مستعار ہے موثر حقیقی حکم یا نادر کو فی برد اوسل حاصل ہے امر احکم الحاکمین ہے ان اگر کسی نے انہیں کو موثر حقیقی بتلایا البتہ خلاف توحید ہوگا۔ اسطرح جب سلطان انجم کا تسلط اسکی زمین اور زمینوں پر سے اٹھ جاوے بہت سی قباحتیں اور کئی قسم کے فسادات ہی دیرین اس کے لشکر کے سرزمین پیدا ہو جائے کیا بعید ہے اب بجز اسکے کہ ہم اپنی اپنی خیر منائیں اس احکم الحاکمین الملک المقدر کو (جس نے اسکو بہت قلیل عرصہ کے لئے سہی عزل کر دیا ہے) دعا و صدقات سے راضی کر لیں اور کیا کیا جائے۔ ایک معمولی ضروری بات سمجھ کر خوف ہو جانے و قونی ہے شقاوت ہے اعاذ اللہ تعالیٰ شانہ یعنی ایسی بڑی مخلوق باری عز اسمہ جس سے ایک عالم فیض یاب ہے۔ جب ان پر صورت عتاب ہے تو ان کے پرستش کشندگان و غیر ہم کو نہایت عبرت کی جگہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

واضح ہو کہ یہ اجتماع و اشتراک (جو او عاطفہ کی وجہ سے ہوتا ہے) کبھی چند اسموں کا کسی ایک فعل میں ہوگا جیسے احمد محمود و حامد آمد یعنی حصول صرف مجبوت کا ان تین شخصوں سے ہوا۔ کبھی چند فعلوں کا ایک اسم میں جیسے زید آمد و نان خورد و برت یعنی حصول آنے اور روٹی کھانے اور جانے کا صرف زید سے ہوا۔ کبھی حصول چند جملوں کا (خواہ اسمیہ ہوں خواہ فعلیہ) جمع کیا جاتا ہے جیسے احمد آمد محمود نشست و حامد برت یعنی آمد ان امور و نشست محمود و رفت حامد کا حصول بذریعہ او عاطفہ کے جمع کیا گیا ہے۔ اور یہ دوازدہ بھی ہوتا ہے بیان زائد سے میری یہ مراد ہے کہ اگر وہ لفظ حذف کر دیا جائے معنی ویسے کے ویسے بنے ہیں۔ بلکہ اسکے لئے معطوف علیہ تکلف تاویل حاصل کیا جاتا ہے خواجہ جمال الدین سلمان کا شعر ہے شعر لجا بن درشاہ است و لد الحمد کہ مر ا بخت بدین لجا و اما آوردہ اور یہ اکثر دوسری نوع کے حروف عاطفہ اور لکین اور اس کے خففات کے ساتھ مستعمل ہوتا ہے فووسمی شعر بہ بنیم تا سپ اسفند بارہ سوے خانہ آید ہی بے سوارہ و دیا بارہ رسم جنگ جوہ بیان و او عاطفہ۔ تراویہ نہ سادہ و آخر نہ بدے خداوند روے و نظامی شعر و گردش شاہ را در خورست و ملازم خداوند خواہست و بیان را در کام عطفہ کے ساتھ ہے۔

مراحمہ بنو ہاشم  
مجلس میں شریعت ہے  
کبھی چند فعل ایک  
اسم میں جمع ہوتے  
کبھی فعل و اسم  
کبھی فعل و اسم

کبھی دو عطفہ زائدہ

ولہ زحکے گان دازل راندہ + مگر وہ قلم ناچہ گرداندہ + لیکن بخوابش من حکم کش + کہ تمہیں سخنہا  
 دل خوش خوش + اور محاورہ عرب بھی اسطرح ہے چنانچہ اس آیت شریف میں **فَلَمَّا اسْلَمَا وَلَدَ لَہُمَا**  
**الْحَبِیْبَیْنِ وَنَادَیْنَا اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ**  
**یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ**  
**اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ**  
 کو فر کے نزدیک ان اسلہ میں داواندہ ہے کیا معنی کہ وہ خواہ خواہ کے تکلفات کو پسند نہیں کرتے -  
 آیہ مجید میں **وَنَادَیْنَاکَ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ**  
 کو جواب **فَلَمَّا اسْلَمَا** لہذا کا قرار دیتے ہیں اور شعر امر القیس میں **وَاَنْتَکِیْ اِنَّا**  
 خواہی خواہی اس کو بجز زائدہ کہنے کے گزینہ ہوگا۔ مگر بصورتیکہ نزدیک حرف کو حشو اور زائدہ قرار دینا پسند  
 نہیں جیانتک ممکن ہوتا ویل کرتے ہیں چنانچہ اسلہ مذکورہ میں جواب **لَمَّا** کا محذوف اتنے ہیں یعنی آیت  
 کریم میں **اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ اَنْ یَّا اِبْرٰہِیْمُ سَمِعَ مَلٰئِکَہٗہٗ مِنْ لَدُنْہِ یَقُولُ اِنَّا نَعْبُدُکَ وَنَاَدِیْنَاکَ**  
 کل مما یبطل بہ الحال ولا یحیط بہ الوصف من استبشارہا و اغتباطہما و حمدھا  
 للہ رب العالمین اور شعر مذکور میں جواب **لَمَّا** لہذا کا اس کے بعد کا شعر **ہم ہوتے** بغیر دی را سہا  
 فتیالیت + علی ہیضہم الکشم ریا المخلخل + قرار دیتے ہیں + واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
 اور کبھی یہ واو عاطفہ حذف بھی کیا جاتا ہے سعدی **شعر** اسیر بند شکم را دوشب نگر و خواب + شبے بوندہ  
 سنگی شبے زولتنگی + اے شبے زولتنگی - اسی طرح یہ شعر **قربان شوم ترکہ زندان** شہنواز + اخلاص  
 من محبت من اعتقاد من + حافظ **شعر** جو کہ از تو دیدم درو یکہ از تو بردم + اگر شمعہ بدانی شاید کہ حیرت آری  
 لے درو یکہ از تو بردم - اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں مراد ہماری حذف سے حذف لفظا ہے نہ معنی  
 یعنی یہاں عاطفہ اگرچہ لفظوں میں نہیں ہے مگر معنوں میں مقدر مانا جائیگا اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے  
 کہ معطوف علیہ اور معطوف میں کوئی وجہ جامع یعنی ان میں کچھ مناسبت اور علاقہ ایسا ہو جس سے معطوف  
 معطوف علیہ کے ساتھ ایک حکم میں شریک کر دیا جائے اگر ان میں یہ وجہ جامع نہ پائی جائے یا وجہ  
 عطف ایہام خلاف مقصود کا ہو تو واو عاطفہ تقدیر بھی مانا نہ جائیگا جیسے اس مصرع میں **ایمیر خسرو** عروسہ  
 گرفتار ہمیش + یک دوسہ چار پنج شش + اگر یہاں عطف کے ساتھ یک و دو و سہ و چار و پنج و  
 شش کہا جاتا تو موہم جمع کا ہوتا اس سے تعین عدد یعنی بہت و یک مراد ہوتی سو یہ خلاف مقصود قابل ہر

فلا یقولون انہ  
 ان قومہم از قومہم دور  
 نہ کہ وہ دور سے  
 کہناہ اور ان کہند  
 بلکہ وہ لا فخرہ بالزمان  
 فخرہم  
 صحت الہ ہر دو  
 گیسو اس کے معنی ہوتی  
 اور اگرچہ ہر دو  
 نہ ہر دو  
 ہر دو  
 ہر دو  
 ہر دو

و او کلفہ حذف  
 کیا جاتا ہے بیان  
 حذف سے  
 حذف مراد ہے

و او کلفہ حذف  
 کیا جاتا ہے بیان  
 حذف سے  
 حذف مراد ہے

خلاف شعر مشہور نہ اندر نہ آمد سہ اندر چہار، بین و او عطف مقدر ہے اسے نہ اندر نہ آمد و سہ اندر چہار  
کیا معنی کہ نہ در نہ و سہ در چہار ان دونوں کے ماضی ضرب کا مجموعہ یعنی نو و سہ مقصود ہے چنانچہ  
بیان دلالت میں مذکور ہوا اصطلاح علم معانی میں، اس ترک عطف کو فصل اور عطف کرنے کو  
وصل کہتے ہیں اس کی زیادہ تفصیل فن بلاغت کا منصب ہے۔ اور یہ بھی سن لیجئے کہ اس واو  
عاطفہ کو اسی طرح ساکن لکھا اُس کے حرف ماقبل کو بجاورت و مناسبت و اوصاف دیا جاتا ہے اور  
اس ضمہ کو کبھی اشباع اور پُرسی کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ حرف ماقبل سوائے اے مخفی کے خواہ  
حرف علت ہو یا غیر اول جیسے حافظ شعر غنیمت وان می و خور و گلستان کہ گُل تاہفتہ دیگر نباشد  
ثانی جیسے نظامی شعر پستان آفریدی زمین و زمان بہ ہمان گردش انجم و آسمان بہ گزراختی  
چونکہ مظہر حرکت حرف اخیر کلمہ ہے اور نیز وہ مخفی ہی ظاہر نہیں اُسہر ایک ہمزہ مضمومہ مان لیا جاتا  
لیکن اضافت و انصاف میں جن طرح ملفوظ ہوتا ہے مکتوب بھی ہوتا ہے اور یہاں رسم الفطین  
سوائے ملفوظ کے مکتوب نہیں ہوتا جیسے اس شعر میں حافظ شعر بنوش جام حبیبی بالادف و  
پنگ ۱ بیوس ضعیف ساقی بنغمہ نے و رود نظامی شعر تیغ نہ و زخم نہ اندازہ چیست و کون  
نہ و این ہمہ آوازہ چیست ۲ و اگر نہ اسی ہائے مخفی کو حرکت دیجاتی تو وہ مظہر و علامت نہ رہتی ایک  
مستقل حرف بنجاتی اور نیز وہ مخفی بھی نہ رہتی ہائے ظاہر بنجاتی اسی طرح جب الف کو ا کے  
اصلی سکون پر باقی رکھا جاتا ہے تو ایک ہمزہ مضمومہ اشباع کے ساتھ زیادہ کیا جاتا ہے نظامی  
شعر دو وارث شہما از دوکان کہن ۳ ترا در سخا و مراد سخن ۴ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب  
اور کبھی بلا اشباع صرف ضمہ کے اظہار پر کفایت کرتے ہیں اس صورت میں یہ واو صرف مکتوب  
ہوتا ہے ملفوظ نہیں ہوتا حرف ماقبل سوائے اے مخفی اور حرف واجب السکون کے چاہے  
کوئی ہو۔ حافظ شعر سلطان بک لکڑو سوداے تاج و گنج ۵ درویش و اسن خاطر و کج قلندری  
نظامی شعر ہر آستہ بزمے از ناسی و نوش ۶ بلطفہ کہ بردمی زبندہ ہوش ۷ اور صورت  
ہائے مخفی و حرف واجب السکون وہی ہمزہ مضمومہ واو اشباع کی طرح زیادہ کیا جائیگا جلی مصرع  
اسے خوشا کہ بود مرہ و نامش زندہ ۸ نظامی شعر تو انا و انا بہر بودنی ۹ گنجش ۱۰ بیار بخشودنی ۱۱  
در نہ بہان بھی وہی خرابی پیش آئیگی جو اشباع میں آئی۔ اور کبھی حرف ماقبل اسکی حالت و مخفی پر

فصل میں جملہ  
فصل میں سن کو  
کتاب میں  
دارعاطفہ شمع  
کا بیان

دارعاطفہ  
فیہ بیان

دارعاطفہ  
فیہ بیان



چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس واؤ کو اتنا غاٹا لے کر عرب متحرک حرکت فتح کر دیتے ہیں چاہے حرف ما قبل کوئی ہو۔ حافظہ شعر آرزو کی شہم و از تو چہ پنهان دارم و شیشہ بادہ و کنبہ و رخ زیبائے و ولہ تکیہ بر تقوی و دانش و طریقت کا فہمیت و راہ و گر صد نہ وارد توکل بایش و ولہ رہ فلک مکہ خاتم بنما تاپس ازین و می خورم باتو دیگر غم دنیا خورم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر دار اس عہد شیخ حسن انکھ خدمتش و چرخ و دنا بچار و ناچار می کند و بعض مفتنین نے بادہ و کنبہ و رخ و تقوی و دانش اور تو و دیگر اس نوع کو غیر شیخ مضموم الماقبل میں درج کیا ہے پس اس صورت میں ایک ہمزہ ماضی و ماضی اور واجب سکون والے کلمہ کی طرح اسکے ماقبل ماننا ہوگا۔ اور چار و ناچار میں سکھ کے قابل ہوئے چونکہ یہ واؤ عربی و فارسی میں مشترک ہے میرے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ عربی کی طرح واؤ مفتوح رکھا جائے۔ چنانچہ کوئی کلمہ ترکیب عربی مذکور ہوتا ہے اسی طرح مفتوح رکھا جاتا ہے جیسے اس شعر میں نظامی و شعر نام تو بر حاشیہ دل رقم و حکم تو فرمان دہ لون و العلم و خواجہ جمال الدین سلمان شعر مجاہدین و در شاہست و لیدر الحمد و کہ مرا بخت بدین لمجا و ما و آورو و اور وہ واو عطف بھی مفتوح پڑھا جاتا ہے جو کسی شعر کے صدر یا مطلع میں واقع ہوتا ہے۔ اول جیسے فروغی شعر و دیگر کہ گیتی ندارد رنگ و سراسر پہنچی چہ پہن و چہ تنگ و حافظہ شعر و انکہ پیشش بہد تاج کبر و غر شہید و کبر یا نیست کہ در حشمت درویشان است و ثانی جیسے حافظہ شعر سکین چون بشت گشتہ بتلا و اندر چمن نگندہ بفریاد غفلے و یہ بھی یاد رہے کہ جب اس واؤ عطف کے بعد کوئی کلمہ مصدر بآلت ہو اس الف کی حرکت نقل کر کے واؤ کو دینے میں اور الف کو کسی واؤ عطف حذف کر دیتے ہیں جیسے وگر و در و در و آن و چین اور کسی صرف تلفظ سے گرا دیا جاتا ہے کتابتہ باقی رکھا جاتا ہے جیسے اوپر کے شعر میں و اندر چمن نگندہ بفریاد غفلے۔ یہ امر رسم الخط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب موضع اس واؤ عطف کا وہ کہ معطوف کے سب سے پہلے یا فصل معطوف علیہ لایا جائے۔ مگر بعض وقت بحکم ضرورت ان میں فصل بھی واقع ہو جاتا ہے۔ امیر خسرو شعر نامہ کنید سوے دی و تابہ و رسم و خاکستر مکنید و بران خط پرانہ اے نامہ نو بید سوئے وے و مرا خاکستر کنید و بران خط پرانہ کنید و تابہ و رسم شعر میں تاؤ گراہہ چون تا قتم و سخن و اکابر برافراختم و دوسرا حرف ہا جیسے نظامی شعر بلیاس با کارداران روم و

لے  
مستند الی معادل  
کہ کتب میں  
مکتبہ رکھ کر  
نالی کو کتب میں

لے  
مستند الی معادل  
نالی کو کتب میں  
نالی کو کتب میں

لے  
مستند الی معادل  
نالی کو کتب میں  
نالی کو کتب میں

لے  
مستند الی معادل  
نالی کو کتب میں  
نالی کو کتب میں

سو کے کید رفتند زان مرز بوم ولہ پر پہچہرہ با آن پر می پیکران : شدند از بے گنج و گوهر گران ہر می  
 شعر رئیس وہے با پس در رہے : گذشتند بر قلب شاہنشہ : رفتند و شدند و گذشتند بصیغہ جمع  
 بیان کرنا اسکے عاطفہ ہونے پر دلیل ہے۔ اگر بخنی مع لیا جانا (چونکہ لیبیناس اور پر پہچہرہ اور رئیس وہ  
 مفہومین) رفت اور شد اور گذشت کہا جانا۔ سعدی شعر فرق ست میان آنکہ یارش در بر و با آنکہ  
 دو چشم انتظارش بر در و اسے فرق تیان آن و آن الخ علی خراسانی شعری دو و چون باد بر شب و فلک  
 این جہان و بیش عاشق دطرقت کوہ با صحرایکے ست و تیسرے آنا جیسے نظامی شعر و گراما دت  
 راہم بست و ہمہ روز تا شب بنا ہم بست : اسے ہمہ روز و ہمہ شب۔ کیا معنی بندہ خداوند تعالیٰ  
 عز و ہمہ کی پناہ کا ہر دم بہر آن محتاج ہے۔ ظہوری شعر تفاوت کفر و دین آمد یعنی : میان عدل و  
 تا عدل کسری : اسے میان عدل او و عدل کسری۔ اور یہ تا محیط عربی میں حتی جارہ کے  
 معنی میں متعل ہوتا ہے جس کا بیان حروف جارہ میں گزر چکا۔ حتی عاطفہ کے معنی میں بھی  
 متعل ہوتا ہے جیسے اُکملتُ السَّمَکَۃَ حَتّٰی رَاسِہَا یعنی پھیل بھی کھائی اور اسکا سبھی نظامی  
 شعر سکندر بآن شاہ فرخ زاد و شہنشاہ بگاہ بگاہ است تا ماداد یعنی اسقدر غم کیا کہ رات بھر رو  
 گزری اور صبح بھی تھک کر بیٹھ گیا و تار مار ولہ زبے آہم سینہ سوزد درون : قدم تا سرم غرق  
 دریاے خون : چوتھا ہم جیسے امیر خسرو شعر نیست پشیمانیش ارزردہ : ہم بود آن خطہ  
 کہ کمتر دہ : اسے و بود پشیمانی آن وقت کہ الخ بیدل شعر مردہ ہم فکر قیامت وارد : آرمیدن  
 چہ قدر دشوار ست : اس لفظ کے خصوصیات سے ہے کہ معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر داخل  
 ہوتا ہے نظامی شعر ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار : زبے شاہ مرکب زبے شہسوار : اور کبھی  
 تعین و تاکید معنی عطفی کے لیے اسکے ساتھ او و عاطفہ بھی لے آتے ہیں نظامی شعر و گراما دت  
 شاہ را در خور ست : ہم را ہم خداوند و ہم خواہر ست : بعض متقین نے اسکے معطوف و معطوف علیہ  
 کا جملہ ہونا واجب جانا ہے سو یہ کوئی بات نہیں۔ مفرد اور جملہ ہر دو پر داخل ہوتا ہے مفرد جیسے  
 نظامی شعر اسے بنہن بر جو فلک نازین : نازشت ہم فلک ہم زمین : جملہ جیسے اوپر کا شعر  
 ”ہم اوراہ دان ہم فرس راہوار“ اور اسکا معطوف کے اول و آخر ہر دو جملہ لانا جائز ہے اول جیسے اوپر  
 کے اشعار میں اور آخر نظامی شعر وان بیکے داند ز راو کرم : حله بر انداختہ و حلیہ ہم :

پہچہرہ نامہ عاطفہ

نظامی شعر و معطوف کے ہم عاطفہ کا بیان  
 درون ہر دو میں ہوتا ہے

ہم عاطفہ کے ساتھ  
 نظر تاکید او و  
 بھی لیا جانا ہو

نظامی شعر و معطوف کے  
 درون ہر دو میں ہوتا ہے

نظامی شعر و معطوف کے  
 اول و آخر ہر دو جملہ  
 لانا جائز ہے

اے علم و ہم طبع پر انداختہ۔ اور جس طرح واو عاطفہ کے ساتھ جمع ہوتا ہے۔ نیز عاطفہ کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے نظامی شعر تا سخن آجنا کہ برآورد علم و حرف زیادست زبان نیز ہم و اے حرف از قبیل باد و زبان نیز با زبان ہم از قبیل بادست۔ اور اس کا مزید علیہ یہاں بھی مستعمل کلام نصحا ہے نظامی شعر چنان آفریدی زمین و زبان و ہماں گردش انجم و آسمان و کہ چند آنکہ اندیشہ گرد بلند و سرخود برون نا و وزین کند و اے گردش انجم و آسمان و کہ شنگے بجا رگز کردہ گیر و ہماں گنج ناخوردہ را خود گیر اے گنج ناخوردہ الہ۔ اور اس کے ساتھ بھی نیز عاطفہ کا جمع کرنا جائز ہے نظامی شعر زمر کوب دیا و صد گونہ چیز و ہماں خلعت پوشا مانند نیز و اے دخلعت پوشا مانند الہ و اللہ تعالیٰ اعظم بالصلوات پانچواں نیز عاطفہ جیسے نظامی شعر شکستہ ہے راہم بستہ ام و بے بستہ را نیز بستہ ام و اے بسیار شکستگان مظلوم را قوی کردہ ام و بسیار ظالمان قوی بستہ ام و کہ ہزارم پذیرفتہ را واد زد و بے چیز با نیز دروے فرو دہ و کہ پیر خاشاکہ جانستان دیدست و قوی دست و چاکہ دیدست و برا شکستہ نیز بنیم شگرت و حریفے نداری درین ہر دو حرف و ہم کی طرح اس کا مکر اور مقدم و موخر لانا بھی جائز ہے نظامی شعر جہاں غارت از ہر دے سے ہر دے پیکے آورد دیگرے سے ہر دے نہ زوایم اینا نکہ ہستند نیز و نہ آنا نکہ رفت ہند رستند نیز و

چٹا پس۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب کے لیے آتا ہے یعنی معطوف کو عقیب معطوف علیہ جمع کرنا منظور ہوتا ہے نظامی شعر را کردہ را بنجم اسباب را و مہ واد گہوارہ خواب را و پس آنکہ ظلم عطار شکست و کہ امی قلم را نگیر بدست و جعفری فرزانہ صاحب بہا بنجم نے پس آنگاہ کو بمعنی بعد از ان فرمایا ہے کیا منے کہ یہاں پس عاطفہ نہیں بلکہ معنی بعد از ان میں لفظ پس کا بھی دخل سمجھا ہے اور اسی شعر مذکور سے استشہاد کیا ہے۔ مگر میرے نزدیک یہاں لفظا پس عاطفہ ہے (چونکہ ان ہم اشارہ بعد از ادگاہ ظرف زمانی بمعنی وقت ہے) معنی بعد از ان کے صرف لفظ آنگاہ سے بے گئے ہیں۔ جیسے اس شعر میں نظامی شعر لکرم رسان اول آنکہ گنج و ختم صبری دہ آنگاہ بچ و کہ خستین در پادشائی زرم و دم از کار کشور کشائی زرم و زکمت برآیم آنگاہ سخن و کہ کم تازہ تازہ خباہے کہن و پیغمبری کو ہم آنگہ درش و کہ خواندہ خدائے پیغمبرش و سعدی مصرعہ مرویت بیازاے و آنگہ زن کن و مگر یہ ترتیب و عقیب بلا مہلت ہونی چاہیے اگرچہ اتمام و اکمال اس امر

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

ہم عاطفہ کا نیز ہم کے ساتھ جمع ہوتا ہے

و مترتب کا مہلت و تراخی کے ساتھ زمان طویل میں ہو، سعدی شعر باش تا دشت بہ بند و روزگار +  
پس بحکم دوستان مغرش برآر + یہ حرف بعینہ عربی کے فاقی طرح ہے گما قال اللہ عز و جل  
فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظًا فَلَكُسْنَا الْعِظَاصَ لَحْمًا اور جیسے عربی  
میں فاء تفریع کے لئے آتی ہے یہ لفظ پس بھی تفریع کے لئے لایا جاتا ہے اور تفریع اول تعقیب  
میں بھی فرق ہے کہ تعقیب میں امر اول کو وجود امر ثانی میں کچھ دخل نہیں ہوتا تفریع میں امر اول کو وجود  
امر ثانی میں ضرور دخل ہوتا ہے سعدی شعر گر سنگ بہ لعل پختان بودی + پس قیمت لعل و  
سنگ یکسان بودی + یعنی جواہرات کا پتھر کی طرح نہ قدر و قیمت ہونا ان کے اس طرح  
کثیر ہونے کی وجہ سے ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

سأقول ان باز۔ یہ لفظ جمع مع الترتیب میں پس کی طرح ہے۔ مگر اس میں مہلت اور تراخی کا اعتبار زیادہ ہے جیسے عربی میں قُتْمٌ اور ہندی میں پتھر چنانچہ مولوی اوجہ الدین بگڑائی غافل اللغات میں لفظ پتھر کی تحقیق میں فرماتے ہیں۔ پتھر کہے اول مخلوط التلفظ بہا و ای مہلہ و آخریضے باز عربی قُتْمٌ الفرسہ حُجّ شجر رشکم آید کہ کہے سیرنگہ و تو کندہ باز گویم کہ کہے سیرخوابیل اور اس لفظ کا معطوف کے اخیر بھی لانا جائز ہے نظاًری شجر ہر با سود روزے دو و ہونہ و زمسکو سے ورا خبر جست بازہ اسے اول چند روز و لہو و ناز گرداشت و بعد ازان از مشکوی ورا خبر جست۔ آمد اس کے ساتھ و اعطافہ کا لانا بھی جائز ہے حافظہ شجر زان رے کوشتم بدان دور کہ امروزہ بر مزدہ طعنہ و بر خور زدہ بازہ اسے و بعد ازان بر خورشید طعنہ زدہ۔

آنحضرتؐ کا وہ عاطفہ جو آدمی طرح مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ سعدیؒ شعر ہے ہا  
اسپ تیر رو کہ بماند کہ خرننگ جان بنزل بر و اور آدمی متصلہ مخفی بھی دو جملوں کے مضمون کے  
جمع مع الترتیب کے لئے لایا جاتا ہے اور اس کے مدخل کا فعل ماضی صیغہ واحد غائب ہونا آتا  
ہے جیسے عالی کہتا ہے شعر چون دائۂ تسبیح بدست اے دیکتا بہ آخر صبد آمین و دعا آمد فرشتہ  
چنانچہ کچھ بیان اسکا مقدم گزر چکا ہے وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور حروف عاطفہ میں سے  
نہ ہے جو مفردات پر داخل ہوتا ہے اور اس مفرد سے نفی اس حکم کی کجائی ہے جو کہ اس مفرد کے  
متبوع (یعنی مطعون علیہ) میں تیس کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کے

ماقبل جملہ خبریہ موجبہ یا امر کا ہونا ضروری ہے اور اس کے بعد اسم مقدر (یعنی خبر خبر) کا ہونا واجب ہے رفت زید نہ عمرو۔ سعدی شہر ترک دنیا و شہوت ست و ہوس + پارسی نہ ترک جامہ لبس و  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور حروف عاطفہ میں سے یا و اگر خواہ اور کہ و واو یعنی یا ان کو حروف عناد و ربطی کہتے ہیں ان پانچ حرفوں میں سے کوئی حرف جن کلموں یا کلام کے درمیان واقع ہوتا ہے ان میں ایک امر غیر معین لا علی التین مراد ہوتا ہے۔

جانتا چاہیے کہ باور اگر اللہ اس کے مخففات گر و آر اور خواہ۔ ان تینوں کلموں کو معطوف و معطوف علیہ ہر دو برابر لانا بھی جائز ہے بخلاف کاف و واو عناد یہ کہ نقطہ معطوف کے سب سے پہلے صرف معطوف اور معطوف کے درمیان میں لاتے ہیں مسئلہ اتمہ اس دعوے کے شاہد ہیں۔ اور یہ بیان بھی سن لیجئے کہ صاحب جواہر الحروف یا کے استعمال کو اس جگہ مخصوص رکھتے ہیں کہ جہاں معطوف و معطوف علیہ مختلف الکفیت ہوں یعنی ایک مثبت تو دوسرا منفی ہو اور استعمال مدخل خواہ کو متفق الکفیت میں مختص سمجھتے ہیں یعنی معطوف و معطوف علیہ ہر دو کا مثبت ہونا ضروری سمجھتے ہیں چنانچہ جواہر الحروف میں بیان کلمات عناد کے تحت میں فرماتے ہیں و فرق بینہما آنست کہ مدخل خواہ ہر دو کا مثبت ہی باشد و مدخل یا در یکے منفی و دیگر مثبت انھیں میرے نزدیک یہ شرط و اختصاص ناصواب ہے اشعار مذیلہ استشہاد مافی الباب ہے نظامی شعر

چنانش دہم مالش از تیغ تیز کہ یا مرگ خوابی ز من یا گریزہ ولہ کسے کو بران اژدہا بگزرد و ہمان ساقش یا کشد یا خورد و اسکا استعمال خبر و انشا ہر دو میں برابر جائز ہے خبر جیسے مسئلہ مذکورہ میں انشا جیسے نظامی شعر یا علی در صدف میدان فرست یا عمرے بر سر شیطان فرست و ولہ یا چرخربان پے رہ تو شہ گہرہ یا چو نظامی ز جہان گوشہ گہرہ یہ مسئلہ اتفاق کیفیت کی تعیین اور اختلاف فی الکفیت جیسے طالب آملی شعر ناز و کرشمہ بود در آئین حسن لیک و مہر و وفا نامم یا بود یا نبود سعدی شعر یا مکن یا پسلبانان دوستی یا یا تا کن خانہ در خور و پیل و اور کبھی اس حرف تردید کو لفظا حذف کر دیتے ہیں۔ مولوی معنوی شعر فتوت انست اسے بہریدہ دست کہ کا ندر آئی و گلوئی امری بہت و بو عنیفہ واد این فتویٰ ترا و شافعی گفت این امر ناسزا

بیان کلمات  
عاطفہ تردید

یا و اگر خواہ  
ان تینوں کلموں کو  
معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو برابر لانا بھی  
جائز ہے  
یا و خواہ کے  
استعمال میں  
فرق ہو یا نہیں

استعمال  
یا و کا  
مختص نہیں

یا کا استعمال خبر  
اور انشا دونوں  
میں جائز ہے

یا کا استعمال اختلاف  
کیفیت میں

کبھی حرف تردید  
لفظا حذف  
کر دیتے ہیں

اے یا شاعری الخ زین خان کو کلمات شاعر سب شب چہ عشرت توان کرو باتو تماشاکنم می خورم  
رازگویم : اے تماشاکنم یاے خورم یا رازگویم۔ اور کبھی اس حرف تر دید کو صرف معطوف علیہ پر  
لے آتے ہیں صوفی کا شعر ہے شاعر یا صوفی راز لعل خود کام و سید و در کام ندید و شنام سید  
اے یا صوفی راکام و سید یا و شنام و سید۔ اور ممکن ہے کہ یہاں یاے تر دید یہ بجائے حرف شرط اگر  
کے مستعمل ہوا ہو جیسے اداۃ شرط موضع تر دید میں مستعمل ہو جاتے ہیں۔ اب اس شعر میں یہ تاویل ہوگی  
اگر صوفی راز لعل خود کام و سید نہا و اگر ندید و شنام و سید اور ممکن ہے کہ یہاں (در کام ندید بین)  
حرف شرط ارجحط اکثر بوقت تکرار معنی تر دید کا افادہ کرنا ہے اس طرح بوجہ تقابل یاے تر دید  
مفید معنی تر دید ہو کہ اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

دوسرا لفظ اگر۔ یہ بھی موضع تر دید میں استعمال کیا جاتا ہے بعض مقننین نے اس استعمال کو اہل  
سرخس کے ساتھ مخصوص بتلایا ہے سو یہ کوئی بات نہیں اہل سرخس و خراسان سب کے ہاں اسکا  
استعمال برابر ہے خصوصاً قدما کے کلام میں یہ لفظ اکثر مستعمل ہے چنانچہ فرغانی علیہ الرحمۃ نے فوری  
کے اس شعر کو اس امر میں شاہد اپنے مدعا کا بنایا ہے اور فرمایا ہے شعر این طرف ترکہ ہست بلعات  
نیز تنگ : پس چاہ پوسف است اگر چاہ بین است : یعنی این جہاں چاہ بین است بواسطہ آنکہ  
بر دشمن تنگ است یا چاہ پوسف است بواسطہ آنکہ از کہر یاے تو بر تو تنگ است۔ فردوسی رح شعر  
ستمگار خویش ارداوگر ہنرمند و انیش اربے ہنر : اور یہ بھی سن لیجئے کہ یہی تر دید کی طرح لفظ اگر بھی  
معطوف و معطوف علیہ ہر دو پر لایا جاتا ہے اور اسی طرح مختلف الکلیف و تنقذ الکلیفیت دونوں  
موقعوں میں استعمال پاتا ہے۔ اول یعنی اتفاق کیفیت مع تکرار حرف تر دید جیسے نظامی شعر  
گر آسودہ ورنہ توان می زیم : چنانکہ از فریدی چنان می زیم : دوسرا یعنی اختلاف کیفیت  
مع تکرار حرف جیسے نظامی شعر ز غنیم تو پیش تو ہست و نیست : اگر باشد و گر نباشد کیفیت  
یہ بات بھی ذرا توجہ کے ساتھ ملاحظہ فرمائیے کہ میں نے یہاں یہ عرض کیا ہے کہ لفظ اگر موضع  
تر دید میں استعمال کیا جاتا ہے کیا معنی کہ بجائے اس لفظ اگر کے یاے تر دید لائی جائے  
معنی درست رہیں کوئی بگاڑ نہ آئے جیسے ”ستمگار خویش ارداوگر“ میں ستمگار خویش با دو اگر  
بھی کہہ سکے ہیں اور اس کے یہ معنی نہیں کہ بجائے یاے تر دید یعنی جہاں یاے تر دید استعمال

بازدید صحت  
محققان  
روزی بازرگ

جہاں از تر دید  
بسیکالی شین  
سے انجمن

اگر کیا و تر دید کی طرح  
معطوف و معطوف علیہ  
ہر دو پر لایا جاتا ہے  
اتفاق و اختلاف  
کیفیت میں اس کا  
استعمال  
یا تر دید اور  
اگر تر دید میں  
فرق

کیا جاتا ہو اس جگہ اس اگر کو استعمال کر سکیں جیسے اشعار مذکورہ میں چنانچہ دہم الماں از پنج ہینر  
 کہ یارگ خواہی زین یاگزیدہ اور یاکن یا پیلیمان دوستی و یاناکن خانہ دو خوردیل و مین اگر گز تو ہی  
 ضمن اگر گزارہ اگر کن یا پیلیمان دوستی اربان کن الزہن کہہ سکتے۔ آئین سر یہی ہے کہ دراصل یہ  
 حرف شرط ہے اور اس کا مدخل جملہ شرطیہ ہے جس کا حاصل معنی مفہوم مرد و پیر پنج جاتا ہے اسی واسطے  
 اسکا مدخل سوائے جملہ کے نہیں ہوتا۔ اگرچہ صورت میں مفرد کے ہواور یہ حرف شرط مکر یعنی معطوف  
 و معطوف علیہ دونوں جملوں کے سرے پر لایا جاتا ہے اور جہاں کہیں صرف معطوف پر ہوتا ہی وہاں  
 بھی باعتبار حقیقت ایک حرف شرط جملہ معطوف علیہ کے سر پر لایا ہوگا کذلک تعالیٰ اعلم یا لصواب  
 تیسرا کلمات تردید میں سے لفظ خواہی اور اسکا مرقم خواہ ہے دراصل یہ خواہستن سے مضارع حاضر  
 کا صیغہ ہے اور خواہی خواہ کے مرقم کرنے میں وہی نکتہ تخفیف منظر ہے جو توانند سے توان  
 کی ترغیم کرنے میں تھا کیا سنی کہ لفظ توان کی تخفیف لفظی کو تخفیف معنی یعنی عدم ذکر فاعل لازم  
 اگر مصرعہ ثانی اس شعر ثانی میں چوتوان شمر د کا فاعل پڑا ہوا ہے۔ نظامی شہر پڑو ہندہ دیگر  
 آغاز کرد کہ دلمان چنداں سپہ ساز کرد کہ آنرا شمر دن توان در قیاس کہسانیکہ ہندن شکر شاس  
 الحاقی ہے میانچون کی لئے توجہی سے صریح اصل کتاب ہو گیا ورنہ دراصل مصرعہ ثانی یہ ہے  
 شمارندہ را و دل کید ہر اس و اور یہ مصرعہ ثانی بتقدیر حرف علت مصرعہ اولی کی علت ہے یعنی  
 اس وجہ سے شمار نہیں کیا جا سکتا کہ شمارندہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ نیز اسی طرح خواہ کی تخفیف لفظی کو حذف  
 لہذا شرط لازم اسی وجہ سے خواہی خواہی و خواہ خواہ جملہ طوعاً و کرہاً یعنی ناگزیر و ناچار کے معنوں  
 میں اساتذہ کے کلام میں متعل ہے میر معنطرت شہر زکتم سی داد اگر نازش عنان کم نگاہی راہ  
 نمی شد کس حریف غمزہ خواہی خواہی را و بخشی شہر بخشی زونی عجب چیز است و خواہ مانوا  
 ز بدست آید و اور آندو میں خواہ خواہ بھی بولتے ہیں کیا سنی کہ دل چاہتا کام طوعاً اور  
 جس کام کو دل نچاہے کہ نہ کیا جاتا ہے اور جو کام اگر دل چاہے اور اگر دل نہ چاہے ہر حال  
 کرنا ہو وہ ناگزیر اور ضروری ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ شرطیہ جملے بین ادا و شرط یہاں سے مخصوص  
 ہیں جبکہ حاصل معنی مفہوم مرد و پیر جانتا ہے تو بلا لحاظ شرطیت ادا تردید یا کی طرح اتفاق  
 و اختلاف کیفیت میں اور اسی طرح لفظ و خبر دو جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ اتفاق کیفیت

لفظ الکی کیفیت

فہم تردید کا بیان

خواہی خواہ  
بنانے میں نکتہ  
کیا ہےخواہ اتفاق و اختلاف  
کیفیت اور اتفاق و خبر  
کی طرح ہر جگہ استعمال ہے

جیسے سعدی شعر حسن اپنے شرط بلاغت ہاتھ میگویم و خواہ از سخن پند کہ خواہ ملال : نظامی شعر  
چون زین ولایت کشادم کمر و خواہ افسر ازین ستان خواہ سر و اور اختلاف کیفیت جیسے نظامی شعر  
کاج و تخت آلتست شادی نہ و آلتی خواہ باش خواہی نہ و یہ مسئلہ انشا کے بھی ہو سکتے ہیں - اور  
غیر جیسے سعدی شعر راسی راسی تست خواہی جنگ خواہی آشتی و قلم پر سر کشیدیم اخبار خوش را  
ولہ دست کوتاہ باید از دنیا آستین غم از رخہ کوتاہ و اسے خواہ جنگ باشد خواہ آشتی باشد آستین خواہ  
دراز باشد خواہ کوتاہ باشد - اور یہاں تاویل انشا کی بھی ہو سکتی ہے - اسے خواہ جنگ کن خواہ  
آشتی کن - آستین خواہ دراز باش خواہ کوتاہ باش وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْمَعْصُوْبِ ۛ

چونکہ کلمات تردید میں سے کاف ہے یعنی بعض مقننین نے کاف کو بھی اداۃ تردید میں شمار کیا ہے  
اور شاہد اپنے مدعا کا اس شعر کو بنایا ہے شعر حسن معشوق بہترست کہ آن و آن ازین بہترست  
این از آن و اسے حسن معشوق بہترست یا اداۃ معشوق - یہ سوال ہے اسکا جواب مصرعہ ثانیہ  
اور کبھی یہ کاف یا اسے تردید کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے جیسے شعر برداشتی می گزرم ہا کہ فراموشم کرد و  
اسے محبت بسر دوست ترا سو گندست و اور صاحب جہاں الکرب نے یہ مثال گھڑ دی ہے مع است  
ترویدے روم یارب کہ باشم در مقام و اور بعض سخن فہم ہونے سعدی کے اس شعر میں شعر دل  
دوستان جمع بہتر کہ گنج و خزانہ ہی ہے کہ مردم بہ رنج و کاف کو تردید یہ فرمایا ہے اور بعض نے  
نافیہ مانا ہے - یعنی دل دوستان جمع بہتر نہ گنج - میرے نزدیک یہ فضول کاف کی تخریج بنانا ہے  
در اصل یہ وہی کاف ہے جو مفضل علیہ پران کی طرح داخل ہوتا ہے جیسے اس شعر میں شعر بہت نا  
گوشت مردن بہ کہ نقاضاے زلفت قصا بان و وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْمَعْصُوْبِ ۛ  
پانچون اداۃ تردید میں سے داو ہے جیسے سعدی م کا شعر ہے شعر گل ہمیں  
ہنج روز و شش باشد و دین گلستان ہمیشہ خوش باشد و ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ ۛ

هَذَا اِحْرَافًا تَبَيَّنَ فِي مَنَ الْكَلَامِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى حُسْنِ اِنْعَانِهِ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْاَنْامِ مَوْكَلَانَا

عَمَّ يَتَضَلَعُ اِلَيْهِ الْعِبَادُ وَصَلَّى الْاَلَامِ

اَمِيْن يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ ۛ

لے  
نہ صفت و صفت  
میں صفت و صفت  
نہ صفت و صفت  
نہ صفت و صفت  
نہ صفت و صفت  
نہ صفت و صفت

کاف تردید

اور تردید کیا



مصنف قبل ازین بیان  
نیز شریف انشاء فرمود  
این رساله در توحید  
و دیباچه ذکر کرده

گهر خورون دل بیایان رسید	گهر جوئے رایتش برکان رسید
برو کردم اندیشه را پیشرو	بساط کشیم بترتیب نو
برانداختم مغر گنج از زمین	و گر باره برکان کشا دم کین
نیار و روزیگونه گوهر بدست	بے ساه باشد که گوهر پرست
ستاع از فروشنده باید خرید	فروشنده جوئے آمد پدید
زرو آتش اینجا توان آلود	بدعوئے دروغی نباید نمود
نه بهره شناسد ز دینار نغز	شناسنده گزینست ثوریده مغز

همنه تا بد از مردم گوهری  
چونور از مه و تابش از شتری

تقریظ چکیده کلک گهر سلک قدوة العارفین امام السالکین متیث الفضلا  
رحله العلماء المحقق للمحقق والمعارف طود العلم والفضل بحر تحقیق والتدقیق  
المفسر العارف والمحدث الفقیه سیدی وسیدی و سبیتی فی الیوم والحد  
مولانا الاستاذ المولوی الحافظ ابوالمحمود رشید احمد مدظلهم الله الف والصد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً وصلياً - بنده کی دانست مین مولوی صاحب مؤلف نے بہت اچھا لکھا ہے قابل تحسین و حفظ  
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ایضاً از علام علوم فارسیہ فہام فنون عربیہ و قیقہ رس سخن یک فنی درہن نقاد  
جواہر حقایق صراف نقود و قایق جامع المعقول والمنقول طوای الفروع والاصول  
بہ جہد الجہادہ استاذ الاساتذہ مولانا استاذی المجد المولوی ابو الخیر رشید احمد صاحب  
دہلوی مدرس اول مدرسہ اسلامیہ دیوبند صلح سہانہ و صانہا اللہ عن الفتن والشور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حامداً مثنیاً بالصلوٰۃ والسلام - المابد خادم سادات مفتقر الی الصد ابو الخیرات سید احمد  
ناظرین با استعداد و طالبین خوش اعتقاد کی خدمت میں گذارش کرتا ہے کہ یہ کتاب کچھ میسر

مولانا سے مدد  
دعائے خیر سے شروع  
الحمد صبر الی اللہ  
و میرا اللہ خان  
قالب تلمذ شریف

دیکھنے میں کچھ مستثنیٰ میں آئی اس طرز تحقیق سے مذاق مشتاق نے حلاوت پائی واقعی صاحب تصنیف  
ادیب نیف سلف حریف مولوی حسین شریف نے اس تائیس قواعد و تمہید فوائد میں تحقیق کا بیڑا  
اٹھایا ہے اور نظار گیان آفاق و طالع بان باشتیاق کو تدقیق کا جلوہ دکھایا ہے کتاب لطیف قابل  
تحسین ہے اور مصنف شریف لائق آفرین۔ مبتدی و منتهی اس دستور نامہ کو دستور العمل بناویں تو امید ہے  
کہ بیڑا چال سے رہائی پا کر تحقیق و تدقیق کی راہ پر آویں ومن الله التوفیق وبیدہ ازمۃ التوفیق تھا  
ابو الحیران سید امیر علی عند

ایضاً از عمدة الفضل از بدة العلماء و حلال مشکلات علوم عربیہ کاشف معضلات فنون  
ادبیہ مقبول بارگاہہ لم یزلی مولانا الایات المولوی محمد ذوالفقار علی صاحب ظلہ العالی  
حامداً و مثنیاً و مسلماً و مصلیاً۔ کتاب قواعد فارسی تصنیف فاضل نیف مولوی حسین شریف  
کے اکثر مقامات کترین کی نظر سے گذرے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نے فراہمی قواعد میں نہایت سعی  
فرمائی ہے اور کچھ لکھا ہے محققانہ لکھا ہے اور اشعار مثالیہ خوب بہم پہنچائے ہیں میں اس پر تائب  
کہ یہ رسالہ مبتدی اور منتهی دونوں کو نافع ہوگا فجزاء الله تعالیٰ عن مستفیدہ خیرا ولا یلحق بضرراً و ضیاعاً  
کتبہ العبد المفقہ و الفقہ علی الدیوبندی

هَذَا مَا كَتَبَ الْبَاحِ السَّيِّدُ الْكَرِيمُ الْفَاضِلُ نَحِيرُ الْأَدْبَاءِ الْمُخَاطَبُ  
بِأَدِيبِ الدَّوْلَةِ سَيِّدِ الْمَلِكِ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ أَفَّا السَّيِّدِ عَلِيِّ بْنِ السَّيِّدِ  
أَبُو الْحَسَنِ الشُّوسْتَرِيِّ الْجَزَائِرِيِّ سَلَّمَ اللَّهُ تَعَالَى مُقَرَّطاً عَلَى هَذِهِ الرِّسَالَةِ  
هُوَ الْمُعَرِّفُ  
اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ

حمد لمن اعرب بنام هذه السفين المرفوعة بلا عُد منصوبه موضوعه ولا طنب الى الارض  
مجردة ولا اوتادها منجورة بل جزم علقتهما عما سواها ورفع سمكتها فساها۔ فیما من  
جلت اسماء و افعاله۔ و نزهت عن وصمة الحروف كمامته و اقواله۔ و الصلوة و السلام علی  
الاحصل الواحد الذي يشق منه الافعال المحمودة في كل باب۔ و المصدر الوجودی الذي صمد  
اليه منه احكام السنّة و الكتاب۔ نبتنا المنعوت في الكتب السماوية من لسان الله الواحد

الطی عنده بواسطه روح الامین عن روح القدس بر رسول یاقی من بعدی اسمہ احمد صلی اللہ علیہ  
وعلی آلہ الامثله المختلفه لمعان مؤلفه وھم مع الحروف التوراتیہ - والغرض الاصلی  
من الاحرف المروثہ فی اوائل السور القرآنیہ - فصلہ اللہ علیہم ما دام الکلام لہما فی الفواد  
خرف - وما دامت الکلمۃ اسم وفعل وحرف - وبعد فلما رايت قرآنہ علی ما املاہ قبل الجہاد  
بل البحر الذی ابرو الفارسیہ بن جلاھا وشيخھا وطلّاع ثنایاھا الفطریہ الطریف لمولود  
محمد حسین شریف فی اصول القواعد الفارسیہ من نحوھا وصرفھا وبیانھا ومعانیھا  
باستنباطات منہ انسیۃ بتحقیقات عللا بعد الوقوع - وقد قینقات ذللا لمجان فی عند التیوع  
قطوفھا دانیہ + تسقی من عین انیہ + واستحسانات عمل فیہا فکرہ + وفرغ لہا راسد والتعب  
دماغہ وحک لہا صدرہ + حتی وضع کثابا ینفع طالب اللسان + اذا وقف علیہ فقد وقفت  
بالمہ یطش من انس قبلہ ولا جان + ومن استعود کلماتہ وقلد عاداتہ ینوق الاقران +  
بشجاذہ تحصل منہ للازھان وعندی أن ہذا اللسان لسان حملۃ العرش کما ورد عن صاحب  
الادوار والاکس + وجنۃ قدر خزفت وفيھا ما تشبهیہ الانفس وتلدن الاعین + ولما  
کان من بنی سام بن نوح علی نبینا دعلیہ السلام الانبیاء جمیعاً علیہم السلام وکان کل نبی  
بمقتضی یومہ - علی لسان قومہ - وحکی الوسی السماوی ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ  
فاظن ان احدا منہم تکلم بالفارسیۃ الکلمات منها شرفھا تاج الانبیاء وخاتمہم و  
شرف الرسل فاتحہم وخاتمہم لہما تکلم مع سلمان اذ کان یتأمل فی المسجد بصحنہ من شدۃ  
وجع بطنہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم یا سلمان اشکمت دمرہ قم فصل وکما قال العجمی باکل  
الغیب علی باب المسجد عتقۃ عتقۃ یا خافاس کل الغیب دوتا دوتانہ خوشه خوشه وقال  
ملہو المشہور عند الفقہاء بالشہرۃ والزیادۃ ائی اگر ببع دلا بد وازدہ وکل فی الفارسی مبیحانہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکلم بہ قاصدا واستبہم بہ حامدا ولما کان الاغلب فی ہذا اللیلۃ البیضا  
المحریۃ کثر اللہ امثالہم فی البریۃ والبحریۃ ملوکا ودولا اتا من الترك او الفارس من ولد  
یافت بن نوح او الكرد والاکلیس لما اقتضت الحکمۃ الالہیۃ بان تكون هذه الجمرۃ  
اصحاب سیف وساطنہ فكان کما قال المتنبیہ اعلى الممالک ما تبني علی الاسل وکان

ع  
عند الکس  
دورۃ الکلمۃ

كل دفا ترهم و احكامهم بالفارسية و دساتيرهم و قوانينهم بها طول الا زمان حتى  
 الهند لما حكم فيها المغولية الى التيمورية لم يتغير احكامهم و دفا ترهم عما كانت عليها من  
 لسان و دولتهم و قلدها المسلمون في كل قطر فاقوا و هم حذو النعل بالنعل و القذة بالقذة  
 تقريباً شطر بشطر و تحريراً شطر بشطر فحصل الفارسية كل تركي و هندی و بنوادفا ترهم  
 بهذا اللسان لا سيما من زمن الدولة التيمورية الى هذا الزمان كانت بالفارسية الى  
 الان فتبع المسلمون الهنود و حصلوا هذا اللسان المحمود لان كان لسان دولتهم ان لم  
 يكن لسان ملتهم و لسان حكومتهم ان لم يكن لسان طريقتهم الى المائة الثالثة بعد  
 الالف من الهجرة النبوية - صلى عليه و الله رب البرية - فابتعت الناس لسان الانكليسي  
 لما اخذت الدنيا بثلاث ارباعها بلا تفاوت في القياس و المقياس - و منست الحاجة الى  
 تحصيل لغة الافرنج اشياء شيس + اللهم اننا نفوذ بك من تقيم الامور - و رغبات الجمهور  
 الا لا كمال الدين و انت خير الحاكمين - و بيدك ازمة الامور + و زمام قلوب الجمهور +  
 فكما قيل ع اذا تسم امر بدأ نقصه + و تقرب زوالا اذا قيل تم + فقد نصرت الانكليسي  
 في الربع المسكون و اخذت الثلثين منها على ما هو تخمين المساحين من ارباب الفنون  
 و قد قلت في دولتها ع لا تغرب الشمس بملكها ولا + تحسب كلامي ذاك قولا مهمل +  
 فان امر يكافها عابدا + ليلة وجه الارض سل من وجدا + و اجوز في هذه طويلة منها  
 ع صلح طار اطا احسن صيتها + و عندنا في هندها عفرتها + ياتيك لو كنت بوسط  
 الصين + من سبأ بنيا يقين + و كل من له الى هذا اللسان شوق + اوله توفى الى طعم  
 حلاوة لصا دق الذوق + فلا احسن له من هذا الكتاب فان فيه ما قرأ + و كل ضعيف  
 قرأ + من اهل البلد و القرى + فقد جمع ما يحتاج اليه في اللسان و يصدق عليه كل نصية  
 في جوف الفري + و لو لا سوى تشعير الازدهان من نكاته - و تحنيد الاذكار من تحقيقها  
 لكفى في الرغبة اليه عن غيره + من استطلاب خيرة - و به الكفاية + و من الله  
 الوقاية + كتب هذه الاحرف بقلمه و خطيده برقمه سلطان العلماء  
 سنا د الملك +

## وقال فی الفارسیة بدیهة مضمونا

پژشنگ فارسی از خواش دست و بجاست	چو اومراج شناسی سپاری ز کجاست
ز فرق تا قدمش هر کجا نظر مگنی	کرشمه دامن دل میکشد که جابجاست

الحق حق تحقیقات پاسبیر ادا نموده - و البواب تدقیق بر روی طالبان این زبان کما یبغنی کشوده و محققانه گوسه  
سبقت از محققین ربوده - هر ورقش را هزار دفترش در خورست - و هر سطرش را هزار سطر آفرین در بر سه

و اوجی به منقش خوش داد	منته بر سه بهر به نهاد	مبتدی متهی بهر به اید	توسط از و سر و نهاد
بر صفت غیب این شعرست	که مذاکاتش چنین در داد	آفرین خدای بر سپر	که تو آورد و داد که تو زد

تقریظ نوک ریز کلک گهر سلک سحر طراز بل همه اعجاب ز سپهر کمال را  
مهر نجلی حاجی مولوی محمد ضیا علی صاحب سلمه الله القومی الولی +

حمد واجب واجب الوجود را لایق و سزااست - و تحائف صلوات و تحیات بر آن ممکن الوجود که لباس بکین  
از قامت و جوب نهوش نصیر و نازیمه ز قانع علیه الرحمة چه خوش گفته بلکه در سفته لباس و اجبی از  
قامتش بلند تراست + و لیک جامه امکان ز قدراست قصیده و علی الله الطاهرین و احکامه الملاحدین  
الراشدین پس برضا را ولی الالباب و البصائر مخفی و محجب سباد که این کتاب نادر البیان بطرز شگرت  
و نو نظم رسید و دامن خاطر از چستان آن یا چنین تازه بهار چید فی الواقع عجب کتابست که بدیده زنا  
نظیرش ندیده و گوش اساتذہ سلف همچو نمونه جدیدش نشنیده و شنیده که بود مانند دیده و چرا چنین نبود  
که صنفش فصل بخیر و بر استخراج مضامین دقیقه ماسر و قدیر را و این مجیدها و البکها لکال الله هوامه فی المقاله

دین نامه من هر چه کردم پان	نیا پیش و صحت پیشینیان	به نقطه از چشم انصاف بین	ستاره بیار و ده ام برین
----------------------------	------------------------	--------------------------	-------------------------

و هو الشاعر الماهر اللطیف و الادیب البلیغ الفطریف اعنی جناب مولوی حسین شریف  
گدامه الله تعالی و الهقاء و من حیاض فیضه القدیم اسقاه و لازال کتابه مقبول این العام  
و الخاص و هو بیا من الله سبحانه شرف الافاده بهزید الاختصاص و لا برحت مهجده  
محسودا و قیامه بهدک الاستقامه محمودا - والسلام حرر فسا بع عشرین شهر الله الاکبر یوم الایح

جوده الراجی عفوی به و الفقیر الی رحمتی محمد

محمد ضیا

تاریخ طبع کتاب از مجمع الفضائل منبع الفواضل بحکمت سنخ جادو طراز مضمون آفرین  
سخن پرداز ناظم ہیشمال ناشر بیحدیل مولانا المولوی محمد عبداللہ الحسین الخلیل  
صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ معسکر بنگلور مد مجرہم الخلیل

کیا ہی چھپا جو فضل خاستہ باب و تاب	یہ لاجواب دستہ آئین فارسی
نئے الفور سال طبع کہا یہ خلیل نے	لکھتے ہیں واہ خوب قوانین بازی

ایضاً از نتایج طبع دقیقہ یاب کیا ست آب شاعرنازک خیال فصیح بیان  
معنی رس سخندان محمد ابراہیم خان صاحب و آصف بنگلوری کان اللہ

فارسی کی سختین نادر کتاب	لکھی مولانا نے ہمیشہ و ندید
فی البدیہہ لکھ دیا و آصف نے یہ	سال طبع اس کا "فیوضیات جدید"

ایضاً از طبع و قاعدہ و سخن علامہ خلیل مولانا المولوی خلیل الرحمن صاحب خلیل برانہوری  
مولف تاریخ بران پور و مقامات الاولیا و احادیث قدسیہ علامات القیامہ سلمہ اللہ تعالیٰ

از جناب حکمی علامہ فہام دہر	شد تہ تمب عجب این نسخہ لب لباب
اوست لقمان زمان و بوعلی عصر خود	ملک حکمت زو منور شد چو ماہ از آفتاب
خوب شد در فارسی دستور نامہ بیحدیل	مثل آن چشم زمان گاہے ندیدہ یک کتاب
در ادب بیماری باشد کتب لیکن کے	پیش ازین ہرگز ندیدہ ہمین راہ صواب
با ادب پیش مصنف بہر تاریخ خلیل	عرض کن - دستور نامہ طبع شد و این باب

خاتمہ و تاریخ طبع دستور نامہ فارسی از مصنف عفا اللہ عنہ

شکر کا این نامہ بعنوانے رسید	کان گوہر در جہان آمد پدید
گوہرے چون چشم روز افروختہ	با فروغش میرے ہر طرفہ سوختہ
گوہرے آمد ز جان کنن بدست	نیست آن کا دید ز کان کنن بدست
چون درین رو آب من خون کردہ ام	مغز لغز از مغز مغز آوردہ ام
چون بصد دل خوردہ ام خون جگر	منے آوردہ ام رنگین و تر
ہر گز ہر گنجینہ ز اسب برانہان	خاصہ آن کا دروش از مغز جان

۱۷  
بعضی نے یہ نسخہ  
پیش کیا کہ اس کا  
تاریخ طبع ۱۳۰۷  
ہجری قمری ہے  
لیکن مولانا نے  
۱۳۰۸ ہجری قمری  
میں اس کا طبع  
کرایا ہے

۱۸  
اس کتاب کو  
مولانا نے  
پیش کیا کہ اس کا  
تاریخ طبع ۱۳۰۷  
ہجری قمری ہے  
لیکن مولانا نے  
۱۳۰۸ ہجری قمری  
میں اس کا طبع  
کرایا ہے



فی البدیہہ ما تقم اندر نہفت حکمت آمد جملہ اسرار گفت		
ولہ		
دو سالش چہ نغز دیگر سفت	در قواعد متین کتابت گفت	
ولہ		
فلک مجھت دیگر کہ نہ شک درونہ پیم	کہ بجوئی سال طبعش ز قوافد غریبہ	
ولہ فی الہندیۃ		
بحمد اللہ چھپ دستورنامہ	زمانہ سے تھے سب طالب اسی کے ہوئے سہل ابضوابط فارسی کے	
از نتایج طبع ارجند آسمان پیوند سحر و دازجاد و طراز در فن تاریخ گوئی ماسہر بردار اسلوب آن قادر یکہ تاز مضمار نکتہ دانی المولوی الحافظ حفیظ اللہ صفائی عظیم گزیری		
حکیم حاذق و علامہ حسین شریف	نوشت اصول قواعد سے پسند طبع سروش گفت بگو شد متین کتابت طبع	
ولہ		
چھپی محتبائی مین با صد صفائی	یہ نادر کتاب افاقت شمامہ چھپا ہے بہت عمدہ دستورنامہ	
ولہ		
فوائد نامہ چون در طبع آمد	ندائے ہاتھم گردید مسرع شد دستورنامہ عمدہ مطبوع	
ولہ		
شدہ دستورنامہ چون مطبوع	کہ افاضات علم راست آب گشتہ مطبوع لاجواب کتاب	
تمت		



عالمجناب مولانا حافظ محمد عبد الاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی دہلی	
کیمی نادر کتاب طبع ہوئی منکر تاریخ کی تو ہاتھ نے	جسہ ہر شخص لوٹ ہو۔ غش ہے کہہ دیا دلہن پر دو گلش ہے
صورتہ مآلک الکاتب البلیغی مولا کا نظام الدین المتخلص بالعشق الکبیر انوی صم المطبع المجتبائی	
رَأَيْتُ الْكِتَابَ الَّذِي يَسْتَطَابُ لِلتَّحْقِيقِ لَفْظِ عَمَّا رَهَيْتُمْ جَرَى مِنْهُ بَحْرُ الْقَوَائِنِ جَدًّا سَوَاهِدُهُ ثَابِتَاتٌ عُدُولُ فَلِلَّهِ دَرُّ الشَّرِّ لَيْفِ الظَّرِيفِ لَهُ فِي الْقَوَاعِدِ آيَاتٌ سَبْقِ لَوْ أَنَّ شَيْئًا عَلِمًا فَشَيْئٌ وَحِيدُ هُوَ الْبَحْرُ مِنْ سَائِرِهِ أَنْ يَرَوْنِي فَطَوَّنِي لِأَذْيَابِ عَلَيْهِ وَفَضْلِ أَلَا أَيُّهَا الْفَارِسِيُّونَ قَوْمُوا أَمَانٌ فِيهِ غَرَائِبُ دَهْرِ تَحْلِي بِحُلِيِّ الطَّبَاجِ لَطِيفِ	بِصَرْفٍ وَخَوَالِيهِ الْمَتَابُ لِتَوْجِيهِ مَعْنَى بَيِّنَاتٍ صَوَائِبُ وَمِنْ ذَاكَ سَأَلْتُ عُمُومَ عَذَابُ دَلَالَةُ مَا لَهَنَ جَوَابُ أَتَانَا بِمَا لَيْسَ فِيهِ اِزْتِيَابُ لَهُ فِي مَيَادِينِ فَحْشٍ حَرَابُ وَأِنْ خِلْتُمْ فِي جَوْدَةِ الطَّيْمِ شَأْبُ هُوَ الْغَيْثُ مِنْ طَلْعِهِ الْإِنْسِكَابُ وَيُشْرِي بِلَيْكُ زَانَةِ الْأَلْكَاسَابُ خَذُوا مَا صَفَاوْ دَعَا مَا كَرَابُ أَلَا إِنَّ هَذَا الشَّيْءَ عَجَابُ تَحْلِي كَبِيرِ وَمَا فِيهِ عَابُ
فَقُلْتُ مَنْ أَوَّلُ الْأَفْرِ فِيهِ وَأَرْخَتْهُ نَعْمَ هَذِهِ الْكِتَابُ	
ازما حسنہ محمد بیگ عفی عنہ منبر مطبع مجتبائی دہلی	
وہ وہ چہ بیٹے و مضامین جدیدہ تاریخ نوشتہ سر اٹناب بریدہ	طرز کے نہادست نہ دیدہ نہ شنیدہ نویا وہ اباحت شریفہ و مفیدہ
لہ سردی یکم حسین شریف صاحب مصنف کن بود اسلہ ۱۲۷۵ شہ صاحب لغتیت و رعیت ۱۲	

تقریظ نوک زینر کلک گهر سلک مقدم الکملار حلة الفضلا سحر از جا و نکا  
معجز بیان جناب محمد عبد الجبار خان صاحب آصفی سر رشته دار دفتر  
متمم پیشی قدر قدرت اعلا حضرت حضور نور عالم

الا اے سخن سنج معنی سگال بدستور نامه نظر بر کشا سخن را باندازه هوشش بین قوانین نگاران سنجیده راے خزف ناگوهر بیا میختند بنوده کسے زان میان ندف تین ز بازار دانش کساد ی زفت	ازین نامه هوشش بر غویبال باوج سخن بال بر ترکشا نخجیده کے دستگاہش چنین بسنجیدگی گنج گوهر کشاے گهر با خزف باهم زختند که چیدے خزف باز در شین خزف ماند ورنخش زیاد ی زفت
---	---

بجگهی چو دور سخن در رسید

خزف از میان گهر بر کشید

زیستی اصل بنای لغات بعماری فکر کیوان شکوه ز اسرار هر نکته داد آگاهی ز تحقیق کرده بدانسان پیچ چه خوش گفت دانای سنجیده را بنای که بنهاد معمار کج کجی مانے بود اندر سخن بچشم خرد آن کجی دانمود	بایوان گفتار بنود ثبات رسانیده پشت قوانین بکوه نکرده با بر آزان کوتهی که نگذاشته نکته سر بسته پیچ سخن را بقانون نگه دار جاے بر آید از دقصر دیوار کج ندیدند سوسش دگر ابل فن در آگاهی بر رنج شان کشود
--	--

بہ انشورانت دستور ہوش ہم ایون گہر حکمی نکتہ سیخ زبان درسی یا بود پہلوی زتر دستی او درین کار دگشت رسانیدہ بہر سخن پروران زدانش سگالان رباید خرد بلب تشنہ آب حیوان دروست بر آراست زلف رسای سخن خرد را زور و شنائی بود	باین دیزگی باز فرخ سر دوش بچیدہ گہر بار آمودہ گنج ازین نامہ گرفت ساز نوی بہر گوشہ بینی بہار بہشت براہین ز گفتار دانشوران بناقص خیالان نہاید خرد بظلمت زوہ مہر تابان دروست بمشاطگی ہائے انداز فن سخن را بگیتی روائی بود
---	--

سخن را بود نشان در دہان

بود حذر جان سخن پروران

تقریظ جمال جلیل و جبریل شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی ناظم علوم و فنون سرکار عالی  
نظام حیدر آباد کن و سابق پروفیسر مدرسہ العلوم علیگڑہ و فیلو نیورسی الہ آباد  
مین نے جناب مولوی حسین شریف صاحب کی کتاب دستور نامہ فارسی اکثر جگہ سے بغور دیکھی۔  
کوئی شبہ نہیں کہ یہ کتاب ایک معرکہ آرا کتاب ہے، مصنف نے مشکل اور اہم مسائل کو  
بڑی بسط اور تنقید سے لکھا ہے۔ بہت سے اصول اور قواعد خود بھی ایجاد کیے ہیں مصنفین  
سابق سے جا بجا اختلاف بھی کیا ہے اور وہاں نہایت طبع دکھلایا ہے اس قدر ہے کہ  
یہ کتاب بوجہ دقت مضامین کے منتہیوں کے قابل ہے۔

تشبیہ کی بحث اسین استطراداً موضوع سے خارج آگئی ہے۔ بہر حال یہ کتاب  
ہر طرح قدر دانی کے مستحق ہے۔  
شبلی نعمانی





